کافیہ کی آسان ترین اردو شرح جو اساتذہ اور طلباء وطالبات کیلئے یکساں مفید

اغراض کافیہ

شرح کافیہ

جمال الدین عثمان بن عمر المعروف بابن الحاجب
رحمہ اللہ تعالی ۵۷۰ھ ۶۴۶ھ

شارح

ابو اویس مفتی محمد یوسف القادری

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

کافیہ کی آسان ترین اُردو شرح جو اساتذہ اور طلباء وطالبات کیلئے یکساں مفید

اغراض کافیہ

شرح کافیہ

جمال الدین عثمان بن عمر المعروف بابن الحاجب
رحمہ اللہ تعالیٰ ۵۷۰ھ ۶۴۶ھ

شارح

ابواویس مفتی محمد یوسف القادری

شبیر برادرز®
۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006
shabbirbrother786@gmail.com

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

نام کتاب	ــــــــــ	شرح کافیہ
شارح	ــــــــــ	ابو اویس مفتی محمد یوسف القادری
باہتمام	ــــــــــ	ملک شبیر حسین
سن اشاعت	ــــــــــ	نومبر 2016ء
سرورق	ــــــــــ	اے ایف ایس ایڈورٹائزر 0322-7202212
طباعت	ــــــــــ	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ہدیہ	ــــــــــ	روپے

شبیر برادرز

۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

شبیر برادرز

اردو بازار لاہور

انتساب

عالم اسلام کی عظیم درسگاہ

جامعہ نظامیہ رضویہ کے نام

جہاں سے لاکھوں فرزندانِ توحید

کو ہدایت اور استقامت

کا نور ملا

ابو اویس **مفتی محمد یوسف القادری**

اظہار تشکر

اس موقع پر میں اولاً اپنے تمام اساتذہ کرام کا شکر گزار ہوں جن کی تربیت اور حسن نظر نے مجھے اس مقام پر پہنچایا ہے۔

۞ ثانیاً اپنے برادرِ کبیر حضرت مولانا محمد یونس سعیدی صاحب اطال اللہ عمرہ کا شکر گزار ہوں جن کی تحریک وتعاون سے بندہ کو تصنیف کی ہمت نصیب ہوئی۔

۞ ثالثاً عزیزم مولانا محمد فیصل محمود چشتی صاحب مدرس جامعہ گلزارِ امیریہ کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر پروف ریڈنگ فرمائی اور اپنی انمول آراء سے نوازا۔

۞ رابعاً مکتبہ شبیر برادرز کا، کہ جن کی محنت، کاوش اور جدو جہد سے یہ کتاب (اغراضِ کافیہ) آپ کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہوا، اللہ پاک ملک شبیر حسین صاحب کو عمر خضر عطا فرمائے اور دین متین کی مزید خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۞ خامساً مولانا محمد عباس کریمی صاحب اور مولانا محمد عابد صاحب مدرسین جامعہ نظامیہ رضویہ کا جن کا خصوصی تعاون ہر موقع پر رہتا ہے اور اس بار بھی رہا ہے دعا گو ہوں اللہ رب العزت انہیں عالم باعمل بنائے اور دنیوی واخروی کامیابی عطا فرمائے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

التماس

قارئین کرام سے التماس ہے

کہ میری جنبش قلم میں لغزش کا امکان ہے لہٰذا کسی طرح کی بھی لغزش پر تنقید برائے تنقیص سے صرف نظر کرتے ہوئے بغرض صحیح اس کی نشاندہی فرمائیں تاکہ اسے دور کیا جاسکے۔

آخر میں اللہ رب العزت سے دعا گو ہوں کہ میری اس کتاب کو تمام طلباء اور مدرسین کے لیئے نفع بخش بنائے اور آقائے دو جہاں ﷺ کے تصدق وتوسل سے قبول فرماتے ہوئے اسے میرے لیئے، میرے والدین کے لیئے، میرے اساتذہ کرام کے لیئے، جمیع معاونین اور میرے اہل خانہ کے لیئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین ثم آمین۔

مفتی محمد یوسف القادری

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

مصنف کافیہ رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف

﴿نام اور کنیت﴾:

آپ کا اسم گرامی عثمان، کنیت ابوعمرو اور لقب جمال الدین ہے اور والد کا اسم گرامی عمر ہے حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ آپ کے والد امیر عزالدین کے ہاں دربان تھے جسے عربی میں حاجب کہتے ہیں پس اس لیئے آپ ابن الحاجب کے نام سے مشہور ہوئے، آپ کا سلسلہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے کہ جمال الدین ابو عمرو عثمان بن عمر بن ابی بکر بن یونس الدوینی۔

﴿سن ولادت اور جائے ولادت﴾: آپ کی ولادتِ باسعادت مصر کے صوبہ قوصیہ کی بستی اسناء میں 570 ہجری میں ہوئی۔

﴿تحصیل علم اور تدریس﴾:

آپ نے قاہرہ میں حفظ کیا، علامہ شاطبی سے قرأت پڑھی، اور علامہ ابوالجود سے قرأتِ سبعہ پڑھی اور شیخ ابومنصور آبیاری سے علم فقہ! فقہ مالکیہ میں حاصل کیا، اور ابن البناء سے علم ادب حاصل کیا، اور علامہ بویصری کا بھی سماع فرماتے رہے۔

علوم اسلامیہ کی تکمیل کرنے کے بعد جامع دمشق میں عرصہ دراز تک درس وتدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے پھر مصر آئے، مدرسہ فاضلیہ میں صدر مقرر ہوئے، آپ کو فقہ مالکیہ کے ساتھ ساتھ علم نحو پر مہارتِ تامہ تھی، اپنی مختلف کتب میں دیگر نحویوں سے نحو کے مسائل میں اختلاف کیا، اور بعض قواعد پر تو ایسے اعتراضات کئے کہ جن کا جواب ہی ممکن نہیں، آپ بلند پایہ فقیہ، اعلیٰ مناظر، متقی و پرہیزگار اور ثقہ ومتواضع شخصیت تھے۔

﴿تصانیف﴾: آپ نے کثیر کتب تصنیف فرمائیں، جو تحقیق وتدقیق میں بے مثال ہیں، جن میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

(۱) المختصر فی الاصول۔ (۲) جمال العرب فی علم الادب

(۳) المقصدالجلیل فی علم الخلیل (۴) شافیه

(۵) منتهی السوال والامل فی علم الاصول والجدل (۶) الامالی النحویه

(۷) جامع الامهات (۸) کافیه

﴿وفات﴾ آخر میں مستقل قیام کے ارادے سے اسکندریہ آئے مگر کچھ ہی دنوں کے بعد 26 شوال المکرم 646 ہجری بروز جمعرات کو آپ کا انتقال ہو گیا، باب البحر کے باہر شیخ صالح ابن ابی اسامہ کی قبر کے پاس مدفون ہوئے۔

رائے گرامی

استاذ العلماء رأس الاتقیاء حضرت علامہ مفتی محمد عبد الرحمٰن گلگتی صاحب دامت فیوضھم

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

حمد وصلوۃ کے بعد! درس نظامی کی مشہور ومعروف کتاب ''کافیہ'' کوئی محتاج تعارف نہیں، اسے ہر دور کے علماء نے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے، اور دیگر کتب نحو کے مقابلے میں یہ بے مثال اور لازوال کتاب ہے، اس میں موجود علمی مواد کو طشت از بام کرنے کی غرض سے اس کی شروحات وحواشی لکھنے کا سلسلہ تواتر سے جاری ہے، کتاب مذکور کی اس اہمیت کے بنیادی اسباب ان گنت ہیں، تاہم سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ مصنف کتاب علامہ ابن حاجب نے اس مختصر رسالہ میں غیر متناہی مسائل نحو کے ایک عمیق سمندر کو کوزے میں بند کرنے کی سعی جمیل کی ہے، اور مسائل کے اس سمندر کو جن مختصر عبارات کا جامہ پہنانے کی مصنف علیہ الرحمۃ نے کوشش کی وہ انہیں کا خاصہ اور حصہ ہے۔

۞ مفتی محمد یوسف القادری صاحب میرے دیرینہ دوست، تدریسی ساتھی اور ہم مشرب ہیں، دوران تدریس! میں سب سے زیادہ انہی کی تدریس سے ہی متاثر رہا ہوں، صرف، نحو، فقہ، اصول فقہ، منطق اور اصول حدیث جب یہ پڑھا رہے ہوتے تھے تو میں پس دیوار یا کسی جگہ کا انتخاب کر کے ان کی تدریس کی سماعت کا شرف حاصل کرتا تھا بعض اوقات بعض علوم کے بعض مسائل کی توضیح وتشریح سن کر دلی مسرت اور خوشی ہوتی اور وقتاً فوقتاً میں اپنے ان جذبات کا ان کے سامنے اظہار بھی کرتا رہا ہوں۔

۞ مفتی محمد یوسف القادری صاحب! متعدد علوم وفنون کی عربی کتب کی عمدہ شروحات تصنیف کر کے علمی حلقوں میں دادِ تحسین حاصل کر چکے ہیں، اس وقت میرے ہاتھوں میں ان کی نئی تصنیف ''اغراض کافیہ'' ہے، جس کے پیچیدہ مسائل کو انتہائی عرق ریزی سے عام فہم بنا کر انہوں نے طلباء اور مدرسین کے ہاتھوں میں پکی پکائی روٹی تھمائی ہے۔

۞ اس شرح کی تین خوبیاں بطورِ خاص نمایاں ہیں۔

1: ایسے اختصار سے جو مخل فہم ہو، اور ایسے طوالت سے جو دردِ سر ہو اجتناب کیا گیا ہے۔

2: ہر ہر عبارت کی تشریح یوں ظاہر وباہر ہے کہ مرادِ مصنف بالکل واضح ہو جائے۔

3: طلبہ کی زبوں حالی، ذہنی پستی اور حصول علم میں عدم دلچسپی کو مد نظر رکھ کر ممکنہ حد تک اسے عام فہم بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

۞ آخر میں مصنف علام! سے گزارش ہے کہ وہ تصنیف وتالیف کے سلسلے کو قائم رکھنے کا بتوفیق الٰہی عزم مصمم رکھیں، اور اس سلسلے کو مزید آگے بڑھائیں، اللہ تعالیٰ مصنف کو بہترین جزا، اور ہمت وحوصلہ عطا فرمائے۔

مفتی عبدالرحمن گلگتی

رائے گرامی

استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد جنید صاحب دامت فیوضھم

صدر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ

الحمد للہ رب العالمین، والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین

اما بعد اعلامہ ابن حاجب کی کتاب ''کافیہ'' فن نحو کی مشہور ومعروف اور معرکۃ الآراء کتاب ہے، درس نظامی میں جس کی ضرورت واہمیت سے انکار ارباب دانش کے لئے ناممکن ہے کیونکہ اس کے بغیر استعداد وصلاحیت کاملاً حاصل نہیں ہوسکتی، لیکن یہ علم نحو کی مشکل ترین کتاب ہے جس سے طلباء کی اکثریت مکمل فائدہ حاصل کرنے سے قاصر رہتی ہے، اس کی مختلف شروح ہونے کے باوجود کما حقہ اس کو سمجھنا اور سمجھانا آسان نہیں تھا، اس لئے اس کتاب کی اردو زبان مین ایسی شرح کی ضرورت تھی جو اس کے جمیع مغلقات کے حل کے ساتھ ساتھ شرح جامی کو سمجھنے کے لئے تمہید ہو۔

یہ کام بہت مشکل تھا کیونکہ اس لئے باصلاحیت اور تجربہ کار استاذ کی ضرورت تھی، بحمد للہ یہ کام احسن طریقے سے ابواویس مفتی محمد یوسف القادری نے سرانجام دیا، کہ اب پورے وثوق سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس شرح کے ہوتے ہوئے طلباء کو یا کسی مدرس کو کافیہ کے حل کے لئے کسی اور شرح کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی۔

مفتی محمد یوسف القادری صاحب نہ صرف کمال درجے کے مدرس ہیں، بلکہ عظیم المرتبت مدرس ہونے ساتھ ساتھ، کمال درجے کے مقرر اور بے باک اور نڈر مصنف ہیں، تھوڑے ہی عرصے میں ان کی متعدد کتب زیور طباعت سے آراستہ ہوکر ارباب علم ودانش سے خراج تحسین حاصل کرچکی ہیں، اور کچھ کتابت وطباعت کے مراحل میں ہیں جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں۔

1 اغراض التھذیب شرح اشرح تھذیب
2 ضیاء الترکیب شرح اشرح مائۃ عامل
3 فوز وفلاح لحل نور الایضاح
4 اغراض سلم العلوم
5 شرح فیض الادب
6 اغراض کافیہ
7 اغراض شرح نخبۃ الفکر
8 اغراض جامی

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولا تعالیٰ فاضل مصنف کی عمر وعلم اور صحت واقبال مین بیشمار برکتیں اور اس سعی بلیغ کی جزائے خیر عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم

مفتی محمد جنید رضوی

صدر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ

رائے گرامی

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا سید عاصم شہزاد صاحب دامت فیوضھم

سینئر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیلک یا رسول اللہ وعلی الک واصحابك یاحبیب اللہ

عزیزم جناب حضرت علامہ مفتی محمد یوسف القادری صاحب زید مجدہ کی تحریر کردہ کافیہ کی اردو شرح اغراضِ کافیہ جوکہ زیر طبع ہے اس کا مختلف جگہ سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا جناب کی اس شرح کو جامع اور مفید پایا، جس طرح علم نحو پر لکھی جانے والی کتب میں کافیہ کو اختصار اور جامعیت میں بلند و بالا مقام حاصل ہے ایسے ہی حضرت نے اردو شرح لکھتے ہوئے اختصار اور جامعیت کا جوانوکھا اور منفرد انداز اختیار کیا ہے اس کو دیکھ کر امید کرتا ہوں کہ یہ شرح بھی بلند مرتبہ پر فائز ہوگی۔

کافیہ کی شرح پر اٹھنے والے اعتراضات کے سلیس اور سہل انداز میں دیئے گئے جوابات، مغلق عبارات، لاجواب تشریحات اور حشو وتطویل سے مبرا ہونے میں یہ شرح دیگر شروحات سے نہایت ہی منفرد اور ممتاز ہے۔

مفتی محمد یوسف القادری صاحب جامعہ نظامیہ کے قابل ترین مدرسین میں شمار ہوتے ہیں، علم نحو، بلاغت، منطق، فقہ، تفسیر اور اصول حدیث کی بڑی کتب میں اپنی قابلیت کا سکہ جما چکے ہیں، اب ان کتب کی شروحات لکھتے چلے جارہے ہیں، اس پہلے

- اغراض التھذیب شرح اشرح تھذیب
- ضیاء التركيب شرح اشرح مائة عامل
- فوزو فلاح لحل نور الايضاح
- اغراض سلم العلوم
- شرح فیض الادب: زیور طبع سے آراستہ ہوچکی ہیں اور علماء وطلباء میں مقبولیت حاصل کرچکی ہیں۔

جناب مفتی محمد یوسف القادری صاحب کی اس کاوش پر انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اللہ تعالی سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی ان کی لکھی ہوئی تمام شروحات کو بالخصوص اغراض کافیہ کو دنیا میں ! اہل علم کی نظر میں مقبولیت اور آخرت میں ثواب کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین۔

سیّد عاصم شہزاد

سینئر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ

حرف آغاز

مقولہ مشہور ہے کہ باادب بانصیب ! کہ ادب والے کے نصیب اچھے ہوتے ہیں، یہ ایک حقیقت ہے جسے ہر کوئی مانتا ہے، کوئی بھی اس کا انکار نہیں کرتا، اسی طرح یہ بات بھی حقیقت پر مبنی ہے کہ کہ ہر عمل کا صلہ مؤخر ہوسکتا ہے لیکن ادب یہ ایک ایسا عمل ہے جس کا کچھ نہ کچھ صلہ دنیا میں ضرور ملتا ہے۔

میرے زمانہ طالب علمی میں ایک بار میری کلاس کے تمام طلبہ ایک استاذ کے خلاف جمع ہو کر ناظم تعلیمات صاحب کی بارگاہ میں پہنچے تا کہ انہیں اس استاذ گرامی کی شکایت کر کے اپنا سبق کسی اور استاذ کی طرف منتقل کرایا جا سکے، قبلہ ناظم تعلیمات صاحب (ہمارے استاذ گرامی ہیں اللہ انہیں عمر خضر اور صحت وسلامتی عطا فرمائے) نے تمام طلباء سے پوچھا کہ تم تمام لوگ ان کی کارکردگی سے غیر مطمئن ہو؟ تو اس سوال کا جواب میرے تمام ساتھیوں نے اثبات میں دیا کہ جی ہاں! ہمیں وہ مطمئن نہیں کر رہے۔

جب اپنے ایک استاذ گرامی کی تذلیل اور توہین ہوتے ہوئے میں نے دیکھی تو مجھ سے رہا نہ گیا میں نے اپنے تمام ساتھیوں کی بھر پور مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ یہ سب غلط کہہ رہے ہیں استاذ گرامی بہت اچھا پڑھاتے ہیں مگر یہ لوگ ہی توجہ نہیں کرتے، بس پھر کیا تھا قبلہ ناظم تعلیمات صاحب نے میری بات پر فیصلہ سنا دیا کہ اگر پڑھنا ہے تو انہیں کے پاس پڑھو، ورنہ جاؤ......

❁ یہ بات کرنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اللہ نے آج مجھے جتنی بھی کامیابیاں عطا کی ہیں کہ میری تدریسی صلاحیت! میرے تمام ساتھیوں سے نمایاں رہی، تصنیفی اور تالیفی میدان میں میرے تمام ساتھی مجھ سے پیچھے رہ گئے، میرے اندازِ تقریر اور موادِ تقریر پر میرے سینئر ساتھی مجھے داد دیتے ہیں، یہ تمام کی تمام اس ادب کی بدولت ہیں جسے میں نے بڑی ہمت سے بجالایا تھا۔

پس اس لئے میری تمام دوستوں سے گزارش ہے کہ اپنے استاذ کی بے ادبی نہ کریں، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک بار ایک اجتماع میں بیٹھے ہوئے پاس ایک عیسائی کے گزرنے پر ادباً کھڑے ہو گئے، کسی نے عرض کی!

اے امام عالی مقام! یہ تو غیر مسلم ہے......عیسائی ہے......آپ اس کے ادب میں کھڑے ہو گئے ہیں؟

آپ نے فرمایا جیسا تیسا بھی ہے مگر میرا استاذ ہے کہ میں نے ایک بار اس سے ایک مسئلہ پوچھا تھا، تو عزتیں اور مقامات بڑوں کو بڑا سمجھنے اور ان کا ادب کرنے سے ملتے ہیں۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اسے میرے لئے، میرے والدین کے لئے اور میرے جمیع اساتذہ ومعاونین کے لیئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین ثم آمین

ابواویس **مفتی محمد یوسف القادری**

18/11/2016

فہرست عنوانات اغراض کافیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

﴿کافیۃ﴾:

کَفٰی یَکْفِیْ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، اس پر داخل ہونے والی تاء تائے انتقال ہو یا مبالغہ ہو تو صیغہ مذکر ہوگا، اگر تانیث ہو تو صیغہ مؤنث ہوگا۔

﴿فائدہ﴾: تاء کی آٹھ قسمیں ہیں جو کہ مندرجہ ذیل شعر میں مذکور ہیں۔

تانیث است و تذکیر و وحدت و ہم بدل مصدریت و مبالغہ زائدہ شدہ ہم نقل

(1) تائے تانیث: جیسے عَائِشَۃٌ ۔

(2) تائے تذکیر: یہ اپنی تمیز کے مذکر ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ جیسے: اَرْبَعَۃُ رِجَالٍ ۔

(3) تائے وحدت: جیسے نَفْخَۃٌ وَاحِدَۃٌ

(4) تائے بدل: جیسے عِدَۃٌ اصل میں وِعْدٌ تھا واؤ کو حذف کر کے اس کے عوض آخر میں تا لائے۔

(5) تائے مصدریت: جیسے فَاعِلِیَّۃٌ، مَصْدَرِیَّۃٌ ۔

(6) تائے مبالغہ: جیسے عَلَّامَۃٌ ۔

(7) تائے زائدہ: جیسے تَتَصَرَّفُ ۔

(8) تائے نقل: کسی لفظ کو وصفیت سے نقل کر کے فقط اسمیت کی طرف لاتے ہیں تو اس وقت اس لفظ کے آخر میں تاء لاتے ہیں۔ جیسے کَافِیَۃٌ

﴿اعتراض﴾: کافیہ نحوی کتاب ہے، لہٰذا مصنف کو چاہیئے تھا کہ ابتداءً کوئی مسئلہ نحوی بیان کرتے، جس سے مضمون کتاب کی طرف آگاہی ہو جاتی، مصنف نے تسمیہ سے آغاز کیوں کیا؟

﴿جواب﴾: تسمیہ سے آغاز قرآن مجید کی اتباع کرنے کے لیئے اور فرمان رسول ﷺ کی اقتداء کرنے کے لیئے کیا ہے کیونکہ قرآن مجید کی ابتدا بھی تسمیہ کے ساتھ ہے اور حدیث پاک میں ہے کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَأْ بِبِسْمِ اللّٰہِ فَھُوَ اَقْطَعُ (ترجمہ) کہ ہر وہ ذیشان کام جس کی ابتدا تسمیہ کے ساتھ نہ کی جائے پس وہ نامکمل رہتا ہے۔

﴿اعتراض﴾: قرآن کی ابتدا فقط تسمیہ کے ساتھ تو نہیں ہے بلکہ تسمیہ کے ساتھ ساتھ تحمید کے ساتھ بھی تو ہے، اور حدیث پاک میں بھی تسمیہ و تحمید دونوں کے ساتھ ابتدا کرنے پر زور دیا گیا ہے، لہٰذا تسمیہ کے ساتھ ساتھ تحمید کے ساتھ بھی ابتدا کرنی چاہیئے تھی۔

﴿جواب﴾: قرآن مجید کی دو ترتیبیں ہیں، (1) نزولی (2) جمعی

قرآن مجید کی سب سے پہلی ترتیب نزولی ہے جس کی ابتدا فقط تسمیہ کے ساتھ ہے، چونکہ مصنف علیہ الرحمۃ کی یہ سب سے پہلی تصنیف ہے، اس لیئے اس نے اپنی پہلی تصنیف کی ابتدا پہلی ترتیب کی اتباع کرتے ہوئے فقط تسمیہ کے ساتھ کی ہے۔

❁ رہی بات حدیث پاک کی! تو حدیث پاک میں ابتدا بالتحمید کا حکم کتابت و قرأت دونوں کو شامل ہے، لہٰذا تحمید کو یہاں پر اگرچہ لکھا نہیں گیا، لیکن عین ممکن ہے کہ مصنف علیہ الرحمۃ نے پڑھ لیا ہوگا کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے ظُنُّوا الْمُؤْمِنِیْنَ خَیْرًا (ترجمہ) مؤمنین کے بارے میں اچھا گمان کرو، اور اچھا گمان یہی ہے کہ پڑھ لیا ہوگا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

کلمہ کا بیان

﴿عبارت﴾:

اَلْكَلِمَةُ لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنًى مُّفْرَدٍ

﴿ترجمہ﴾: کلمہ وہ لفظ ہے جو اکیلے معنیٰ کے لیئے وضع کیا گیا ہو۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے کلمہ اور کلام کی تعریف کیوں کی ہے؟ جب کہ یہ علم نحو کا موضوع ہیں، اور ہر فن میں موضوع کے احوال کے متعلق ہی بحث کی جاتی ہے۔

﴿جواب﴾: کسی بھی شے کے احوال کی معرفت تب تک نہیں ہوسکتی، جب تک اس شے کی تعریف نہ کی جائے، پس کلمہ اور کلام کی معرفت کے لیئے مصنف نے ان کی تعریف کر دی۔

﴿سوال﴾: کلمہ کو کلام پر مقدم کیوں کیا، مؤخر کر لیتے؟

﴿جواب﴾: کلمہ لفظاً کلام کا جزء ہوتا ہے اور کلمہ کا مفہوم بھی کلام کے مفہوم کی جزء ہوتا ہے، اور جزء کل پر طبعاً مقدم ہوتا ہے، اس لیئے وضعاً (ذِکراً) بھی کلمہ کو کلام پر مقدم کر دیا تا کہ وضع طبع کے مطابق ہو جائے۔

﴿اعتراض﴾: اَلْكَلِمَةُ پر الف ولام کونسا ہے اسمی یا حرفی؟ اسمی تو ہو نہیں سکتا، کیونکہ اس کا مدخول اسم فاعل ومفعول ہوتا ہے۔

رہی بات حرفی کی! حرفی کی دو قسمیں ہیں، زائدہ اور غیر زائدہ، یہ زائدہ بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ اس صورت میں تنکیر مبتدأ لازم آئے گی، جو کہ درست نہیں، اور اگر غیر زائدہ مانیں تو اس کی چار قسمیں ہیں، جنسی، استغراقی، عہد خارجی، عہدِ ذہنی یہ الف ولام جنسی واستغراقی بھی ہو نہیں سکتا کیونکہ اس پر تائے وحدت ہے جو جنس واستغراق کے منافی ہے، عہد خارجی بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کا مدخول خاص ہوتا ہے جبکہ یہاں کلمہ عام ہے کہ خواہ نحوی ہو یا منطقی، اور اگر عہد ذہنی تسلیم کیا جائے تو مبتدأ کا غیر معین ہونا لازم آئے گا جو کہ درست نہیں، الغرض یہ الف ولام نہ تو اسمی ہوسکتا ہے اور نہ ہی حرفی ہوسکتا ہے۔

﴿جواب﴾: یہ الف ولام جنسی ہوسکتا ہے، رہی بات تائے وحدت کی، تو یاد رکھیئے! وحدت کی تین قسمیں ہیں۔ شخصیہ،

نوعیہ،جنسیہ۔

ان اقسامِ ثلاثہ میں سے فقط وحدت شخصیہ ہی جنس کے منافی ہے(الف ولام جنسی اورتائے وحدتِ شخصیہ جمع نہیں ہوسکتے) اورکوئی نہیں اور یہ وحدتِ شخصیہ یہاں مرادنہیں،اور جومراد ہے(یعنی وحدتِ نوعیہ یاوحدتِ جنسیہ)اس پر اعتراض نہیں۔

❁ یہ الف لام عہدِخارجی بھی ہوسکتا ہے۔

رہی بات مدخول(کلمہ)کے خاص ہونے کی!تو وہ یہاں خاص ہے،یعنی کلمہ سے مرادکلمہ نحوی ہی ہے،اوراس پر قرینہ یہ ہے کہ یہ کلمہ نحوی کتاب میں مذکور ہے۔

﴿سوال﴾: کلمہ اورکلام کے مشتق ہونے یانہ ہونے میں نحوی کیا کہتے ہیں؟

﴿جواب﴾:جمہورنحاۃ کے نزدیک کلمہ اورکلام مستقل کلمات ہیں،نہ ان سے کوئی مشتق اور نہ ہی یہ کسی اور سے مشتق،لیکن بعض نحویوں کے نزدیک یہ کلم(بسکون اللام)سے مشتق ہیں۔

﴿اعتراض﴾:اگرکلمہ اورکلام کامشتق منہ کلم(بسکون اللام)ہےتولفظی مناسبت کی طرح معنوی مناسبت نہیں پائی گئی جو کہ ضروری ہے۔

﴿جواب﴾:مناسبت کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) مطابقی (۲) تضمنی (۳) التزامی

یہاں اگرچہ مناسبت مطابقی اور تضمنی نہیں پائی جارہی لیکن التزامی ضرور پائی جارہی ہےاوروہ یہ ہے کہ کلم کامعنی ہے زخمی کرنا۔ اورزخمی کرنے کواثر اندازہونالازم ہے،اب اثر اندازہونا کَلْمٌ میں بھی پایا جارہا ہے کیونکہ جوزخمی کرتا ہے وہ اثر اندازہوتا ہے اوریہی معنیٰ کلمہ اورکلام میں بھی پایا جاتا ہے کہ کلمہ اورکلام بھی طبعیتوں پراثر اندازہوتے ہیں،جیسا کہ کسی شاعر کاشعر ہے جَرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا الْتِيَامُ وَلَايَلْتَامُ مَاجَرَحَ اللِّسَانُ ﴿ترجمہ﴾ نیزوں کے زخم مٹ جاتے ہیں لیکن زبان کے زخم نہیں مٹا کرتے۔

﴿نوٹ﴾ كَلِمٌ (بِكَسْرِ اللَّامِ) کے متعلق بصریوں اورکوفیوں کااختلاف ہے،کہ یہ اسم جنس ہے یاجمع ہے،بصری کہتے ہیں کہ یہ اسم جنس ہے جس کااطلاق قلیل وکثیر دونوں پرہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی صفت طیب قرآن مجید میں استعمال کی گئی ہے(اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ)اگرجمع ہوتاتوطیبۃ ہوتی،کوفی کہتے ہیں کہ یہ جمع ہے اسم جنس نہیں ہے اوراس کااطلاق مَافَوْقَ الِاثْنَیْنِ(دوسے زائد)پرہوتا ہے،کم پرنہیں ہوتا۔

❁ رہی بات صفت الطَّیِّب ہونے کی!تواس کاجواب یہ ہے کہ یہ کلم(بکسراللام)کی صفت نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے لفظِ بَعْضُ مضاف محذوف ہےاس کی ہے۔

لفظ کی بحث:

لفظ کا لغوی معنیٰ پھینکنا ہے جو کہ عام ہے اور اصطلاحی معنیٰ مَا يَتَلَفَّظُ بِهِ الْإِنْسَانُ (لفظ وہ ہے جس کا انسان تلفظ کرے) یہ خاص ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ کی تعریف لفظ جامع نہیں ہے، کیونکہ یہ تو فقط انہی کلمات پر صادق آتی ہے جن کا انسان تلفظ کرے جبکہ کلماتِ الٰہیہ، کلماتِ ملک اور کلماتِ جن یہ تو اس سے خارج ہو جائینگے۔

﴿جواب﴾: تعریفِ لفظ میں بِالْقُوَّةِ کی اگر چہ قید مذکور نہیں ہے لیکن ملحوظ ضرور ہے، اب معنیٰ یہ ہوا کہ لفظ وہ ہے جس کے تلفظ کرنے کی قوت وصلاحیت انسان میں ہو، اور یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ کلماتِ الٰہیہ، اور کلمات جن وملک کے تلفظ کرنے کی طاقت انسان میں ہے۔

﴿اعتراض﴾: اَلْكَلِمَةُ مبتدأ ہے، اور لَفْظٌ خبر ہے، مبتدأ اور خبر میں تذکیر وتانیث میں مطابقت ہوتی ہے، یہاں کیوں نہیں ہے؟

﴿جواب﴾: مبتدأ اور خبر کے لیئے مطابقت تب ضروری ہوتی ہے جب تین شرطیں پائی جائیں۔

(1) خبر مشتق ہو۔ (2) خبر میں ایسی ضمیر ہو جو مبتدأ کی طرف لوٹے۔

(3) خبر ایسا لفظ نہ ہو جو تذکیر وتانیث کے لیئے برابر ہو جیسے حَائِضٌ۔

یہاں لفظ میں اگر چہ تیسری شرط موجود ہے لیکن پہلی دو شرطیں مفقود ہیں اس لیئے مطابقت ضروری نہیں ہے۔

وضع کی بحث:

وضع کا لغوی معنی رکھنا، اصطلاحی معنیٰ تَخْصِيصُ شَيْءٍ بِشَيْءٍ بِحَيْثُ مَتٰى أُطْلِقَ أَوْ أُحِسَّ الشَّيْءُ الْأَوَّلُ فُهِمَ مِنْهُ الشَّيْءُ الثَّانِيْ

(ترجمہ) ایک شے کو دوسری شے کیساتھ اس طرح خاص کرنا کہ جب بھی پہلی شے کو بولا جائے یا پہلی شے کو محسوس کیا جائے تو اس سے دوسری شے سمجھی جائے۔ اطلاق کی مثال: زید سے ذاتِ زید کا علم۔ احساس کی مثال: روشنی سے سورج کا علم۔

﴿اعتراض﴾: آپ کی تعریفِ وضع جامع نہیں ہے اس لیئے کہ یہ حروفِ تہجی پر صادق نہیں آرہی کیونکہ ایک حرفِ تہجی کے اطلاق سے اس کا معنیٰ سمجھ نہیں آتا جب تک اس کے ساتھ کسی اور کو نہ ملایا جائے، حالانکہ حروفِ تہجی موضوع یعنی وضع کیئے گئے ہیں۔

﴿جواب﴾: تعریفِ وضع میں أُطْلِقَ بمعنیٰ أُسْتُعْمِلَ ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ حرف کا استعمال دوسرے سے مل کر ہی

ہوتا ہے۔

﴿اعتراض﴾: عریفِ وضع میں اگر شیء اول سے مراد لفظ لیں، اور شیء ثانی سے مراد معنیٰ تو مطلب یہ ہوگا کہ ایک لفظ کو ایک معنیٰ کے ساتھ خاص کرنا وضع ہے، ایسی صورت میں تعریف وضع سے لفظ مشترک نکل جائے گا، کیونکہ اس میں ایک لفظ کی وضع ایک معنیٰ کے لیئے نہیں بلکہ کئی معانی کے لیئے ہوا کرتی ہے۔

اور اگر شیء اول سے مراد معنیٰ اور شیء ثانی سے مراد لفظ ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ ایک معنیٰ کو ایک لفظ کے ساتھ خاص کرنا وضع ہے، ایسی صورت میں تعریفِ وضع سے الفاظ مترادفہ خارج ہو جائینگے کیونکہ ان میں کئی الفاظ کو ایک معنیٰ کے ساتھ خاص کیا گیا ہوتا ہے، الغرض جو بھی صورت مراد لیں درست نہیں ہے

﴿جواب﴾: یہاں شی ءاول سے مراد لفظ ہے اور شیء ثانی سے مراد معنیٰ ہے اور رہی بات مشترک کے نکلنے کی! تو وہ نہیں نکلتا کیونکہ مشترک کا اطلاق بیک وقت تمام معانی پر نہیں ہوتا بلکہ ایک وقت میں ان میں سے ایک معنیٰ مراد لیا جاتا ہے۔

معنیٰ کی بحث:

لغوی معنیٰ مقصود۔ اصطلاحی معنیٰ مَا يُقْصَدُ بِشَيْءٍ (ترجمہ) جس کا ارادہ کیا جائے، خواہ وہ لفظ ہو یا غیر لفظ ہو۔

﴿اعتراض﴾: معنیٰ کونسا صیغہ ہے؟ اسم ظرف ہے، مصدر میمی ہے یا اسم مفعول ہے؟ الغرض احتمالات یہ تین ہیں، لیکن ان تینوں میں سے کوئی بھی یہاں درست نہیں، پہلا اس لیئے نہیں کیونکہ پھر معنیٰ یہ ہوگا کہ کلمہ وہ لفظ ہے جو وضع کیا گیا ہو قصد کرنے کی جگہ کے لیئے، اور یہ درست نہیں، اگر مصدر میمی مراد لیں تو معنیٰ یہ ہوگا کہ کلمہ وہ لفظ ہے جو وضع کیا گیا ہو قصد کرنے کے لیئے، حالانکہ کلمہ وضع کیا جاتا ہے متکلم کے مقصود کے لیئے، اگر اسم مفعول مانیں تو معنیٰ درست ہوتا ہے لیکن یہ اسم مفعول کا وزن ہی نہیں۔

﴿جواب﴾: یہ تینوں احتمالات یہاں درست ہیں، رہے دو اعتراضات! تو ان کا جواب یہ ہے کہ اسم ظرف اور مصدرِ میمی مجازاً اسم مفعول کے معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں، لہٰذا یہ مجازاً اسم مفعول کے معنیٰ (مقصود) میں ہیں۔ اور اگر اسے اسم مفعول تسلیم کرلیا جائے تو کوئی حرج کی بات نہیں، کیونکہ یہ اصلاً مَعْنُوْيٌ تھا پھر سَيِّدٌ والے قانون کے تحت مَعْنِيٌّ ہوا، پھر تخفیفاً ایک یا کو حذف کر کے ماقبل کے کسرہ کو فتحہ سے بدل دیا تو معنًیٌ ہو گیا، پھر قال والے قانون کے تحت معنیٰ ہو گیا۔

﴿اعتراض﴾: جب معنیٰ کا ذکر وضع کے تحت ہو گیا تھا جیسا کہ آپ نے کہا کہ تعریفِ وضع میں شیء اول سے مراد لفظ اور شیء ثانی سے مراد معنیٰ ہے، پھر معنیٰ کا ذکر علیحدہ کیوں کیا؟

﴿جواب﴾: ﴿1﴾: دوبارہ ذکر مجازاً کیا، جیسے سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا میں اَسْرٰی کا معنیٰ ہے رات کو سیر کروانا، لیکن لَیْلًا کو دوبارہ مجازاً ذکر کر دیا۔

﴿2﴾: معنیٰ کی قید سے حروف تہجی کو نکالنا تھا کیونکہ حروف تہجی کی وضع ترکیب کے لیئے ہوتی ہے معنیٰ کے لیئے نہیں ہوا کرتی۔

لفظ مفرد کی بحث:

اس پر تین اعراب آسکتے ہیں، رفع، نصب، جر، مرفوع ہونے کی صورت میں لفظ کی صفت ہوگی، منصوب ہونے کی صورت میں وضع کی ضمیر هُوَ سے یا لِمَعْنیً سے حال واقع ہوگا، اور مجرور ہونے کی صورتمیں معنیٰ کی صفت واقع ہوگا۔

﴿اعتراض﴾: مُفْرَداً کے منصوب ہونے کا احتمال درست نہیں، کیونکہ جہاں بھی اسم منصوب بالتنوین ہوتا ہے اس کے بعد الف ہوتا ہے، جو کہ یہاں نہیں، لہٰذا یہ منصوب نہیں ہوسکتا۔

﴿جواب﴾: منصوب بالتنوین کے بعد الف کا ہونا وہاں ہوتا ہے جہاں نصب یقینی ہو، اور فقط یہی ایک ہی احتمال ہو، اور کوئی نہ ہو جبکہ یہاں تین احتمال ہیں۔

﴿اعتراض﴾: مُفْرَداً کو ضمیر وضع سے حال بنانا درست نہیں، کیونکہ ضمیر هُو نائب فاعل ہے، جبکہ حال فاعل سے ہوتا ہے یا مفعول سے ہوتا ہے، اسی طرح معنیً سے بھی حال بنانا درست نہیں کیونکہ وہ بھی نہ تو فاعل ہے اور نہ ہی مفعول۔

﴿جواب﴾:

دونوں (ضمیر اور مَعْنٰی) سے حال بنانا درست ہے، ضمیر سے اس لیئے کہ وہ حقیقی فاعل نہ سہی لیکن حکمی فاعل تو ہے، علامہ زمخشری کے نزدیک نائب فاعل فاعل ہی ہوتا ہے، اسی طرح معنیً سے بھی کیونکہ مجرور عند النحاۃ حکماً مفعول ہوتا ہے۔

﴿اعتراض﴾: قاعدہ یہ ہے کہ جب ذوالحال نکرہ ہو تو حال کو ذوالحال پر مقدم کرتے ہیں، جبکہ یہاں معنیً ذوالحال ہے اور وہ نکرہ ہے، اس پر حال کو مقدم کیوں نہیں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: آپ کا ضابطہ درست ہے مگر اس کا اجراً اور انطباق اس وقت ہوتا ہے جب ذوالحال مجرور نہ ہو جبکہ یہاں ذوالحال لام جارہ کی وجہ سے مجرور ہے۔

﴿فائدہ﴾: تعریف میں کچھ قیودات ہوتی ہیں جن کا مقصد تعریف کو جامع مانع بنانا ہوتا ہے۔

اس تعریف میں اَلْکَلِمَۃُ معرَّف ہے۔ اور لَفْظٌ الخ معرِّف یعنی تعریف ہے۔

لَفْظٌ جنس ہے جو مفرد، مرکب موضوع، مہمل، تام، ناقص تمام کو شامل ہے۔

وُضِعَ پہلی قید اور پہلی فصل ہے جس سے تمام مہملات نکل گئے، اور وہ الفاظ جو بالطبع معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسے اُح اُح کی دلالت سینے کے درد پر، اور بطور عقل دلالت کرتے ہیں، جیسے دیز کی دلالت بولنے والے کے وجود پر یہ بھی نکل گئے۔

معنیً یہ دوسری قید اور دوسری فصل ہے جس سے حروفِ تہجی نکل گئے کیونکہ ان کی وضع ترکیب کے لیے ہوتی ہے معنیٰ کے لیئے نہیں ہوتی، مُفْرَداً یہ تیسری قید اور تیسری فصل ہے جس سے مرکبات نکل گئے۔

﴿اعتراض﴾: کافیہ اُمُفَصَّل (جو کہ علامہ زمخشری کی کتاب ہے) سے ماخوذ ہے، اس میں تعریفِ کلمہ یوں ہے، اَلْکَلِمَۃُ لَفْظَۃٌ دَالَّۃٌ عَلٰی مَعْنًی مُّفْرَدٍ بِالْوَضْعِ یعنی وضع اور دلالت دونوں کا ذکر ہے جبکہ صاحب کافیہ نے تعریفِ کلمہ میں فقط وضع کا ذکر کیا ہے۔

﴿فائدہ﴾ خاص کے ضمن میں عام بھی پایا جاتا ہے لیکن عام کے ضمن میں خاص کا پایا جانا ضروری نہیں۔

﴿جواب﴾: صاحبِ کافیہ نے فقط وضع کا ذکر کیا ہے جو کہ خاص ہے، اس کے تحت دلالت کا ذکر بھی ہوگیا جو کہ عام ہے، جبکہ علامہ زمخشری نے ابتداءً دلالت کا ذکر کیا ہے جو کہ عام ہے خاص کو متضمن نہیں ہوتا، اس لیئے انہیں دوبارہ خاص (وضع) کا ذکر کرنا پڑا۔

﴿عبارت﴾:

وَهِيَ اِسْمٌ وَفِعْلٌ وَحَرْفٌ لِاَنَّهَا اِمَّا اَنْ لَا تَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا اَوْ لَا الثَّانِيْ اَلْحَرْفُ وَالْاَوَّلُ اِمَّا اَنْ يَّقْتَرِنَ بِاَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ اَوْ لَا الثَّانِيْ اَلْاِسْمُ وَالْاَوَّلُ الْفِعْلُ

﴿ترجمہ﴾: اور وہ یعنی کلمہ اسم ہے، فعل ہے اور حرف ہے اس لئے کہ وہ یا تو ایسے معنیٰ پر دلالت کرے گا جو اس کی ذات میں ہوں یا دلالت نہیں کریگا دوسری قسم حرف ہے اور پہلی قسم تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے کے ساتھ مقترن ہوگی یا نہیں دوسری قسم اسم ہے اور پہلی قسم فعل ہے۔

﴿اعتراض﴾: نحویوں کا مشہور ضابطہ ہے کہ اَلضَّمِيْرُ اِذَا دَارَ بَيْنَ الْمَرْجِعِ وَالْخَبَرِ فَرِعَايَةُ الْخَبَرِ اَوْلٰى مِنَ الْمَرْجِعِ کہ ضمیر جب مرجع اور خبر کے درمیان ہو تو مرجع کی بنسبت خبر کی رعایت کرنا اولیٰ ہے، لہٰذا یہاں ضمیر مذکر کی ہونی چاہیئے تھی۔

﴿جواب﴾: یہ ضابطہ غلط ہے ورنہ کلام میں جَاءَ تْنِیْ زَیْنَبُ وَھُوَ اِنْسَانٌ اور جَاءَ تْنِیْ زَیْنَبُ وَھُوَ حَائِضٌ کہا جاتا حالانکہ ایسا نہیں کہا جاتا ہے، بلکہ جَاءَ تْنِیْ زَیْنَبُ وَھِیَ اِنْسَانٌ اور جَاءَتْنِیْ زَیْنَبُ وَھِیَ حَائِضٌ کہا جاتا ہے۔

﴿اعتراض﴾: ضمیر ھِیَ کا مرجع کلمہ ہے یا مفہوم کلمہ، یہ دو ہی احتمال ہیں، لیکن جس کو بھی مراد لیں درست نہیں، اس لیئے کہ اگر کلمہ کو بناتے ہیں تو تَقْسِیْمُ الشَّیْءِ اِلیٰ نَفْسِہٖ لازم آتا ہے کیونکہ الکَلِمَۃ پر الف ولام داخل ہے اور آخر میں تائے متحرکہ علامتِ اسم ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ اسم اسم ہے، اور اگر ھِــــی کا مرجع مفہوم کلمہ ہو تو پھر راجع اور مرجع کے درمیان مطابقت نہیں ہوگی، کیونکہ راجع مؤنث ہے اور مفہوم کلمہ (مرجع) مذکر ہے۔

﴿جواب﴾: یہاں ھِیَ ضمیر کا مرجع کلمہ ہے، رہی بات تقسیم کی تو یہ تقسیم مفہوم کلمہ کی ہے کلمہ کی نہیں ہے۔

﴿اعتراض﴾:

مصنف علیہ الرحمۃ نے کہا وَھِیَ اِسْمٌ جس میں مبتدا اور خبر کے درمیان مطابقت نہیں ہے۔

﴿جواب﴾: مبتدا اور خبر کے درمیان مطابقت تب ضروری ہوتی ہے جب تین شرطیں پائی جائیں۔

(1) خبر مشتق ہو۔ (2) خبر میں ایسی ضمیر ہو جو مبتدا کی طرف راجع ہو۔

(3) خبر ایسا لفظ نہ ہو جو مذکر اور مؤنث کے لیئے یکساں استعمال ہوتا ہو، جیسے حائض۔

❁ یہاں اگر چہ تیسری شرط پائی جا رہی ہے لیکن پہلی دو شرطیں مفقود ہیں۔

﴿اعتراض﴾: وَھِـیَ اِسْـمٌ وَفِـعْلٌ وَحَـرْفٌ میں واؤ عاطفہ ہے جو کہ جمعیت کا معنیٰ دیتی ہے لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ اسم، فعل اور حرف کا مجموعہ کلمہ ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

﴿جواب﴾: یہاں پر واؤ بمعنیٰ اَوْ ہے، مذکورہ اعتراض تب وارد ہوگا جب واؤ اَوْ کے معنیٰ میں نہ ہو۔ لہٰذا اعتراض باطل ہے۔

﴿اعتراض﴾: لِاَنَّھَــا سے مصنف کلمہ کی اقسام ثلاثہ پر دلیل حصر کو بیان کرنا ہے، جبکہ دلیل دعویٰ پر ہوتی ہے لیکن یہاں دعویٰ تو مذکور ہی نہیں۔

﴿جواب﴾: یقیناً دلیل دعویٰ پر ہی ہوتی ہے، لیکن دعویٰ عام ہے خواہ مذکور ہو یا ماقبل سے مفہوم ہو رہا ہو، یہاں اگر چہ مذکور نہیں، لیکن ماقبل میں سمجھا جا رہا ہے وہ اس طرح کہ مصنف نے کلمہ کی تین قسمیں بنائیں اس کے بعد سکوت فرمایا، اور محل بیان میں سکوت بھی بیان ہوتا ہے، لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ کلمہ تین قسموں میں منحصر ہے، بس یہ دعویٰ ہوا۔

﴿فائدہ﴾: خبر کا حمل مبتدا پر ہوتا ہے اور حمل کے لیئے قاعدہ یہ ہے کہ وصف کا حمل ذات پر نہیں ہو سکتا۔

﴿اعتراض﴾: لِاَنَّهَا اِمَّا اَنْ تَدُلَّ میں خبر کا حمل اسم ان جو کہ مبتدأ ہے اس پر ہے، یہ درست نہیں، کیونکہ اَنْ تَدُلَّ مصدر تاویلی ہے اور اَنَّهَا میں ضمیر کا مرجع کلمہ ہے جو کہ ذات ہے۔

﴿جواب﴾: اَنْ تَدُلَّ خبر نہیں بلکہ اس سے پہلے مِنْ صِفَتِهَا محذوف ہے جو کہ خبر مقدم ہے اور اَنْ تَدُلَّ مبتدائے مؤخر ہے، اس طرح یہ جملہ ہو کر اَنَّ کی خبر ہوئی۔

﴿اعتراض﴾: مصنف نے اَنْ تَدُلَّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ نَفْسِهَا کہا ہے یعنی دلالت کے صلہ میں لفظِ فِیْ استعمال کیا ہے حالانکہ کلام عرب میں دلالت کے صلہ میں لفظِ فِی نہیں آیا کرتا۔

﴿جواب﴾: 1: یہاں لفظِ فِیْ بمعنیٰ بَا ہے، مذکورہ اعتراض تب ہوگا جب وہ کسی اور معنیٰ میں نہ ہو۔

2: یہ دلالت کے صلہ میں نہیں بلکہ معنیٰ کے صلہ میں ہے، بایں طور پر کہ یہ جار مجرور مل کر متعلق ہوئے ثابتٍ کے، ثابت صیغہ صفت اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہوئی معنیٰ موصوف کی الخ۔

﴿اعتراض﴾: مصنف نے کہا اِمَّا اَنْ تَدُلَّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ نَفْسِهَا اَوْلَا، جس میں اَوْلَا اصلاً اَوْلَا تَدُلَّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ نَفْسِهَا ہے، جسے مصنف نے حذف کر دیا ہے یہ حذف درست نہیں کیونکہ حرف عطف کی موجودگی میں معطوف کو حذف کرنا درست نہیں۔

﴿جواب﴾: حرف عطف کی موجودگی میں معطوف کو حذف کرنا اس وقت ناجائز ہوتا کہ جب معطوف کو سرے سے ہی حذف کر دیا جائے، جبکہ یہاں ایسا نہیں ہوا، کیونکہ یہاں معطوف کا متعلق (لَا) موجود ہے، لہٰذا مذکورہ اعتراض نہ رہا۔

﴿اعتراض﴾: مصنف نے اَوْلَا سے دلالت کی نفی کی ہے، اور دلالت وضع کی بنسبت عام ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ عام کی نفی سے خاص کی بھی نفی ہو جاتی ہے لہٰذا دلالت کی نفی سے وضع کی بھی نفی ہو جائے گی پھر نتیجۃً یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ حرف کلمہ مہمل ہے موضوع نہیں۔

﴿جواب﴾: قاعدہ یہ ہے کہ جب نفی مُقَیَّدْ بِالْقَیْد پر داخل ہوتی ہے تو عموماً نفی قید کی ہوتی ہے مقید کی نہیں ہوتی، یہاں اَنْ تَدُلَّ مقید ہے اور فِیْ نَفْسِهَا قید ہے، لہٰذا یہاں فِیْ نَفْسِهَا کی نفی ہوئی ہے اَنْ تَدُلَّ کی نہیں ہوئی۔

﴿اعتراض﴾: اَلثَّانِیْ اَلْحَرْف یہ مبتدأ اور خبر ہیں اور دونوں معرف باللام ہیں، قاعدہ یہ ہے کہ جب مبتدأ اور خبر دونوں معرف باللام ہوں تو ان کے درمیان ضمیر فصل لائی جاتی ہے، لہٰذا اَلثَّانِیْ هُوَ الْحَرْفُ کہنا چاہیئے تھا، اَلثَّانِیْ اَلْحَرْف کیوں

کہا؟۔

﴿جواب﴾: ضمیر فصل وہاں لائی جاتی ہے جہاں التباس کا خدشہ ہو، جبکہ یہ خدشہ یہاں نہیں، کیونکہ اَلثَّانِی جو کہ صیغہ صفت ہے اور مبتدأ ہے وہ مقدم ہے اگر یہ مؤخر ہوتا تو التباس کا خدشہ تھا، لیکن جب یہ مقدم ہے تو التباس کا خطرہ نہ رہا کیونکہ صفت موصوف پر مقدم نہیں ہوتی۔

﴿سوال﴾: دلیل میں حرف کو مقدم کیا گیا ہے اور اسم وفعل کو مؤخر کیا گیا ہے جبکہ تقسیم میں حرف کو مؤخر کیا گیا ہے اور اسم وفعل کو مقدم کیا گیا ہے ایسا کیوں؟

﴿جواب﴾: دلیل میں حرف کو مقدم کرنا اس کے لغوی معنیٰ کی طرف اشارہ کرنے کے لیئے ہے، اور وہ کنارہ ہے، اس لیئے اسے بھی سب سے پہلے کنارے لگا دیا گیا ہے، اور تقسیم میں مؤخر کرنا اس کے مقام ومرتبہ کی طرف اشارہ کرنے کے لیئے ہے کہ اس کا مقام اسم وفعل کے بعد ہے، دوسری بات یہ ہے کہ حرف کو مقدم کرنا دلیل کے اندر اس لیئے بھی ہے کہ اس کی تعریف عدمی ہے، اور اسم وفعل کی تعریف وجودی ہے اور عدم وجود سے مقدم ہوتا ہے۔

﴿اعتراض﴾: يَقْتَرِنُ کی هُوَ ضمیر کا مرجع کیا ہے، معنیٰ اول یا اول، دونوں احتمال ہی غلط ہیں کیونکہ اگر اس کا مرجع اوّل کو مانیں تو مطلب یہ ہوگا کہ اوّل تینوں زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ملا ہوا ہے جبکہ اوّل تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ملا ہوا نہیں بلکہ فعل تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور اگر هُــــوَ ضمیر کا مرجع معنیٰ اوّل کو مانیں تو وہ مذکور نہیں، اس طرح راجع کا بغیر مرجع کے ہونا لازم آتا ہے جو کہ درست نہیں۔

﴿جواب﴾: هُــوَ ضمیر کا مرجع معنیٰ اوّل ہی ہے اور رہی بات معنیٰ اوّل کی کہ وہ مذکور نہیں! تو اُسکا جواب یہ کہ اگرچہ معنیٰ اوّل مذکور نہیں لیکن اوّل کے ضمن میں پایا جارہا ہے، اور مرجع کبھی ضمنی بھی ہوتا ہے، اس کی دلیل قرآن کریم میں موجود ہے: اِعْـدِلُـوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی یہاں پر ضمیر هُو کا مرجع عدل ہے جو اِعْدِلُوْا کے ضمن میں پایا جارہا ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے کہا کہ فعل وہ کلمہ ہے جو مستقل معنیٰ پر دلالت کرے اور تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ملا ہوا ہو، تو پھر مصدر کو بھی فعل کہنا چاہیے چونکہ اس میں معنیٰ بھی ہوتا ہے اور کسی نہ کسی زمانہ سے اس کا اقتران بھی ہوتا ہے؟

﴿جواب﴾: اقترانِ زمانہ کی دو قسمیں ہیں۔

(1) اِقْتِرَانِ زَمَانَه فِي الْفَهْمِ۔ (2) اِقْتِرَانِ زَمَانَه فِي الْوُجُوْدِ۔

ہماری مراد ان میں سے اِقْتِرَانِ زَمَانَه فِي الْفَهْمِ ہے، یعنی اقتران کے ساتھ ساتھ زمانہ سمجھا بھی جائے کہ کونسا زمانہ ہے اور

چونکہ مصدر میں اِقْتِرَانِ زَمَانَہ فِی الْوُجُوْدِ ہے، یعنی زمانہ موجود تو ہے لیکن سمجھا نہیں جارہا لہٰذا اس وجہ سے مصدر کو فعل نہیں کہتے۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے کہا کہ جس میں معنیٰ اور زمانہ سمجھا جاتا ہو وہ فعل ہے لہذا زَیْدٌ ضَارِبٌ بِالْاَمْسِ (زید نے گذشتہ کل مارا)، اس میں بھی معنیٰ اور زمانہ دونوں پائے جارہے ہیں، اس کو بھی فعل کہنا چاہیے؟ حالانکہ یہ فعل نہیں ہے۔

﴿جواب﴾: ہم نے کہا مُفْرَدٍ کہ معنیٰ اور زمانہ بھی پایا جائے اور وہ کلمہ بھی ایک ہو (یعنی ایک ہی کلمہ سے دونوں چیزیں سمجھی جائیں) جب کہ یہاں معنیٰ ضَارِبٌ سے اور زمانہ اَمْسِ سے سمجھا جارہا ہے، اسی لئے یہ فعل نہیں ہے۔

﴿اعتراض﴾: صَبُوْحٌ (صبح کے وقت شراب پینا) غَبُوْقٌ (شام کے وقت شراب پینا) میں زمانہ بھی ہے اور معنیٰ بھی ہے اور کلمہ بھی ایک ہے لہٰذا ان کو فعل کہہ دینا چاہیئے۔

﴿جواب﴾: ان مثالوں میں اگر چہ زمانہ پایا جارہا ہے، لیکن زمانے کا تعین نہیں ہے، کیونکہ مطلقاً صبح یا شام کے وقت پینا مراد ہے، نہ کہ تین زمانوں میں سے کسی زمانے میں پینا مراد ہے جبکہ ہماری شرط تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے کا تعین بھی ہے۔

﴿فائدہ﴾: اسم کی وجہ تسمیہ میں بصریوں اور کوفیوں کا اختلاف ہے۔

❁ بصری کہتے ہیں کہ اسم سِمْوٌ سے مشتق ہے، اور سِمْوٌ کا معنیٰ ہے بلند ہونا، چونکہ اسم بھی اپنی قسیمین (یعنی فعل اور حرف) پر بلند ہوتا ہے اسی لئے اس کو اسم کہتے ہیں۔

❁ کوفی کہتے ہیں کہ اسم وِسْمٌ سے مشتق ہے، وِسْمٌ کا معنیٰ ہے علامت، چونکہ اسم بھی اپنے مسمّٰی پر علامت ہوتا ہے، اسی لئے اس کو اسم کہتے ہیں۔

﴿اعتراض﴾: بصریوں کی وجہ تسمیہ درست نہیں ہے کیونکہ بعض افعال اور بعض حروف کو بھی اسم پر بلندی حاصل ہے۔ جیسے: اَکْرَمَ فعل ہے چار حرفوں پر مشتمل ہے، اور لَیْتَ حرف ہے تین حرفوں پر مشتمل ہے اور مَنْ اسم ہے جو کہ دو حرفوں پر مشتمل ہے تو یہاں فعل اور حرف بھی اسم پر بلند ہیں، کیونکہ فعل اور حرف کے حروف اسم کے حروف کی بنسبت زائدہ ہیں۔

﴿جواب﴾: اسم کا اپنی قسیمین پر بلند ہونا اس سے حروف کی زیادتی یا کمی مراد نہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ اسم مسند بھی ہوتا ہے اور مسند الیہ بھی۔ جبکہ فعل صرف مسند ہوتا ہے، مسند الیہ نہیں ہوتا اور حرف نہ مسند ہوتا ہے اور نہ ہی مسند الیہ، بس اس اعتبار سے اسم فعل اور حرف پر بلند ہوتا ہے۔

﴿اعتراض﴾: کوفیوں کی دخول غیر سے مانع نہیں، اس لیئے کہ وہ کہتے ہیں کہ اسم اپنے مسمیٰ (ذات) پر علامت ہوتا ہے یہ وجہ تو فعل اور حرف پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ وہ بھی اپنے مسمیٰ پر علامت ہوتے ہیں۔

﴿جواب﴾: اَلْاِطِّرَادُ لَیْسَ شَرْطًا فِی وَجْهِ التَّسْمِیَةِ (وجہ تسمیہ کا مانع ہونا شرط نہیں)۔

اور دوسرا جواب یہ بھی ہے کہ لَامُنَاقَشَةَ فِی الْاِصْطِلَاحِ کسی کی اصطلاح میں اعتراض نہیں کرتے۔

﴿عبارت﴾

وَقَدْ عُلِمَ بِذَالِكَ حَدُّ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهَا

﴿ترجمہ﴾: اور اس وجہ حصر کے ساتھ انواع ثلاثہ میں سے ہر ایک کی تعریف معلوم ہوگئی۔

﴿فائدہ﴾: واؤ کی دس قسمیں ہیں۔

استینافیہ۔ عاطفہ۔ اعتراضیہ۔ حالیہ۔ زائدہ۔ قسمیہ۔ علامت جمع۔ بمعنیٰ مع۔ بمعنیٰ او۔ بمعنیٰ رب۔

﴿سوال﴾: یہاں (وَقَدْ عُلِمَ بِذَالِكَ میں) واؤ کونسی ہے؟

﴿جواب﴾: اس واؤ میں چار احتمال ہیں۔

1: یہ واؤ استینافیہ ہے اور یہ اس جملے پر داخل ہوتی ہے جو سوال مقدر کا جواب ہو، اور وہ سوال مقدر یہ ہے کہ مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے اسم، فعل اور حرف کی تعریف کیوں نہیں کی؟ اس کا جواب یہاں (وَقَدْ عُلِمَ بِذَالِكَ) سے معلوم ہو رہا ہے کہ ان کی تعریفات وجہ حصر سے ہی معلوم ہو چکی ہیں، لہٰذا دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

2: یہ واؤ اعتراضیہ ہے جو کہ جملہ معترضہ پر داخل ہوتی ہے اور جملہ معترضہ جمہور کے نزدیک وہ جملہ ہے جو کسی جملے کے درمیان میں واقع ہو لیکن بعض کے نزدیک جملہ معترضہ کا وقوع کسی جملے کے آخر میں بھی ہو سکتا ہے۔ جیسے: آقائے دو جہاں ﷺ کا فرمان ہے اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ تو اس میں وَلَا فَخْرَ جملہ معترضہ ہے اور آخر میں واقع ہے، الغرض! جن کے نزدیک جملہ معترضہ آخر میں بھی واقع ہو سکتا تو ان کے نزدیک یہ واؤ معترضہ ہے۔

3: یہ واؤ عاطفہ ہے اور رہی یہ بات کہ اس کا معطوف علیہ کہاں ہے؟ تو جواباً عرض یہ ہے کہ دلیل حصر (لِاَنَّهَا الخ) سے پہلے فعل قَدْ تَبَیَّنَ محذوف ہے اور وہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ ہے۔

4: یہ واؤ حالیہ ہے وہ اس طرح کہ قَدْ تَبَیَّنَ کی ضمیر هُوَ ذوالحال ہے اور یہ جملہ (قَدْ عُلِمَ الخ) حال ہے۔

﴿سوال﴾: یہاں (قَدْ عُلِمَ بِذَالِكَ میں) مصنف علیہ الرحمۃ نے عُلِمَ کہا عُرِفَ کیوں نہیں کہا؟

﴿جواب﴾:علم! کلی کے جاننے کو کہتے ہیں اور معرفت! جزئی کے جاننے کو کہتے ہیں، چونکہ ماقبل میں کلیات کا ذکر ہو چکا تھا یعنی اسم،فعل اور حرف کا، اس لیئے عُلِمَ کہا عُرِفَ نہیں کہا۔

﴿اعتراض﴾: مشارٌ الیہ کا محسوس مبصر ہونا ضروری ہے جبکہ یہاں مشارٌ الیہ دلیل حصر ہے جو کہ غیر محسوس اور غیر مبصر ہے لہٰذا اس کے لیئے اسم اشارہ کا استعمال درست نہیں۔

﴿جواب﴾: کلام عرب میں کبھی کبھی شدت وضوح کی وجہ سے غیر محسوس اور غیر مبصر کو محسوس مبصر کے درجے میں رکھ کر اس کی طرف اشارہ اسم اشارہ سے کر دیا جاتا ہے۔ جیسے: ذَالِكُمُ اللهُ رَبُّكُمْ ۔

﴿اعتراض﴾:ذَالِكَ اسم اشارہ بعید کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، حالانکہ یہاں مشارٌ الیہ (دلیل حصر) قریب ہے،لہٰذا چاہیئے تو یہ تھا کہ یہاں اسم اشارہ قریب (هٰذَا) کا استعمال کیا جاتا تاکہ مطابقت ہو جاتی،ذَالِكَ کا استعمال کیوں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: کبھی مشارٌ الیہ کی عظمت کو بیان کرنے کے لئے اسم اشارہ قریب کی جگہ اسم اشارہ بعید کا استعمال کر دیا جاتا ہے۔ جیسے:ذَالِكَ الْكِتَابَ، الغرض! مصنف علیہ الرحمۃ نے اسم اشارہ بعید کا استعمال کر کے دلیل حصر کے عظیم الشان ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

﴿سوال﴾: ذَالِكَ عُلِمَ فعل کا مفعول ثانی ہے اور حَدُّ كُلِّ وَاحِدٍ مفعول اوّل ہے، یہاں مفعول ثانی کو اول پر مقدم کیوں کیا گیا ہے؟

﴿جواب﴾:تَقْدِيْمُ مَا حَقَّهُ التَّاخِيْرُ يُفِيْدُ الْحَصْرَ وَالْاِخْتِصَاصَ کہ ہر وہ چیز جس کا مقام ومرتبہ مؤخر ہو اسے مقدم کرنا حصر اور اختصاص کا معنیٰ حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے، یہاں بھی تقدیم! حصر اور اختصاص کے لیئے ہے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف نے حَدُّ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهَا کہا ہے یعنی تعریف کی جگہ لفظ حد استعمال کیا ہے، یہ درست نہیں ہے کیونکہ حد اس تعریف کو کہتے ہیں جس میں محدود کی ذاتیات کو بیان کیا گیا ہو، جبکہ یہاں اقسام ثلاثہ کی تعریفات ذاتیات سے نہیں بلکہ عرضیات سے بیان کی گئیں ہیں، کیونکہ مفہومات اعتبار یہ ازقبیل عرضیات ہیں، ازقبیل ذاتیات نہیں۔

﴿جواب﴾: حد کی یہ تعریف عند المناطقہ ہے، جبکہ عند النحاۃ شے کی جامع مانع تعریف کو حد کہتے ہیں۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کی عبارت تکرار پر مشتمل ہے کیونکہ اقسام ثلاثہ کی تعریفات کو تین دفعہ ذکر کیا گیا ہے، پہلے وجہ حصر میں، پھر قَدْ عُلِمَ الخ سے اور پھر ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ تعریف کی گئی ہے اور تکرار اختصار کے خلاف ہے، جبکہ یہ متن ہے اور متن مختصر ہوتا ہے۔

﴿جواب﴾: طلباء کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) ذکی۔ (۲) متوسط۔ (۳) غبی

ذکی چونکہ مقصودِ کلام کو اشارے سے ہی سمجھ جاتے ہیں، اس لیئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے لیئے دلیل حصر سے اشارہ کیا، اور متوسط کبھی اشارہ سمجھتے ہیں کبھی نہیں تو ان کے لیئے قَدْ عُلِمَ الخ سے تنبیہ کی، لیکن غبی طلباء کے لیئے چونکہ اشارہ اور تنبیہ کافی نہیں تھی، اس لیئے ان کے لیئے علیحدہ علیحدہ ہر ہر قسم کی تعریف کر دی، الغرض! یہ تکرار نہیں بلکہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے انتہائی ذہین وفطین ہونے کی دلیل ہے۔

﴿اعتراض﴾: کُلِّ وَاحِدٍ میں اضافت کے تین ہی احتمالات ہیں اور تینوں میں سے یہاں کوئی بھی درست نہیں، اضافتِ لامیہ اس لیئے درست نہیں کیونکہ اس صورت میں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان مغایرت ہوتی ہے جو کہ یہاں نہیں پائی جارہی، کیونکہ کل یہاں اپنے مضاف الیہ کے افراد کے احاطہ کے لیئے ہے لہٰذا کل سے بھی مضاف الیہ کے ہی افراد مراد ہونگے۔

اضافتِ منیہ بھی نہیں ہوسکتی کیونکہ اس صورت میں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت پائی جاتی ہے (جیسے خَاتَمُ فِضَّةٍ کہ بعض خاتم فضہ ہیں اور بعض فضہ خاتم ہیں) جو کہ یہاں نہیں پائی جارہی۔

اسی طرح اضافت فوٗیہ بھی نہیں ہوسکتی کیونکہ اضافت فوٗیہ کی صورت میں مضاف الیہ مضاف کے لیئے ظرف ہوتا ہے (جیسے ضَرْبُ الْيَوْمِ) جبکہ یہاں ایسی بھی صورتحال نہیں۔

﴿جواب﴾: یہاں اضافت لامیہ پائی جارہی ہے، رہی بات مغایرت کی! تو وہ یہاں موجود ہے کہ کلمہ کل سے واحد کے افراد فرداً فرداً مراد ہیں اور لفظِ واحد سے اس کے افراد (اسم، فعل، حرف) بیک وقت مراد ہیں، الگ الگ اور اکٹھے ہونے میں تغایر ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

کلام کا بیان

﴿عبارت﴾:

اَلْكَلَامُ مَاتَضَمَّنَ كَلِمَتَيْنِ بِالْإِسْنَادِ

﴿ترجمہ﴾: کلام ایسا لفظ ہے جو متضمن ہو دو کلموں کو اسناد کے ساتھ۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے اَلْكَلَامُ کہا ہے، وَالْكَلَامُ کہہ دیتے تا کہ اَلْكَلِمَةُ کو معطوف علیہ اور واؤ کو حرف عطف، اَلْكَلَامُ کو معطوف بنا دیتے۔

﴿جواب﴾: اگر وَالْكَلَامُ کہہ دیتے تو کلام کا تابع ہونا اور اَلْكَلِمَةُ کا متبوع ہونا لازم آتا جو کہ درست نہیں ہے کیونکہ اس سے کلمہ کا بالاصل علم نحو کا موضوع ہونا اور کلام کا بالتبع علم نحو کا موضوع ہونا لازم آتا حالانکہ کلمہ اور کلام دونوں ہی بالاصالت علم نحو کا موضوع ہیں۔

﴿اعتراض﴾: لفظِ مَا میں چار احتمال ہیں، چاروں ہی باطل ہیں۔

1: اگر ما سے مراد لفظ لیں تو درست نہیں اس صورت میں هَلْ زَيْدٌ قَائِمٌ کے جواب میں بولے جانے والے لفظ نَعَمْ کا بھی کلام ہونا لازم آتا ہے حالانکہ وہ کلام نہیں بلکہ حرف ایجاب ہے

2: اگر ما سے مراد شے لیں تو اس صورت میں دوال اربعہ (عقود، خطوط، نصب اور اشارات) کا کلام ہونا لازم آتا ہے حالانکہ وہ نہ تو لفظ ہوتے ہیں اور نہ ہی حرف۔

3: اگر ما سے مراد کلام لیں تو اَخْذُ الْمَحْدُوْدِ فِي الْحَدِّ (معرّف کا تعریف میں ذکر کرنا) لازم آتا ہے، جو کہ صحیح نہیں ہے۔

4: اگر ما سے مراد کلمہ لیں تو بھی درست نہیں کیونکہ اس سے جزء کا کل پر حمل لازم آئیگا جو کہ درست نہیں ہے۔

﴿جواب﴾: یہاں ما سے مراد لفظ ہے، اور رہی بات یہ کہ حرف نَعَمْ کا کلام ہونا لازم آتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نَعَمْ

اگر چہ کلام نہیں لیکن کلام (زَيْدٌ قَائِمٌ) کے قائم مقام ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ کی تعریف کلام درست نہیں، کیونکہ اس سے اِتِّحَادُ الْمُتَضَمِّنِ وَالْمُتَضَمَّنِ کی خرابی لازم آتی ہے مثلاً زَيْدٌ قَائِمٌ کلام ہے جو کہ مُتَضَمِّن ہے اور زَيْدٌ قَائِمٌ ہی کلمتین ہیں جو کہ مُتَضَمَّن ہیں حالانکہ مُتَضَمِّن اور مُتَضَمَّن میں تغایر ہوتا ہے۔

﴿جواب﴾: زَيْدٌ قَائِمٌ کلام اجتماعی حیثیت سے مُتَضَمِّن ہے، اور کلمتین انفرادی حیثیت سے مُتَضَمَّن ہیں، الغرض! مُتَضَمِّن ہونا اور حیثیت سے ہے۔ اور مُتَضَمَّن ہونا اور حیثیت سے ہے، لہٰذا ان (مُتَضَمِّن اور مُتَضَمَّن) میں مغایرت پائی گئی۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے لفظِ تَضَمَّنَ کی بجائے لفظِ تَرَكَّبَ کا استعمال کیوں نہیں کیا؟

﴿جواب﴾: تَضَمَّنَ، تَرَكَّبَ کی بنسبت زیادہ مختصر ہے کیونکہ تَرَكَّبَ کے صلہ میں مِنْ آیا کرتا ہے جبکہ تَضَمَّنَ کے صلہ میں مِنْ نہیں آیا کرتا، لہٰذا اگر تَرَكَّبَ کہتے تو عبارت اس طرح ہوتی اَلْكَلَامُ مَاتَرَكَّبَ مِنْ كَلِمَتَيْنِ بِالْإِسْنَادِ

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمہ نے كَلِمَتَيْن کی قید سے کلام کو دو کلموں کے ساتھ خاص کر دیا ہے حالانکہ کلام دو کلموں سے زائد کلمات پر بھی مشتمل ہوتا ہے۔

﴿جواب﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے کلام کے کلمات کی کم از کم تعداد کا ذکر کیا ہے، زیادہ کا ذکر نہیں کیا۔

﴿اعتراض﴾: آپ کی تعریف کلام درست نہیں کیونکہ اِضْرِبْ پر صادق نہیں آرہی کیونکہ یہ دو کلموں پر مشتمل بھی نہیں لیکن پھر بھی کلام ہے۔

﴿جواب﴾: اِضْرِبْ دو کلموں کو متضمن ہے ایک فعل کو اور دوسرے فاعل کو جو کہ ضمیر مستتر ہے، اور ضمیر مستتر بھی حقیقۃً کلمہ ہے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کو چاہیئے تھا كَلِمَتَيْن کی قید کے ساتھ اَوْ جُمْلَتَيْنِ کی بھی قید لگا دیتے تا کہ تعریفِ کلام! شرط اور جزا کو بھی شامل ہو جاتی کیونکہ شرط اور جزا الگ الگ جملے اور کلام ہوتے ہیں۔

﴿جواب﴾: اَلْكَلَامُ پر الف لام عہد خارجی کا ہے، اس سے مراد خاص کلام ہے اور وہ کلام! کلام حملی ہے، لہٰذا یہ تعریف کلام حملی کی ہے، جبکہ شرط و جزا کا مجموعہ کلام حملی نہیں بلکہ کلام شرطی ہے۔

﴿فائدہ﴾: نحویوں کے نزدیک شرط اور جزا کا مجموعہ کلام نہیں ہے بلکہ صرف جزا کلام ہے، اور شرط اس کے لیئے قید ہے، کیونکہ اگر شرط و جزاء کو کلام مانا جائے تو پھر ان کے درمیان اسناد کو ماننا لازم آئیگا اور ایسی صورت میں شرط مسند الیہ کہلائے گی اور

جزاء مسند، حالانکہ مسند الیہ ہونا اسم کا خاصہ ہے، اور شرط اسم نہیں ہوتی بلکہ جملہ ہوتی ہے۔

اور یہ خرابی بھی لازم آئے گی کہ اسناد دو اسموں کے درمیان ہوتا ہے یا ایک اسم اور فعل کے درمیان، جبکہ شرط و جزاء نہ ہی دو اسم ہیں اور نہ ہی ایک اسم اور ایک فعل۔

ہاں بعض نحویوں کے نزدیک شرط و جزاء کا مجموعہ کلام (شرطی) ہے ان کے نزدیک یہاں تعریف میں اَوْ جُـمْلَتَیْنِ کی قید ضروری ہے اگر اَلْکَلَامُ پر الف ولام عہد خارجی کا قرار نہ دیا جائے تو۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمہ نے بِالْاِسْنَادِ کہا ہے بِالْاِ خْبَارِ کہہ دیتے تو کیا خرابی لازم آتی؟

﴿جواب﴾: اِسْـنَـادِ عام ہے جو کہ جملہ خبریہ اور انشائیہ دونوں کو شامل ہے اور اِخْبَـارِ خاص ہے، جو کہ صرف جملہ خبریہ کو شامل ہے لیکن جملہ انشائیہ کو شامل نہیں ہے، لہٰذا اگر مصنف علیہ الرحمۃ اِخْبَـار کی قید لگاتے تو کلام! جملہ خبریہ کو تو شامل ہوتا لیکن جملہ انشائیہ کو شامل نہ ہوتا لہٰذا اِسْنَادِ کی قید لگائی گئی تا کہ وہ دونوں (جملہ خبریہ اور جملہ انشائیہ) کو شامل ہو جائے۔

﴿فائدہ﴾: صاحب مُفَصَّل (علامہ زمخشری) کے نزدیک جملہ اور کلام میں ترادف ہے اور مصنف یعنی علامہ ابن حاجب کے کلام سے بھی یہی کچھ سمجھا گیا ہے کیونکہ مصنف نے اسناد کو مقصود بالذات کی قید سے مقید نہیں کیا لیکن بعض لوگوں نے ان میں فرق کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے کہ کلام خاص ہے اور جملہ عام ہے، ان ائمہ کے نزدیک کلام میں پایا جانے والا اسناد مقصود بالذات کی قید سے مقید ہے۔

﴿عبارت﴾:

وَلَایَتَأَتّٰی ذَالِكَ اِلَّا فِیْ اِسْمَیْنِ اَوْ اِسْمٍ وَ فِعْلٍ

﴿ترجمہ﴾: کلام دو اسم یا ایک اسم اور ایک فعل سے ہی حاصل ہوتا۔

﴿تشریح﴾:

مصنف علیہ الرحمۃ نے جس طرح کلمہ کی تعریف کے بعد اس کی تقسیم فرمائی تھی اسی طرح کلام کی تعریف کے بعد اب اس کی تقسیم فرمارہے ہیں۔ یاد رہے کہ کلام میں کل عقلی احتمالات چھ ہیں۔

(1) دو اسم ہوں۔ (2) دو فعل ہوں۔ (3) دو حرف ہوں۔

(4) اسم اور فعل ہو۔ (5) اسم اور حرف ہو۔ (6) فعل اور حرف ہو۔

چونکہ کلام کے لیئے مسند الیہ اور مسند ہونا ضروری ہے، اور ان کا وجود صرف احتمال اول اور احتمال چہارم میں ہے، لہٰذا باقی

احتمالات ساقط ہو گئے۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے کلمہ کے اقسام ثلاثہ میں منحصر ہونے پر دلیل دی ہے لیکن کلام کے دو قسموں میں منحصر ہونے پر دلیل نہیں دی ہے ایسا کیوں؟

﴿جواب﴾: کلمہ کا تین قسموں میں منحصر ہونا نظری امر ہے، بدیہی نہیں، اور نظری چیز پر دلیل دی جاتی ہے، جبکہ کلام کا دو قسموں میں منحصر ہونا بدیہی امر ہے نظری نہیں، اور بدیہی چیز دلیل کی محتاج نہیں ہوتی، اس لیئے اس پر دلیل کی ضرورت ہی نہیں۔

﴿اعتراض﴾: لَایَتَأَتّٰی کہنا درست نہیں کیونکہ یہ اِتْیَانٌ سے ہے اور اِتْیَان (آنا) ذی روح کی صفت ہے، غیر ذی روح کی نہیں، جبکہ کلام غیر ذی روح ہے۔

﴿جواب﴾: یہاں پر لَایَتَأَتّٰی اپنے حقیقی معنیٰ میں نہیں، بلکہ اپنے مجازی معنیٰ میں ہے، اور مجازی معنیٰ لَایَحْصُلُ ہے، یعنی کلام بغیر دو اسم یا ایک اسم اور ایک فعل کے حاصل نہیں ہوتا۔

﴿اعتراض﴾: ذَالِكَ اسم اشارہ ہے، اس کا مشارٌ الیہ کَلَام ہے، اس کو کیوں ذکر کیا؟ لَایَتَأَتّٰی کی ھُوَ ضمیر کو اس کی طرف لوٹا دیتے۔

﴿جواب﴾: 1: ضمیر اقرب کی طرف لوٹتی ہے، اگر ضمیر کو لوٹاتے تو یہ وہم پیدا ہوتا کہ اس کا مرجع اسناد ہے حالانکہ اس کا مرجع اسناد نہیں بلکہ کلام ہے۔

2: ماقبل میں ذَالِكَ اسم اشارہ کے ذریعے کلمہ کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے، تو اس کی موافقت میں یہاں پر بھی ذَالِكَ کو ذکر کیا تاکہ یہ وہم پیدا نہ ہو کہ کلمہ کی عظمت کلام سے زیادہ ہے۔

﴿سوال﴾: کلام کی تقسیم میں کلمہ حصر (اِلَّا) کو ذکر کیا گیا ہے، کلمہ کی تعریف میں اسے ذکر کیوں نہیں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: ماقبل میں عقلی احتمال تین تھے اس لئے کلمہ حصر کو ذکر نہیں کیا اور کلام کی تعریف میں عقلی احتمال چھ تھے (جن کا ماقبل میں بیان ہوا) اس لئے کلام کی تقسیم میں کلمہ حصر کو ذکر کیا تاکہ ان چھ میں سے کچھ کو خاص کیا جائے۔

﴿اعتراض﴾: فی حرف جار ہے اور یہ ظرفیت کے لئے آتا ہے، اس کا ماقبل مظروف اور مابعد ظرف ہوتا ہے، ظرف اور مظروف دونوں متغایر ہوتے ہیں جبکہ یہاں ذَالِكَ جو کہ مظروف ہے، اس سے مراد بھی کلام ہے، اور اِسْمَیْنِ اَوْاِسْمٍ وَفِعْلٍ یہ ظرف ہے اس سے مراد بھی کلام ہے یہ درست نہیں۔

﴿جواب﴾: یہاں مظروف (ذَالِکَ) عام ہے (کلام خواہ دواسموں سے حاصل ہو یا ایک اسم اور ایک فعل سے حاصل ہو)، جبکہ ظرف (اسْمَیْنِ اَوْاِسْمٍ وَفِعْلٍ) یہ خاص ہے (اگر کلام دواسموں سے حاصل ہوگا تو اسم اور فعل مراد نہیں ہونگے اور اسی طرح اگر کلام ایک اسم اور ایک فعل سے حاصل ہو تو دو اسم مراد نہیں ہونگے) اور یہ بات بدیہی ہے کہ عام اور خاص میں تغایر ہے۔

﴿عبارت﴾:

اَلْاِسْمُ مَادَلَّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ نَفْسِهٖ غَیْرِ مُقْتَرِنٍ بِاَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ

﴿ترجمہ﴾: اسم وہ کلمہ ہے جو ایسے معنیٰ پر دلالت کرے جو اس کی ذات میں پایا جائے، تین زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ وہ ملا ہوا نہ ہو۔

﴿تشریح﴾:

اَلْاِسْمُ مَادَلَّ الخ: سے مصنف علیہ الرحمۃ کلمہ اور کلام کی تعریف وتقسیم سے فارغ ہوجانے کے بعد غبی طلباء کے لیئے اقسام کلمہ میں سے اسم کی تعریف صراحۃً فرمارہے ہیں۔

﴿فائدہ﴾: غَیْرُ پر تینوں اعراب آسکتے ہیں، مرفوع ہونے کی صورت میں یہ اَلْاِسْمُ کی خبر ثانی ہوگی، اور منصوب ہونے کی صورت میں مَعْنًی سے حال واقع ہوگا۔ اور مجرور ہونے کی صورت میں مَعْنًی کی صفت واقع ہوگی۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے تعریفِ اسم میں مَا دَلَّ کہا ہے یہ درست نہیں، کیونکہ دَلَّ یہ صیغہ ماضی ہے اور اس صورت میں ترجمہ یوں ہوگا کہ اسم وہ کلمہ ہے جس نے اپنے معنیٰ پر گذشتہ زمانہ میں دلالت کی، تو اس صورت میں اسم کا زمانے کے ساتھ اقتران ہوجائے گا حالانکہ اسم زمانے کے ساتھ مقترن نہیں ہوتا۔

﴿جواب﴾: یہ مسلّمہ قاعدہ ہے کہ تعریفات میں استعمال ہونے والے افعال زمانے سے مجرد (خالی) ہوکر استعمال ہوتے ہیں۔

﴿اعتراض﴾: آپ کی تعریفِ اسم اپنے افراد کو جامع نہیں، کیونکہ آپ نے کہا کہ اسم وہ کلمہ ہے جو تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے سے ملا ہوا نہ ہو، اس تعریف کے اعتبار سے تو اسمائے افعال نکل جاتے ہیں کیونکہ ان کا اقتران تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ ہوتا ہے، حالانکہ وہ اسماء ہیں۔

﴿جواب﴾: ہماری تعریفِ اسم میں عدمِ اقتران زمانہ کی قید وضع اول کے اعتبار سے ہے کہ اسم اپنی وضع اول میں کسی زمانے کے ساتھ مقترن نہ ہو، جبکہ اسمائے افعال کا زمانے سے اقتران وضع ثانی کے اعتبار سے وضع اول کے اعتبار سے نہیں، لہٰذا

تعریفِ اسم ان کو شامل ہوئی۔

﴿اعتراض﴾: آپ کی تعریف اسم دخولِ غیر سے مانع نہیں کیونکہ آپ نے کہا اسم وہ کلمہ ہے جس کا تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ اقتران نہ ہو، یہ تعریف تو افعال مقاربہ اور افعال مدح وذم پر بھی منطبق ہوتی ہے کیونکہ ان کا بھی کسی بھی زمانے سے اقتران نہیں، لہٰذا انہیں بھی اسم کہنا چاہیئے۔

﴿جواب﴾: ہماری تعریفِ اسم میں عدمِ اقترانِ زمانہ کی قید وضع اول کے اعتبار سے ہے، کہ اسم اپنی وضع اول میں کسی بھی زمانے سے مقترن نہ ہو، جبکہ افعال مقاربہ اور افعال مدح وذم کا تعلق وضع اول کے اعتبار سے زمانے سے تھا۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے کہا کہ اسم وہ کلمہ ہے جو تین زمانون میں سے کسی ایک کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو، اس اعتبار سے تو فعل مضارع کو بھی اسم کہنا چاہیئے، کیونکہ وہ بھی کسی ایک زمانے سے ملا ہوا نہیں ہے بلکہ دو زمانوں سے ملا ہوا ہے۔

﴿جواب﴾: 1: یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک کلمہ میں دو زمانے تو پائے جاتے ہوں، اور ایک نہ پایا جاتا ہو؟ الغرض! یہ بات بدیہی ہے کہ جس میں دو زمانے پائے جاتے ہوں لازمی طور پر اس میں ایک زمانہ بھی پایا جائے گا، لہٰذا فعل مضارع پر اسم کی تعریف منطبق نہ ہوئی۔

2: جب کلمہ ایک زمانے کے پائے جانے سے اسم کی تعریف سے نکل جاتا ہے یعنی اسم نہیں رہتا تو دو زمانوں کے پائے جانے سے تو بدرجہ اولیٰ نکل جائے گا، یعنی اسم نہیں رہے گا۔

﴿عبارت﴾:

وَمِنْ خَوَاصِّهٖ دُخُوْلُ اللَّامِ وَالْجَرُّ وَالتَّنْوِيْنُ وَالْاِسْنَادُ اِلَيْهِ وَالْاِضَافَةُ

﴿ترجمہ﴾: اور اسم کے خواص میں سے لام کا داخل ہونا اور جر، تنوین، مسند الیہ ہونا اور مضاف ہونا ہے۔

﴿فائدہ﴾: 1: کسی شے کے شروع میں آنے کو دخول اور آخر میں آنے کو لحوق کہتے ہیں، جبکہ لفظِ اتصال دونوں کو عام ہے یعنی شروع میں آنے کو بھی اور آخر میں آنے کو بھی اتصال کہتے ہیں۔

2: مذکورہ عبارت میں لفظِ اَلْجَرّ اور اَلتَّنْوِيْن پر رفع اور جر دونوں اعراب درست ہیں، رہا یہ اشکال! کہ جر کی صورت میں یہ دونوں بواسطۂ حرفِ عطف دُخُوْل کے مضاف الیہ ہونگے جس سے معنیٰ یہ ہوگا کہ جر اور تنوین اسم کے شروع میں آتے ہیں حالانکہ یہ اسم کے آخر میں آتے ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی صورت میں دُخُوْل بمعنیٰ اتصال ہے جو کہ دخول اور لحوق دونوں کو عام ہے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے مِنْ خَوَاصِّہٖ کیوں کہا ہے، صرف خَوَاصُّہ کہہ دیتے، کیونکہ اس میں اختصار زیادہ ہے اور یہ متن ہے اور متن اختصار کا ہی مقتضی ہوتا ہے۔

﴿جواب﴾: یہاں مِـــنْ تبعیضیہ ہے جو بعضیت بیان کر رہا ہے، چونکہ اسم کے خواص بہت زیادہ تھے، اور مصنف علیہ الرحمۃ یہاں مِنْ کو لاکر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان خواص میں سے کچھ کتاب میں ذکر کئے گئے ہیں، تمام خواص ذکر نہیں کئے گئے۔

﴿سوال﴾: خَـــوَاصّ جمع کثرت ہے یہاں پر مصنف علیہ الرحمۃ جمع قلت کا وزن استعمال کر لیتے تو کیا حرج تھا، جمع کثرت کو کیوں استعمال کیا؟

﴿جواب﴾: جمع قلت کا اطلاق تین سے لیکر نو تک کے افراد کے لیئے ہوتا ہے، جب کہ جمع کثرت کا اطلاق دس اور دس سے زائد افراد کے لیئے ہوتا ہے، چونکہ اسم کے خواص نو سے زائد ہیں، اسی لیئے مصنف علیہ الرحمۃ نے جمع کثرت کا وزن استعمال کیا ہے، جمع قلت کا وزن استعمال نہیں کیا۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے کہا کہ اسم کے خواص میں ایک خاصہ دخول لام ہے، آپ کا یہ کہنا درست نہیں کیونکہ فعل اور حرف پر بھی لام داخل ہوتا ہے، جیسے لَیَضْرِبَنَّ، لَقَدْ

﴿جواب﴾: یہاں (دُخُـــوْلُ اللَّامِ میں) الف لام ! عہد خارجی کا ہے، لہٰذا مطلق لام مراد نہیں بلکہ خاص لام یعنی لام تعریف مراد ہے، اور یہ صرف اسم پر ہی داخل ہوتا ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ کا اسم کے خواص میں دُخُـوْلُ اللَّام کو ذکر کرنا ہی درست نہیں، کیونکہ شے کا خاصہ وہ چیز ہوتا ہے جو اسی شے میں پایا جائے اس کے غیر میں نہ پایا جائے، جبکہ اسمائے اشارات اور اسمائے مضمرات پر لام تعریف داخل نہیں ہوتا حالانکہ وہ اسماء ہیں۔

﴿جواب﴾: خاصہ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) خاصہ شاملہ۔ (۲) خاصہ غیر شاملہ۔

1: خاصہ شاملہ وہ خاصہ ہوتا ہے جو مختص بہ کے تمام افراد میں پایا جائے جیسے کاتب بالقوۃ انسان کیلئے خاصہ شاملہ ہے، یہ انسان کے تمام افراد میں پایا جاتا ہے۔

2: خاصہ غیر شاملہ وہ خاصہ ہوتا ہے جو مختص بہ کے تمام افراد میں نہ پایا جائے، بلکہ بعض افراد میں پایا جائے، جیسے کاتب بالفعل انسان کے لیئے خاصہ غیر شاملہ ہے جو انسان کے تمام افراد میں نہیں پایا جاتا۔

❁ الغرض! دُخُوْلُ اللَّام اسم کا خاصہ غیر شاملہ ہے، جس کا اسم کے تمام افراد میں پایا جانا ضروری نہیں۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے دُخُوْلُ اللَّام کہا ہے، دُخُوْلُ اَلِفِ وَاللَّامِ کیوں نہیں کہا؟

﴿جواب﴾: اس امر میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ صرف لام تعریف کا ہے یا صرف ہمزہ تعریف کا ہے یا الف ولام دونوں تعریف کے ہیں۔

❁ امام سیبویہ فرماتے ہیں کہ صرف لام تعریف کا ہے اور لام تعریف چونکہ ساکن ہوتا ہے اور ساکن سے ابتداء محال تھی اس لیے شروع میں ہمزہ لائے۔

❁ امام مبرد فرماتے ہیں کہ صرف ہمزہ تعریف کا ہے، تو رہی بات لام کی! وہ ہمزہ استفہام اور ہمزہ تعریف کے درمیان فرق کے لئے آتا ہے۔

❁ امام خلیل فرماتے ہیں، کہ الف اور لام دونوں تعریف کے ہوتے ہیں۔

❁ مصنف علیہ الرحمۃ نے چونکہ امام سیبویہ کا مذہب اختیار کیا ہے اسی لیے دُخُوْلُ اللَّام کہا ہے، دُخُوْلُ اَلِفِ وَاللَّامِ نہیں کہا ہے۔

﴿سوال﴾: لام تعریف ساکن کیوں ہوتا ہے؟

﴿جواب﴾: لام تعریف کے مفتوح ہونے کی صورت میں اس کا لام تاکید کے ساتھ التباس لازم آتا، کیونکہ وہ بھی مفتوح ہوتا ہے، مکسور ہونے کی صورت میں لام امر کے ساتھ التباس لازم آتا کیونکہ وہ مکسور ہوتا ہے ضمہ حرکت اس لیئے نہیں دی کیونکہ وہ باعث ثقل ہے لہٰذا ساکن کر دیا گیا۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے جر کو اسم کا خاصہ کیوں قرار دیا، فعل یا حرف کا خاصہ قرار دے دیتے؟

﴿جواب﴾: جر حرفِ جار کا اثر ہے اور حرفِ جار صرف اسم پر ہی داخل ہوتا ہے، اگر جر کو فعل یا حرف کا خاصہ قرار دے دیتے تو تَخَلُّفُ الْاَثَرِ عَنِ الْمُؤَثِّرِ (اثر کا مؤثر کے بغیر پایا جانا) لازم آتا حالانکہ یہ دونوں ایک ساتھ پائے جاتے ہیں، اس لئے جر کو اسم کا خاصہ قرار دیا ہے کیونکہ حرف جار صرف اسم پر ہی داخل ہوتا ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ کا کہنا کہ اثر اور مؤثر اکٹھے پائے جاتے ہیں علیحدہ نہیں پائے جاتے درست نہیں، مثلاً لفظِ لَنْ فعل مضارع کے ساتھ خاص ہے مگر اس کا اثر جو کہ نصب ہے وہ فعل کے ساتھ نہیں بلکہ وہ اسم پر بھی آجاتا ہے۔

﴿جواب﴾: اثر کی دو قسمیں ہیں۔

1: جس کا مؤثر اور عامل ایک ہی نوع ہو۔ جیسے: جر کے لیئے حروف جارہ ہیں۔

2: جس کا مؤثر اور عامل متعدد انواع ہوں۔ جیسے: نصب کے لیئے فعل بھی مؤثر و عامل ہے اور حروفِ ناصبہ بھی عامل ہیں، اور مشبہ بالفعل وغیرہ بھی عامل ہیں۔

پہلی قسم میں اثر اور مؤثر اکٹھے پائے جاتے ہیں علیحدہ نہیں پائے جاتے ہیں، جبکہ دوسری قسم میں اثر اور مؤثر کا اختصاص ضروری نہیں، کیونکہ ہوسکتا ہے کسی مقام پر فعل نصب نہ دے رہا ہو، بلکہ حرفِ مشبہ بالفعل کی وجہ سے نصب ہو الغرض! ہماری مراد پہلی قسم ہے دوسری قسم نہیں۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے تنوین کو اسم کا خاصہ کیوں قرار دیا فعل یا حرف کا خاصہ قرار دے دیتے؟

﴿جواب﴾: تنوین کی پانچ قسمیں ہیں، جن میں چار قسمیں اسم کا خاصہ ہیں کیونکہ......

1: تنوین تمکن: یہ منصرف اور غیر منصرف کے درمیان فرق کرنے کے لیئے ہوتی ہے اور منصرف ہونا یا غیر منصرف ہونا اسم کا ہی خاصہ ہے اس لیئے اسے اسم کے ساتھ ہی خاص کر دیا۔

2: تنوین تنکیر: یہ تعریف تنکیر میں فرق کرنے کے لیئے ہوا کرتی ہے اور چونکہ تعریف و تنکیر بھی اسم کے ساتھ خاص ہے اس لیئے اسے بھی اسم کے ساتھ خاص کر دیا۔

3: تنوین عوض: یہ مضاف الیہ کے عوض مضاف پر ہوا کرتی ہے اور مضاف ہونا اسم کا ہی خاصہ ہے اس لیئے اسے بھی اسم کے ساتھ خاص کر دیا۔

4: تنوین مقابلہ: یہ نون جمع مذکر سالم کے مقابلے میں ہوا کرتی ہے اور نون جمع مذکر سالم اسم کے ساتھ ہی خاص ہے اس لیئے اسے بھی اسم کے ساتھ خاص کر دیا۔

5: تنوین ترنم: یہ آواز کی خوبصورتی کے کے لیئے مصرعوں کے آخر میں آتی ہے، اور یہ اسم، فعل اور حرف ہر ایک پر آجایا کرتی ہے۔ الغرض! تنوین سے ہماری مراد پہلی چار اقسام ہیں جو کہ صرف اسم کا ہی خاصہ ہیں، رہی بات تنوینِ ترنم کی! وہ ہماری مراد ہی نہیں۔

﴿اعتراض﴾: اضافت کو اسم کا خاصہ کیوں قرار دیا، فعل یا حرف کا بنا دیتے؟

﴿جواب﴾: اضافت کو تین چیزین لازم ہیں (۱) تخصیص۔ (۲) تخفیف (۳) تعریف۔ اور یہ تینوں چیزیں صرف اسم میں ہی ہوتی ہیں، اگر ہم اضافت کو فعل یا حرف کا خاصہ قرار دیتے تو خرابی یہ لازم آتی کہ لازم بغیر ملزوم کے اور ملزوم بغیر لازم

کے پایا جاتا جو کہ درست نہیں، اسی لئے اسے صرف اسم کا ہی خاصہ قرار دے دیا۔

﴿اعتراض﴾: اَلْاِسْنَاد کا عطف یا دُخُوْل پر ہے یا اَللَّام پر ہے، اور یہاں یہ دو ہی احتمال بنتے ہیں اور دونوں ہی درست نہیں، کیونکہ اگر دُخُوْل پر عطف ہو تو معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان فصل لازم آئے گا جو کہ درست نہیں، اور اگر اَللَّام پر عطف ہو تو پھر اَلْاِسْنَاد دخول کا مضاف الیہ ہو جائے گا، اور معنیٰ یہ ہوگا کہ اسناد کو ذکر کرنا اسم کا خاصہ ہے حالانکہ اَلْاِسْنَاد قابلِ ذکر نہیں کیونکہ وہ ایک نسبت ہے جو مسند الیہ اور مسند کے درمیان میں ہوتی ہے۔

﴿جواب﴾: اَلْاِسْنَاد کا عطف دُخُوْل پر ہی ہے، رہی بات معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان فصل کی تو وہ مطلقاً باطل نہیں صرف اجنبی فصل باطل ہے اور یہاں اجنبی فصل نہیں کیونکہ مضاف کے لیئے مضاف الیہ اجنبی نہیں ہوا کرتا بلکہ مضاف کے معنیٰ کو مکمل کرنے والا ہوتا ہے۔ جیسے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ اس آیت میں نَصْرُ پر اَلْفَتْحُ کا عطف ہے حالانکہ معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان اسم جلالت کا فاصلہ ہے۔

﴿سوال﴾: اسناد کو اسم کا خاصہ کیوں قرار دیا فعل یا حرف کا خاصہ قرار دے دیتے؟

﴿جواب﴾: حرف نہ مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ، اور فعل صرف مسند ہوتا ہے، مسند الیہ نہیں، اسم چونکہ مسند بھی ہوتا ہے اور مسند الیہ بھی، اسی لئے اسناد کو اسم کا خاصہ قرار دے دیا۔

﴿اعتراض﴾: مسند الیہ ہونا صرف اسم کا ہی خاصہ نہیں بلکہ کبھی فعل اور حرف میں بھی پایا جاتا ہے کہا جاتا ہے ضَرَبَ فِعْلٌ اور مِنْ حَرْفٌ۔ یہاں ضَرَبَ اور مِنْ مسند الیہ ہیں۔

﴿جواب﴾: مراد اللفظ ہو کر فعل اور حرف بھی مسند الیہ واقع ہو سکتے ہیں، ایسی صورت میں فعل اور حرف حکماً اسم ہوتے ہیں، لہٰذا کوئی اعتراض نہیں۔

﴿فائدہ﴾: اس امر میں اتفاق ہے کہ مضاف ہونا اسم کا ہی خاصہ ہے لیکن اختلاف اس امر میں ہے کہ مضاف الیہ ہونا بھی اسم کا ہی خاصہ ہے یا فعل کا بھی، بعض نحویوں کے نزدیک مضاف الیہ ہونا اسم کا خاصہ نہیں کیونکہ فعل بھی مضاف الیہ ہوتا ہے۔ جیسے: یَوْمَ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ میں یَنْفَعُ فعل مضاف الیہ ہے جبکہ بعض نحویوں کے ہاں مضاف الیہ ہونا بھی اسم کا ہی خاصہ ہے۔

❁ رہی بات یَوْمَ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ کی یا اسکے علاوہ اس مقام کی جہاں بھی فعل مضاف الیہ ہوں تو یہ سب فعل ان کے ہاں اسم کی تاویل میں ہیں۔

﴿عبارت﴾:

وَهُوَ مُعْرَبٌ وَمَبْنِیٌّ

﴿ترجمہ﴾: اسم معرب اور مبنی ہے۔

﴿تشریح﴾:

مصنف علیہ الرحمۃ اسم کی تعریف اور خواص ذکر کرنے کے بعد اس کی تقسیم فرمار ہے ہیں کہ اسم کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) معرب۔ (۲) مبنی۔

﴿اعتراض﴾: ھُوَ ضمیر کا مرجع اسم ہے، جو کہ مقسم ہے، معرب اور مبنی یہ قسمیں ہیں، اور قاعدہ یہ ہے کہ مقسم قسموں کی بنسبت عام ہوتا ہے، جبکہ یہاں صورتحال برعکس ہے، یعنی مقسم خاص ہے اور قسمیں عام ہیں۔ وہ اس طرح کہ معرب فعل بھی ہوتا ہے اور اسم بھی، اسی طرح مبنی فعل بھی ہوتا ہے اور اسم بھی۔

﴿جواب﴾: یہاں معرب اور مبنی سے پہلے موصوف محذوف ہے، یعنی اصل میں اِسْمٌ مُعْرَبٌ وَ اِسْمٌ مَبْنِیٌّ ہے، پس مقسم عام ہوا اور قسمیں خاص ہوئیں۔

﴿سوال﴾: معرب کو مبنی پر مقدم کیوں کیا؟

﴿جواب﴾: 1: چونکہ معرب فاعلیت، مفعولیت اور اضافت کو ظاہر کرتا ہے، جبکہ مبنی میں ان کو ظاہر کرنے کی قوت نہیں ہوتی ہے پس اسی لئے معرب کو مبنی پر مقدم کیا۔

2: معرب کی مباحث کثیر اور اہم ہیں، یعنی مرفوعات، منصوبات اور مجرورات جبکہ مبنی کی مباحث اسقدر کثیر اور اہم نہیں، چونکہ کثیر کو قلیل پر برتری حاصل ہوتی ہے پس اس بناء پر معرب کو مبنی پر مقدم کر دیا۔

﴿اعتراض﴾: معرب کو معرب اور مبنی کو مبنی کیوں کہتے ہیں

﴿جواب﴾: چونکہ معرب اِعْرَاب سے بنا ہے، اور اِعْرَاب کا معنیٰ ہے ظاہر کرنا چونکہ معرب بھی فاعل مفعول اور اضافت کو ظاہر کرتا ہے اسی لئے اس کو معرب کہتے ہیں اور مبنی بِنَاءٌ سے بنا ہے، اور بِنَاءٌ کا معنیٰ ہے قائم ہونا، مستقل ہونا چونکہ مبنی بھی اپنی حالت پر قائم رہتا ہے، اسی لئے اس کو مبنی کہتے ہیں۔

﴿عبارت﴾:

فَالْمُعْرَبُ الْمُرَكَّبُ الَّذِیْ لَمْ یُشْبِهْ مَبْنِیَّ الْاَصْلِ

﴿ترجمہ﴾: پس معرب وہ مرکب ہے جو مبنی الاصل سے مشابہت نہ رکھے۔

﴿تشریح﴾:

یہاں سے غرض مصنف اسم معرب کی تعریف کرنا ہے جس میں دو لفظ قابل وضاحت ہیں۔

(۱) مشابہت: اس کی تین قسمیں ہیں، کیونکہ مشابہت دو حال سے خالی نہیں ہوتی قویہ ہوگی یا غیر قویہ۔ بصورت اول قسم اول جیسے اسم متمکن کی مشابہت ہے مبنی الاصل کے ساتھ۔

❁ مشابہت غیر قویہ دو حال سے خالی نہیں، متوسطہ ہوگی یا ضعیفہ ہوگی، بصورت اول قسم ثانی جیسے اسم فاعل کی فعل مضارع کے ساتھ مشابہت ہے۔ بصورت ثانی قسم ثالث جیسے غیر منصرف کی مشابہت فعل کے ساتھ۔ الغرض! ان اقسام ثلاثہ میں سے یہاں معرب کی بحث میں مشابہت قویہ مراد ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے معرب کی تعریف میں لفظ مرکب کا استعمال کیا ہے، یہ درست نہیں، کیونکہ اس سے مفرد و مرکب ایک اسم میں جمع ہو جائیں گے، اس طرح کہ معرب اسم کی قسم ہے، اور اسم کلمہ کی قسم ہے، اور کلمہ مفرد ہوتا ہے۔ تو وہ اسم معرب جسے آپ نے مرکب کہا ہے وہ مفرد بھی ہے، حالانکہ یہ دونوں (مفرد و مرکب) متغایر ہیں، ایک مقام پر جمع نہیں ہو سکتے۔

﴿جواب﴾: مرکب کے دو معنیٰ ہیں۔

1: جس کی جزء معنی مرادی کی جزء پر دلالت کرے۔

2: جس کی جزء معنی مرادی کی جز پر دلالت نہ کرے۔

اور یہاں مرکب سے مراد معنیٰ ثانی ہے اور وہ مفرد کی قسم ہے، لہٰذا مفرد و مرکب کا اجتماع نہ ہوا۔

﴿اعتراض﴾: جب لفظِ مرکب کے دو معنیٰ ہوئے تو یہ مشترک ہوا اور مشترک کا استعمال تعریف میں کرنا ناجائز ہوتا ہے کیونکہ مشترک میں ابہام ہوتا ہے جب کہ تعریف سے وضاحت مقصود ہوتی ہے۔

﴿جواب﴾: مشترک کو تعریف میں ذکر کرنا ناجائز وہاں ہوتا ہے جہاں مشترک کے معنیٰ کی تعیین پر کوئی قرینہ نہ ہو۔ جبکہ یہاں قرینہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ یہ اسم کی تقسیم ہے اور اسم مفرد ہے، لہٰذا مرکب کا معنیٰ متعین ہو گیا۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے کہا جو مرکب ہو اور مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو وہ معرب ہے، پھر تو ضَرَبَ زَیْدٌ میں ضَرَبَ کو بھی معرب کہنا چاہیئے کیونکہ یہ بھی زَیْدٌ سے مرکب بھی ہے اور مبنی الاصل سے مشابہت بھی نہیں رکھتا۔

﴿جواب﴾: ہم نے کہا تھا مرکب بھی ہو اور مبنی لاصل کے مشابہ بھی نہ ہو اور اسم بھی ہو جبکہ ضَرَبَ میں پہلی دو شرطیں تو

پائی جارہی ہیں لیکن تیسری شرط کہ اسم بھی ہو یہ نہیں پائی جارہی۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے کہا جو اسم بھی ہو اور مرکب بھی ہو اور مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو تو وہ معرب ہے، پھر تو غُلَامُ زَیْدٍ میں غُلَامُ کو بھی معرب کہنا چاہیئے کیونکہ وہ اسم بھی ہے، مرکب بھی ہے اور مبنی الاصل کے مشابہ بھی نہیں، حالانکہ یہ (غُلَامُ) مبنی ہے معرب نہیں۔

﴿جواب﴾: ہماری ان تین شرطوں کے ساتھ ساتھ ایک چوتھی شرط بھی ہے جو اگرچہ مذکور نہیں لیکن ملحوظ ضرور ہے کہ وہ مرکب! مرکب مع العامل ہو جبکہ غُلَامُ زَیْدٍ میں غُلَامُ مرکب تو ہے لیکن عامل کے ساتھ مرکب نہیں۔

﴿اعتراض﴾: آپ کی تعریفِ معرب مذکورہ شرائطِ اربعہ کے باوجود بھی اپنے افراد کو جامع نہیں، اس طرح کہ مبتدأ اور خبر معرب ہیں لیکن معرب کی مذکورہ تعریف سے وہ معرب نہ رہے، کیونکہ یہ مرکب مع العامل نہیں، یعنی مرکب تو ہے لیکن عامل کے ساتھ مرکب نہیں۔

﴿جواب﴾: عامل سے مراد عام ہے کہ خواہ لفظی ہو، یا معنوی ہو مبتدأ اور خبر کا عامل لفظی نہ سہی معنوی تو ہے نا۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے کہا اَلَّذِیْ لَمْ یَشْبَہْ مَبْنِیَّ الْاَصْلِ یعنی جو مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت نہ رکھے وہ معرب ہے اس طرح تو یہ تعریفِ معرب غیر منصرف پر منطبق نہیں ہورہی، کیونکہ اس کی ماضی کے ساتھ مشابہت ہے لہٰذا اسے مبنی کہنا چاہیئے حالانکہ وہ معرب ہے۔

﴿جواب﴾: ہماری تعریفِ معرب میں مشابہت سے مراد قوی مشابہت ہے کہ اسم کی مبنی الاصل سے قوی مشابہت نہ ہو اور غیر منصرف کی بھی ماضی سے قوی مشابہت نہیں ہے لہٰذا وہ معرب ہوا۔

﴿عبارت﴾:

وَحُکْمُہٗ اَنْ یَخْتَلِفَ اٰخِرُہٗ بِاِخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ لَفْظًا اَوْ تَقْدِیْرًا

﴿ترجمہ﴾: اسم معرب کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے مختلف ہونے سے لفظاً یا تقدیراً مختلف ہو۔

﴿تشریح﴾:

اسم معرب کی تعریف کرنے کے بعد یہاں سے مصنف علیہ الرحمۃ اس کا حکم بیان فرمارہے ہیں۔

﴿اعتراض﴾: مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا حُکْمُہٗ کہنا درست نہیں، کیونکہ اسم ظاہر کی اضافت جب ضمیر کی طرف ہو تو وہ استغراق کا معنیٰ حاصل ہوتا ہے لہٰذا معنیٰ یہ ہوا کہ معرب کا حکم صرف یہی ہے حالانکہ اور احکام بھی ہیں۔

﴿جواب﴾: یہاں حُکْمُہٗ میں اضافت استغراقی نہیں بلکہ اضافت عہد خارجی ہے، رہی بات آپ کے قاعدے کی! وہ

اکثریہ ہے کلیہ نہیں ہے۔

﴿اعتراض﴾: اَلْعَوَامِلُ یہ عامل کی جمع ہے اور جمع کا اطلاق کم ازکم تین افراد پر ہوتا ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ جب تین عامل آئینگے تو معرب کا آخر تبدیل ہوگا ورنہ نہیں ہوگا، حالانکہ ایسا نہیں۔

﴿جواب﴾: اَلْعَوَامِلُ پر الف لام جنسی ہے، اور الف ولام جنسی جب جمع پر داخل ہوتا ہے تو وہ جمع کو جمع کے معنیٰ سے خالی کر کے مفرد کی تاویل میں کر دیتا ہے لٰہذا اعتراض نہ رہا۔

﴿سوال﴾: لَفْظًا اور تَقْدِيْرًا کو منصوب پڑھنے کی وجہ کیا ہے؟

﴿جواب﴾: لَفْظًا اور تَقْدِيْرًا کو منصوب پڑھنے کے چار احتمال ہیں۔

1: یہ تمیز کی بناء پر منصوب ہیں، یعنی فعل کی جو فاعل کی طرف نسبت ہے اس میں ابہام ہے لَفْظًا اور تَقْدِيْرًا سے وہ ابہام دور ہو رہا ہے۔

2: یہ مفعول مطلق ہونے کی بناء پر منصوب ہیں، یعنی یہ صفت واقع ہو رہے ہیں اور ان کا موصوف اِخْتِلَافًا (مصدر) محذوف ہے، اصلاً اِخْتِلَافًا لَفْظًا اَوْ اِخْتِلَافًا تَقْدِيْرًا ہے۔

3: یہ منصوب بِنَزْعِ الْخَافِضِ ہیں، یعنی ان کا مضاف (اختلاف مصدر) محذوف ہے، پس مضاف کے محذوف ہونے کی وجہ سے ان پر نصب ہے، یعنی اصلاً اِخْتِلَافَ لَفْظٍ اَوْ تَقْدِيْرٍ ہے۔

4: یہ کَانَ کی خبر ہونے کی بناء پر منصوب ہیں۔ یعنی اصلاً عبارت یوں ہے سَوَاءٌ كَانَ الْاِخْتِلَافُ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے حکم معرب میں اعراب لفظی اور تقدیری کی بات تو کی ہے لیکن اعراب محلی کی بات کیوں نہیں کی؟، حالانکہ معرب کا اعراب محلی بھی ہوتا ہے۔

﴿جواب﴾: جمہور علماء نحو کے نزدیک محلی اعراب صرف مبنی کا ہوتا ہے جبکہ بعض کے نزدیک محلی اعراب معرب کا بھی ہوتا ہے، مصنف علیہ الرحمۃ نے جمہور کے مذہب کو اختیار کیا ہے۔

﴿عبارت﴾:

اَلْاِعْرَابُ مَا اخْتُلِفَ اٰخِرُهٗ بِهٖ لِيَدُلَّ عَلَى الْمَعَانِي الْمُعْتَوِرَةِ عَلَيْهِ

﴿ترجمہ﴾: اعراب وہ چیز ہے جس کی وجہ سے معرب کا آخر مختلف ہوتا کہ وہ ان معانی پر دلالت کرے، جو یکے بعد دیگرے معرب پر وارد ہوتے ہیں۔

﴿تشریح﴾:

یہاں سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ اعراب کی تعریف کرنی ہے اور اعراب کیوں وضع کیا گیا اس بات کو بیان کرنا ہے۔

﴿سوال﴾: اَلْاِعْـرَابُ مشتق منہ ہے اور مُـعْـرَب مشتق ہے، مشتق منہ مقدم اور مشتق مؤخر ہوتا ہے۔ یہاں اس کا عکس کیوں ہے یعنی اعراب مؤخر اور معرب مقدم کیوں ہے۔

﴿جواب﴾: 1: یہاں تقدیم و تاخیر اس اعتبار سے نہیں، بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ معرب موصوف ہے اور اعراب صفت ہے، اور موصوف صفت پر مقدم ہوتا ہے۔

2: معرب جوہر ہے اور اعراب عرض ہے، جوہر قائم بذاتہ ہوتا ہے اور عرض قائم لغیرہ ہوتا ہے، چونکہ قائم بذاتہ کو قائم لغیرہ پر فضیلت حاصل ہے، پس اس لیئے معرب کو اعراب پر مقدم کر دیا۔

﴿سوال﴾: لِيَدُلَّ عَلٰى الخ: یہ جملہ مستانفہ ہے، اور جملہ مستانفہ سوال مقدر کا جواب ہوتا ہے۔ یہ یہاں کس سوال کا جواب ہے؟

﴿جواب﴾: سوال یہ ہے کہ اعراب کو کیوں وضع کیا گیا ہے؟ تو اس کا یہاں سے جواب دیا جا رہا ہے کہ اعراب کو اس لیئے وضع کیا گیا ہے تا کہ اعراب معرب پر وارد ہونے والے معانی پر دلالت کرے۔

﴿سوال﴾: اَلْمَعَانِيْ پر الف لام کونسا ہے؟

﴿جواب﴾: یہ الف لام عہد خارجی کا ہے، اس سے مراد خاص معانی ہیں اور وہ خاص معانی فاعلیت، مفعولیت اور اضافت کے ہیں۔

﴿اعتراض﴾: اَلْـمَعَانِيْ موصوف ہے، اور اَلْـمُعْتَوِرَةِ صفت ہے، موصوف اور صفت میں مطابقت ہوتی ہے جبکہ یہاں نہیں، ایسا کیوں؟

﴿جواب﴾: اَلْـمَعَانِيْ جمع غیر ذوی العقول ہے اور جمع غیر ذوی العقول کی صفت واحد مؤنث ہوتی ہے۔ جیسے: حُرُوْفٌ تَجُرُّ الْاِسْمَ۔

﴿سوال﴾: اَلْمُعْتَوِرَةِ یہ اِعْتِوَار مصدر سے ہے، اور اعتوار مصدر بذات خود متعدی ہے، پھر علیٰ حرف جار کو اس کے صلہ میں اسے متعدی بنانے کے لیئے کیوں لایا گیا؟

﴿جواب﴾: 1: فاضل ہندی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، کہ اَلْـمُعْتَـوَرَةِ یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے، اسم فاعل کا نہیں، اسم

مفعول خواہ متعدی سے ہو یا لازم سے ہو، وہ لازم ہی ہوتا ہے تو لازم کو حرف جار کے ذریعے متعدی بنانا درست ہے۔

2: یہ صیغہ تو اسم فاعل کا ہی ہے لیکن اس میں تضمین ہوئی، وہ اسطرح کو اَلْمُعْتَوِرَةِ متضمن ہے اَلْوَارِدَةِ کو، اور وہ (اَلْوَارِدَةِ) لازم ہے اور اس کو حرف جار کے ذریعے متعدی بنانا درست ہے۔

﴿فائدہ﴾: تضمین فن بلاغت کی ایک اصطلاح ہے، اس کا لغوی معنیٰ کسی چیز کو بغل میں لینا ہے اور اصطلاحی معنیٰ یہ ہے کہ ایک فعل کے ضمن میں دوسرے فعل کو داخل کر کے فعل اول کے بعد فعل ثانی کے صلہ کو ذکر کر دینا۔

﴿سوال﴾: اَلْمُعْتَوَرَةِ میں واؤ متحرک ماقبل مفتوح ہونے کے باوجود واؤ کو الف سے کیوں نہیں بدلا گیا؟ حالانکہ قانون یہی ہے کہ واؤ متحرک ہو ماقبل مفتوح ہو تو واؤ کو الف سے بدل دیا جاتا ہے۔

﴿جواب﴾: اس قانون کے جاری ہونے کے لیئے کئی شرائط ہیں، جن میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ واؤ اس باب افتعال میں نہ ہو جو بمعنیٰ تفاعل کے ہو، چونکہ یہاں اِعْتَوَرَ بمعنیٰ تَعَاوَرَ ہے لہٰذا قانون جاری نہیں ہوگا۔

﴿عبارت﴾:

وَاَنْوَاعُهُ رَفْعٌ وَنَصْبٌ وَجَرٌّ

﴿ترجمہ﴾: اور اعراب کی اقسام رفع، نصب اور جر ہیں۔

﴿تشریح﴾:

اعراب کی تعریف کرنے کے بعد اب یہاں سے مصنف اس کی اقسام بیان کر رہے ہیں۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے اَنْوَاعُهُ کہا ہے اَقْسَامُهُ نہیں کہا ایسا کیوں؟

﴿جواب﴾: تا کہ اس امر کی طرف اشارہ ہو جائے کہ اعراب جنس ہے، اور چونکہ جنس کے تحت افراد نہیں ہوتے بلکہ انواع ہوتی ہیں، لہٰذا یہاں بھی رفع، نصب اور جر افراد نہیں بلکہ انواع ہیں اور ہر ہر نوع کے تحت کئی کئی افراد ہوتے ہیں، یہاں بھی رفع، نصب اور جر کے تحت کئی کئی افراد ہیں۔

- رفع کے تحت تین افراد ہیں۔ ضمہ، واؤ اور الف کیونکہ کہیں رفع ضمہ کے ساتھ ہوتا ہے اور کہیں واؤ کے ساتھ ہوتا ہے اور کہیں الف کے ساتھ ہوتا ہے۔
- نصب کے تحت چار افراد ہیں، فتحہ، کسرہ، الف اور یاء، کیونکہ نصب بھی کہیں فتحہ کے ساتھ ہوتا ہے، کہیں کسرہ کے ساتھ ہوتا ہے، کہیں الف کے ساتھ ہوتا ہے اور کہیں یاء کے ساتھ ہوتا ہے۔
- جر کے تحت تین افراد ہیں، کسرہ فتحہ اور یاء، اگر اَقْسَامُهُ کہا جاتا تو یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا۔

﴿فائدہ﴾: مبتدا ذات ہوتی ہے اور خبر کو ذات مع الوصف ہونا چاہیئے کیونکہ خبر کا مبتدا پر حمل ہوتا ہے اور محض وصف کا ذات پر حمل نہیں ہو سکتا

﴿اعتراض﴾: اَنْـوَاعُـهٗ مبتداء ہے، جو کہ ذات ہے، جبکہ یہاں خبر مصدر ہے اور مصدر محض وصف ہوتا ہے تو اس صورت میں محض وصف کا حمل ذات پر ہو رہا ہے، یہ درست نہیں۔

﴿جواب﴾: یہاں فقط رفع یا نصب یا جر کو خبر نہیں بنایا گیا، بلکہ رفع، نصب اور جر کے مجموعے کو خبر بنایا گیا ہے، اور مجموعہ ذات مع الوصف ہوتا ہے، لہٰذا اعتراض نہ رہا۔

﴿سوال﴾: رفع، نصب اور جر کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

﴿جواب﴾: رفع کو رفع اس لئے کہتے ہیں کہ رفع کا معنیٰ ہے بلند ہونا، چونکہ اس کو ادا کرتے وقت اوپر والا ہونٹ اوپر کی طرف بلند ہو جاتا ہے، اس لیئے اس حرکت کو رفع کہتے ہیں۔ نصب کا معنیٰ ہے برقرار رہنا چونکہ اس کو ادا کرتے وقت ہونٹ اپنی جگہ برقرار رہتے ہیں اسی لئے اس کو نصب کہتے ہیں، اور جر کا معنیٰ ہے کھینچنا، چونکہ اس کو ادا کرتے وقت نیچے والا ہونٹ نیچے کیطرف کھینچا جاتا ہے اسی لئے اس کو جر کہا جاتا ہے۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے اعراب کو رفع، نصب اور جر سے تعبیر کیا ہے ضمہ، فتحہ اور کسرہ کیساتھ تعبیر کیوں نہیں کیا؟

﴿جواب﴾: ان حرکاتِ ثلاثہ کے تین نام ہیں۔ 1: رفع، نصب، جر۔ 2: ضمہ، فتحہ، کسرہ۔ 3: ضم، فتح، کسر۔ رفع، نصب، جر یہ نام معرب کی حرکات کے لیئے خاص ہیں، اور ضم، فتح، کسر یہ نام مبنی کی حرکات کے ساتھ خاص ہیں، جبکہ ضمہ، فتحہ اور کسرہ یہ نام معرب اور مبنی میں سے ہر ایک کی حرکات پر بولے جاتے ہیں، چونکہ یہاں بات معرب کی حرکات کی ہے اور معرب کی حرکات کا نام رفع، نصب اور جر ہے ضمہ، فتحہ، کسرہ نہیں، اس لیئے اعراب کو رفع، نصب اور جر کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

❁ رہی یہ بات کہ اعراب تین ہی کیوں وضع کیئے گئے؟

﴿جواب﴾: چونکہ معانی تین تھے یعنی فاعلیت، مفعولیت اور اضافت اس لیئے اعراب بھی تین ہی وضع کیئے گئے۔

﴿سوال﴾: اعراب کی ایک چوتھی قسم بھی تو ہے جسے جزم کہا جاتا ہے اسے بیان کیوں نہیں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: یہاں چونکہ اسم کے اعراب کی بات ہو رہی ہے، اور اسم کا اعرب تین ہی اقسام پر مشتمل ہے، رہی بات جزم کی وہ اسم کا اعراب نہیں بلکہ فعل کا اعراب ہے۔

﴿عبارت﴾:

فَالرَّفْعُ عَلَمُ الْفَاعِلِيَّةِ وَالنَّصْبُ عَلَمُ الْمَفْعُوْلِيَّةِ وَالْجَرُّ عَلَمُ الْإِضَافَةِ

﴿ترجمہ﴾: پس رفع فاعلیت کی علامت ہے اور نصب مفعولیت کی علامت ہے اور جر اضافت کی علامت ہے۔

﴿فائدہ﴾: عَلَمْ کے چار معانی ہیں۔

1: نام۔ 2: علامت۔ 3: جھنڈا۔ 4: پہاڑ کی چوٹی۔

یہاں عَلَمْ بمعنیٰ علامت ہے۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے رفع کو فاعلیت، نصب کو مفعولیت اور جر کو اضافت کی علامت کیوں قرار دیا؟

﴿جواب﴾: کلام عرب میں فاعل باعتبارِ ذکر کے قلیل ہے اور رفع باعتبار تلفظ کے ثقیل ہے، لہٰذا قلیل کو ثقیل دے دیا، اور مفعول کلام عرب میں باعتبار ذکر کے کثیر ہے اور نصب باعتبار تلفظ کے خفیف ہے لہٰذا کثیر کو خفیف دے دیا، باقی اضافت بچ گئی تھی تو جر کو اضافت کے ساتھ خاص کر دیا۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے رفع کو فاعل، نصب کو مفعول کے ساتھ بطور علامت خاص کر دیا ہے یہ درست نہیں ہے، کیونکہ فاعل کے علاوہ مبتداء اور خبر بھی تو مرفوع ہوتے ہیں، اور مفعول کے علاوہ حال وتمیز بھی تو منصوب ہوتے ہیں۔

﴿جواب﴾: لفظِ فاعل اور لفظِ مفعول یہ دونوں عام ہیں خواہ حقیقی ہوں یا حکمی ہوں،، مبتدأ اور خبر اگر چہ حقیقی فاعل نہ سہی لیکن فاعل والا حکم ضرور رکھتے ہیں اس طرح کہ فاعل مسندالیہ ہوتا ہے اور مبتدأ بھی مسندالیہ ہوتا ہے۔ اور خبر اس طرح حکمی فاعل ہے کہ فاعل کلام کا جزء ہوتا ہے اور خبر بھی کلام کا جزء ہوتی ہے، اسی طرح حال وتمیز اگر چہ حقیقتا مفعول تو نہیں لیکن مفعول والا حکم ضرور رکھتے ہیں، کیونکہ جس طرح مفعول کلام کے مکمل ہونے کے بعد واقع ہوتا ہے اسی طرح دیگر منصوبات بھی کلام کے مکمل ہونے کے بعد واقع ہوتے ہیں۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے عَلَمُ الْفَاعِلِيَّةِ اور عَلَمُ الْمَفْعُوْلِيَّةِ کہا ہے اور عَلَمُ الْفَاعِلِ اور عَلَمُ الْمَفْعُوْلِ کہہ لیتے اس میں کیا حرج تھا؟

﴿جواب﴾: فاعلیت اور مفعولیت دونوں مصدر جعلی ہیں اور مصدر میں تعیم یعنی عمومیت ہوتی ہے، اس لیئے وہ اپنے تمام افراد کو شامل ہوتا ہے، اگر فاعل اور مفعول کہتے تو رفع فقط فاعل اور نصب فقط مفعول کی علامت کیلئے خاص ہو جاتا، فاعل کہنے میں مبتداء اور خبر، اور مفعول کہنے میں حال وتمیز اس سے خارج ہو جاتے۔

﴿سوال﴾: فاعل اور مفعول کو مصدر جعلی بنایا گیا ہے، اضافت کو کیوں نہیں مصدر جعلی بنایا گیا؟

﴿جواب﴾: فاعل اور مفعول چونکہ مصدر نہ تھے انہیں مصدر بنانے کیلئے یا اور تا لائی گئی، اور اضافت بذات خود ایک مصدر ہے اس میں تعمیم موجود تھی اسی لئے اسے مصدر بنانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے کہا کہ جر اضافت کی علامت ہے یہ درست نہیں، کیونکہ مضاف ہونے کو مجرور ہونا لازم نہیں کیونکہ اس پر تینوں حرکات پائی جاتی ہیں، جیسے جَاءَنِیْ غُلَامُ زَیْدٍ، رَءَیْتُ غُلَامَ زَیْدٍ، مَرَرْتُ بِغُلَامِ زَیْدٍ ان مثالوں میں غُلَام مضاف ہے اس پر تینوں حرکات پائی جارہی ہیں۔

﴿جواب﴾: ہاں اضافت سے مراد مضاف ہونا نہیں بلکہ مضاف الیہ ہونا ہے، اور مجرور ہونا مضاف الیہ کو لازم ہے لہٰذا اَلْاِضَافَة سے جو ہماری مراد ہے اس پر اعتراض نہیں، اور جس پر آپ کا اعتراض ہے وہ ہماری مراد نہیں۔

﴿اعتراض﴾: آپ کا یہ کہنا درست نہیں کہ مجرور ہونا مضاف الیہ کی علامت ہے۔ کیونکہ کبھی کبھی فاعل بھی مجرور ہوتا ہے۔ جیسے کَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا۔ اور اسی طرح کبھی کبھی مبتدأ بھی مجرور ہوتا ہے۔ جیسے: بِحَسْبِكَ دِرْهَمٌ ۔

﴿جواب﴾: یہاں مضاف الیہ سے مراد عام ہے کہ خواہ مضاف الیہ حقیقی ہو یا حکمی ہو مذکورہ مثالوں میں فاعل اور مبتدأ مضاف الیہ حکمی ہیں، اور مضاف الیہ حکمی سے مراد وہ مجرور ہے جو مضاف الیہ کی طرح حرف جر کا مدخول ہو۔

﴿عبارت﴾:

اَلْعَامِلُ مَابِهٖ یَتَقَوَّمُ الْمَعْنٰی الْمُقْتَضِیْ لِلْاِعْرَابِ

﴿ترجمہ﴾: عامل وہ چیز ہے جس کی وجہ سے ایسا معنیٰ حاصل ہو جو اعراب کا تقاضا کرے۔

﴿تشریح﴾:

اعراب کی تعریف وتقسیم کے بعد اب مصنف علیہ الرحمۃ عامل کی تعریف فرمارہے ہیں۔

﴿اعتراض﴾: آپ کی تعریف عامل اپنے افراد کو جامع نہیں کیونکہ یہ تو فعل مضارع پر داخل ہونے والے عوامل پر صادق نہیں آتی کیونکہ عوامل فعل مضارع سے ایسا معنیٰ حاصل نہیں ہوتا جو اعراب کا مقتضی ہو۔

﴿جواب﴾: اَلْعَامِلُ پر الف ولام عہد خارجی ہے لہٰذا اس سے مراد کوئی عام عامل نہیں بلکہ خاص عامل ہے اور وہ عامل اسم ہے نہ کہ عامل فعل، لہٰذا اگر یہ عامل کی تعریف فعل مضارع پر صادق نہیں آتی تو صادق آنی بھی نہیں چاہیئے۔

﴿اعتراض﴾: آپ کی تعریف عامل دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ یہ تعریف حروف اتین پر بھی صادق آرہی ہے، کیونکہ

جب یہ حروف ماضی پر داخل ہوتے ہیں تو حال واستقبال کا معنی دیتے ہیں اور فعل مضارع کا آخر بھی مختلف ہوتا ہے۔

﴿جواب﴾: اَلْــمَــعْــنٰــی پر الف لام عہد خارجی کا ہے (جس کا مدخول خاص ہوتا ہے) لہٰذا معانی سے مراد معانی ثلاثہ (فاعلیت مفعولیت اور اضافت) مراد ہیں، مطلق معانی مراد نہیں۔

﴿اعتراض﴾: پھر بھی آپ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ یہ معمول پر بھی صادق آتی ہے، اس طرح کہ آپ نے کہا کہ عامل وہ اسم ہے جس کے ساتھ ایسا معنی قائم ہو جائے جو اعراب کا تقاضا کرے، جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ میں زَیْدٌ کے ساتھ معنیٰ مقتضی للاعراب جو کہ یہاں فاعلیت ہے وہ زَیْدٌ کے ساتھ قائم ہے لہٰذا یہ زَیْدٌ عامل ہوا حالانکہ یہ عامل نہیں بلکہ معمول ہے۔

﴿جواب﴾: یہاں پر باء الصاق کیلئے نہیں بلکہ سببیت اور استعانت کیلئے ہے اور یَتَقَوَّمُ اپنے حقیقی معنیٰ (یَقُوْمُ) میں نہیں بلکہ اپنے مجازی معنیٰ یعنی یَـحْصُلُ کے معنیٰ میں ہے، لہٰذا معنیٰ یہ ہوا کہ عامل وہ اسم ہے جس کی وجہ سے ایسا معنی حاصل ہو جائے جو اعراب کا تقاضا کرے، پس اب تعریف عامل زَیْــــدٌ معمول پر صادق نہیں آئے گی کیونکہ معمول کی وجہ سے معنی مقتضی للاعراب حاصل نہیں ہوتا بلکہ عامل کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔

﴿عبارت﴾:

فَـالْـمُـفْـرَدُ الْـمُـنْصَرِفُ وَالْجَمْعُ الْمُكَسَّرُ الْمُنْصَرِفُ بِالضَّمَّةِ رَفْعًا وَالْفَتْحَةِ نَصْبًا وَالْكَسْرَةِ جَرًّا

﴿ترجمہ﴾: پس ہر مفرد منصرف اور جمع مکسر منصرف کی حالتِ رفعی ضمہ کے ساتھ اور حالتِ نصبی فتحہ کے ساتھ اور حالتِ جری کسرہ کے ساتھ ہوتی ہے۔

﴿تشریح﴾:

اسم متمکن کی وجوہ اعراب کے اعتبار سے سولہ قسمیں ہیں جن میں سے پہلی تین قسموں کا اعراب اس عبارت سے بیان کر رہے ہیں، اور ماقبل کے ساتھ ربط یہ ہے کہ اعراب کی تعریف وتقسیم کے بعد اب یہاں سے مصنف علیہ الرحمۃ محل اعراب کو بیان کر رہے ہیں۔

❁ اسم متمکن کی پہلی تین قسمیں یہ ہیں۔

1: مفرد منصرف صحیح — جیسے زَیْدٌ

2 : مفرد منصرف جاری مجرائے صحیح۔ — جیسے: دَلْوٌ، ظَبْیٌ

﴿فائدہ﴾: نحویون کے نزدیک صحیح وہ کلمہ ہے جس کے آخر میں حرفِ علت نہ ہو۔ جیسے: زَیْدٌ اور جاری مجرائے صحیح وہ کلمہ ہے جس کے لام کلمہ میں حرفِ علت ہو لیکن ماقبل ساکن ہو۔ جیسے: دَلْوٌ، ظَبْیٌ

3: جمع مکسر منصرف جیسے رِجَالٌ

ان تینوں قسموں کا اعراب یہ ہے کہ حالتِ رفعی ضمہ کے ساتھ اور حالتِ نصبی فتحہ کے ساتھ اور حالتِ جری کسرہ کے ساتھ ہوتی ہے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے یہ اعراب دو قسموں کے ساتھ خاص کیا ہے جبکہ آپ نے اسے تین قسموں کے لیئے بیان کردیا، ایسا کیوں؟

﴿جواب﴾: مصنف علیہ الرحمۃ اَلْمُفْرَدُ الْمُنْصَرِفُ کو مطلق ذکر کیا ہے یعنی صَحِیْح کی قید نہیں لگائی جس سے اشارہ دو قسموں کی طرف ہے (۱) مفرد منصرف صحیح اور (۲) مفرد منصرف جاری مجرائے صحیح۔

﴿سوال﴾: مفرد کے کئی معانی ہیں۔

1: جو جملہ نہ ہو۔
2: جو تثنیہ وجمع نہ ہو۔
3: جو مضاف اور مشابہ مضاف نہ ہو۔
4: جس کی جزءِ معنی کی جز پر دلالت نہ کرے۔

الغرض! یہاں پر کونسا معنی مراد ہے۔

﴿جواب﴾: یہاں مفرد سے مراد وہ مفرد ہے جو تثنیہ وجمع نہ ہو، اس پر قرینہ یہ ہے کہ مابعد تثنیہ وجمع مذکور ہیں اور تثنیہ وجمع کے مقابلے میں یہی مفرد مذکور ہوتا ہے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے جس طرح مُفْرَد کو منصرف کیساتھ مقید کیا ہے اسی طرح غَیْر مَقْصُوْر، غَیْر مَنْقُوْص، غَیْر ِ سِتّہ مُکَبَّرَہ اور غَیْر مُلْحَقَاتِ تَثْنِیہ وجَمع کی قیودات وغیرہ سے بھی مقید کردیتے کیونکہ کِلَا، کِلْتَا، اُلُوْ اور عِشْرُوْنَ وغیرہ مفرد ہی ہیں نہ کہ تثنیہ وجمع۔

﴿جواب﴾: قیودات کی دو قسمیں ہیں۔ 1: وجودیہ۔ 2: عدمیہ

قیودات وجودیہ قلیل ہیں، اور عدمیہ کثیر ہیں، چنانچہ مصنف علیہ الرحمۃ نے قیودات عدمیہ کو ان کے عدمی اور کثیر ہونے کی بناء پر چھوڑ دیا، کہ وہ آنے والی عبارتوں سے سمجھ آجائینگی اور وجودیہ کو ان کے وجودی اور قلیل ہونے کی بناء پر ذکر کردیا۔

﴿اعتراض﴾: اَلصَّحِیْح تو قیدِ وجودی ہے اس کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

﴿جواب﴾: اگر مفرد منصرف صحیح کہتے تو طوالت ہو جاتی، یعنی پھر جاری مجرائے صحیح کا ذکر الگ کرنا پڑتا، لہٰذا مفرد منصرف کہہ دیا تاکہ یہ دونوں قسموں (صحیح اور جاری مجرائے صحیح) کو شامل ہو جائے۔

﴿اعتراض﴾: مفرد منصرف کے بعد جمع مکسر منصرف کو ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی، کیونکہ جمع مکسر کا معنیٰ ہے وہ جمع جو توڑ دی گئی ہو، جب جمع توڑ دی گئی ہو تو وہ مفرد ہی ہو گیا۔

﴿جواب﴾: یہاں جمع مکسر کا لغوی معنیٰ مراد نہیں بلکہ اصطلاحی معنیٰ مراد ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ جمع جس کی واحد کی بناء سلامت نہ رہی ہو، اور یہ چونکہ جمع ہی ہے اس لیئے اس کو ذکر کرنے کی ضرورت تھی۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ مُفْرَد کو بھی مُنْصَرِف کی قید سے مقید کیا ہے، اور جَمْعُ الْمُكَسَّر کو بھی اسی قید (مُنْصَرِف) کے ساتھ مقید کیا ہے، چاہیئے تو یہ تھا کہ فَالْمُفْرَدُ وَالْجَمْعُ الْمُكَسَّرِ الْمُنْصَرِفَانِ کہہ لیتے، تاکہ عبارت مختصر ہو جاتی۔

﴿جواب﴾: 1: اگر الْمُنْصَرِفَانِ کہتے تو تَغْلِيْب کا وہم پیدا ہو جاتا، یعنی یہ وہم ہوتا کہ ان میں سے ایک تو منصرف ہے اور ایک کو تَغْلِيْبًا منصرف کہا گیا ہے، حالانکہ وہ منصرف نہیں تھا، جیسے شمس و قمر میں ایک قمر ہے دونوں نہیں لیکن تَغْلِيْبًا دونوں کو قمرین کہہ دیا جاتا ہے۔

2: اگر الْمُنْصَرِفَانِ کہتے تو موصوف اور صفت کے درمیان فصل آجاتا، یعنی موصوف مفرد ہے اس کی صفت منصرف کے درمیان جمع کا فاصلہ پیدا ہو جاتا جو کہ درست نہیں۔

﴿اعتراض﴾:

رَفْعًا، نَصْبًا وَجَرًّا کو منصوب پڑھنے کے تین احتمال ہیں۔

1: یہ مفعول مطلق ہیں، یہ احتمال درست نہیں کیونکہ مفعول مطلق کے ماقبل میں ایسا فعل ضروری ہے جس کا وہ ہم معنیٰ ہوتا ہے جبکہ یہاں کوئی ایسا فعل نہیں۔

2: یہ مفعول فیہ ہیں، یہ بھی درست نہیں کیونکہ وہ ظرف ہوتا ہے، جبکہ یہ ظرف بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

3: یہ حال ہیں، یہ احتمال بھی درست نہیں، کیونکہ حال کا ذوالحال پر حمل ہوتا ہے، اور ذوالحال ذات ہوتا ہے جبکہ یہ مصدر ہیں، اور مصدر! وصفِ محض ہوتا ہے، اور وصفِ محض کا حمل ذات پر کرنا درست نہیں ہوتا۔ الغرض! جب یہ تینوں احتمال ہی باطل ہیں تو پھر یہ منصوب کیوں ہیں؟

﴿جواب﴾: رَفْعًا وَنَصْبًا وَجَرًّا کو منصوب پڑھنے کے تینوں احتمالات درست ہیں۔

1: یہ مفعول مطلق ہیں، رہی بات کہ اس کا فعل مذکور نہیں تو اسکا جواب یہ کہ رَفْعًا وَنَصْبًا وَجَرًّا یہ صفت ہیں اِعْرَابًا موصوف محذوف کی، اور یہ موصوف صفت ملکر مفعول مطلق ہے یُعْرَبَانِ فعل کا جو کہ محذوف ہے۔

2: یہ مفعول فیہ بھی ہو سکتے ہیں، رہی بات کہ یہ ظرف بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ رَفْعًا وَنَصْبًا وَجَرًّا منصوب بنزع الخافض ہیں، یعنی ان کا مضاف محذوف ہے، تقدیری عبارت یوں ہے حَالَةَ الرَّفْعِ وَحَالَةَ النَّصْبِ وَحَالَةَ الْجَرِّ اور لفظ حَالَۃ ظرف بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

3: یہ حال بھی ہو سکتے ہیں، رہی بات کہ یہ مصادر ہیں، اور ان کا حمل درست نہیں، تو اسکا جواب یہ ہے کہ مصدر کبھی مبنی للفاعل ہوتا ہے تو کبھی مبنی للمفعول، اور مبنی للفاعل اور مبنی للمفعول ذات مع الوصف ہوتے ہیں اور ذات مع الوصف کا حمل ذات پر کرنا درست ہوتا ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے مفعول مطلق کا فعل یُعْرَبَانِ فعل خاص نکالا ہے حالانکہ ضابطہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی فعل محذوف نکالا جاتا ہے تو افعال عامہ میں سے نکالا جاتا ہے اور افعالِ عامہ چار ہیں۔

1: کَوْن 2: وُجُوْد 3: ثُبُوْت 4: حُصُوْل. اور یہ (یُعْرَبَانِ) ان میں کوئی بھی نہیں۔

﴿جواب﴾: فعل خاص کو نکالنا جائز ہے جب کوئی قرینہ پایا جائے، اور یہاں اس پر قرینہ پایا جا رہا ہے کہ ماقبل میں اعراب کا ذکر ہو چکا تھا اس لئے یُعْرَبَانِ فعل خاص کو نکالا گیا۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے رفع، نصب اور جر کا بھی ذکر کیا ہے اور ضمہ، فتحہ اور کسرہ کا بھی ذکر کیا ہے، اگر ان دونوں میں ایک کا ذکر کر لیتے تو کیا خرابی لازم آتی؟

﴿جواب﴾: اگر صرف رفع، نصب اور جر کہتے تو یہ معلوم نہ ہو سکتا کہ یہ اعراب بالحرف ہے یا اعراب بالحرکت، کیونکہ یہ ان دونوں کو شامل ہے اور اگر صرف ضمہ، فتحہ اور کسرہ کہتے تو معلوم نہ ہو سکتا کہ یہ معرب کا اعراب ہے یا مبنی کا، کیونکہ یہ ان دونوں کو شامل ہے، تو رفع، نصب اور جر کو اس لئے ذکر کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہاں اعراب معرب کا ہے اور ضمہ، فتحہ اور کسرہ کا ذکر اس لیئے کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ اعراب بالحرکت ہے اعراب بالحرف نہیں۔

﴿سوال﴾: یہ اعراب تینوں قسموں کو کیوں دیا گیا؟

﴿جواب﴾: یہ تینوں اقسام بقیہ اقسام متمکن کی بنسبت اصل ہیں، اس طرح کہ مفرد تثنیہ وجمع کے مقابلے میں اصل

ہے،اور منصرف! غیر منصرف کے مقابلے میں اصل ہے،صحیح اور جاری مجرائے صحیح غیر صحیح کے مقابلے میں اصل ہے اور جمع مکسر! جمع سالم کے مقابلے میں اصل ہے (کیونکہ اسی جمع سے ہی مفرد و جمع میں کامل فرق ہوتا ہے) اور اعراب بالحرف کی بنسبت اعراب بالحرکت اصل ہے،لہٰذا اصل کو اصل اعراب دے دیا۔

﴿عبارت﴾:

جَمْعُ الْمُؤَنَّثِ السَّالِمُ بِالضَّمَّةِ وَالْكَسْرَةِ

﴿ترجمہ﴾: جمع مؤنث سالم کی حالتِ رفعی ضمہ کے ساتھ اور حالتِ نصبی اور جری کسرہ کے ساتھ ہوتی ہے۔

﴿تشریح﴾:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمۃ اسم متمکن کی چوتھی قسم کا اعراب بیان فرمارہے ہیں،اور چوتھی قسم جمع مؤنث سالم ہے،جس کا اعراب یہ ہے کہ اس کی حالتِ رفعی ضمہ کے ساتھ ہوتی ہے اور حالت نصبی و جری کسرہ کے ساتھ ہوتی ہے۔

﴿اعتراض﴾: قاعدہ یہ ہے کہ موصوف صفت کی بنسبت اخص،یا مساوی ہوتا کہ صفت کی موصوف پر فوقیت لازم نہ آئے،جبکہ مذکورہ عبارت (جَمْعُ الْمُؤَنَّثِ السَّالِمُ) میں موصوف نہ ہی اخص ہے اور نہ ہی مساوی ہے کیونکہ اس میں موصوف کا معرفہ ہونا اضافت یعنی مضاف الیہ کی وجہ سے ہے جبکہ السَّالِم جو کہ اس کی صفت ہے اس کا معرفہ ہونا کسی اور اسم کی وجہ سے نہیں بلکہ وہ خود ہی معرف باللام ہے۔

﴿جواب﴾: امام سیبویہ کا موقف یہی ہے کہ وہ اسم جو معرف باللام کی طرف مضاف ہو،وہ معرفہ ہونے میں معرف باللام اسم کے مساوی ہے،لہٰذا موصوف اور صفت میں مساوات پائی گئی،اور مصنف علیہ الرحمۃ نے اسی نظریئے کو اپنایا ہے جیسا کہ توابع کی بحث میں آئیگا۔

﴿سوال﴾: جمع مؤنث سالم کو غیر منصرف پر مقدم کیوں کیا ہے؟

﴿جواب﴾:1: اس لیئے کہ غیر منصرف کا مرتبہ جمع مؤنث سالم بلکہ اسم معرب کی تمام قسموں سے کم ہے،کیونکہ یہ بغیر تنوین کے معرب ہے اور اسم میں اصل اعراب تنوین کے ساتھ ہوتا ہے۔

2: غیر منصرف کی معرفت کی بنسبت جمع مؤنث سالم کی معرفت آسان اور واضح ہے اور تعلیم و تعلم کا طریقہ یہی ہے کہ آسان و واضح کا بیان پہلے کیا جاتا ہے اور مشکل و غیر واضح کا بیان بعد میں کیا جاتا ہے۔

﴿سوال﴾: جمع مؤنث سالم میں حالت نصبی حالت جری کے تابع کیوں ہے؟

﴿جواب﴾: جمع مؤنث سالم! جمع مذکر سالم کی فرع ہے،اور جمع مذکر سالم اس کی اصل ہے،چونکہ جمع مذکر سالم میں حالت

نصبی جری کے تابع ہوتی ہے اسی لئے جمع مئونث سالم میں بھی حالتِ نصبی کو حالتِ جری کے تابع کر دیا۔

﴿سوال﴾: جب جمع مذکر سالم اصل ہے اور جمع مؤنث سالم اس کی فرع ہے تو اصل کو پہلے ذکر کیا جاتا اور فرع کو بعد میں ذکر کیا جاتا، لیکن یہاں فرع کو اس کی اصل پر مقدم کیوں کر دیا گیا ہے؟

﴿جواب﴾: جمع مذکر سالم کا اعراب! اعراب بالحرف ہے اور جمع مئونث سالم کا اعراب! اعراب الحرکت ہے، اور اعراب بالحرکت اصل ہے اور اعراب بالحرف اس کی فرع ہے، پس جس کا اعراب اصل تھا اسے فرع اعراب والے پر مقدم کر دیا۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے کہا کہ بِالضَّمَّةِ وَالْكَسْرَةِ کہ جمع مؤنث سالم کا اعراب ضمہ اور کسرہ کیساتھ ہے، یہ کہنا درست نہیں کیونکہ ضمہ اور کسرہ دونوں بیک وقت تو نہیں آ سکتے۔

﴿جواب﴾: 1: اس عبارت میں واوَ بمعنی اَوْ ہے، یعنی جمع مئونث سالم ضمہ کے ساتھ یا کسرہ کے ساتھ ہوگی۔

2: یہاں پر کچھ عبارت محذوف ہے وہ یہ ہے۔ يُعْرَبُ بِالضَّمَّةِ رَفْعًا وَبِالْكَسْرَةِ نَصْبًا وَجَرًّا

﴿اعتراض﴾: جمع مؤنث سالم کا اعراب جامع نہیں اور دخول غیر سے مانع بھی نہیں، جامع اس لئے نہیں کہ اَرْضٌ کی جمع اَرْضُوْنَ ہے جو کہ جمع مؤنث سالم ہے لیکن اس پر آپ کا بیان کردہ اعراب نہیں ہے، اور دخول غیر سے اس لئے مانع نہیں کیونکہ یہ اعراب غیر پر بھی منطبق ہو رہا ہے، یعنی مَجْرُوْرَات، مَنْصُوْبَات، مَرْفُوْعَات، یہ مَجْرُوْرٌ، مَنْصُوْبٌ اور مَرْفُوْعٌ کی جمع ہیں، جو کہ مذکر ہیں اور ان پر اعراب جمع مؤنث سالم کا ہے۔

﴿جواب﴾: جمع مؤنث سالم میں ایک تخصیص اور دو تعمیمیں معتبر ہیں۔

❁ تخصیص یہ ہے کہ جمع مؤنث سالم ہر اس لفظ کو کہتے ہیں جس کے آخر میں الف اور تا ہو، لہٰذا اَرْضُوْنَ یہ جمع مؤنث تو ہے لیکن جمع مؤنث سالم نہیں کیونکہ اس کے آخر میں الف اور تا نہیں۔

❁ تعمیم اول یہ ہے کہ اس کا واحد خواہ وہ مذکر ہو یا مئونث ہو، لہٰذا مَجْرُوْرَات، مَنْصُوْبَات، مَرْفُوْعَات جمع مؤنث سالم ہیں۔

❁ تعمیم ثانی یہ ہے کہ خواہ وہ مفرد ہو یا جمع ہو، لہٰذا عَرَفَاتٌ جو کہ واحد ہے لیکن پھر بھی یہ جمع مؤنث سالم ہی ہے۔

﴿عبارت﴾:

غَيْرُ الْمُنْصَرِفِ بِالضَّمَّةِ وَالْفَتْحَةِ

﴿ترجمہ﴾: غیر منصرف (کا اعراب یہ ہے کہ اس کی حالتِ رفعی) ضمہ کے ساتھ (ہوتی ہے) اور (حالتِ

نصبی) فتحہ کے ساتھ (ہوتی) ہے۔

﴿تشریح﴾:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمۃ اسم متمکن کی پانچویں قسم جو کہ غیر منصرف ہے اس کا اعراب بیان فرمارہے ہیں کہ اس کی حالتِ رفعی ضمہ کے ساتھ ہوتی ہے اور حالتِ نصبی اور جری فتحہ کے ساتھ ہوتی ہے۔

﴿اعتراض﴾: مذکورہ عبارت میں غَیْرُ الْمُنْصَرِف مبتداء ہے اور مبتداء معرفہ ہوتا ہے، جبکہ یہاں یہ معرفہ نہیں، کیونکہ یہاں لفظِ غَیْر مضاف ہورہا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب لفظ غَیْر کی اضافت معرفہ کی طرف ہوتو پھر بھی لفظ غَیْر نکرہ ہی رہتا ہے۔

﴿جواب﴾: آپ نے قاعدہ مکمل بیان نہیں کیا، کیونکہ مکمل قاعدہ یہ ہے کہ اگر لفظِ غیر کا مضاف الیہ ایسی چیز ہو جس کی صرف ایک ہی ضد ہو (جیسے غَیْرُ السُّکُوْنِ حَرَکَۃٌ) تو ایسی صورت میں معرفہ کی طرف مضاف ہونے میں وہ معرفہ ہوجاتا ہے۔

❁ اور اگر اس کی بہت سی ضدیں ہوں (جیسے غَیْرُ زَیْدٍ) تو پھر معرفہ کی طرف مضاف ہونے کی صورت میں بھی وہ نکرہ رہتا ہے، چونکہ یہاں غَیْر کے مضاف الیہ کی ایک ہی ضد ہے، لٰہذا غیر معرفہ ہے اور اس کو مبتدأ بنانا درست ہے۔

﴿سوال﴾: غیر منصرف کو اعراب بالحرکت کیوں دیا گیا؟

﴿جواب﴾: چونکہ یہ اعراب اصل ہے اور غیر منصرف میں ممکن بھی ہے کیونکہ یہاں کوئی مانع بھی نہیں ہے اور اصل اعراب کے ممکن ہونے کی صورت میں فرعی اعراب (اعراب بالحرف) کو اختیار کرنا جائز نہیں۔

﴿سوال﴾: جب غیر منصرف منصرف کی فرع ہے تو پھر اسے اعراب بھی فرعی (اعراب بالحرف) دینا چاہیئے تھا، جبکہ آپ نے اسے اعراب بالحرکت دے دیا، کیوں؟

﴿جواب﴾: تین حالتوں میں سے دو حالتوں کا اعراب جسے دیا جائے وہ اگر چہ اعراب بالحرکت ہی ہو فرعی اعراب ہی ہوگا لٰہذا فرع کو فرعی اعراب ملا ہے۔

﴿سوال﴾: غیر منصرف میں حالت جری کو حالتِ نصبی کے تابع کیوں کیا گیا ہے؟

﴿جواب﴾: چونکہ غیر منصرف کی فعل کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اور فعل میں جر ثقل کا باعث بنتا ہے اسی لئے جر کو نصب کے تابع کردیا۔

﴿عبارت﴾:

اَبُوْکَ وَاَخُوْکَ وَحَمُوْکِ وَھَنُوْکَ وَفُوْکَ وَذُوْمَالٍ مُضَافَۃً اِلٰی غَیْرِ یَاءِ الْمُتَکَلِّمِ بِالْوَاوِ

وَالْاَلِفِ وَالْیَاءِ

﴿ترجمہ﴾: اَبُوْکَ (تیراباپ) اور اَخُوْکَ (تیرا بھائی) اور حَمُوْكِ (تیرا خاوند کی طرف سے قریبی رشتہ دار) اور ھَنُوْکَ (تیری شرمگاہ) اور فُوْکَ (تیرا منہ) اور ذُوْمَالٍ (مال والا) یعنی ان اسمائے ستہ کا اعراب یہ ہے کہ جب یہ یائے متکلم کے علاوہ کی طرف مضاف ہوں تو حالتِ رفعی واؤ کے ساتھ اور حالتِ نصبی الف کے ساتھ اور حالتِ جری کسرہ کے ساتھ ہوگی۔

﴿تشریح﴾:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمۃ اسم متمکن کی چھٹی قسم اسمائے ستہ مکبرہ کا اعراب بیان فرمارہے ہیں، کہ ان کا اعراب! اعراب بالحرف ہے، یعنی حالتِ رفعی واؤ کے ساتھ ہوگی، اور حالتِ نصبی الف کے ساتھ ہوگی، اور حالتِ جری یاء کے ساتھ ہوگی۔

❁ لیکن یادرہے کہ اسمائے ستہ مکبرہ کے اعراب کے لیئے چار شرطیں ہیں۔

1: اسمائے ستہ (اَبُوْکَ، اَخُوْکَ، حَمُوْكِ، ھَنُوْکَ، فُوْکَ، ذُوْمَالٍ) مکبرہ ہوں، یعنی ان کی تصغیر نہ بنائی گئی ہو، ورنہ یعنی ان کی تصغیر ہونے کی صورت میں ان پر اعراب بالحرف نہیں ہوگا بلکہ جاری مجرائے صحیح والا اعراب ہوگا۔

2: اسمائے ستہ موحدہ ہوں، کیونکہ اگر تثنیہ وجمع ہونگے تو اعراب بھی تثنیہ وجمع والا ہوگا۔

3: اسمائے ستہ مضاف ہوں ورنہ یعنی مضاف نہ ہونے کی صورت میں ان کا اعراب مفرد منصرف صحیح والا ہوگا۔

4: اسمائے ستہ یائے متکلم کے علاوہ کی طرف مضاف ہوں، ورنہ یعنی اگر یائے متکلم کی طرف مضاف ہونگے تو غُلَامِیْ (غیر جمع مذکر سالم مضاف بیائے متکلم) والا اعراب ہوگا یعنی معرب بحرکاتِ ثلاثہ تقدیریہ ہوگا۔

﴿سوال﴾: جب اسمائے ستہ مکبرہ کے اعراب بالحرف کے لیئے چار شرطیں ہیں، تو پھر مصنف علیہ الرحمۃ نے دو کا ذکر کیا، بقیہ دو کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

﴿جواب﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے دو کا ذکر کیا اور دو کو مثال کے ذریعے سمجھا دیا، تا کہ اختصار حاصل ہو، کیونکہ یہ متن ہے اور متن میں اختصار ہوتا ہے۔

﴿سوال﴾: اسمائے ستہ مکبرہ کے لیئے اعراب بالحرف کو کیوں مقرر کیا گیا ہے؟ حالانکہ یہ مفرد ہیں اور مفرد، تثنیہ وجمع میں سے اصل ہے، لہٰذا اصل کے لیئے اصل اعراب ہونا چاہیئے تھا یعنی چاہیئے تو یہ تھا کہ ان کو اعراب بالحرکت دیا جاتا؟

﴿جواب﴾1: اعراب بالحرکۃ کے لیئے شرط یہ ہے کہ مفرد میں اسے قبول کرنے کی صلاحیت بھی ہو، جبکہ اسمائے ستہ مکبرہ کے آخر میں حرف علت ہونے کی وجہ سے ان میں اصل اعراب کو قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہیں، اس لیئے ان کو اعراب فرعی

یعنی اعراب بالحرف دیا گیا۔

2: مفرد اور تثنیہ وجمع کے اعراب کے مختلف ہونے کی وجہ سے مفرد اور تثنیہ وجمع میں منافرتِ شدیدہ اور وحشتِ تامہ پائی جارہی تھی، اس لیئے نحویوں نے بعض مفردات کو بھی تثنیہ وجمع والا اعراب دے دیا تاکہ ان کے درمیان منافرت اور وحشت زائل ہو جائے۔

﴿فائدہ﴾: اَبٌ، اَخٌ، حَمٌ، اور هَنٌ اصلاً اَبَوٌ، اَخَوٌ، حَمَوٌ اور هَنَوٌ ناقص واوی ہیں، پھر معتل کے اس قانون کے مطابق کہ واؤ اور یاء متحرک ہوں اور ماقبل حرف صحیح ساکن ہو تو اس واؤ اور یاء کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دے دیتے ہیں، پھر اجتماع ساکنین ہو گیا تنوین اور واؤ کے درمیان، تو آخر سے واؤ کو گرا دیا گیا۔ جبکہ فَمٌ اصل میں فَوْهٌ تھا پھر خلافِ قیاس ھا کو حذف کر دیا تو فَوْ رہ گیا، اگر اس کی اضافت ہو تو واؤ کو واپس لایا جاتا ہے۔ جیسے: فُوْكَ اور اگر اضافت نہ ہو واؤ کو میم سے بدلنا واجب ہوتا ہے، جیسے فَمٌ۔ اور ذُوْ اصل میں ذَوُوٌ تھا پھر خلاف قیاس ذُوْ ہو گیا۔

﴿سوال﴾: اَبٌ، اَخٌ اور هَنٌ کی اضافت ضمیر مذکر کی طرف کی گئی ہے، جبکہ حَمٌ کی اضافت ضمیر مؤنث کی طرف کی گئی، ایسا کیوں؟

﴿جواب﴾: اَبٌ، اَخٌ اور هَنٌ کی اضافت مذکر اور مؤنث دونوں کی طرف ہو سکتی ہے کیونکہ یہ تینوں چیزیں مذکر و مؤنث میں سے ہر ایک کی ہو سکتی ہیں، جب کہ حَمٌ کا معنیٰ ہے عورت کا وہ قریبی رشتہ دار جو شوہر کی طرف سے ہو، جیسے عورت کا سسر، عورت کی ساس، عورت کا دیور، الغرض! یہ رشتہ چونکہ مؤنث کے لیئے ہی ہے اس لیئے اس کی اضافت مؤنث کی طرف کی گئی ہے۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے لفظِ ذُو کو ضمیر کی طرف کیوں نہیں مضاف کیا؟ جس طرح انہوں نے دیگر اسماء کو ضمیر کی طرف مضاف کیا ہے۔

﴿جواب﴾: اس امر کی طرف اشارہ کرنے کے لیئے کہ لفظِ ذُوْ کی اضافت صرف اسم جنس کی طرف ہی ہوتی ہے اسم ضمیر کی طرف نہیں ہوتی، جبکہ بقیہ اسماء ضمیر کی طرف بھی مضاف ہوتے ہیں۔

﴿سوال﴾: اعراب بالحرف کے لیئے انہی اسمائے ستہ کو ہی منتخب کیوں کیا؟ کسی اور کو منتخب کر لیتے، انہی کے انتخاب میں کیا حکمت تھی؟

﴿جواب﴾: 1: ان چھ اسموں کے علاوہ اور کوئی اسم ایسا نہیں ہے جس کے آخر میں حرف علت ہو اور اعراب بالحرف قبول کرنے کی صلاحیت ہو۔

2: ان چھ اسموں کو تثنیہ وجمع کیساتھ مشابہت زیادہ ہے، یعنی جس طرح تثنیہ وجمع تعدد پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح یہ اسماء بھی تعدد پر دلالت کرتے ہیں جیسے......

- اَبٌ سے باپ اور بیٹا دونوں پر دلالت ہوتی ہے۔
- اَخٌ سے دلالت کم از کم دو فردوں پر ہوتی ہے۔
- حَمٌ سے خاوند اور بیوی دونوں پر دلالت ہوتی ہے۔
- هَنٌ سے دلالت مکروہ چیز اور مکروہ چیز سمجھنے والے پر دلالت ہوتی ہے۔
- فَمٌ سے منہ کے ساتھ صاحبِ فَم پر بھی دلالت ہوتی ہے۔
- ذُوْ، جیسے ذُوْمَالٍ، یہ مال اور صاحب مال دونوں پر دلالت کرتا ہے۔

﴿سوال﴾: جب ان اسماء کی تثنیہ وجمع کے ساتھ مشابہت ہے تو ان پر تثنیہ وجمع والا اعراب جاری کیوں نہیں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: اسمائے ستہ تثنیہ وجمع کی طرح تعدد پر دلالت کرتے ہیں لیکن تعدد پر دلالت کرنے کے لیئے وضع نہیں کیے گئے، جبکہ تثنیہ وجمع تعدد پر دلالت کرنے کے لیئے وضع کیے گئے ہیں، بس اسی فرق کے لیئے ان پر تثنیہ وجمع والا اعراب جاری نہیں کرتے۔

﴿سوال﴾: یَدٌ اور دَمٌ کے آخر میں بھی حرفِ علت ہوتا ہے اور یہ بھی تعدد پر دلالت کرتے ہیں ان (یَدٌ اور دَمٌ) پر بھی اعراب بالحرف جاری کر دیا جاتا؟

﴿جواب﴾: یہ اسماء (یَدٌ اور دَمٌ) اگرچہ تعدد پر بھی دلالت کرتے ہیں، اور ان کے آخر میں حرفِ علت بھی ہوتا ہے، لیکن ان کا حرف علت کبھی واپس نہیں آتا، جبکہ اسمائے ستہ کا حرفِ علت ایسا محذوف ہے کہ وہ واپس بھی آجاتا ہے، جیسے جب اسمائے ستہ مکبر ہ مؤحدہ ہوں اور یائے متکلم کے علاوہ کی طرف مضاف ہوں تو ان کا محذوف کیا ہوا حرفِ علت واپس آجاتا ہے، مثلاً اَبُوْكَ

﴿عبارت﴾:

اَلْمُثَنّٰى وَكِلَا مُضَافًا اِلٰى مُضْمَرٍ وَاثْنَانِ وَاثْنَتَانِ بِالْاَلِفِ وَالْيَاءِ

﴿ترجمہ﴾: تثنیہ اور کِلَا جب ضمیر کی طرف مضاف ہوں اور اِثْنَانِ اور اِثْنَتَانِ (کا اعراب یہ ہے کہ ان کی حالت رفعی) الف کے ساتھ (ہوتی ہے اور حالت نصبی وجری) یا کے ساتھ (ہوتی) ہے۔

﴿تشریح﴾:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمۃ اسم متمکن کی ساتویں قسم (تَثْنِیہ)، آٹھویں قسم (کِلَا مضاف بمضمر) اور نویں قسم (اِثْنَانِ اور

اِثْنَتَان) کا اعراب بیان فرمارہے ہیں کہ ان کی حالت رفعی الف کے ساتھ اور حالت نصبی و جری یا ماقبل مفتوح کے ساتھ ہوتی ہے۔

﴿فائدہ﴾: تثنیہ کی تین قسمیں ہیں۔(1) حقیقی (2) صوری (3) معنوی

تثنیہ حقیقی: وہ تثنیہ ہے جس کا معنیٰ بھی تثنیہ والا ہو، وزن بھی تثنیہ والا ہو اور اسی مادے سے اس کا واحد بھی ہو۔ جیسے رَجُلَانِ

تثنیہ صوری: وہ تثنیہ ہے جس کا معنیٰ بھی تثنیہ والا ہو اور وزن بھی تثنیہ والا ہو لیکن اسی مادے سے اس کا واحد نہ ہو۔ جیسے اِثْنَانِ وَاِثْنَتَانِ

تثنیہ معنوی: وہ تثنیہ ہے جس کا معنیٰ تو تثنیہ والا ہو، لیکن وزن تثنیہ والا نہ ہو اور اسی مادے سے اس کا واحد بھی نہ ہو۔ جیسے: کِلَا وَ کِلْتَا

﴿سوال﴾: جب مُثنیٰ (تثنیہ) کا ذکر کر دیا تھا تو اس کے بعد کِلَا، اِثْنَانِ اور اِثْنَتَانِ کا ذکر کیوں کیا ہے؟

﴿جواب﴾: چونکہ کِلَا، اِثْنَانِ اور اِثْنَتَان حقیقۃً تثنیہ نہ تھے، کیونکہ حقیقۃً تثنیہ وہ ہوتا ہے جس کا معنیٰ بھی تثنیہ والا ہو، وزن بھی تثنیہ والا ہو اور اسی مادے سے اس کا اس کا واحد بھی ہو۔ جیسے رَجُلَانِ۔

﴿سوال﴾: کِلَا کے ساتھ کِلْتَا کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ حالانکہ اِثْنَانِ کے ساتھ اِثْنَتَانِ کا ذکر کیا ہے۔

﴿جواب﴾: چونکہ کِلَا مذکر اور اصل ہے اور کِلْتَا مؤنث اور فرع ہے، اور اصل کو ذکر کرنے کے بعد فرع کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہتی بشرطیکہ اصل و فرع کا حکم ایک ہو، اور یہاں بھی کِلَا اور کِلْتَا کا حکم ایک ہے اس لیئے کِلَا کے ذکر کے بعد کِلْتَا کا ذکر چھوڑ دیا۔

❁ رہی بات اِثْنَتَانِ کو اِثْنَانِ کے بعد ذکر کرنے کی! تو وہ اس لیئے ذکر کیا تا کہ اس امر کی طرف اشارہ ہو جائے کہ یہ اعراب صرف کِلَا اور اِثْنَان (جو دونوں مذکر ہیں) کا ہی نہیں بلکہ ان دونوں کے مؤنث یعنی کِلْتَا اور اِثْنَتَان کا بھی ہے۔

﴿سوال﴾: تثنیہ کو جمع مذکر سالم پر مقدم کیوں کیا؟

﴿جواب﴾: چونکہ تثنیہ جمع سے طبعی طور پر مقدم ہے لہٰذا وضعی طور پر (ذکر میں) بھی مقدم کر دیا تا کہ وضع طبع کے مطابق ہو جائے۔

﴿سوال﴾: اِثْنَانِ اور اِثْنَتَانِ کی تثنیہ سے زیادہ مشابہت ہے لہٰذا کِلَا کا ذکر بعد میں کیا جاتا اور اِثْنَانِ اور اِثْنَتَان کا ذکر کِلَا سے پہلے تثنیہ کے ساتھ کیا جاتا، لیکن ان (اِثْنَانِ اور اِثْنَتَان) کا ذکر کِلَا کے بعد کیوں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: اِثْنَانِ اور اِثْنَتَانِ کا الحاق تثنیہ سے بآسانی سمجھ آتا ہے کیونکہ ان کے آخر میں نون تثنیہ کی طرح ہے، جبکہ کِلَا کا الحاق تثنیہ سے بآسانی سمجھ نہیں آتا اس لیئے مصنف علیہ الرحمۃ پہلے کِلَا اور کِلْتَا کا ذکر کیا تا کہ طالب علم ان سے غافل نہ ہو۔

﴿سوال﴾: کِلَا کے ساتھ یہ قید کیوں لگائی کہ جب وہ مضاف ہو ضمیر کی طرف تو اس وقت یہ اعراب ہوگا ورنہ نہیں؟۔

﴿جواب﴾: چونکہ کِلَا کے دو اعراب ہیں (۱) اعراب بالحرف۔ (۲) اعراب بالحرکت۔

اگر کِلَا اسم ظاہر کی طرف مضاف ہو تو اس کا اعراب !اعراب بالحرکت ہوگا، اور اگر یہ ضمیر کی طرف مضاف ہو تو اس کا اعراب !اعراب بالحرف ہوگا، چونکہ اس کے اعراب بالحرف کے لیئے ضمیر کی طرف اس (کِلَا) کا مضاف ہونا شرط تھا، اس لیئے اس شرط کو ذکر کیا گیا ہے۔

﴿سوال﴾: آپ نے کہا کہ کِلَا جب اسم ضمیر کی طرف مضاف ہو تو اسکا اعراب، اعراب بالحرف ہوگا ورنہ اعراب بالحرکت ہوگا، ایسا کیوں؟

﴿جواب﴾: چونکہ اسم ضمیر کے مقابلہ میں اسم ظاہر اصل ہے اور اعراب بالحرف کے مقابلہ میں اعراب بالحرکت اصل ہے، لہٰذا کِلَا کو اصل کی طرف مضاف ہونے کی صورت میں اصل اعراب اور فرع کی طرف مضاف ہونے کی صورت میں فرعی اعراب دیا گیا ہے۔

﴿عبارت﴾:

جَمْعُ الْمُذَكَّرِ السَّالِمُ وَاُولُوْ وَعِشْرُوْنَ وَاَخَوَاتُهَا بِالْوَاوِ وَالْيَاءِ

﴿ترجمہ﴾: جمع مذکر سالم اور اولو اور عشرون اور اس کے نظائر (کا اعراب حالت رفعی میں) واؤ کے ساتھ اور (حالتِ نصبی وجری میں) یاء کے ساتھ (ہوتا) ہے۔

﴿تشریح﴾:

یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ اسم متمکن کی دسویں قسم (جَمْعُ الْمُذَكَّرِ السَّالِمُ) اور گیارھویں قسم (اُولُو) اور بارھویں قسم (عِشْرُوْنَ تَا تِسْعُوْنَ) کا اعراب بیان کررہے ہیں کہ ان تینوں قسموں کا اعراب یہ ہے کہ ان کی حالت رفعی واؤ کے ساتھ ہوتی ہے اور حالتِ نصبی وجری یا ماقبل مکسور کے ساتھ ہوتی ہے ۔جیسے: جَاءَ مُسْلِمُوْنَ وَاُولُوْ مَالٍ وَعِشْرُوْنَ رَجُلًا، رَئَيْتُ مُسْلِمِيْنَ وَاُولِيْ مَالٍ وَعِشْرِيْنَ رَجُلًا وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِيْنَ وَاُولِيْ مَالٍ وَعِشْرِيْنَ رَجُلًا

﴿فائدہ﴾: جمع کی تین قسمیں ہیں۔ (1) حقیقی (2) صوری (3) معنوی

جمع حقیقی: وہ جمع ہے جس کا معنی بھی جمع والا ہو اور وزن بھی جمع والا ہو، اور اسی مادے سے اس کا مفرد بھی ہو۔ جیسے: رِجَالٌ

جمع صوری: وہ جمع ہے جس کا معنی بھی جمع والا ہو، اور وزن بھی جمع والا ہو اور لیکن اسی مادے سے اس کا مفرد نہ ہو۔ جیسے:

عِشْرُوْنَ تا تِسْعُوْنَ

جمع معنوی: وہ جمع ہے جس کا معنیٰ تو جمع والا ہو، لیکن وزن بھی جمع والا نہ ہو، اور اسی مادے سے اس کا مفرد نہ ہو۔ جیسے: اُولُوْ

﴿اعتراض﴾: جمع مذکر سالم کے بعد اُولُوْ اور عِشْرُوْنَ وغیرہ کو ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی، کیونکہ جمع مذکر سالم سے مراد اس کے وہ افراد ہیں جن کی حالتِ رفعی واؤ کے ساتھ ہوتی اور حالتِ نصبی وجری یا ماقبل مکسور کے ساتھ ہوتی ہے۔ جیسے: اُولُوْ اور عِشْرُوْنَ وغیرہ تو پھر ان کو علیحدہ کیوں ذکر کیا گیا؟

﴿جواب﴾: چونکہ یہ (اُولُوْ اور عِشْرُوْنَ تا تِسْعُوْنَ) حقیقۃً جمع نہیں تھے، بلکہ صورۃً اور معنیً جمع تھے اسی لیئے پھر ان کا ذکر کرنا پڑا۔

﴿سوال﴾: جمع معنوی (اُولُوْ) کو جمع صوری (عِشْرُوْنَ تا تِسْعُوْن) پر مقدم کیوں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: عِشْرُوْنَ تا تِسْعُوْن کا الحاق بآسانی جمع حقیقی سے سمجھ آتا ہے کیونکہ ان کے آخر میں نون! جمع حقیقی کی طرح ہے جبکہ اُولُوْ کا الحاق جمع حقیقی سے بآسانی سمجھ نہیں آتا، اسی لیئے مصنف علیہ الرحمۃ نے پہلے اُولُوْ کا ذکر کیا تاکہ متعلم اس سے غافل نہ رہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے عِشْرُوْن کو جمع صوری کہا ہے، یہ درست نہیں کیونکہ اس کا تو اسی مادے سے مفرد بھی یعنی عَشَرٌ موجود ہے، اور جس جمع کا اسی مادے سے مفرد بھی ہو وہ جمع حقیقی ہوا کرتی ہے۔

﴿جواب﴾: عِشْرُوْنَ جمع حقیقی نہیں کیونکہ جمع کا اطلاق کم از کم تین افراد پر ہوتا ہے لہٰذا اگر عِشْرُوْنَ کے تین عَشَرٌ شمار کیئے جائیں، تو عِشْرُوْنَ کا معنیٰ تیس ہوگا حالانکہ اس کا معنیٰ تیس نہیں بیس ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ عِشْرُوْنَ کا جمع حقیقی ہونا درست نہیں۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے عِشْرُوْنَ کے لیئے مابعد تمام دہائیوں کو اَخَوَات قرار دیا ہے جو کہ درست نہیں۔ کیونکہ اَخَوَات ذی روح کی صفت ہے جبکہ عِشْرُوْنَ غیر ذی روح ہے۔

﴿جواب﴾: اَخَوَات اپنے حقیقی معنیٰ میں نہیں بلکہ اپنے مجازی معنیٰ میں ہے یعنی وہ اسماء جو عِشْرُوْن کے ہم مثل اور مشابہ ہیں جیسے ثَلَاثُوْنَ، اَرْبَعُوْنَ، خَمْسُوْنَ وغیرہا۔

﴿سوال﴾: تثنیہ و جمع کو مفرد کی فرع ہونے کی بناء پر جو فرعی اعراب (اعراب بالحرف) دیا گیا ہے، یہ تینوں حالتوں میں کیوں نہیں دیا گیا؟

﴿جواب﴾: اگر اعراب بالحرف (واؤ، الف، یاء) تثنیہ وجمع کو تینوں حالتوں میں دے دیا جاتا تو تثنیہ وجمع میں التباس لازم آجاتا، تو التباس سے بچنے کے لیئے اعراب بالحرف کو ان دونوں میں تقسیم کر دیا، اس طرح کہ تثنیہ کو حالتِ رفعی کے لیئے الف دے دیا، (کیونکہ الف خفیف ہے اور تثنیہ کثیر الاستعمال ہے اور کثیر الاستعمال خفیف کا مستحق ہوتا ہے) اور جمع کو حالتِ رفعی کے لیئے واؤ دے دیا (کیونکہ واؤ ثقیل ہے اور جمع مذکر قلیل الاستعمال ہے، اور قلیل الاستعمال ثقیل کا ہی مستحق ہوتا ہے)۔

یاء! تثنیہ اور جمع دونوں کو حالتِ جری کے لیئے دے کر نصب کو حالت جری کے تابع کر دیا، اور التباس سے بچنے کے لیئے تثنیہ میں یاء کے ماقبل کو فتحہ اور جمع میں یاء کے ماقبل کو کسرہ دے دیا۔

﴿سوال﴾: نصب کو جر کے تابع کیا جاتا ہے یا جر کو نصب کے تابع کیا جاتا ہے، لیکن جر یا نصب کو رفع کے تابع کیوں نہیں کیا جاتا؟

﴿جواب﴾: یہ بات پہلے بھی گزری ہے کہ نصب وجر فضلہ کی علامت ہیں اور رفع عمدہ کی علامت ہے، فضلہ اور عمدہ میں تباین ہے جبکہ تابع اور متبوع میں مناسبت ہوا کرتی ہے لہٰذا جر! نصب کے یا نصب! جر کے تابع تو ہوگا کیونکہ ان میں مناسبت ہے، لیکن ان میں سے کوئی بھی رفع کے تابع یا رفع ان میں سے کسی کے تابع نہیں ہوگا کیونکہ ان میں باہمی مناسبت نہیں۔

﴿عبارت﴾:

اَلتَّـقْدِيْرُ فِيْمَا تَعَذَّرَ كَعَصَا وَغُلَامِيْ مُطْلَقًا اَوِ اسْتُثْقِلَ كَقَاضٍ رَفْعًا وَجَرًّا وَنَحْوُ مُسْلِمِيَّ رَفْعًا وَاللَّفْظِيُّ فِيْمَا عَدَاهُ

﴿ترجمہ﴾: تقدیری اعراب اس اسم معرب میں ہوتا ہے جس میں ظہورِ اعراب ممکن نہ ہو جیسے عَصٰی اور غُلَامِی تینوں حالتوں میں، یا جس میں ظہورِ اعراب ثقیل ہو، جیسے قَاضِیْ کی حالتِ رفعی وجری میں اور جیسے مُسْلِمِیَّ کی حالتِ رفعی میں، اور اعراب لفظی مذکورہ چار صورتوں کے غیر میں ہوتا ہے۔

﴿تشریح﴾:

ماقبل میں مصنف علیہ الرحمۃ نے اسم متمکن کی ان بارہ اقسام کا اعراب بیان کیا جن میں کچھ کا اعراب بالحرکت لفظی ہے اور کچھ کا اعراب بالحرف لفظی ہے۔

❁ اب یہاں سے مصنف علیہ الرحمۃ اسم متمکن کی بقیہ اقسام اربعہ کا اعراب بیان کر رہے ہیں جن میں سے کچھ کا اعراب بالحرکت تقدیری ہے اور کچھ کا اعراب بالحرف تقدیری ہے۔

❁ چنانچہ تیرھویں قسم اسم مقصورہ ہے اس کی حالتِ رفعی ضمہ تقدیری کے ساتھ اور حالتِ نصبی فتحہ تقدیری کے ساتھ اور حالتِ

جری کسرہ تقدیری کے ساتھ ہوتی ہے۔

چودھویں قسم غیر جمع مذکر سالم مُضَاف اِلٰی یَاءِ الْمُتَکَلِّم ہےاس کی بھی حالتِ رفعی ضمہ تقدیری کے ساتھ اور حالتِ نصبی فتحہ تقدیری کے ساتھ اور حالتِ جری کسرہ تقدیری کے ساتھ ہے۔

پندرھویں قسم اسمِ منقوص ہے، اس کی حالتِ رفعی ضمہ تقدیری کے ساتھ اور حالتِ نصبی فتحہ لفظی کے ساتھ اور حالتِ جری کسرہ تقدیری کے ساتھ ہے۔

سولھویں قسم جمع مذکر سالم مضاف بیائے متکلم ہے، اس کی حالتِ رفعی واؤ تقدیری کے ساتھ اور حالتِ نصبی وجری یائے لفظی کے ساتھ ہوتی ہے۔

﴿اسمِ مقصورہ﴾:

وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو لیکن وہ زائدہ نہ ہو بلکہ لام کلمہ سے بدلا ہوا ہو۔

جیسے مُصْطَفٰی کے آخر میں الف زائدہ نہیں بلکہ لام کلمہ (یا جو کہ اصل میں واؤ تھی) سے بدلا ہوا ہے ایسا اسم مقصوری منصرف ہوتا ہے۔

لیکن جس اسم کے آخر میں الف مقصورہ زائد ہو وہ غیر منصرف ہوگا کیونکہ وہاں الف مقصورہ زائد تانیث کی علامت ہوگی جو دوسبب کے قائم مقام ہے۔ جیسے: حُبْلٰی مُوْسٰی

﴿اسمِ منقوص﴾:

وہ اسم ہے جس کے آخر میں یاء ہو اور ماقبل مکسور ہو، یاد رہے یہ یاء کبھی لفظاً ہوگی جیسے قَاضِیْ اور کبھی تقدیراً ہوگی جیسے قَاضٍ

اَلتَّقْدِیْرُ فِیْمَا تَعَذَّرَ کَعَصَا وَغُلَامِیْ مُطْلَقًا

﴿اعتراض﴾:

مصنف علیہ الرحمۃ اعراب کا بیان کر رہے تھے تو یہ اچانک تقدیر کا بیان کیوں شروع کر دیا ہے؟ یہ تو اِشْتِغَالٌ بِمَالَایَعْنِیْ (مقصود کے غیر میں مشغول ہونا) ہے جو کہ درست نہیں۔

﴿جواب﴾: اَلتَّقْدِیْرُ پر الف ولام کوفیوں کے نزدیک عوضِ مضاف الیہ ہے اور بصریوں کے نزدیک عہد خارجی ہے یعنی اصلاً تَقْدِیْرُ الْاِعْرَابِ ہے۔

الغرض! یہاں سے مصنف علیہ الرحمۃ مطلقاً تقدیر کا اعراب نہیں بیان کر رہے بلکہ تقدیری اعراب کا بیان کر رہے ہیں، لہٰذا اِشْتِغَالٌ بِمَالَایَعْنِیْ (مقصود کے غیر میں مشغول ہونا) نہ ہوا۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے کہا اَلتَّقْدِیْرُ فِیْمَا تَعَذَّرَ کہ جہاں بھی لفظی اعراب متعذر رہو یا ثقیل ہو وہاں تقدیری اعراب ہوگا پھر تو فعل ماضی، فعل امر حاضر معروف اور حروف پر بھی تقدیری اعراب ہونا چاہیئے کیونکہ ان میں نہ صرف لفظی اعراب متعذر ہے بلکہ ممتنع ہے۔

﴿جواب﴾: مذکورہ عبارت (اَلتَّقْدِیْرُ فِیْمَا تَعَذَّرَ) میں واقع مَا سے مراد اسم معرب ہے اب معنیٰ یہ ہوا کہ تقدیری اعراب اس اسم معرب میں ہوتا ہے جس میں ظہور اعراب متعذر ہو جبکہ فعل ماضی، فعل امر حاضر معروف اور حروف اسم معرب نہیں ہیں۔ لہٰذا فِیْمَا تَعَذَّرَ میں داخل نہ ہوئے۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے کہا کہ ''تقدیری اعراب وہاں ہوگا، جہاں لفظی اعراب مُتَعَذَّر ہوگا'' یہ کہنا درست نہیں کیونکہ مُتَعَذَّر، تَعَذُّر سے ہے اور تَعَذُّر کا معنی ہے جس کا حصول دشواری کیساتھ ممکن ہو، جبکہ عَصَا اور غُلَامِیْ میں دشواری کیساتھ بھی ضمہ بھی نہیں پڑھ سکتے، لہٰذا ان کے لیئے تقدیری اعراب بھی نہیں ہونا چاہیئے۔

﴿جواب﴾: یہاں تَعَذُّر اپنے حقیقی معنیٰ میں نہیں ہے بلکہ مجازی معنیٰ میں ہے یعنی تَعَذَّرَ بمعنیٰ اِمْتَنَعَ ہے، یعنی جہاں معرب کا آخر اعراب کے قابل نہ رہے وہاں تقدیری اعراب ہوگا۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے کہا کہ اَلتَّقْدِیْرُ فِیْمَا تَعَذَّرَ میں تَعَذَّرَ بمعنیٰ اِمْتَنَعَ ہے یعنی عَصَا اور غُلَامِیْ میں اعراب ممتنع ہے یہ درست نہیں کیونکہ اعراب کا ممتنع ہونا تو مبنی میں ہوتا ہے جبکہ عَصَا اور غُلَامِیْ معرب ہیں۔

﴿جواب﴾: مبنی میں لفظی اعراب بھی ممتنع ہوتا ہے اور تقدیری اعراب بھی ممتنع ہوتا ہے جبکہ یہاں (عَصَا اور غُلَامِیْ میں) لفظی اعراب تو ممتنع ہے لیکن تقدیری اعراب ممتنع نہیں۔

﴿سوال﴾: عَصَا اور غُلَامِیْ میں لفظی اعراب کے ممتنع ہونے کی دلیل کیا ہے؟

﴿جواب﴾: محل اعراب اسم کا آخری حرف ہوتا ہے اور عَصَا کا آخری حرف الف ہے اور الف کسی حرکت کو قبول نہیں کرتا لہٰذا عَصَا پر لفظی اعراب ممتنع ہوا۔

رہی بات غُلَامِی کی! تو اس میں محل اعراب میم ہے جس پر یائے متکلم کی وجہ سے کسرہ ہے اور اس کسرہ کے رہتے ہوئے میم پر نہ تو کوئی دوسرا ممکن ہے اور نہ ہی ضمہ اور فتحہ ممکن ہے لہٰذا غُلَامِیْ پر بھی اعراب ممتنع ہوا۔

﴿سوال﴾: غُلَامِیْ سے آپ کی کیا مراد ہے؟

اگر ہر وہ اسم مراد ہے جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو غلط، کیونکہ جب تثنیہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہوتا ہے

اس کا اعراب تقدیری نہیں ہوتا۔

اور اگر جمع مذکر سالم مراد ہے تو بھی درست نہیں کیونکہ جمع مذکر سالم بھی جب یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو اس کا اعراب بھی نصب و جر کی صورت میں تقدیری نہیں ہوتا۔

اور اگر اس سے مراد ہر وہ اسم ہو جو واحد ہو اور یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو بھی درست نہیں کیونکہ وہ جمع مؤنث سالم جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو اس کا اعراب بھی تینوں صورتوں میں تقدیری ہوتا ہے۔ جیسے: هُنَّ بَنَاتِيْ، رَئَيْتُ بَنَاتِيْ، مَرَرْتُ بَنَاتِيْ

﴿جواب﴾: غُلَامِیْ سے مراد ہر وہ اسم ہے جس کا اعراب مضاف نہ ہونے کی صورت میں حرکت سے ہو اور وہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو ایسے اسم کا اعرب تینوں صورتوں میں تقدیری ہوگا۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے مُطْلَقًا کی قید کیوں لگائی ہے؟

﴿جواب﴾: تاکہ یہ وہم پیدا نہ ہو کہ قَاضِيْ (اسم منقوص) اور مُسْلِمِيَّ (جمع مذکر سالم مضاف بیائے متکلم) کی طرح عَصَا اور غُلَامِيْ کا بھی اعراب تینوں حالتوں میں تقدیری نہیں، یعنی عَصَا (اسم مقصوری) اور غُلَامِيْ (غیر جمع مذکر سالم مضاف بیائے متکلم) کا اعرب تینوں حالتوں میں تقدیری ہی ہے، اور اسم منقوص کا اعراب حالتِ رفعی اور جری میں تقدیری ہے اور جمع مذکر سالم مضاف بیائے متکلم کا اعراب صرف حالتِ رفعی میں تقدیری ہے۔

اَوِ اسْتُثْقِلَ كَقَاضٍ رَفْعًا وَجَرًّا وَنَحْوُ مُسْلِمِيَّ رَفْعًا

اُسْتُثْقِلَ صیغہ ماضی مجہول کا ہے اور اس کا عطف تَعَذَّرَ پر ہے یعنی اس اسم میں بھی تقدیری اعرب ہوگا جس میں ظہورِ اعراب تلفظ میں ثقیل اور دشوار ہو جیسے قاضٍ۔

یاد رہے کہ یہاں قَاضٍ سے مراد وہ اسم معرب ہے جس کے آخر میں یاء ہو اور ماقبل مکسور ہو خواہ وہ یاء ثابت ہو جیسے اَلْقَاضِيْ یا وہ یاء ساقط جیسے قَاضٍ، قَاضِيْ میں ثقل کی وجہ سے تقدیری اعراب بالحرکت ہوتا ہے اور مُسْلِمِيَّ میں اعراب بالحرف۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے تَعَذَّرَ کا ذکر پہلے اور اُسْتُثْقِلَ کا ذکر بعد میں کیوں کیا؟

﴿جواب﴾: تَعَذُّر میں معرب کا آخری حرف اعراب کے قابل ہی نہیں رہتا، اور اِسْتِثْقَال میں آخری حرف اعراب کے قابل تو رہتا ہے لیکن اعراب ثقیل ہوتا ہے چونکہ اِسْتِثْقَال کی بنسبت تَعَذُّر تقدیری اعراب کا اعلیٰ فرد ہے اس لیئے اسے پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

﴿اعتراض﴾: قَاضِیُ اوراس کے ہم مثل میں حالت رفعی اور جری میں اعراب لفظی کو ثقیل کیوں قرار دیا گیا ہے اور حالتِ نصبی میں ثقیل کیوں نہیں قرار دیا گیا ہے؟

﴿جواب﴾: یا پر ضمہ اور کسرہ بولنے میں ثقیل ہوتے ہیں جبکہ فتحہ ثقیل نہیں ہوتا۔

﴿سوال﴾: مُسْلِمِیَّ سے آپ کی کیا مراد ہے؟ اگر ہر وہ اسم مراد ہے جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو یہ غلط ہے کیونکہ تثنیہ جب یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو اس کا اعراب تقدیری نہیں ہوتا، اور اگر اس سے مراد وہ اسم ہو جو جمع ہو اور یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ جمع مکسر اور جمع مؤنث سالم جب یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں تو ان کا اعراب تینوں صورتوں میں تقدیری ہی ہوتا ہے مُسْلِمِیَّ والا اعراب نہیں ہوتا۔

﴿جواب﴾: مُسْلِمِیَّ سے مراد وہ اسم ہے جو جمع مذکر سالم ہو اور یائے متکلم کی طرف مضاف ہو۔

﴿سوال﴾: مُسْلِمِیَّ پر حالتِ رفعی میں اعراب کو ثقیل کیوں قرار دیا گیا ہے اور حالتِ نصبی وجری میں اسے ثقیل کیوں نہیں قرار دیا گیا ہے؟

﴿جواب﴾: قاعدہ ہے کہ جہاں واؤ اور یاء جمع ہو جائیں اور ان میں پہلا حرف ساکن ہو تو واؤ بولنے میں ثقیل ہوتا ہے اسی لیئے ایسی صورت میں واؤ کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کر دیتے ہیں اور ماقبل کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا جاتا ہے۔

چنانچہ مُسْلِمِیَّ میں یہی صورتحال ہے کہ اس کی حالتِ رفعی میں اعراب لفظی واؤ ساکن ہے جس کے بعد یاء ہے چونکہ واؤ بولنے میں ثقیل ہے اس لیئے اسے یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا اب چونکہ واؤ لفظاً نہیں اس لیئے مُسْلِمِیَّ کی حالتِ رفعی تقدیری ہوگئی، اور اس کی حالتِ نصبی وجری میں اعرابِ لفظی یاء ہے اور یہ ثقیل نہیں کیونکہ ایک جگہ دو یاء جمع ہو جائیں تو ثقل پیدا نہیں ہوتا جیسے بَغْدَادِیٌّ، قَادِرِیٌّ

﴿سوال﴾: مُسْلِمِیَّ میں حالتِ رفعی کا اعراب یا ماقبل مکسور ہو جاتا تو کیا خرابی لازم آتی؟

﴿جواب﴾: چونکہ تعلیل سے جو حرف بدلتا ہے وہ حکماً موجود ہوتا لہٰذا وہ واؤ جو تعلیل سے یاء ہوگئی ہے وہ بھی موجود ہے اب اگر یاء ماقبل مکسور کو اعراب مان لیا جاتا تو ایک کلمہ پر دو اعراب لازم آجاتے، ایک تقدیری اعراب یعنی واؤ جو حکماً موجود ہے اور ایک اعراب لفظی یعنی یاء ماقبل مکسور اور ایک کلمہ پر ایک حالت میں دو اعراب ادا کرنا ممتنع ہے۔

﴿فائدہ﴾: اَلْاِعْرَابُ اللَّفْظِیُّ مَالَا یَمْتَنِعُ ظُهُوْرُهٗ فِی اللَّفْظِ وَلَایَسْتَثْقِلُ

﴿ترجمہ﴾: اعراب لفظی وہ اعراب ہے جس کا لفظوں میں ظاہر ہونا بھی ممتنع نہ ہو اور ثقیل بھی نہ ہو۔

اَلْاِعْرَابُ التَّقْدِیْرِیُّ هُوَ مَایَمْتَنِعُ وَیَسْتَثْقِلُ ظُهُوْرُهٗ فِی اللَّفْظِ وَلَاتَقْدِیْرُهٗ

﴿ترجمہ﴾: اعراب تقدیری وہ اعراب ہے جس کا لفظوں میں ظاہر ہونا ممتنع ہو اور باعث ثقل ہو لیکن اس کا مقدر ہونا ممتنع اور باعث ثقل نہ ہو۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے کہا کَعَصَا وَغُلَامِیْ مُطْلَقًا اَوِ اسْتُثْقِلَ کَقَاضٍ وَنَحْوُ مُسْلِمِیَّ یعنی غُلَامِیْ سے پہلے کلمہ تمثیل (كَ) کو ترک کیا ہے لیکن مُسْلِمِیَّ سے پہلے کلمہ تمثیل نَحْوُ کو ترک نہیں بلکہ ذکر کیا ہے، کیوں؟

﴿جواب﴾: اعرابِ متعذر کی صرف ایک ہی قسم ہے حرکتِ اعرابیہ یعنی اسم مقصوری پر اور غیر جمع مذکر سالم مضاف بیائے متکلم پر اعراب تقدیری صرف حرکت کیساتھ ہی ہوتا ہے، اسی لیئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اعراب متعذر کی دوسری قسم سے پہلے کلمہ تمثیل کو چھوڑ دیا ہے اور وَغُلَامِیْ لکھا ہے جبکہ اعرابِ ثقیل کی دو قسمیں ہیں (۱) حرکت (۲) حرف، یعنی اسم منقوص میں اعراب تقدیری حرکت کے ساتھ ہوتا ہے اور جمع مذکر سالم مضاف بیائے متکلم میں اعراب تقدیری حرف کے ساتھ ہوتا ہے، حرکت اور حرف چونکہ دو الگ چیزیں ہیں بس اسی لیئے مصنف علیہ الرحمۃ نے اعرابِ ثقیل کی دوسری قسم سے پہلے جداگانہ کلمہ تمثیل (نَحْوُ) ذکر کیا ہے۔

❁ وَاللَّفْظِیُّ فِیْمَا عَدَاهُ

مصنف علیہ الرحمۃ اعرابِ تقدیری کے بیان سے فارغ ہو کر اعرابِ لفظی کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اعرابِ لفظی مذکورہ چار جگہوں (اسم مقصورہ، غیر جمع مذکر سالم مضاف بیائے متکلم، اسم منقوص، جمع مذکر سالم مضاف بیائے متکلم) کے علاوہ میں ہوتا ہے،

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے اعرابِ تقدیری کو اعرابِ لفظی پر مقدم کیوں کیا؟ حالانکہ اعرابِ لفظی اصل ہے اور اعرابِ تقدیری فرع ہے اور اصل فرع پر مقدم ہوتی ہے۔

﴿جواب﴾: اعرابِ تقدیری کے مواقع قلیل ہیں، اور اعرابِ لفظی کے مواقع کثیر ہیں چونکہ مصنف علیہ الرحمۃ اختصار کے درپے تھے اور اختصار اسی میں تھا کہ اعراب تقدیری کے مواقع بیان کر کے کہہ دیا جائے کہ اعراب لفظی کے مواقع ان کے علاوہ ہیں اگر اس کے برعکس کہا جاتا یعنی اعرابِ لفظی کے مواقع بیان کر کے کہا جاتا کہ اعراب تقدیری کے مواقع ان کے علاوہ ہیں تو عبارت طویل ہو جاتی۔

﴿سوال﴾: وَاللَّفْظِیُّ فِیْمَا عَدَاهُ میں ضمیر مجرور کا مرجع کیا ہے؟

﴿جواب﴾: ضمیر مجرور کا مرجع اعرابِ تقدیری کی بیان کردہ مثالیں ہیں جو مَذْکُوْرٌ کی تاویل میں ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

غیر منصرف کا بیان

﴿عبارت﴾:

غَيْرُ الْمُنْصَرِفِ مَا فِيْهِ عِلَّتَانِ مِنْ تِسعٍ اَوْ وَاحِدَةٌ مِنهَا تَقُوْ مُ مَقَا مَهُمَا

﴿ترجمہ﴾: غیر منصرف وہ اسم معرب ہے کہ جس میں نو اسباب میں سے دو سبب ہوں یا کوئی ان میں سے ایک سبب ہو جو دو کے قائم مقام ہو۔

﴿تشریح﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے ماقبل میں منصرف اور غیر منصرف کا اعراب تو بیان کر دیا تھا لیکن اب ضرورت اس امر کی تھی کہ یہ بیان کیا جائے کہ منصرف اور غیر منصرف کسے کہتے ہیں اور ان کی تعریف کیا ہے۔ چنانچہ مَا فِيْهِ عِلَّتَان الخ سے غیر منصرف کی تعریف فرما رہے ہیں۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے غیر منصرف کی تعریف تو کر دی ہے لیکن منصرف کی کیوں نہیں کی ہے؟

﴿جواب﴾: غیر منصرف کی تعریف سے منصرف کی تعریف خود بخود سمجھی جا سکتی ہے اس لیے منصرف کی تعریف علیحدہ سے نہیں کی گئی۔

﴿سوال﴾: منصرف کی تعریف ذکر کر کے پھر بھی تو غیر منصرف کی تعریف سمجھی جا سکتی تھی، مصنف علیہ الرحمۃ نے ایسے کیوں نہیں کیا؟

﴿جواب﴾: غیر منصرف کی تعریف وجودی تھی اور منصرف کی عدمی اور یہ بات بدیہی ہے کہ قابل ذکر شے وجودی ہوتی ہے عدمی نہیں ہوتی۔

﴿اعتراض﴾: لفظِ غَيْرُ الْمُنْصَرِفِ ماقبل عبارت میں مبتداء ہے، جبکہ اس کا مبتداء بننا درست نہیں، کیونکہ لفظِ غیر کے لیے قاعدہ یہ ہے کہ یہ اگر معرفہ کی طرف مضاف بھی ہو جائے تو اس کے انتہائی مبہم ہونے کی وجہ سے پھر بھی یہ نکرہ رہتا ہے، حالانکہ مبتداء معرفہ ہوتا ہے۔

﴿جواب﴾: لفظِ غیر انتہائی مبہم ہونے کی وجہ سے اگر چہ معرفہ کی طرف مضاف ہونے کی صورت میں بھی نکرہ ہی رہتا ہے لیکن جب اس کا مضاف الیہ ایسا ہو کہ اس کی صرف ایک ہی ضد ہو جیسے غَیْرُ الْحَرَکَۃ میں حرکت کی صرف ایک ہی ضد (سُکُون) ہے، تو اس وقت معرفہ ہو جاتا ہے، ہاں اگر اس کے مضاف الیہ کی کئی ضدیں ہوں جیسے غَیْرُ زَیْدٍ میں زید کی کئی ضدیں ہیں عمرو، خالد وغیرہ تو پھر نکرہ رہتا ہے، لیکن یہاں چونکہ اس کے مضاف الیہ کی صرف ایک ہی ضد ہے لہٰذا یہ نکرہ نہیں بلکہ معرفہ ہے۔

﴿اعتراض﴾:

غیر منصرف کی تعریف دخولِ غیر سے مانع نہیں کیونکہ ضَرَبَتْ میں بھی دو سبب موجود ہیں۔

(۱) وزنِ فعل۔ (۲) تانیث۔ حالانکہ یہ غیر منصرف نہیں بلکہ مبنی ہے۔

﴿جواب﴾: غیر منصرف کی تعریف میں مَا سے مراد عام نہیں بلکہ خاص ہے یعنی اسم مراد ہے، اسم اور فعل دونوں نہیں اور ضَرَبَتْ فعل ہے، اسم نہیں ہے لہٰذا ضَرَبَتْ پر غیر منصرف کی تعریف صادق نہیں آتی۔

﴿اعتراض﴾: غیر منصرف کی تعریف پھر بھی دخولِ غیر سے مانع نہیں ہے کیونکہ حَضَارِ (ایک پہاڑ کا نام ہے جو بصرہ اور یمامہ کے درمیان ہے) میں بھی دو سبب پائے جاتے ہیں۔ (۱) تانیث۔ (۲) علمیت۔ پھر بھی وہ غیر منصرف نہیں بلکہ مبنی ہے۔

﴿جواب﴾: ہماری مراد اسم سے عام نہیں بلکہ خاص ہے یعنی اسم معرب ہے جبکہ حَضَارِ مبنی ہے، معرب نہیں ہے، لہٰذا ہماری تعریف دخولِ غیر سے مانع ہے۔

﴿فائدہ﴾: غیر منصرف کی دو قسمیں ہیں۔

1: وہ اسم جس میں دو سبب پائے جائیں۔ جیسے: اِبْرَاهِيْمُ، اِسْمَاعِيْلُ۔

2: وہ اسم جس میں ایک ایسا سبب پایا جائے جو دو کے قائم مقام ہو۔ جیسے: مَسَاجِدُ

﴿سوال﴾: حُبْلٰی کو کسی شخص کا علم بنایا جائے تو اس میں دو سبب پائے جائینگے (۱) تانیث (۲) علمیت لہٰذا اس وقت حُبْلٰی کو غیر منصرف کی قسم اول میں شمار کرنا چاہیے حالانکہ اس کا شمار دوسری قسم میں کیا جاتا ہے، ایسا کیوں؟ اسی طرح مَصَابِیْحُ کو کسی شخص کا علم بنایا جائے تو اسے بھی پہلی قسم میں شمار کرنا چاہیے حالانکہ یہ بھی دوسری قسم میں شمار کیا جاتا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

﴿جواب﴾: غیر منصرف کی قسم اول میں عِلَّتَیْنِ سے مراد وہ دو اسباب ہیں جو منع صرف میں مؤثر ہوں جبکہ علمیت! الف مقصورہ اور صیغہ جمع منتھی الجموع کیساتھ مؤثر نہیں ہوتی لہٰذا حُبْلٰی اور مَصَابِیْحُ میں دو دو سبب نہیں پائے گئے بلکہ ایک ایک سبب پایا گیا بناء بریں ان کا شمار قسم ثانی میں ہوا ہے قسم اول میں نہیں ہوا۔

﴿عبارت﴾:

وَهِيَ شِعْرٌ عَدْلٌ وَوَصْفٌ وَ تَانِيْثٌ وَ مَعْرِفَةٌ .وَعُجْمَةٌ ثُمَّ جَمْعٌ ثُمَّ تَرْكِيْبُ .وَالنُّو نُ زَائِدَةٌ مِنْ قَبْلِهَا اَلِفُ .وَوَزْنُ فِعْلٍ وَهٰذَاالْقَوْلُ تَقْرِيْبُ

﴿ترجمہ﴾ وہ نو اسباب عدل اور وصف اور تانیث اور معرفہ اور عجمہ اور جمع اور ترکیب اور نون جس سے پہلے الف زائد ہو اور وزن فعل ہیں یہ قول تقریبی ہے۔

﴿تشریح﴾:

یہ شعر ابو سعید عبد الرحمٰن بن محمد بن عبید اللہ الانباری الکوفی کا ہے، اس سے مصنف علیہ الرحمۃ اسباب منع صرف کا ذکر تفصیلاً کر رہے ہیں، جن کا ذکر غیر منصرف کی تعریف میں اجمالاً ہوا تھا۔

﴿اعتراض﴾: ھِیَ ضمیر جو کہ مبتداء ہے اس کا مرجع تِسْعٌ ہے، اور عَدْلٌ، وَصْفٌ وغیرہ میں سے ہر ایک خبر ہے، تو ہر ایک خبر کا حمل تِسْعٌ پر ہوا، بناء بریں معنیٰ یہ ہوا کہ نو عَدْل ہیں، نو وَصْف ہیں الخ، حالانکہ یہ مقصود و مطلوب نہیں۔

﴿جواب﴾: یہ معنیٰ اس وقت حاصل ہوگا جب عدل، وصف وغیرہ میں سے ہر ایک کو خبر قرار دیں، حالانکہ ان میں سے ہر ایک خبر نہیں ہے بلکہ معطوف علیہ اپنے تمام معطوفات سے مل کر مجموعہ کو خبر قرار دیا گیا ہے۔

﴿سوال﴾: ثُمَّ تراخی کے لیے آتا ہے لہذا مطلب یہ ہوا جمع اور ترکیب کا اسبابِ منع صرف میں سے ہونا عدل، وصف، تانیث، معرفہ اور عجمہ کے بعد ہوتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، کیونکہ تمام اسباب سبب ہونے میں برابر ہیں۔

﴿جواب﴾: یہاں ثُمَّ تراخی کے لیے لایا نہیں گیا بلکہ بمعنیٰ واؤ ہے، رہی یہ بات کہ واؤ کی جگہ اسے کیوں لایا گیا ہے تو جواباً عرض ہے کہ اس کا لایا جانا محض وزن شعری کی محافظت کے لیے ہے۔

﴿اعتراض﴾: زَائِدَةٌ پر دو اعراب کا احتمال ہے، (۱) رفع (۲) نصب، لیکن دونوں ہی باطل ہیں۔

کیونکہ اگر اسے مرفوع پڑھیں تو یہ وصف بنتا ہے اَلنُّوْنُ کی، اور اَلنُّوْنُ معرفہ ہے جبکہ زَائِدَةٌ نکرہ ہے، مطابقت نہیں پائی جا رہی، جو کہ ضروری ہوتی ہے، اور اگر اسے منصوب پڑھیں تو پھر اسکا نصب حال ہونے کی بناء پر ہوگا، لیکن یہ بھی درست نہیں کیونکہ حال یا فاعل سے ہوتا ہے یا مفعول سے، جبکہ اَلنُّوْنُ نہ تو فاعل ہے، اور نہ ہی مفعول۔

﴿جواب﴾: یہ دونوں احتمال ہی درست ہیں، رہی بات کہ اَلنُّوْنُ معرفہ ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اَلنُّوْنُ پر الف لام تعریف کا نہیں ہے بلکہ وزن شعری کا ہے لہذا اَلنُّوْنُ نکرہ ہے، پس موصوف اور صفت میں مطابقت پائی گئی اور اس کا نصب حال

ہونے کی بناء پر بھی ہوسکتا ہے اور وہ اس طرح کہ اَلنُّوْنُ فاعل ہے فعل مقدر تَمْنَعُ کا جس پر قرینہ شاعر کا دوسرا شعر مَوَانِعُ الصَّرْفِ تِسْعَةٌ الخ ہے لہٰذا زَائِدَةٌ کو اَلنُّوْنُ سے حال بنانا درست ہے۔

﴿اعتراض﴾: هٰذَا الْقَوْلُ یہ مبتداء ہے اور تَقْرِیْبٌ خبر ہے، اور خبر کا مبتداء پر حمل ہوتا ہے، جبکہ تَقْرِیْبٌ وصفِ محض ہے اور وصفِ محض کا حمل ذات پر درست نہیں لہٰذا تَقْرِیْبٌ کا خبر ہونا درست نہیں۔

﴿جواب﴾: 1: تَقْرِیْبٌ مصدر ہے اور مصدر کبھی مبنی للفاعل ہوتا ہے اور کبھی مبنی للمفعول ہوتا ہے، اور یہاں تَقْرِیْبٌ مصدر مبنی للفاعل ہے پس اصل عبارت یوں ہے کہ هٰذَا الْقَوْلُ مُقَرِّبٌ اِلَی الْحِفْظِ عِلَلَ تِسْعَةٍ کہ نظم سے نو اسباب بآسانی یاد ہونگے، اور یہ بات درست ہے کہ نثر کی بنسبت نظم جلدی یاد ہوتی ہے۔

2: یہاں تَقْرِیْبٌ مصدر مبنی للمفعول ہے پس اصل عبارت یوں ہے کہ هٰذَا الْقَوْلُ مُقَرَّبٌ اِلَی الصَّوَابِ کہ نو اسباب والا قول ہی درستگی کے زیادہ قریب ہے اور یہ بات بھی درست ہے۔ کیونکہ اسباب منع صرف کی تعداد میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔

جمہور کے نزدیک اسبابِ منع صرف نو ہیں، بعض کے نزدیک گیارہ ہیں، نو وہی جن کا ماقبل میں بیان ہوا، دو اور ہیں۔

(۱) شبہ الف تانیث (۲) تنکیر کے بعد وصفِ اصلی کا اعتبار کرنا۔

اور بعض کے نزدیک دو ہیں۔ (۱) ترکیب۔ (۲) حکایت۔

رہی یہ بات کہ ان دونوں مذہبوں کو رد کیوں کیا گیا؟ تو جواباً عرض یہ ہے کہ گیارہ والے قول میں کوئی نیا سبب مذکور نہیں کیونکہ شبہ تانیث تو تانیث میں داخل اور وصف اصلی کا اعتبار بعد از تنکیر یہ وصف میں داخل ہے، لہٰذا اسبابِ منع صرف نو ہی ہوئے، اور دو والوں کا قول اس لیئے رد کیا گیا کہ اس میں اجمال ہی اجمال ہے، جو مخل بالفہم ہوتا ہے۔

3: تَقْرِیْبٌ مصدر کے بعد یائے نسبت محذوف ہے یعنی اصل میں هٰذَا الْقَوْلُ تَقْرِیْبِیٌّ ای مَجَازِیٌّ ہے کہ امورِ تسعہ میں سے ہر ایک کو علت کہنا یہ حقیقی قول نہیں بلکہ مجازی قول ہے۔ کیونکہ حقیقۃً دو امروں کا مجموعہ علت بنتا ہے تنہا ان میں سے ہر ایک علت نہیں ہوتا۔ لیکن جزء پر کل کا نام مجازاً بول دیا گیا ہے۔

﴿عبارت﴾

وَحُكْمُهُ اَنْ لَا كَسْرَةَ وَلَا تَنْوِيْنَ .

﴿ترجمہ﴾: غیر منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر نہ تو کسرہ آتا ہے اور نہ ہی تنوین۔

﴿تشریح﴾:

غیر منصرف کی تعریف اور مثالیں بیان کرنے کے بعد اب اس کا حکم مصنف رحمۃ اللہ علیہ بیان فرمارہے ہیں کیونکہ تعریف کی طرح

حکم بھی موجبِ انکشاف ہوتا ہے۔

﴿اعتراض﴾: حُکْمُہٗ یہ مبتداء ہے اور پورا جملہ اسکی خبر ہے، قاعدہ یہ ہے کہ اگر خبر جملہ ہو تو اس میں ایک ایسی ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو کہ مبتداء کی طرف لوٹے، جبکہ اس جملہ میں کوئی ایسی ضمیر نہیں۔

﴿جواب﴾: تعریف میں اَنْ مُخَفَّفَہ مِنَ الْمُثَقَّلَہ ہے، جس کا اسم ضمیر محذوف ہے، یہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر بتاویل مفرد ہو کر خبر ہوئی حُکْمُہٗ مبتداء کی، تو مبتداء کی خبر جملہ نہیں ہے بلکہ مفرد ہے لہٰذا ضمیر والا اعتراض نہ رہا۔

﴿اعتراض﴾: لائے نفی جنس جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے مفرد پر داخل نہیں ہوتا لیکن یہاں حکم کے بیان میں لائے نفی جنس مفرد پر داخل ہے۔ کیونکہ عبارت لَا کَسْرَۃَ وَلَا تَنْوِیْنَ ہے۔

﴿جواب﴾: یہاں لائے نفی جنس کی خبر محذوف ہے اصلاً عبارت لَا کَسْرَۃَ فِیْہِ وَلَا تَنْوِیْنَ فِیْہِ ہے۔

﴿سوال﴾: غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین کیونکہ نہیں آتی؟

﴿جواب﴾: غیر منصرف فعل کے مشابہ ہے اور فعل پر کسرہ اور تنوین نہیں آتی، تنوین اس لیئے نہیں آتی کیونکہ وہ اسم کا ہی خاصہ ہے، رہی بات کسرہ کی! تو وہ بھی نہیں آتا، یہی وجہ ہے کہ جب فعل کے آخر میں یائے ضمیر متکلم لاحق ہو جو اپنے ماقبل کسرہ چاہتی ہے تو وہاں بھی فعل کو کسرہ نہیں دیا جاتا بلکہ درمیان میں نون وقایہ لایا جاتا ہے۔ جیسے ضَرَبَنِیْ

﴿عبارت﴾:

وَیَجُوْزُ صَرْفُہٗ لِلضَّرُوْرَۃِ اَوْ لِلتَّنَاسُبِ مِثْلُ سَلَا سِلاً وَ اَغْلَالاً وَمَا یَقُوْمُ مَقَامَھُمَا الْجَمْعُ وَ اَلِفَا التَّانِیْثِ ۔

﴿ترجمہ﴾: غیر منصرف کو ضرورتِ شعری کی وجہ سے یا مناسبت کی وجہ سے منصرف کے حکم میں کرنا جائز ہے، جیسے سَلَا سِلاً وَ اَغْلَالاً، اور وہ سبب جو دو کے قائم مقام ہے وہ جمع ہے اور تانیث کے دو الف ہیں۔

﴿تشریح﴾:

وَیَجُوْزُ صَرْفُہٗ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: غیر منصرف کا مذکورہ حکم صحیح نہیں ہے کیونکہ غیر منصرف پر کسرہ بھی آتا ہے اور تنوین بھی آتی ہے۔

کسرہ کی مثال: حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کلام میں۔

سَلَامٌ عَلٰی خَیْرِ الْاَنَامِ وَ سَیِّدٍ حَبِیْبِ اِلٰہِ الْعَالَمِیْنَ مُحَمَّدٍ
بَشِیْرٍ نَذِیْرٍ ھَاشِمِیٍّ مُکَرَّمٍ عَطُوْفٍ رَءُوْفٍ مَنْ یُّسَمّٰی بِاَحْمَدٍ

- اس نعتیہ کلام میں اَحْمَدْ غیر منصرف لیکن پھر بھی اس پر کسرہ ہے۔

تنوین کی مثال: حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کلام میں۔

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّهَا صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیْهَا

- اس کلام میں مَصَائِبٌ غیر منصرف ہے لیکن پھر بھی اس پر تنوین ہے۔
- الغرض! غیر منصرف کا ماقبل میں بیان کردہ حکم صحیح نہیں ہے۔

﴿جواب﴾: غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کرنا ضرورتِ شعری کے تحت جائز ہے چنانچہ مثال اول میں ضرورتِ شعری رعایتِ قافیہ ہے کہ رعایتِ قافیہ کی وجہ سے احمد کو منصرف کے حکم میں کر کے دال پر کسرہ پڑھا گیا ہے، اگر احمد کی دال پر فتحہ پڑھا گیا تو قافیہ میں خلل واقع ہو جائے گا، کیونکہ آخری حرف تمام ابیات میں مکسور ہے۔

اور مثال دوم میں ضرورتِ شعری صحتِ وزن ہے کہ صحتِ وزن کی وجہ سے مصائب کو منصرف کے حکم کر کے اس پر تنوین پڑھی گئی ہے، اگر مصائب پر تنوین نہ پڑھی جاتی تو مصرے کا وزن ٹوٹ جاتا۔

- اسی طرح غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کرنا مناسب کی وجہ سے بھی جائز ہے، جیسے سَلَاسِلاً وَ اَغْلَالاً میں سَلَاسِلاً غیر منصرف ہے لیکن اَغْلَالاً کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے کے لیئے اسے (سَلَاسِلاً) کو منصرف کے حکم میں کر دیا گیا ہے یعنی اس پر تنوین پڑھی گئی ہے۔

﴿فائدہ﴾: ضرورت کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) وزنِ شعری (۲) رعایہ قافیہ

وزنِ شعری: جس میں شعر کے دونوں مصروں کے آخری حرف کا اعتبار کیا جائے

جیسے: صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّهَا صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیْهَا

رعایہ قافیہ: جس میں شعر کے دونوں مصروں کے آخر میں آخری حرکت کا اعتبار کیا جائے

جیسے: سَلَامٌ عَلٰی خَیْرِ الْاَنَامِ وَ سَیِّدٖ حَبِیْبِ اِلٰهِ الْعَالَمِیْنَ مُحَمَّدٖ

بَشِیْرٍ نَذِیْرٍ هَاشِمِیٌّ مُکَرَّمٍ عَطُوْفٍ رَءُوْفٍ مَنْ یُّسَمّٰی بِاَحْمَدٖ

﴿اعتراض﴾: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وزنِ شعری اور مُنَاسَبَت کی وجہ سے غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کرنا جائز ہے یہ درست نہیں کیونکہ وزنِ شعری کی وجہ سے منصرف پڑھنا جائز نہیں بلکہ واجب ہے اور یَجُوْزُ سے جواز کا معنیٰ حاصل نہیں ہوتا۔

﴿جواب﴾: یَجُوْزُ اپنے حقیقی معنیٰ میں نہیں بلکہ مجازی معنیٰ میں ہے، اور وہ یَصِحُّ ہے جو کہ جواز اور وجوب دونوں کو شامل ہے۔

﴿اعتراض﴾: صاحب کافیہ نے فرمایا کہ غیر منصرف کو ضرورت اور مناسبت کی وجہ سے حکماً منصرف بنانا جائز، اس کا

برعکس کیوں نہیں فرمایا یعنی، یہ کیوں نہیں کہا کہ منصرف کو ضُرُوْرَۃ اور مُنَاسَبَت کی وجہ سے حکماً غیر منصرف بنانا جائز ہے۔

﴿جواب﴾: منصرف اصل ہے جبکہ غیر منصرف فرع، اور اصل کو فرع نہیں بنایا جاسکتا جبکہ فرع کو اصل بنایا جاسکتا ہے، لہٰذا برعکس نہیں کہا جاسکتا۔

﴿سوال﴾: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے سَلاَ سِلاً وَ اَغْلَالاً سے مناسبت کی مثال ذکر کی ہے لیکن ضُرُوْرَۃ کی مثال ذکر کیوں نہیں کی؟

﴿جواب﴾: ضُرُوْرَۃ کی مثال ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اسکی مثالیں کثیر اور عام ہیں جبکہ مُنَاسَبَت کی مثالیں قلیل ہیں، بس اسی وجہ سے یہاں مُنَاسَبَت کی مثال ذکر کی ہے۔

وَمَا يَقُوْمُ مَقَامَهُمَا الْجَمْعُ وَ اِلِفَا التَّانِيْثِ

﴿تشریح﴾:

یہاں سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسباب تسعہ میں سے ان اسباب کا بیان کرنا ہے جو دو، دو اسباب کے قائم مقام ہوتے ہیں، ایسے سبب فقط دو ہیں۔ (1) جمع منتہی الجموع (2) تانیث بالف مقصورىٰ اور تانیث بالف ممدودہ۔

﴿عبارت﴾:

فَالْعَدْلُ خُرُوْجُهٗ عَنْ صِيْغَتِهِ الْاَصْلِيَّةِ تَحْقِيْقاً كَثُلٰثُ وَ مَثْلَثُ وَاُخَرَ وَ جُمَعَ اَوْ تَقْدِيْراً كَعُمَرَ وَ بَابِ قَطَامِ فِيْ تَمِيْمٍ.

﴿ترجمہ﴾: اسم کا نکالا جانا اپنی صورتِ اصلی سے بطور تحقیق جیسے ثُلٰثُ اور مَثْلَثُ اور اُخَرُ اور جُمَعُ، یا بطور تقدیر جیسے عُمَرُ میں اور بَابِ قَطَامَ بَنِیْ تَمِیْمٍ کے نزدیک۔

﴿تشریح﴾:

غیر منصرف کے اسبابِ تسعہ کو بیان کر لینے کے بعد اب یہاں سے مصنف علیہ الرحمۃ ان کی تفصیل کرتے ہوئے عدل کا بیان فرمارہے ہیں۔

رہی یہ بات کہ عدل کو بقیہ اسباب پر مقدم کیوں کیا؟ تو جواباً عرض یہ ہے کہ عدل کسی شرط سے مشروط نہیں ہے جبکہ دیگر اسباب کسی نہ کسی سے مشروط ہیں۔

﴿سوال﴾: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اسبابِ تسعہ میں سے عدل کی تعریف کی ہے دیگر اسباب میں سے کسی کی تعریف نہیں کی، ایسا کیوں؟

﴿جواب﴾: چونکہ عدل کی تعریف جو اس زمانہ میں مشہور تھی منصف رحمۃ اللہ علیہ کو اس سے اختلاف تھا اس لیئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تعریف اپنی پسند کے مطابق کی، جبکہ دیگر اسباب کی تعریف سے اختلاف نہیں تھا اس لیئے ان کی تعریف بیان نہیں کی۔

﴿اعتراض﴾: اَلْعَدْلُ مبتدأ ہے جس کا معنیٰ پھیرنا ہے اور خروجہ خبر ہے، جس میں سے خروج کا معنیٰ نکلنا ہے، پھیرنا متکلم کی صفت ہے اور نکلنا اسم کی صفت ہے (کیونکہ اپنے اصلی سے نکلنے والا اسم ہی ہوگا اور اسے صیغہ اصلی سے پھیرنے والا متکلم ہی ہوگا) الغرض تعریف عدل میں اسم کا صفت متکلم کی صفت پر حمل ہو رہا ہے یعنی ایک مبائن کی صفت کا دوسرے مبائن کی صفت پر حمل ہو رہا ہے جو کہ درست نہیں، لہٰذا اس کا مبتدأ اور خبر ہونا درست نہیں۔

﴿جواب﴾: یہاں عدل مَصْدَر مَبْنِیٌ لِلْفَاعِلِ نہیں، بلکہ مَبْنِی لِلْمَفْعُوْل ہے اگر مبنی للفاعل ہوتا تو متکلم کی صفت ہوتا، اور ایک مبائن کی صفت کا دوسرے مبائن کی صفت پر حمل لازم آتا ہے، جبکہ یہاں عدل مبنی للمفعول ہے، لہٰذا وہ بھی خروج کی طرح اسم کی ہی صفت ہے۔

﴿اعتراض﴾: عدل مصدر مبنی للمفعول ہونے کی وجہ سے متعدی ہے، جبکہ خروج مصدر لازم ہے تو مصدر متعدی کی تفسیر مصدر لازم سے ہوگئی یہ درست نہیں۔

﴿جواب﴾: قبل از جواب ایک تمہید ملاحظہ فرمائیں۔

خُرُوْج کا معنیٰ باہر نکلنا ہے، اور باہر نکلنا کبھی کسی کے نکالنے پر ہوتا ہے اور کبھی بغیر نکالنے کے ہوتا ہے، دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلا خُرُوْج اخراج کی طرف منسوب ہوتا ہے اور دوسرا خُرُوْج اخراج کی طرف منسوب نہیں ہوتا، پس پہلا خُرُوْج بمعنیٰ مُخْرَجِیَّة مبنی للمفعول متعدی ہے اور دوسرا خُرُوْج بمعنیٰ خَارِجِیَّة مبنی للفاعل لازم ہے۔ اس تمہید کے بعد جواب یہ ہوا کہ یہاں خُرُوْج بمعنیٰ مُخْرَجِیَّة ہے یعنی متعدی ہے، پس متعدی کی تفسیر متعدی سے ہے، لہٰذا اعتراض نہ رہا۔

﴿اعتراض﴾: خُرُوْجُهٗ میں ضمیر مضاف الیہ کا مرجع عدل ہے یا اسم؟ جو بھی مراد لیں درست نہیں، کیونکہ اگر مرجع عدل کو بنائیں تو اَخْذُ الْمَحْدُوْدِ فِی الْحَدِ لازم آئے گا جو کہ باطل ہے اور اگر اسم کو بنائیں تو اِضْمَارٌ قَبْلُ الذِّكْر لازم آئے گا یہ بھی باطل ہے۔

﴿جواب﴾: ضمیر مجرور کا مرجع اسم ہے عدل نہیں، رہی بات اضمار قبل الذکر کی تو وہ لازم نہیں آتا کیونکہ اسم اس مقام پر اگرچہ مذکور نہیں لیکن وہ یہاں سے مفہوم ضرور ہوتا ہے کیونکہ یہ بحث اسم کی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے فرمان وَلِاَبَوَیْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ میں اَبَوَیْهِ کی ضمیر مجرور کا مرجع اگرچہ مذکور نہیں لیکن باعتبار مقام کے مورث مرجع ہے۔

﴿اعتراض﴾: عدل کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ یہ اسمائے مشتقات (اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ وغیرہا) پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ یہ بھی اپنی اصل شکل ضَـرْبٌ سے نکل کر دوسرے شکل اختیار کر چکے ہیں۔

﴿جواب﴾: عدل کی تعریف یہ ہے کہ خُـرُوْجُـهٗ عَـنْ صِـيْـغَـتِـهِ الْاَ صْلِيَّـةِ یعنی اسم کا اپنی اصلی شکل وصورت سے تجاوز کرنا، جبکہ اسمائے مشتقات اپنی اصلی شکل وصورت سے نہیں نکلتے بلکہ مصدر سے نکلتے اور مصدر اسمائے مشتقات کی صورت اصلیہ نہیں ہے، اگر مصدر، اسمائے مشتقات کی صورت اصلیہ ہوتی تو دونوں کے معانی میں اختلاف نہ ہوتا، حالانکہ دونوں کے معانی میں اختلاف ہے۔

﴿فائدہ﴾: اسمائے محذوفۃ الاعجاز: وہ اسماء ہوتے ہیں کہ جن کا آخری حرف حذف کر دیا گیا ہو جیسے یَـدٌ اور دَمٌ کو کہ اصل میں یَـدَیٌ اور دَمَـوٌ تھے۔

اسمائے محذوفۃ الاوائل: وہ اسماء ہوتے ہیں کہ جن کا پہلا حرف حذف کر دیا گیا ہو جیسے عِـدَةٌ اور زِنَةٌ کو، جو کہ اصل میں وِعْـدٌ اور وِزْنٌ تھے۔

اسمائے محذوفۃ الاوسط: وہ اسماء ہوتے ہیں کہ جن کا درمیان والا حرف حذف کر دیا گیا ہو جیسے مَـقُـوْلٌ اور مَـبِـيْـعٌ جو اصل میں مَـقْـوُوْلٌ اور مَـبْـيُـوْعٌ تھے۔

﴿اعتراض﴾: عدل کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے اس لیئے کہ یہ اسمائے محذوفۃ الاعجاز، اسمائے محذوفۃ الاوائل اور اسمائے محذوفۃ الاوسط ان تمام پر صادق آتی ہے کیونکہ یہ بھی اپنی اصل شکل سے نکل کر دوسری شکل اختیار کر چکے ہیں۔

﴿جواب﴾: عدل میں یہ ضروری ہے کہ اصل مادہ برقرار رہے، اور تغیر صرف صورت میں ہو؟ جبکہ ان اسماء میں (اسمائے محذوفۃ الاعجاز، اسمائے محذوفۃ الاوائل اور محذوفۃ الاوسط میں) مادہ اور صورت دونوں تبدیل ہو چکے ہیں۔

﴿اعتراض﴾: آپ کی تعریفِ عدل اپنے تمام افراد کو جامع نہیں، اس لیئے کہ یہ ثُـلَاثُ اور مَـثْـلَـثُ پر منطبق نہیں ہو رہی جو ثَـلَا ثَـةٌ ثَـلَا ثَـةٌ سے معدول ہیں کیونکہ ان (ثُلَاثُ اور مَثْلَثُ) میں مادہ باقی نہیں رہا، یعنی ثَـلَا ثَـةٌ ثَـلَاثَـةٌ کے آخر میں تاء ہے جو ثُـلَاثُ اور مَـثْـلَـثُ میں باقی نہیں۔

﴿جواب﴾: مادہ سے مراد اصلیہ ہیں جبکہ تاء حروف اصلیہ میں سے نہیں بلکہ زائدہ ہے، لہٰذا ان (ثُلَاثُ اور مَثْلَثُ) پر تعریفِ عدل منطبق نہیں ہوتی۔

﴿اعتراض﴾: آپ کی تعریفِ عدل پھر بھی دخول غیر سے مانع نہیں، اس لیئے کہ یہ متغیرات قیاسیہ یعنی وہ الفاظ کہ جن میں تبدیلی قواعد کے تحت ہوتی ہے، جیسے مَـقُـوْلٌ اور مَـبِـيْـعٌ ان پر بھی صادق آتی ہے، کیونکہ ان میں تغیر وتبدل کے

باوجود اصل مادہ باقی رہتا ہے۔

﴿جواب﴾: تعریف عدل میں ایک اور شرط بھی ہے جو اگرچہ مذکور تو نہیں لیکن ملحوظ ضرور ہے وہ یہ کہ لفظ کا صیغہ اصلیہ سے خروج دوسرے صیغہ کی طرف قاعدے کے بغیر ہو۔ جبکہ مَقُوْلٌ اور مَبِیْعٌ کا خروج اصلی صیغہ سے صرفی قاعدے کی بناء پر ہے، لہٰذا ہماری تعریف عدل دخول غیر سے مانع ہوئی۔

﴿نوٹ﴾: عَدل کا لغوی معنیٰ تجاوز کرنا اور اصطلاحی معنیٰ لفظ کا صیغہ اصلیہ سے دوسرے صیغہ کی طرف چلے جانا بغیر کسی صرفی قاعدہ وقانون کے، اور مادۂ اصلی کو برقرار رکھتے ہوئے۔

تَحْقِیْقاً اَوْ تَقْدِیْراً سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ عدل کی تقسیم کرنی ہے کہ عدل کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) تحقیقی (۲) تقدیری۔

عدل تحقیقی: ایک اسم کے دوسرے اسم کی طرف چلے جانے پر غیر منصرف کے علاوہ کوئی دوسری دلیل بھی موجود ہو جیسے ثُلاثُ اور مَثْلَثُ میں عدل تحقیقی ہے اس طرح کہ ان میں سے ہر ایک کا معنیٰ تین تین ہے، اور تکرارِ معنیٰ تکرارِ لفظ کا تقاضا کرتا ہے۔

لہٰذا مطلب یہ ہوا ثُلاثُ اور مَثْلَثُ یعنی ان میں سے ہر ایک دراصل ثَلاثَۃٌ ثَلاثَۃٌ تھے بغیر کسی صرفی قاعدہ وقانون کے ثُلاثُ اور مَثْلَثُ ہو گئے، اب ان کے غیر منصرف ہونے پر دلیل ان میں عدل تحقیقی اور وصف کا پایا جانا ہے، اور ان میں عدل ہونے پر دلیل ان کے غیر منصرف ہونے کے ساتھ ساتھ تکرارِ معنیٰ پر مشتمل ہونا ہے جو تکرارِ لفظ کا تقاضا کرتا ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ کا یہ قاعدہ کہ تکرارِ معنیٰ تکرارِ لفظ کا تقاضا کرتا ہے درست نہیں کیونکہ تثنیہ اور جمع میں بھی تکرارِ معنیٰ تو ہوتا ہے لیکن تکرارِ لفظ نہیں پایا جاتا۔

﴿جواب﴾: تثنیہ اور جمع میں معنیٰ کے ساتھ ساتھ لفظ کا تکرار بھی پایا جاتا ہے اس طرح کہ تثنیہ میں الف ایک مستقل کلمہ ہوتا ہے اور جمع میں واؤ مستقل کلمہ ہوتا ہے۔

اُخَرُ: سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ عدلِ تحقیقی کی تیسری مثال ذکر کر رہے ہیں، یہ اُخْرٰی کی جمع ہے، اور اُخْرٰی اٰخَرُ اسم تفضیل کی مؤنث ہے، اور اسم تفضیل کا استعمال تین طریقوں سے ہوتا ہے، الف لام کے ساتھ، مِنْ کیساتھ، اور اضافت کے ساتھ، لیکن یہاں پر اضافت کا اعتبار نہیں، گویا، اُخَرُ دراصل اَلْاُخَرُ تھا یا اٰخَرُ مِنْ تھا پھر بغیر کسی صرفی قاعدہ وقانون کے اُخَرُ ہو گیا۔

اب اس کے غیر منصرف ہونے پر دلیل اس میں عدل تحقیقی اور وصف کا پایا جانا ہے، اور اس میں عدل ہونے پر دلیل اس کے غیر منصرف ہونے کے ساتھ ساتھ اَلْاُخَرُ یا اٰخَرُ مِنْ سے اس کا عدول کرنا ہے۔

﴿سوال﴾: اُخَــــرُ اسم تفضیل میں جب الف لام اور مِـــن کا اعتبار ہے، تو پھر اضافت کا اعتبار کرتے ہوئے اسے اضافت سے معدول کیوں نہیں مانتے؟

﴿جواب﴾: جب مضاف الیہ حذف ہوتا ہے تو اسکے عوض یا تو مضاف پر تنوین آئی ہے جیسے حِـیْـنَـئِـذٍ، یا مضاف پر مضاف الیہ کے عوض الف لام داخل ہوتا ہے جیسے اَلتَّـقْـدِیْـرُ (جو کہ اصل میں تَـقْـدِیْـرُ الْاِعْـرَابِ ہے) یا مضاف کا تکرار ہوتا ہے جیسے یَـاتِـیْـمُ تَـیْـمَ عَـدِیٍّ (جو کہ اصل میں یَـاتِـیْـمَ عَـدِیٍّ) ہے تو مضاف الیہ (عَـدِیٍّ) کو حذف کر کے پھر تَـیْـمَ ثانی کی عَـدِیّ کی طرف اضافت کر دی گئی)، اور یا پھر مضاف مبنی بر ضم ہوتا ہے جیسے قَـبْـلُ، بَـعْـدُ۔ لیکن یہاں پر ان تمام صورتوں میں سے کوئی بھی صورت نہیں پائی جارہی ،لہٰذا ثابت ہوا کہ یہاں اضافت کا اعتبار نہیں ہے۔

﴿اعتراض﴾: اُخَــــرُ اسم تفضیل نہیں کیونکہ یہ معنیٰ غیر استعمال ہوتا ہے، لہٰذا اس میں ایک ہی سبب (عدل) پایا گیا جس سے یہ غیر منصرف ثابت نہیں ہوسکتا۔

﴿جواب﴾: اُخَــــرُ اصل میں اسم ہی تھا، پھر استعمال میں بمعنیٰ غیر ہو گیا، اور وصف کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لیئے شرط یہ ہے کہ وہ اصل وضع سے وصف ہو، فی الحال ہو یا نہ ہو لہٰذا اُخَــــرُ میں دو سبب پائے گئے (۱) وصفِ اصلی (۲) عدل اور اس بناء پر یہ غیر منصرف ہوا۔

جُـمَـعُ: سے مصنف علیہ رحمۃ اللہ عدل تحقیقی کی چوتھی مثال ذکر کر رہے ہیں، یہ جمع ہے جَـمْـعَـاءُ بروزن فَـعْـلَاءُ کی اور فَـعْـلَاءُ کا وزن بطورِ اسم بھی استعمال ہوتا ہے اور بطورِ صفت بھی استعمال ہوتا ہے، اگر فَـعْـلَاءُ کا وزن بطورِ صفت استعمال ہوتو اسکی جمع فُعْلٌ کے وزن پر آتی ہے جیسے حَمْرَآءُ کی جمع حُمْرٌ آتی ہے۔ اور اگر فَـعْـلَاءُ بطور اسم استعمال ہوتو اسکی جمع فَـعَـالیٰ یافَـعْـلَاوَاتٌ کے وزن پر آتی ہے۔

گویا جُمَعُ دراصل جُمْعٌ یا جَمَاعیٰ یا جَمْعَاوَاتٌ تھا پھر بغیر کسی صرفی قاعدہ وقانون کے جُمَعُ ہو گیا۔

اب اس کے غیر منصرف ہونے پر دلیل اس میں عدل تحقیقی اور وصف کا پایا جانا ہے، اور اس میں عدل ہونے پر دلیل اس کے غیر منصرف ہونے کے ساتھ ساتھ جُمْعٌ یا جَمَاعیٰ یا جَمْعَاوَاتٌ سے عدول کرنا ہے۔

عدل تقدیری: ایک اسم کے دوسرے اسم کی طرف چلے جانے پر غیر منصرف کے علاوہ اور کوئی دلیل نہ پائی جائے۔ جیسے عُـمَـرُ، زُفَـرُ نحویوں نے جب ان دونوں کو غیر منصرف پایا کہ جن میں علمیت کے علاوہ کوئی دلیل اور سبب بھی ظاہر نہیں تھا تو انہوں نے ان میں عدل کا اعتبار کر لیا، لیکن چونکہ عدل کا اعتبار اصل کے وجود پر موقوف ہے جبکہ ان (عُـمَـرُ، زُفَـرُ) کی اصل کے وجود پر غیر منصرف ہونے کے علاوہ کوئی دلیل نہیں تھی اس لیئے انہوں نے اس بات پر اتفاق کرتے ہوئے فرض کر لیا کہ ان کی اصل عَامِرُ، زَافِـرُ ہے بغیر کسی صرفی قاعدہ وقانون کے لہٰذا عُـمَـرُ میں اور اسی طرح زُفَـرُ میں ایک سبب علمیت ہے اور دوسرا سبب عدل تقدیری ہے۔

﴿سوال﴾: اسبابِ منع صرف میں سے عُمَر اور زُفَر کے لیئے دوسرا سبب عدل کو ہی کیوں فرض کیا گیا ہے؟ کسی اور سبب کو فرض کر لیتے کیا خرابی لازم آتی؟

﴿جواب﴾: عُمَر اور زُفَر کے لیئے عدل کے علاوہ کسی اور سبب کو فرض کرنا ممکن ہی نہیں تھا، کیونکہ ان کے لیئے تانیث، ترکیب، جمع، الف نون زائدتان اور وزنِ فعل کو بطورِ سبب فرض کرنے کا عدم امکان تو بالکل واضح تھا، اور عجمہ کو بھی ان کے لیئے سبب فرض نہیں کر سکتے تھے کیونکہ یہ (عمر اور زفر) دونوں عربی ہیں غیر عربی نہیں، اسی طرح وصف کو بھی ان کے لیئے سبب فرض نہیں کر سکتے تھے کیونکہ یہ دونوں علم ہیں اور وصف وعلمیت کا اجتماع نہیں ہو سکتا۔

﴿فائدہ﴾: عُمَرُ نام ہے سسر نبی ﷺ، دامادِ علی اور مسلمانوں کے خلیفہ ثانی کا، جن کا عدل وانصاف انتہائی مشہور و معروف ہے اور عجیب اتفاق ہے کہ ان کے اسم گرامی (عمر) میں بھی عدل ہے۔

﴿ضروری بات﴾: عدل کے تین مقام ہیں اور فقط چھ اوزان ہیں۔

(۱) عدل فی الاعلام (۲) عدل فی الاعداد (۳) عدل فی غیر الاعلام والاعداد

1: عدل في الاعلام کے دو اوزان ہیں۔

(۱) مذکر کے لیئے فُعَل جیسے عُمَرُ، زُفَر۔ (۲) مؤنث کے لیئے فَعَالِ جیسے قَطَامِ۔

2: عدل في الاعداد کے بھی دو وزن ہیں۔

(۱) فُعَالُ جیسے ثُلاثُ (۲) مَفْعَلُ جیسے مَثْلَثُ

❁ یاد رہے کہ: جمہور نحویوں کے نزدیک اعداد میں ایک سے لیکر دس تک عدل ہو سکتا ہے جبکہ بعض کے نزدیک اس سے زیادہ بھی عدل ہو سکتا ہے۔

جیسے مَوْحَدُ، مَثْنیٰ، مَثْلَثُ، مَرْبَعُ، مَخْمَسُ، مَسْدَسُ، مَسْبَعُ وغیرہا، اسی طرح اُحَادُ، ثُنَاءُ، ثُلٰثُ رُبَاعُ، خُمَاسُ سُدَاسُ سُبَاعُ، ثُمَانُ تُسَاعُ اور عُشَارُ۔

3: عدل في غیر الاعلام والاعداد کے بھی دو اوزان ہیں۔

(۱) فَعْلِ جیسے اَمْسِ (۲) فَعَلَ جیسے سَحَرُ

﴿فائدہ﴾: سَحَرُ کبھی نکرہ ہوتا ہے اور کبھی معرفہ ہوتا ہے، یہ نکرہ ہونے کی صورت میں منصرف ہوتا ہے اور معرفہ یعنی معین دن کی صبح مراد ہونے کی صورت میں غیر منصرف ہوتا ہے، گویا کہ یہ اصل میں السَّحَرُ تھا پھر بغیر کسی صرفی قاعدہ اور قانون کے سَحَرُ ہو گیا، اور غیر منصرف ہونے کی صورت میں اس میں ایک سبب معرفہ ہوتا ہے اور دوسرا سبب عدل ہوتا ہے۔

❁ وَبَابَ قَطَامِ فِيْ تَمِيْمٍ

یہاں سے عدل تقدیری کی تیسری مثال بیان فرما رہے ہیں کہ قَطَام یہ قَاطِمَة سے عدول ہے لیکن چونکہ اس کی اصل پر

کوئی دلیل نہیں، اس لیئے اس میں بھی عدل فرض کیا گیا ہے۔

﴿سوال﴾: مذکورہ عبارت میں لفظ قَطَامِ سے تو عدل تقدیری کی مثال ذکر کی گئی ہے لیکن اس کے ساتھ لفظ بَابَ کا ذکر کیوں کیا گیا، نیز فِیْ تَمِیْمٍ سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کیا بیان کرنا چاہتے ہیں؟

﴿جواب﴾: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ بَابَ ذکر کر کے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ قطام سے مراد ہر وہ اسم ہے جو فعال کے وزن پر ہو اور مؤنث ذات کیلئے علم ہو، اور اس کے آخر میں راء نہ ہو ایسا اسم اکثر بنی تمیم کی لغت میں غیر منصرف مستعمل ہوتا ہے، اور اہل حجاز کی لغت میں مبنی، اور اگر اس کے آخر میں راء ہو تو دونوں لغتوں میں مبنی مستعمل ہوتا ہے اور فِیْ تَمِیْمٍ سے اسی اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔

﴿عبارت﴾:

اَلْوَصْفُ شَرْطُهٗ اَنْ یَّکُوْنَ فِی الْاَصْلِ فَلَا تَضُرُّهُ الْغَلَبَةُ فَلِذٰلِكَ صُرِفَ اَرْبَعٌ فِیْ مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ اَرْبَعٍ وَ امْتَنَعَ اَسْوَدُ وَ اَرْقَمُ لِلْحَیَّةِ وَ اَدْهَمُ لِلْقَیْدِ وَ ضَعُفَ مَنْعُ اَفْعٰی لِلْحَیَّةِ وَ اَجْدَلُ لِلصَّقْرِ وَ اَخْیَلُ لِلطَّائِرِ .

﴿ترجمہ﴾ وصف کی شرط یہ ہے کہ وہ وضع کے اعتبار سے ہے، اس بناء پر اس کے لیئے غلبۂ اسمیت مضر نہیں ہوگا، پس اسی وجہ سے مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ اَرْبَعٍ میں اَرْبَعٍ منصرف، اور اَسْوَدُ جو سانپ کا نام ہے، اور اَرْقَمُ جو سیاہ لوہے کی بیڑی کا نام ہے غیر منصرف ہیں، اور اَفْعٰی کا جو ایک سانپ کا نام ہے، اور اَجْدَلُ کا جو شکرے کا نام ہے، اور اَخْیَلُ کا جو ایک پرندے کا نام ہے غیر منصرف ہونا ضعیف ہے۔

﴿تشریح﴾:

وصف کا لغوی معنیٰ تعریف کرنا اور اصطلاحی معنیٰ یہ ہے کہ وصف وہ اسم ہے جو کسی ایسی مبہم ذات پر دلالت کرے جس کا کسی صفت کیساتھ اتصاف ہو، اس کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لیئے شرط یہ ہے کہ وہ اصل وضع کے اعتبار سے وصف ہو، یعنی کلمہ کی وضع کے وقت وہ پایا جائے لیکن جو وصف کلمہ کی وضع کے وقت تو نہ پایا جائے لیکن استعمال کے وقت پایا جائے وہ غیر منصرف کا سبب نہیں ہوگا۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے وصف کے لیئے اصل وضع کی شرط کیوں لگائی؟

﴿جواب﴾: چونکہ غیر منصرف میں اصل کو اختلافِ اصل کی طرف منتقل کرنا ہوتا ہے، جس کے لیئے سبب کا قوی ہونا ضروری ہوتا ہے، جبکہ وصفِ عارضی ضعیف سبب ہوتا ہے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف رحمۃ اللہ کا فِی الْاَصْلِ کہنا درست نہیں ہے، کیونکہ فِی ظرفیہ ہے جو ظرف زمان یا ظرف مکان پر داخل ہوتا ہے جبکہ لفظ الْاَصْل نہ ظرف زمان ہے نہ ہی مکاں ہے۔

﴿جواب﴾: 1: یہاں پر فِی بمعنیٰ عِنْدَ ہے، یعنی وصف کے لیئے شرط یہ کہ وہ وضع کے وقت ہو۔

2: یہاں عبارت میں مضاف مقدر ہے یعنی اصل میں فِی زَمَانِ الْاَصْلِ ہے، یعنی وصف کو غیر منصرف کا سبب ماننے کے لیئے شرط یہ ہے کہ وہ وصف وضع کے زمانے میں ہو۔

﴿اعتراض﴾:

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اَلْوَصْفُ شَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ فِی الْاَصْلِ یعنی لفظِ اصل کو لفظ وصف کیساتھ ذکر کیا ہے، جبکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب لفظ اصل کو لفظِ وصف کیساتھ ذکر کیا جائے تو اصل بمعنیٰ موصوف ہوتا ہے، اس اعتبار سے معنیٰ یہ ہوا کہ وصف کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ وصف موصوف میں ہو، اور یہ فضول بات ہے کیونکہ وصف موصوف میں ہی پایا جاتا ہے۔

﴿جواب﴾: یہاں اَلْاَصْلِ بمعنیٰ وضع ہے لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ وصف کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ وہ وصف وضع میں ہو، رہی بات قاعدے کی وہ اکثریہ ہے کلیہ نہیں۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کا کہنا فَلِذٰلِكَ یعنی اسم اشارہ واحد استعمال کرنا درست نہیں، کیونکہ اس کا مشارٌ الیہ دو چیزیں (اَنْ يَّكُوْنَ فِی الْاَصْلِ اور فَلَا تَضُرُّهُ الْغَلَبَةُ) ہیں، لہٰذا مصنف رحمۃ اللہ علیہ کو چاہیئے تھا کہ اسم اشارہ تثنیہ کا ذکر کرتے تاکہ ان (اشارہ اور مشارٌ الیہ) کے مابین موافقت پائی جاتی۔

﴿جواب﴾: 1: ذٰلِكَ کا مشارٌ الیہ فقط ایک چیز یعنی اَنْ يَّكُوْنَ فِی الْاَصْلِ ہے، لہٰذا اسم اشارہ اور مشارٌ الیہ کے درمیان مطابقت پائی گئی۔

2: دونوں چیزیں (اَنْ يَّكُوْنَ فِی الْاَصْلِ اور فَلَا تَضُرُّهُ الْغَلَبَةُ) اَلْمَذْكُوْر کی تاویل میں ہو کر مشارٌ الیہ ہیں، اور اَلْمَذْكُوْر مفرد مذکر ہے لہٰذا اسم اشارہ اور مشارٌ الیہ میں موافقت پائی گئی۔

﴿اعتراض﴾: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ اَرْبَعٍ میں لفظ اَرْبَعٍ کو منصرف پڑھا جائے، یہ درست نہیں، کیونکہ اس میں دو سبب یعنی وصف اور وزنِ فعل پائے جا رہے ہیں، لہٰذا اسے غیر منصرف پڑھنا چاہیئے۔

﴿جواب﴾: ہماری شرطِ وصف یہ ہے کہ وہ وصف اصل وضع کے اعتبار سے ہو جبکہ اَرْبَعٍ کو اصل وضع کے اعتبار سے وصف کیلئے نہیں بلکہ عدد معین کیلئے وضع کیا گیا ہے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمہ نے کہا کہ اَسْوَدُ، اَرْقَمُ (جو کہ سانپ کے نام ہیں) اور اَدْهَمُ (جو بیڑی کا

نام ہے) غیر منصرف ہیں، ان کا یہ کہنا درست نہیں کیونکہ ان میں ایک ہی سبب (وزن فعل) پایا جارہا ہے، اور ایک سبب جو دو کے قائم مقام نہ ہو اس کی وجہ سے کوئی اسم غیر منصرف نہیں ہوتا۔

﴿جواب﴾: ان اسماء میں صرف وزنِ فعل ہی نہیں پایا جارہا بلکہ وزنِ فعل کے ساتھ ساتھ وصف بھی پایا جارہا ہے، کیونکہ اَسْوَدُ اور اَدْهَمُ کی اصل وضع ہر سیاہ چیز کیلئے ہوئی اور اَرْقَمُ کی وضع ہر چتکبرے کیلئے ہوئی، تو جب یہ اسماء اصل وضع کے اعتبار سے وصف ہیں تو پھر ان میں دو، دو سبب پائے گئے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمہ نے کہا اَجْدَلُ، اَفْعٰی اور اَخْیَلُ کا غیر منصرف ہونا ضعیف ہے، یہ کہنا درست نہیں، کیونکہ یہ اصل وضع کے اعتبار وصف ہیں، اس طرح کہ اَجْدَلُ جَدْل سے مشتق ہے جو بمعنٰی قوۃ والا ہے بعد میں یہ شکرے کے ساتھ خاص ہوگیا۔ اور اَفْعٰی فَعْوَۃٌ سے مشتق ہے جو بمعنٰی خبیث ہے لیکن بعد میں یہ بھی سانپ کا نام رکھ دیا گیا، اسی طرح اَخْیَلُ خَیْلَان سے مشتق جو بمعنٰی سیاہ نقطے دار چیز ہے، مگر بعد میں یہ بھی خاص ہوگیا ایک پرندہ (الو یا تیتر) کے لیئے، الغرض! جب یہ اسماء اصل وضع کے اعتبار سے وصف ہیں تو پھر ان کا غیر منصرف ہونا ضعیف کیوں ہے؟

﴿جواب﴾: ان اسماء (اَجْدَلُ، اَفْعٰی اور اَخْیَلُ) میں وصف کا اصلی ہونا یقینی بات نہیں، بلکہ ظنی اور وہمی بات ہے کیونکہ ان اسماء کا وصفی معنٰی میں استعمال لغت میں کہیں ثابت ہی نہیں، نہ ہی خاص چیزوں (سانپ، شکرہ، تیتر) کا نام ہونے سے پہلے اور نہ ہی ان کے نام ہونے کے بعد، تو چونکہ ان اسماء میں وصف کا اصلی ہونا متعین نہیں بس اسی لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ان کا غیر منصرف ہونا ضعیف ہے۔

﴿عبارت﴾:

اَلتَّانِيْثُ بِالتَّاءِ شَرْطُهُ اَلْعَلَمِيَّةُ وَ الْمَعْنَوِيُّ كَذَالِكَ وَشَرْطُ تَحَتُّمِ تَاْثِيْرِهٖ الزِّيَادَةُ عَلَى الثَّلَاثَةِ اَوْ تَحَرُّكُ الْاَوْسَطِ اَوِ الْعُجْمَةُ فَهِنْدٌ يَجُوْزُ صَرْفُهٗ وَ زَيْنَبُ وَ سَقَرُ وَمَاهُ وَ جُوْرُ مُمْتَنِعٌ فَاِنْ سُمِّيَ بِهٖ مُذَكَّرٌ فَشَرْطُهُ الزِّيَادَةُ عَلَى الثَّلَاثَةِ فَقَدَمٌ مُنْصَرِفٌ وَ عَقْرَبُ مُمْتَنِعٌ

﴿ترجمہ﴾: تانیث بالتاء کی شرط علمیت ہے، اور اسی طرح تانیثِ معنوی کی بھی، اور تانیث معنوی کی تاثیر واجب ہونے کے لیئے شرط اسم کا تین حروف سے زائد ہونا یا اس کے درمیان حرف کا متحرک ہونا یا اس کا عجمہ ہونا ہے پس هِنْدٌ کو منصرف قرار دینا جائز ہے اور زَیْنَبُ اور سَقَرُ اور مَاهُ اور جُوْرُ کو منصرف قرار دینا جائز نہیں، پس اگر مؤنث

معنوی کے ساتھ کسی مذکر کا نام رکھا جائے تو اس کے لیئے شرط یہ ہے کہ وہ اسم تین حروف سے زائد ہو، لہٰذا قَــــدَمٌ منصرف ہوگا، اور عَقْرَبُ غیر منصرف ہوگا۔

﴿تشریح﴾:

وصف کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ اسبابِ منع صرف میں تیسرے سبب کا بیان فرما رہے ہیں، اور وہ تانیث ہے، تانیث وہ اسم ہے جس میں کوئی علامتِ تانیث پائی جائے اس کی دو قسمیں ہیں۔

1: تانیث لفظی: وہ اسم ہے جس میں علامتِ تانیث حقیقۃً ملفوظ ہو۔ جیسے نَاقَةٌ، ظُلْمَةٌ

2: تانیث معنوی: وہ اسم ہے جس میں تاء تقدیراً پائی جائے۔ جیسے اَرْضٌ اس کی تصغیر اُرَیْضَـةٌ آتی ہے، اور تصغیر اسماء کو ان کے اصل کی طرف لے جاتی ہے۔

﴿سوال﴾: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اَلتَّـانِيْـثُ کو بِـالتَّـاءِ کی قید کیساتھ کیوں مقید کیا؟

﴿جواب﴾: تا کہ اس قید کے ساتھ الف مقصورہ اور الف ممدودہ نکل جائیں، جیسے حُبْــلٰى اور حَـمْـرَاءُ کیونکہ ان دونوں (حُبْلٰى اور حَمْـرَاءُ) کیلئے علمیت شرط نہیں۔

﴿سوال﴾: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اَلتَّـانِيْـثُ بِـالتَّـاءِ کیلئے علمیت کی شرط کیوں لگائی؟

﴿جواب﴾: اس لیئے کہ اَلتَّـانِيْـثُ بِـالتَّـاءِ اسم کو لازم نہیں ہوتی، اسی وجہ سے قَائِـمَـةٌ سے قَائِـم ہو جاتا ہے تو چونکہ اَلتَّـــانِيْـــثُ بِـالتَّـاءِ میں ضعف ہوتا ہے، پس اس بناء پر غیر منصرف کا سبب بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی، لیکن جب اس کے ساتھ علمیت کی شرط لگادی گئی تو یہ (اَلتَّـانِيْـثُ بِـالتَّـاءِ) اسم کو لازم ہوگئی، اور اس کا ضعف جاتا رہا، کیونکہ عَـلَـمْ میں حتی الامکان تغیر نہیں ہوتا۔

﴿اعتراض﴾: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا شَـرْطُـهُ اَلْعَلَـمِـيَّـةُ کہ تانیث لفظی بِالتَّاءِ کیلئے علمیت شرط ہے یہ درست نہیں، کیونکہ ظُلْـمَـةٌ اور عَـلَامَـةٌ مؤنث تو ہیں لیکن علمیت نہیں پائی جارہی ہے۔

﴿جواب﴾: علمیت کی شرط وجودِ تانیث کیلئے نہیں بلکہ غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے ہے۔

﴿سوال﴾: یہاں تائے تانیث سے کونسی تاء مراد ہے؟

﴿جواب﴾: وہ تاء جو اسم کے آخر میں زائدہ ہو اور اس کا ماقبل مفتوح ہو، اور وہ حالت وقف میں ھاء بن جائے جیسے طَـلْـحَـةُ، فَـاطِـمَـةُ لہٰذا اُخْـتٌ کی تاء برائے تانیث نہیں، کیونکہ وہ لام کلمہ کا عوض ہے، اس کا ماقبل مفتوح بھی نہیں اور حالت

وقف میں وہ ھاء بھی نہیں بنتی۔

﴿سوال﴾: مصنف کا قول وَالْمَعْنَوِيُّ كَذَالِكَ کہ تانیث معنوی تانیث لفظی کی طرح ہے درست نہیں کیونکہ تانیث معنوی کے ساتھ کسی مذکر کا نام رکھا جائے تو وہ زائل ہو جاتی جبکہ تانیث لفظی کے ساتھ مذکر کا نام رکھنے پر تانیث لفظی زائل نہیں ہوتی۔

﴿نوٹ﴾: تشبیہ کے لیئے کسی ایک چیز میں مماثلت کافی ہوتی ہے۔تمام چیزوں مماثلت ضروری نہیں ہوتی۔جیسے زَيْدٌ كَالْاَسَدِ میں زید کو شیر سے مماثلت ہے، نہ یہ کہ زید درندہ ہونے میں شیر کی مماثلت ہے۔

﴿جواب﴾: یہاں (وَالْمَعْنَوِيُّ كَذَالِكَ) میں علمیت کے شرط ہونے میں تشبیہ ہے نہ کہ دوسری چیزوں میں یعنی مشابہت فقط اتنی ہے کہ علمیت تانیث لفظی کے لیئے بھی ضروری ہے اور تانیث معنوی کے لیئے بھی ضروری ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ کی تشبیہ بھی درست نہیں کہ علمیت تانیث لفظی کیلئے بھی ضروری ہے اور تانیث معنوی کیلئے بھی ضروری ہے، کیونکہ تانیث لفظی بالتاء کیساتھ علمیت ہو تو اس کا غیر منصرف ہونا واجب ہوتا ہے، لیکن تانیث معنوی کیساتھ علمیت ہو تو اس کا غیر منصرف ہونا واجب نہیں ہوتا۔جیسے هِنْدٌ کہ اسے منصرف پڑھنا واجب نہیں بلکہ اسے منصرف پڑھنا بھی جائز ہے۔

﴿جواب﴾: تشبیہ صرف اتنی بات میں کہ علمیت دونوں کیلئے شرط ہے یعنی جس طرح علمیت کے بغیر تانیث لفظی بالتاء غیر منصرف کا سبب نہیں بنتی اسی طرح علمیت کے بغیر تانیث معنوی بھی غیر منصرف کا سبب نہیں بنتی اگر چہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ علمیت پائی جانے کی صورت میں تانیث لفظی باالتاء کو غیر منصرف پڑھنا واجب ہوتا ہے لیکن تانیث معنوی کو غیر منصرف پڑھنا واجب نہیں جائز ہوتا ہے۔

وَشَرْطُ تَحَتُّمِ تَاثِيْرِهِ الزِّيَادَةُ الخ سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ بتانا چاہتا ہے کہ تانیث معنوی غیر منصرف کا سبب تب بن سکتی ہے جب اس

1: وہ کلمہ تین حروف سے زائد پر مشتمل ہو۔ جیسے زَيْنَبُ

2: اگر تین حروف پر مشتمل ہو تو اس کا درمیان والا حرف متحرک ہو۔ جیسے سَقَرُ

3: اگر تین حروف پر بھی مشتمل ہو اور اس کا درمیان والا حرف متحرک بھی نہ ہو تو (اسے غیر منصرف پڑھنے کے لیئے شرط یہ ہے کہ) وہ کہ عربی نہ ہو بلکہ عجمی ہو۔ جیسے مَاهُ وَجُوْرُ

﴿فائدہ﴾: سَقَرُ جہنم کے ایک طبقے کا نام ہے اور جہنم کے سات طبقات ہیں، جن میں سے پہلے کا نام هَاوِيَه ہے

جس میں منافقین، آل فرعون اور اصحاب مائدہ ہونگے، دوسرے کا نام لَظٰی ہے، جس میں مجوسی، ابلیس اور اس کے متبعین ہونگے، تیسرے کا نام حُطَمَہ ہے جس میں یہودی ہونگے، چوتھے کا نام سَعِیْر ہے جس میں عیسائی ہونگے، اور پانچویں کا نام سَقَر ہے جس میں ستارہ پرست ہونگے، چھٹے کا نام جَحِیْم ہے جس میں مشرکین ہونگے، ساتویں کا نام جَهَنَّم ہے جس میں سب سے ہلکا عذاب ہوگا اس میں حضور کی امت کے گناہگار کچھ عرصے کے لیئے ٹھہرینگے۔

❁ مَاهُ ایک شہر کا نام ہے، اسی طرح جُوْرُ بھی ایک شہر کا نام ہے، اور زَيْنَبُ عورت کا نام ہے۔

فَهِنْدٌ يَجُوْزُ صَرْفُهٗ سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ اگر مؤنث معنوی علمیت کے باوجود ثلاثی ساکن الاوسط عربی ہو عجمی نہ ہو تو اسکو منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح جائز ہے جیسے هِنْدٌ ۔اسے مذکورہ تین شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جانے کی وجہ سے منصرف پڑھیں گے، اور دو سبب (علمیت اور تانیث معنوی) پائے جانے کی وجہ سے غیر منصرف پڑھ سکتے ہیں۔

﴿سوال﴾: مؤنث معنوی کیلئے علمیت کے باوجود مذکورہ شرائط ثلاثہ میں سے کسی ایک شرط کا پایا جانا ضروری کیوں ہے۔

﴿جواب﴾: تین حرفی اسم میں چار حرفی اسم کی بنسبت خفت زیادہ ہوتی ہے اور چار حرفی اسم ثقیل ہوتا ہے اسی طرح ساکن الاوسط اسم میں متحرک الاوسط اسم کی بنسبت خفت زیادہ ہوتی ہے اور متحرک الاوسط اسم ثقیل ہوتا ہے اور عربی اسم میں عجمی اسم کی بنسبت خفت زیادہ ہوتی ہے اور عجمی اسم ثقیل ہوتا ہے، تو جب مؤنث معنوی میں چار حرفی ہونے کے باعث یا متحرک الاوسط ہونے کے باعث یا عجمہ ہونے کے باعث ثقل ہوتا ہے، تو اس مؤنث معنوی اسم کو ثقل دور کرنے کے لئے غیر منصرف پڑھنا واجب ہوگیا کیونکہ کسی کلمہ کو غیر منصرف بنانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس میں واقع ہونے والی ثقل دور ہوسکے۔

فَاِنْ سُمِّيَ بِهٖ مُذَكَّرٌ سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ مذکورہ شرائط ثلاثہ مؤنث معنوی کیلئے اس وقت ہیں جب وہ مؤنث معنوی کسی مؤنث ذات کا علم ہو لیکن اگر مؤنث معنوی کسی مذکر ذات کا علم ہو تو اسکے غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے زَائِد عَلَى الثَّلَاثَه ہونا (تین حرفوں سے زائد حروف والا ہونا) شرط ہے تاکہ چوتھا حرف مذکر کا علم ہونے کی وجہ سے فوت شدہ تانیث معنوی کے قائم مقام ہوجائے۔

لہٰذا قَدَمٌ (جو کہ مؤنث معنوی ہے) اگر یہ کسی مذکر کا نام رکھ دیا جائے تو شرائط ثلاثہ میں سے ایک شرط کے پائے جانے کے باوجود بھی یہ منصرف ہوگا کیونکہ مذکر ذات کا علم ہونے کی وجہ سے اس کی تانیث بالکل جاتی رہی، اب اس میں چوتھی شرط یعنی زَائِد عَلَى الثَّلَاثَه ہونا (تین حرفوں سے زائد حروف والا ہونا) ضروری ہے اور وہ یہاں نہیں پائی جارہی، لہٰذا یہ منصرف ہوا، جبکہ عَقْرَبُ مذکر ذات کا علم ہونے کے باوجود بھی غیر منصرف ہوگا، کیونکہ یہ چار حروف پر مشتمل ہے۔

﴿عبارت﴾:

اَلْمَعْرِفَةُ شَرْطُهَا اَنْ تَكُوْنَ عَلَمِيَّةً

﴿ترجمہ﴾: معرفہ (کے غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے) کی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو۔

﴿تشریح﴾:

یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ اسباب منع صرف میں چوتھے سبب یعنی معرفہ کا بیان کررہے ہیں، اور معرفہ وہ اسم ہے جو کسی معین چیز پر دلالت کرے، اس کے غیر منصرف ہونے کے لئے علم ہونا شرط ہے۔ اور وصف کے علاوہ بقیہ تمام اسباب کے ساتھ پایا جاسکتا ہے۔

﴿اعتراض﴾: معرفہ کے اسباب منع صرف میں شمار کرنا درست نہیں کیونکہ یہ معین ذات پر دلالت کرتا ہے، جبکہ اسباب منع صرف از قبیل اوصاف ہیں۔

﴿جواب﴾: معرفہ کے دو معنٰی ہیں ایک وہ جو اعتراض کے تحت مذکور ہے یعنی معرفہ وہ اسم ہے جو معین چیز پر دلالت کرے، اور دوسرا معنٰی تعریف ہے یعنی اسم کا معرفہ ہونا، یہاں یہ دوسرا معنٰی مراد ہے، لہٰذا معرفہ بھی از قبیل اوصاف ہوا۔

﴿سوال﴾: معرفہ کو غیر منصرف کا سبب ماننے کیلئے علمیت کو شرط کیوں قرار دیا گیا؟

﴿جواب﴾: معرفہ کی سات اقسام ہیں جن میں سے تین (مضمرات، اسمائے اشارات اور اسمائے موصولات) مبنی ہیں، اس لیئے یہ تینوں قسمیں غیر منصرف میں نہیں پائی جاسکتیں، اور دو قسمیں (مضاف اور معرف باللام) غیر منصرف کو منصرف یا منصرف کے حکم میں کردیتی ہیں، اس لیئے غیر منصرف کے لیئے یہ بھی کارآمد نہیں، اسی طرح منادیٰ مشابہ مضاف بھی غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتا، رہی بات منادیٰ مفرد معرفہ کی! وہ مبنی ہوتا ہے، لہٰذا وہ بھی غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتا۔

باقی ایک قسم یعنی علمیت رہ گئی اس لیئے اسے معرفہ کا سبب ماننے کے لیئے شرط قرار دیا گیا۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے معرفہ کو غیر منصرف کا سبب اور علمیت کو اسکی شرط قرار دیا، اسکا برعکس کیوں نہیں کیا یعنی علمیت کو سبب اور معرفہ کو شرط قرار دے دیتے۔

﴿جواب﴾: چونکہ تمام اسباب منع صرف کسی دوسری چیز کی فرع تھے، اور معرفہ کا نکرہ کی فرع ہونا بدیہی امر ہے بنسبت علمیت کے، کیونکہ تعریف وتنکیر میں تقابل ہے نہ کہ تنکیر وعلمیت میں۔

﴿اعتراض﴾: جب مصنف علیہ الرحمۃ کے نزدیک معرفہ سبب ہے علمیت سبب نہیں تو پھر مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے وزن فعل کے

تحت وَمَا فِيْهِ عَلَمِيَّةٌ مُؤَثِّرَةٌ (وہ اسباب کہ جن میں علمیت مؤثر ہے) کیونکہ کہا؟ بلکہ ضروری یہ تھا کہ وہ کہتے وَمَا فِيْهِ مَعْرِفَةٌ مُؤَثِّرَةٌ تا کہ بعد کا کلام ماقبل کلام کے مطابق ہو جاتا۔

﴿جواب﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کا کلام اس مقام پر دیگر نحویوں کی اصطلاح کے مطابق ہے تا کہ اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ بعض نحویوں کے نزدیک علمیت بھی غیر منصرف کا سبب ہے یا اس لیئے کہ مصنف علیہ الرحمۃ نے وہاں مجازاً علمیت بول کر معرفہ مراد لیا ہے۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ اَنْ تَكُوْنَ عَلَمِيَّةً کیوں کہا؟ اَنْ تَكُوْنَ عَلَماً کہہ لیتے؟

﴿جواب﴾: اَنْ تَكُوْنَ عَلَماً کہنے کی صورت میں تَكُوْن فعل ناقص کے اسم وخبر میں مطابقت نہ رہتی، اس لیئے عَلَمِيَّةً کہا تا کہ اسم وخبر میں مطابقت ہو سکے ورنہ ایک امر مبائن کا امر مبائن پر حمل ہو جاتا جو درست نہیں۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کا قول اَنْ تَكُوْنَ عَلَمِيَّةً درست نہیں کیونکہ اس میں فعلِ ناقص کے اسم یعنی ضمیر مؤنث کا مرجع معرفہ ہے جو کہ مصدر ہے، اور اس کی خبر یعنی عَلَمِيَّةً بھی مصدر ہے، خبر کا چونکہ اسم پر حمل ہوتا ہے اور حمل میں ضابطہ یہ ہے کہ ایک مصدر کا حمل دوسرے مصدر پر تب درست ہوسکتا ہے جب دونوں مترادف ہوں۔ جیسے اَلْقَعُوْدُ جُلُوْسٌ، جبکہ اَلْمَعْرِفَة اور عَلَمِيَّة مترادف نہیں لہٰذا یہ حمل بھی درست نہیں۔

﴿جواب﴾ آپ نے ضابطہ مکمل نہیں بیان کیا، ورنہ آپ کا اعتراض لازم نہ آتا، کیونکہ مکمل ضابطہ یہ ہے ایک مصدر کا حمل دوسرے مصدر پر تب درست ہوسکتا ہے کہ جب وہ دونوں مترادف ہوں یا ان میں سے ایک عام ہو اور دوسرا خاص ہو، یہاں (اَنْ تَكُوْنَ عَلَمِيَّةً) میں دونوں مصادر اگر چہ مترادف نہیں لیکن ان میں سے معرفہ عام ہے اور علمیت خاص ہے، لہٰذا اعتراض نہ رہا۔

﴿عبارت﴾:

اَلْعُجْمَةُ شَرْطُهَا اَنْ تَكُوْنَ عَلَمِيَّةً فِي الْعُجْمَةِ وَتَحَرُّكَ الْاَوْسَطِ اَوِ الزِّيَادَةُ عَلَى الثَّلَاثَةِ فَنُوْحٌ مُنْصَرِفٌ وَ شَتَرُ وَ اِبْرَاهِيْمُ مُمْتَنِعٌ

﴿ترجمہ﴾: عجمہ (کے غیر منصرف کا سبب ہونے) کی شرط یہ ہے کہ وہ عجمی زبان میں بھی علم ہو اور اس اسم کا وسط متحرک ہو یا وہ تین حروف سے زائد ہو، پس لفظ نوح منصرف ہے اور لفظِ شتر اور ابراھیم غیر منصرف ہوا۔

﴿تشریح﴾:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمۃ غیر منصرف کے پانچویں سبب عجمہ کا بیان فرما رہے ہیں، عجمہ کا لغوی معنٰی گونگا ہونا اور اصطلاحی معنٰی

یہ ہے کہ وہ اسم جو عربی نہ ہو بلکہ عجمی ہو، اس کے لیئے دو شرطیں ہیں۔

شَرْطُهَا اَنْ تَكُوْنَ عَلَمِيَّةً الخ۔ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ پہلی شرط کا بیان کرنا ہے، کہ پہلی شرط علمیت ہے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف کا قول شَرْطُهَا اَنْ تَكُوْنَ عَلَمِيَّةً (عجمہ کے لیئے علمیت ہے) درست نہیں، کیونکہ عجمہ تو علمیت کے بغیر بھی پایا جاتا ہے، جیسے لِجَامٌ (لگام) عجمی لفظ ہے لیکن علم نہیں۔

﴿جواب﴾: علمیت عجمہ کے پائے جانے کے لیئے شرط نہیں، بلکہ عجمہ کو غیر منصرف کا سبب ماننے کے لیئے شرط ہے کہ وہ لفظ عجمی زبان میں بھی علم ہو۔

﴿اعتراض﴾: مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ عجمہ کو غیر منصرف کا سبب ماننے کے لیئے شرط یہ ہے کہ وہ عجمہ زبان میں بھی علم ہو درست نہیں، کیونکہ لفظ قَالُوْن یہ رومی زبان کا لفظ ہے اس کا معنیٰ اس زبان میں عمدہ چیز ہے، اور یہ لفظ بطورِ علم رومی زبان میں استعمال نہیں ہوا لیکن پھر بھی یہ عربی زبان میں غیر منصرف ہی استعمال ہوا

﴿فائدہ﴾: قرأت کے امام نافع رحمۃ اللہ علیہ نے اس لقب (قَالُوْن) سے اپنے شاگرد عیسیٰ کو ملقب کیا کیونکہ ان کا قرآن پڑھنا بہت عمدہ تھا۔

﴿جواب﴾: عجمی زبان میں علم ہونے سے مراد عام ہے کہ خواہ حقیقۃً اس زبان میں بھی علم ہو (جیسے اِبْرَاهِيْم کہ یہ عجمی زبان میں بھی علم تھا) یا اس زبان میں حکماً علم ہو، یعنی وہ لفظ عجمی! عربی زبان میں ابتداءً علم ہو کر استعمال ہو، عربی زبان میں اسے علم قرار دینے سے قبل وہ کسی اور معنیٰ میں استعمال نہ ہو، چنانچہ یہ لفظ قَالُوْن اگر عجمی زبان میں حقیقۃً علم نہیں لیکن عربی زبان میں ابتداءً علم ہو کر ہی استعمال ہوا ہے، لہٰذا اعتراض نہ رہا۔

﴿سوال﴾: عجمہ کو غیر منصرف کا سبب ماننے کے لیئے یہ شرط کیوں ہے کہ وہ عجمی زبان میں بھی حقیقۃً یا حکماً علم ہو۔

﴿جواب﴾: اس وجہ سے تا کہ اہل عرب اس اسم میں دیگر اسماء کی طرح تصرف نہ کریں (مثلاً الف و لام کا داخل کرنا، تنوین لاحق کرنا جیسے لِجَامٌ اور فَرَنْدٌ جو کہ عجمی زبان میں لگام اور فرنگ تھے) کیونکہ عجمہ میں تصرف ہوگا تو عجمہ ہونا ضعیف ہو جائے گا لہٰذا وہ منع صرف میں مؤثر نہیں ہوگا، بخلاف اس اسم کے جو عجمی زبان میں بھی علم ہو وہ تغیر و تبدل سے محفوظ رکھنے کے لیئے علمیت کی شرط لگائی گئی۔

وَ تَحَرُّكُ الْاَوْسَطُ اَوِ سے غرض مصنف دوسری شرط بیان کرنا ہے، کہ دوسری شرط یہ ہے ثلاثی متحرک الاوسط ہو یا تین حرفوں سے زائد ہو۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے تحرک اوسط یا زَائِدٌ عَلَى الثَّلَاثَه کو عجمہ کی تاثیر کے لیئے شرط کیوں قرار دیا؟

﴿جواب﴾: اگر کلمہ متحرک الاوسط یا زَائِد عَلَی الثَّلاثَه نہیں ہوگا تو ثلاثی ، ساکن الاوسط ہوگا تو اس وقت کلمہ میں خفت پائی جائے گی اور یہ خفت دوسببوں میں سے ایک سبب کی ثقالت کے مخالف ہوگی ، اور کوئی بھی کلمہ ثقل کے نہ پائے جانے کے باعث غیر منصرف نہیں ہوسکتا۔

فَنُوْحٌ مُنْصَرِفٌ سے غرض مصنف یہ بتانا ہے کہ اگر کسی اسم میں شرط اول (عجمی زبان میں علم ہونا) پائی گئی لیکن دوسری شرط (متحرک الاوسط ہونا یا زَائِد عَلَی الثَّلاثَه ہونا) نہ پائی گئی تو وہ منصرف ہوگا جیسے نُوْح کہ یہ اگر چہ عجمی زبان میں تو علم ہے لیکن ثلاثی متحرک الاوسط نہیں بلکہ ساکن الاوسط ہے لہٰذا یہ وجوبی طور پر منصرف ہوگا۔ اور اگر دونوں شرطیں پائی گئیں تو وہ غیر منصرف ہوگا جیسے شَتَرُ (ایک قلعہ کا نام ہے) اور اِبْرَاهِيْم (ایک جلیل القدر نبی کا اسم گرامی) غیر منصرف ہے، کیونکہ شتر میں عجمہ ہونا اور متحرک الاسط ہونا پایا جاتا ہے اور لفظِ اِبْرَاهِيْم میں عجمہ ہونا اور زَائِد عَلَی الثَّلاثَه ہونا پایا جاتا ہے۔

﴿نوٹ﴾: تمام انبیاء کرام اور ملائکہ کرام علیہم السلام کے اسمائے مبارکہ غیر منصرف ہیں ، سوائے چھ اسمائے مبارکہ کے ، کہ وہ منصرف ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۲) صالح علیہ السلام (۳) شعیب علیہ السلام

(۴) ھود علیہ السلام (۵) نوح علیہ السلام (۶) لوط علیہ السلام

کیونکہ ان میں سے پہلے چار اسمائے مبارکہ عجمی نہیں بلکہ عربی ہیں ، اور ان میں اسبابِ منع صرف میں سے فقط علمیت پائی جاتی ہے جبکہ غیر منصرف کا سبب بننے کے لیئے دوسبب ہونے ضروری ہیں اور آخری دو اسمائے مبارکہ اگر چہ عجمہ ہیں لیکن ثلاثی ہونے کی بناء پر متحرک الاوسط ہونے کی شرط نہیں پائی جارہی ، اس بناء پر یہ بھی منصرف ہیں۔

﴿اعتراض﴾: منصرف اسمائے مبارکہ کا چھ میں حصر درست نہیں کیونکہ دو منصرف اسمائے مبارکہ اور بھی ہیں۔

(۱) عزیر (علیہ السلام) (۲) شیث (علیہ السلام)

﴿جواب﴾: شعیب (علیہ السلام) سے مراد بشخصہ اسم نہیں بلکہ وہ اسم نبوی ہے جو عربی ہو اور اس وزن پر ہو لہٰذا عزیر (علیہ السلام) اس کے تحت داخل ہوا ، اور نوح (علیہ السلام) سے مراد بھی وہ اسم نبوی ہے جو عجمی ہو ، اور اس وزن پر ہو ، لہٰذا شیث (علیہ السلام) اس کے تحت داخل ہوا۔

﴿عبارت﴾:
اَلْجَمْعُ شَرْطُهُ صِيْغَةُ مُنْتَهَى الْجُمُوْعِ بِغَيْرِهَاءٍ كَمَسَاجِدَ وَمَصَابِيْحَ وَاَمَّا

فَرَازِنَةٌ فَمُنْصَرِفٌ وَحَضَاجِرُ عَلَمًا غَيْرُ مُنْصَرِفٍ لِأَنَّهُ مَنْقُولٌ عَنِ الْجَمْعِ

﴿ترجمہ﴾: جمع کی شرط ! صیغۂ منتہی الجموع ہے جو ھاء کے بغیر ہو، جیسے مساجد اور مصابیح لیکن فرازنۃ منصرف ہے اور حضاجر بجو کا نام غیر منصرف ہے کیونکہ یہ جمع سے نقل کیا گیا ہے۔

﴿تشریح﴾:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمۃ غیر منصرف کے چھٹے سبب (جمع) کا بیان فرمار ہے ہیں۔

جمع کا لغوی معنیٰ: اکٹھا کرنا، اور اصطلاحی معنیٰ: جمع منتہی الجموع وہ جمع مکسر ہے جس کی جمع دوبارہ نہ لائی جا سکے۔

﴿شرائط﴾: جمع کے غیر منصرف بننے کے لیئے دو شرطیں ہیں۔

1: جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہو۔ یادر ہے کہ ! جمع منتہی الجموع کا وزن یہ ہے کہ پہلے دو حرف مفتوح ہوں، اور تیسری جگہ الف ہو پھر الف کے بعد اگر ایک حرف ہو تو مشدد ہو جیسے دَوَابُّ اگر دو حرف ہوں تو پہلا مکسور دوسرے کی حرکت عامل کے مطابق ہو۔

جیسے: مَسَاجِدُ اور اگر تین حرف ہوں تو پہلا حرف مکسور دوسرا ساکن اور تیسرے کی حرکت عامل کے مطابق ہو۔ جیسے: مَصَابِيْحُ

2: وہ جمع ھاء کو قبول کرنے والی نہ ہو، ھاء کو قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کے جمع منتہی الجموع کے آخر میں ایسی تاء نہ ہو جو حالت وقف میں ھاء بن جائے۔ جیسے فَرَازِنَةٌ

﴿سوال﴾: جمع کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لیئے منتہی الجموع کے وزن پر ہونے کی شرط کیوں لگائی گئی؟

﴿جواب﴾: چونکہ جمع منتہی الجموع کے بعد اور کوئی جمع بن نہیں سکتی اور یہ وزن تغیر و تبدل سے محفوظ رہتا ہے پس اسی لیئے اس وزن کی شرط لگائی گئی تا کہ جمع تغیر و تبدل سے محفوظ ہو جائے۔

﴿اعتراض﴾: آپ کا یہ کہنا کہ "جمع منتہی الجموع کے بعد اور کوئی جمع نہیں بن سکتی" درست نہیں کیونکہ کلام عرب میں اَیَامِنُ کی جمع اَیَامِنُوْنَ اور صَوَاحِبُ کی صَوَاحِبَاتٌ آتی ہے۔ حالانکہ اَیَامِنُ اور صَوَاحِبُ جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہیں۔

﴿جواب﴾: ہمارے اس قول (جمع منتہی الجموع کے بعد اور کوئی جمع نہیں بن سکتی) سے ہماری مراد یہ ہے کہ جمع منتہی الجموع کے بعد جمع مکسر نہیں بن سکتی، نا کہ جمع سالم یعنی ہم نے جمع مکسر کی نفی کی ہے جمع سالم کی نہیں اور مذکورہ آپ کی مثالیں جمع سالم ہیں جمع مکسر نہیں الغرض ! جو ہماری مراد ہے اس پر اعتراض نہیں، اور جس پر اعتراض ہے وہ ہماری مراد نہیں۔

﴿سوال﴾: جمع کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لیئے دوسری شرط (وہ جمع ھاء کو قبول کرنے والی نہ ہو) کیوں لگائی گئی؟

﴿جواب﴾: چونکہ جو جمع مع الھاء ہو وہ مفردات کے وزن پر ہو جاتی ہے۔ جیسے: کَرَاهِيَةٌ یہ مفرد ہے اور فَرَازِنَةٌ یہ جمع ہے، ان دونوں میں مشابہت لازم آرہی ہے اگر یہ دوسری شرط نہ لگاتے تو مفرد اور جمع میں مشابہت لازم آتی۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے اَمَّا فَرَازِنَةٌ فَمُنْصَرِفٌ کہا ہے فَمُنْصَرِفَةٌ کہہ لیتے، تاکہ مبتدأ اور خبر کے درمیان مطابقت ہو جاتی۔

﴿جواب﴾: 1: مبتدأ اور خبر کے لیئے مطابقت تب ضروری ہوتی ہے جب تین شرطیں پائی جائیں۔

(1) خبر مشتق ہو۔ (2) خبر میں ایسی ضمیر ہو جو مبتدأ کی طرف لوٹے۔

(3) خبر ایسا لفظ نہ ہو جو تذکیر و تانیث کے لیئے برابر ہو جیسے حائض۔

یہاں اگر چہ تیسری شرط موجود ہے لیکن پہلی اور دوسری شرط مفقود ہے کیونکہ منصرف کا یہاں اصطلاحی معنی مراد ہے لہٰذا منصرف مشتق نہ ہوا اور نہ ہی اس میں ضمیر ہوئی، پس اس لیئے مطابقت بھی ضروری نہ ہوئی۔

2: یہاں فَرَازِنَةٌ بتاویل لفظ ہو کر مبتدأ ہے چونکہ لفظ مذکر ہے پس مبتدأ و خبر میں مطابقت پائی گئی۔

3: فَرَازِنَةٌ سے پہلے مضاف محذوف ہے اصلاً عبارت یوں ہے اَمَّا مِثْلُ فَرَازِنَةٍ فَمُنْصَرِفٌ پس مطابقت پائی گئی۔

الغرض! پہلی صورت میں مطابقت مفقود ہے لیکن آخری دونوں صورتوں میں موجود ہے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے کہا کہ جمع کے غیر منصرف کا سبب بننے کیلیئے شرط یہ ہے کہ وہ منتہی الجموع کے وزن پر ہو اور ھاء کو قبول کرنے والی نہ ہو تو حَضَاجِرُ میں یہ دونوں شرطیں پائی جارہی ہیں جسکی وجہ سے اس کو غیر منصرف پڑھا جاتا ہے، لیکن اس میں جمعیت والا معنی نہیں پایا جاتا کیونکہ یہ ایک بجّو کا نام ہے جو کہ مفرد ہے لہٰذا اسکا غیر منصرف ہونا درست نہیں۔

﴿جواب﴾: جمع کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) جمع فی الحال۔ (۲) جمع فی الاصل۔

یہاں پر حَضَاجِرُ جمع فی الحال نہ سہی جمع فی الاصل تو ہے کیونکہ لغت میں اس کی مفرد حِضَجَرٌ آتی ہے، لہٰذا اسے غیر منصرف اصل کا لحاظ کرتے ہوئے پڑھا جاتا ہے۔

﴿عبارت﴾:

وَسَرَاوِيْلُ اِذَا لَمْ يُصْرَفْ وَهُوَ الْاَكْثَرُ فَقَدْ قِيْلَ اَعْجَمِيٌّ حُمِلَ عَلٰى مَوَازِنِهٖ وَقِيْلَ عَرَبِيٌّ جَمْعُ سِرْوَالَةٍ تَقْدِيْرًا وَاِذَا صُرِفَ فَلَا اِشْكَالَ وَنَحْوُ جَوَارٍ رَفْعًا وَجَرًّا كَقَاضٍ

﴿ترجمہ﴾: اور سَرَاوِيل جب غیر منصرف ہو جو کہ عند الاکثر ہے تو بعض نے کہا کہ یہ عجمی ہے اور اسے اس کے

ہم وزنوں پر قیاس کیا گیا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ عربی ہے اور سِـرْوَالَۃٌ کی تقدیراً جمع ہے اور اسے منصرف پڑھا جائے تو پھر کوئی اشکال نہیں اور جواری کی طرح حالتِ رفعی اور حالتِ جری میں قاضی کی طرح ہوتی ہے۔

وَسَرَاوِيْلُ اِذَاالخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے کہا کہ ''سَـــرَاوِيْـــلُ اکثر نحویوں کے نزدیک غیر منصرف ہے'' یہ درست نہیں کیونکہ سَرَاوِيْلُ (شلوار) نہ ہی جمع فی الحال ہے نہ ہی جمع فی الاصل، بلکہ یہ مفرد ہے، تو جب یہ جمع ہی نہیں تو اسے جمعیت کی بناء پر غیر منصرف کیسے پڑھا جاسکتا ہے۔

﴿جواب﴾: اس کے منصرف اور غیر منصرف ہونے میں اختلاف ہے بعض ائمہ کے نزدیک منصرف ہے اور بعض کے نزدیک غیر منصرف ہے، اگر اسے منصرف مانا جائے تو پھر اس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا لیکن عندالجمہور یہ غیر منصرف ہے جس پر مذکورہ اعتراض وارد ہوتا ہے جس کے جواب میں امام سیبویہ اور امام مبرد کا اختلاف ہے۔

❁ امام سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سراویل عجمی لفظ ہے اور جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہے، جو بھی عجمہ عربی میں اس وزن پر آتا ہے وہ غیر منصرف ہی مستعمل ہوتا ہے۔

❁ امام مبرد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ عجمی لفظ نہیں بلکہ عربی ہے اور جمع کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔(۱) جمع حقیقی۔ (۲) جمع تقدیری۔ بیشک یہ لفظ سراویل حقیقۃً جمع نہ سہی تقدیراً جمع ضرور ہے۔

❁ یاد رہے: جمع تقدیری وہ جمع ہوتی ہے جس کا واحد نہ ہو، لیکن اسے فرض کرلیا گیا ہو، اور اس کا بھی واحد سِرْوَالَۃٌ (ٹکڑا) فرض کرلیا گیا ہے۔ الغرض! سراویل جمع فی الحال ہے لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ وہ جمع فی الحال بھی نہیں اور جمع فی الاصل بھی نہیں۔

وَنَحْوُ جَوَارٍ رَفْعًا وَجَرًّا كَقَاضٍ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ جمع منتھی الجموع کے ایک خاص مسئلہ کو بیان کرنا ہے، جسے جاننے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ ماقبل میں حضاجر اور سراویل کا ذکر ہوا یعنی اس لفظ کا ذکر ہوا جس میں جمع منتھی الجموع کا وزن تو ہو لیکن وہ لفظ جمع نہ ہو، اور اب یہاں سے اس کی بات کر رہے ہیں جو جمع تو ہو لیکن جمع منتھی الجموع کا وزن اس میں نہ پایا جائے۔

جیسے جَوَارٍ، دَوَاعٍ جمع منتھی الجموع ہیں لیکن ان میں جمع منتھی الجموع والا وزن نہیں پایا جارہا۔

❁ یاد رہے کہ مصنف علیہ الرحمۃ جَوَارٍ سے پہلے لفظِ نَحْوُ لگا کر اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہاں صرف جَوَارٍ کی ہی بات نہیں ہو رہی بلکہ جَوَارٍ سے ہر وہ لفظ مراد ہے جو جمع منتھی الجموع ہو، فَوَاعِلُ کے وزن پر ہو، ناقص ہو خواہ ناقص واوی ہو یا یائی ہو تو وہ لفظ حالتِ رفعی اور حالتِ جری میں قَـاضٍ کی طرح ہے۔ یعنی جس طرح قَـاضٍ کی حالتِ رفعی اور حالتِ جری میں

قَاضٍ کی یا گر جاتی ہے اور تنوین ماقبل پر آجاتی ہے اسی طرح جَوَارٍ اور جَوَادٍ کے مثل الفاظ میں حالت رفعی اور حالت جری میں آخر سے یا گر جائے گی اور تنوین ماقبل پر آجائے گی لیکن حالت نصبی میں قَـــاضِیَ کے آخر میں یا مفتوح بالتنوین ہوتی ہے اور جَوَارِ کے آخر میں یاء مفتوح بلاتنوین ہوتی ہے۔۔

﴿سوال﴾: جَوَارٍ کی حالتِ رفعی اور حالتِ جری میں تعلیل ہوتی ہے حالتِ نصبی میں کیوں نہیں ہوتی ؟

﴿جواب﴾: چونکہ یاء پر ضمہ اور کسرہ ثقیل ہوتا ہے اس لیئے حالتِ رفعی اور حالتِ جری میں تعلیل ہوتی ہے لیکن فتحہ ثقیل نہیں ہوتا اس لیئے حالتِ نصبی میں تعلیل نہیں ہوتی۔ لیکن صرف تنوین محذوف ہوتی ہے کیونکہ یہ جمع منتھی الجموع کا صیغہ ہے اور اس حالت (نصبی) میں یہ بالاتفاق غیر منصرف ہوتا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا جَوَارٍ حالتِ رفعی اور حالتِ جری میں بالاتفاق غیر منصرف نہیں ہوتا ہے ؟

﴿جواب﴾: جی ہاں! حالت رفعی اور حالتِ جری میں جَـــوَارٍ کے غیر منصرف ہونے اور منصرف ہونے میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔

- امام زجاج کے نزدیک جَـوَارٍ ان دونوں حالتوں میں تعلیل سے پہلے بھی منصرف ہے اور تعلیل کے بعد بھی منصرف ہے۔
- امام سیبویہ اور امام خلیل کے نزدیک تعلیل سے پہلے منصرف ہے اور تعلیل کے بعد غیر منصرف ہے۔
- امام کسائی کا موقف یہ ہے کہ وہ تعلیل سے پہلے بھی غیر منصرف ہے اور تعلیل کے بعد بھی غیر منصرف ہے۔
- لیکن یہ کسی کا نظریہ نہیں کہ وہ (جوار) تعلیل سے پہلے غیر منصرف ہو اور تعلیل کے بعد منصرف ہو۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

﴿عبارت﴾:

اَلتَّرْکِیْبُ شَرْطُهُ الْعَلَمِیَّةُ وَاَنْ لَایَکُوْنَ بِاِضَافَةٍ وَّلَااِسْنَادٍ مِثْلُ بَعْلَبَکَّ

﴿ترجمہ﴾: ترکیب کی شرط علمیت ہے بشرطیکہ وہ اضافت اور اسناد کے ساتھ نہ ہو۔ جیسے: بعلبک۔

﴿تشریح﴾:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمۃ غیر منصرف کے ساتویں سبب (ترکیب) کا بیان فرمارہے ہیں۔

ترکیب کا لغوی معنی: ملانا۔ اصطلاحی معنی: دو یا دو سے زائد کلموں کا مل کر ایک ہوجانا بشرطیکہ کسی اسم کا کوئی حرف جزء نہ ہو۔

﴿شرائط﴾: ترکیب کے غیر منصرف بننے کیلئے دو شرطیں ہیں۔

1: علمیت۔ 2: ترکیب میں نسبت اسنادی و نسبت اضافی نہ ہو جیسے بَعْلَبَکُّ اور مَعْدِیْکَرَبُ

❁ بَعْلَبَكُّ اور مَعْدِيْكَرَبُ میں دو دو اسموں کو ملا کر ایک کر دیا گیا ہے، اب یہ دونوں اسم غیر منصرف ہیں ایک سبب ان میں ترکیب ہے اور دوسرا سبب علمیت ہے، یاد رہے کہ بعل ایک بت کا نام ہے جسے حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم پوجتی تھی اور بک ایک بادشاہ کا نام تھا جو بعل بت کا پجاری تھا پھر بت اور اس کے پجاری کے نام کو ملا کر ملک شام کے ایک شہر کا نام رکھ دیا گیا جس شہر کا حکمران بادشاہ تھا۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کا ترکیب کو غیر منصرف کا سبب قرار دینا درست نہیں کیونکہ کئی اسماء ایسے ہیں کہ ان میں ترکیب تو پائی جاتی ہے لیکن وہ غیر منصرف نہیں ہیں جیسے اَلنَّجْمُ، قَائِمَةٌ اور بَصَرِيٌّ میں ترکیب ہے کہ دو دو کلموں کو ملا کر ایک کر دیا گیا ہے تو اب اگر ان کو کسی کا علم بنا دیا جائے تو ان میں سے ہر ایک کو غیر منصرف ہونا چاہیئے کیونکہ ان میں ایک سبب ترکیب دوسرا سبب علمیت ہوگا لیکن پھر بھی یہ منصرف ہی رہتے ہیں۔

﴿جواب﴾: مذکورہ تینوں لفظوں میں ترکیب نہیں ہے کیونکہ ترکیب کی تعریف ابھی گزری ہے کہ دو یا دو سے زائد کلموں کا مل کر ایک ہو جانا بشرطیکہ کسی اسم کا کوئی حرف جزء نہ ہو، جبکہ یہاں تینوں اسموں کا جزء حرف ہے اس طرح کہ النجم میں الف ولام جزء ہے، قائمۃ میں تائے تانیث جزء ہے اور بصری میں یائے نسبت جزء ہے اور یہ تینوں (الف ولام، تائے تانیث اور یائے نسبت) حرف ہیں۔

﴿سوال﴾: ترکیب کو غیر منصرف کا سبب قرار دینے کے لیئے علمیت کو شرط کیوں قرار دیا گیا؟

﴿جواب﴾: چونکہ عَلَمْ حتی الامکان تغیر وتبدل سے محفوظ رہتا ہے جبکہ ترکیب ایک عارضی شے ہے جسے تغیر وتبدل سے بچاؤ اور تحفظ نہیں ہے پس اسی لیئے ترکیب میں علمیت کی شرط لگا دی گئی تا کہ جب علمیت کی وجہ سے ترکیب تغیر وتبدل سے محفوظ ہو جائیگی تو اس میں اتنی قوت آ جائیگی کہ غیر منصرف ہونے کا سبب بن سکے۔

﴿سوال﴾: ترکیب کو غیر منصرف کا سبب قرار دینے کے لیئے یہ شرط کیوں ہے کہ وہ اضافت کیساتھ نہ ہو؟

﴿جواب﴾: اضافت تو مضاف کو منصرف یا منصرف کے حکم میں کر دیتی ہے وہ مضاف الیہ کو غیر منصرف قرار دینے میں کردار کیسے ادا کریگی؟

﴿سوال﴾: ترکیب کو غیر منصرف کا سبب قرار دینے کے لیئے یہ شرط کیوں ہے کہ وہ اسناد کیساتھ نہ ہو؟

﴿جواب﴾: غیر منصرف معرب ہوتا ہے اور جس عَلَم میں اسناد ہو وہ مبنی ہوتا ہے غیر منصرف نہیں ہوتا جیسے تَأَبَّطَ شَرًّا ایک جملہ ہے جو کسی کا نام ہو گیا تو جیسے یہ جملہ علم ہونے سے پہلے مبنی تھا اسی طرح علم ہو جانے کے بعد بھی مبنی ہے تو جو مبنی ہو وہ غیر منصرف کیسے ہو سکتا ہے؟

الغرض! اسناد بھی اضافت کی طرح کسی اسم کو غیر منصرف بنانے میں کردار ادا نہیں کر سکتا۔

﴿سوال﴾: ترکیب کے لیئے جہاں یہ شرط ہے کہ وہ اضافت کے ساتھ نہ ہوتو وہاں یہ بھی تو شرط ہے کہ وہ توصیف کیساتھ نہ ہو یعنی وہ مرکب توصیفی نہ ہو تو مصنف نے اس شرط کو کیوں چھوڑ دیا؟

﴿جواب﴾: یہاں خاص بول کر عام مراد لیا گیا ہے (اضافت سے مرکب تقییدی مراد لیا گیا ہے) یعنی وہ ترکیب مراد ہے جس میں جزء ثانی جزء اول کے لیئے قید ہو خواہ وہ ترکیب اضافی ہو جیسے غُلَامُ زَیْدٍ یا ترکیب توصیفی ہو جیسے رَجُلٌ عَالِمٌ ۔

﴿عبارت﴾:

اَلْاَلِفُ وَالنُّوْنُ اِنْ كَانَتَا فِيْ اِسْمٍ فَشَرْطُهُ الْعَلَمِيَّةُ كَعِمْرَانَ اَوْ صِفَةٍ فَانْتِفَاءُ فَعْلَانَةٍ وَقِيْلَ وُجُوْدُ فَعْلٰى وَمِنْ ثَمَّ اُخْتُلِفَ فِيْ رَحْمٰنَ دُوْنَ سَكْرَانَ وَنَدْمَانَ

﴿ترجمہ﴾: الف ونون اگر دونوں اسم میں ہوں تو علمیت شرط ہے۔ جیسے: عِمْرَان اور اگر صفت میں ہوں تو (اس کی مؤنث کا) فَعْلَانَةٌ کے وزن پر نہ ہونا شرط ہے بعض نے کہا کہ (اس کی مؤنث کا) فَعْلٰی کے وزن پر ہونا شرط ہے اسی وجہ سے لفظ رَحْمٰن کے بارے میں اختلاف ہے لیکن سَكْرَان اور نَدْمَان کے بارے میں اختلاف نہیں۔

﴿تشریح﴾:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمۃ غیر منصرف کے آٹھویں سبب (الف ونون زائدتان) کا بیان فرما رہے ہیں۔

الف نون زائدہ تان دو حال سے خالی نہیں کہ یا تو الف نون زائدہ تان اسم میں ہوگا یا صفت میں ہوگا، اگر الف نون زائدہ تان اسم میں پایا جائے تو اس کے غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے علمیت شرط ہے۔ جیسے: عِمْرَان، سُلَيْمَان، سُلْطَان

اور اگر الف نون زائدہ تان صفت میں پایا جائے تو اس کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لیئے بعض نحویوں کے نزدیک شرط یہ ہے کہ اسکی مؤنث فَعْلَانَةٌ کے وزن پر نہ ہو، لہٰذا ان کے نزدیک لفظ رحمٰن غیر منصرف ہے کیونکہ اسکی مؤنث فَعْلَانَةٌ کے وزن پر نہیں آتی

اور بعض نحوی کہتے ہیں کہ الف نون زائدہ تان اگر صفت میں پایا جائے تو اسکے غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے شرط یہ ہے کہ اسکی مؤنث فَعْلٰی کے وزن پر ہو تو ان لوگوں کے نزدیک لفظِ رحمٰن منصرف ہوگا کیونکہ اسکی مؤنث آتی ہی نہیں۔

❁ سَكْرَان (مست ہونا) بالاتفاق غیر منصرف ہے کیونکہ اس کی مؤنث فَعْلٰی کے وزن پر آتی ہے فَعْلَانَةٌ کے وزن پر نہیں آتی لہٰذا جن کے نزدیک شرط تھی کہ اس کی مؤنث فَعْلَانَةٌ کے وزن پر نہ ہو ان نزدیک بھی غیر منصرف ہوا اور جن کے نزدیک شرط تھی کہ اس کی مؤنث فَعْلٰی کے وزن پر ہو ان کے نزدیک بھی غیر منصرف ہے کیونکہ اس کی مؤنث فَعْلٰی کے وزن پر آتی ہے۔

❁ نَدْمَان کی دو صورتیں ہیں (۱) بمعنیٰ نادم یعنی شرمندہ ہو۔ (۲) بمعنیٰ ندیم یعنی ساتھی ہو۔

اگر بمعنیٰ نادم ہوتو اسکی مؤنث فعلیٰ کے وزن پر آتی ہے تو ایسی صورت میں یہ (ندمان) بالاتفاق غیر منصرف ہوگا کیونکہ جن کے ہاں کہ یہ شرط ہے کہ اس کی مؤنث فَعْلٰی کے وزن پر ہوتو ان کے نزدیک شرط پائی گئی اور جن کے ہاں یہ شرط ہے کہ اس کی مؤنث فَعْلَانَۃٌ کے وزن پر نہ ہوتو ان کے نزدیک بھی غیر منصرف ہے کیونکہ اس کی مؤنث فَعْلَانَۃٌ کے وزن پر نہیں آتی۔

اور اگر بمعنی ندیم ہو ہوتو اسکی مؤنث فَعْلَانَۃٌ کے وزن پر آتی ہے تو ایسی صورت میں یہ بالاتفاق منصرف ہوگا کیونکہ جن نحویوں کے نزدیک یہ شرط ہے کہ اس کی مؤنث فَعْلَانَۃٌ کے وزن پر نہ ہوتو ان کے نزدیک شرط نہیں پائی گئی کیونکہ اس کی مؤنث فَعْلَانَۃٌ کے وزن پر آتی ہے اور جن کے ہاں یہ شرط ہے کہ اس کی مؤنث فَعْلٰی کے وزن پر ہوتو ان کے نزدیک بھی منصرف ہے کیونکہ اس کی مؤنث فعلی کے وزن پر نہیں آتی۔ الغرض! نَدْمَان بمعنیٰ نادم ہوتو بالاتفاق غیر منصرف ہے اور بمعنیٰ ندیم ہوتو بالاتفاق منصرف ہے۔

﴿سوال﴾: غیر منصرف کے تمام اسباب مصادر ہیں مثلاً عدل، وصف، تانیث، معرفہ اور ترکیب وغیرہ لیکن الف ونون زائدتان مصدر نہیں کیوں؟

﴿جواب﴾: یہاں مجاز مرسل کی قسم حذف مضاف کا وقوع ہے یعنی عبارت میں مضاف الیہ مذکور ہے لیکن اس کا مضاف محذوف ہے اور کلام عرب میں ایسا ہوتا رہتا ہے اصلاً عبارت زِیَادَۃُ الْاَلِفِ وَالنُّوْنِ ہے جس میں زِیَادَۃ مصدر مضاف ہے اور الالف و النون مضاف الیہ ہے اور مضاف اور مضاف الیہ میں جزءِ معتبر مضاف ہوتی ہے لہٰذا دیگر اسباب کی طرح الف ونون زائدتان بھی مصادر کے قبیل سے ہوا۔

﴿یاد رہے مجاز مرسل کی 26 اقسام ہیں جنہیں ہماری کتاب اغراض سلم العلوم میں ملاحظہ فرمائیں﴾۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کا فَشَرْطُہٗ کہنا درست نہیں کیونکہ ضمیر مجرور متصل کا مرجع الف و نون ہے جو کہ تثنیہ ہے یعنی دو چیزیں ہیں جبکہ راجع یعنی ضمیر واحد ہے حالانکہ راجع اور مرجع کے مابین مطابقت ہونی چاہیئے۔

﴿جواب﴾: ضمیر کو واحد اس لیئے لائے تا کہ اس امر پر تنبیہ ہو جائے کہ الف ونون دونوں مل کر ایک ہی سبب ہیں۔

﴿سوال﴾: تو پھر اِنْ کَانَا میں ضمیر تثنیہ کیوں لائے؟

﴿جواب﴾: اِنْ کَانَا میں ضمیر تثنیہ اس لیئے لائی گئی تا کہ معلوم ہو جائے کہ الف ونون ذات کے اعتبار سے مختلف ہیں اور متعدد ہیں، الغرض! الف ونون کے لیئے ضمیر کا تثنیہ ہونا ذات کے اعتبار سے ہے اور واحد ہونا سببیت کے اعتبار سے ہے۔

﴿سوال﴾: الف ونون زائدتان کو غیر منصرف کا سبب قرار دینے کے لیئے علمیت کو شرط کیوں قرار دیا گیا؟

﴿جواب﴾: چونکہ عَلَمْ حتی الامکان تغیر وتبدل سے محفوظ رہتا ہے جبکہ الف ونون ایک عارضی شے ہے جسے تغیر وتبدل سے بچاؤ اور تحفظ نہیں ہے پس اسی لیئے اس میں علمیت کی شرط لگا دی گئی تا کہ جب علمیت کی وجہ سے اسے تغیر وتبدل سے تحفظ مل

جائے گا تو اس میں اتنی قوت آجائیگی کہ غیر منصرف ہونے کا سبب بن سکے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کا اَوْ صِفَۃٍ کہنا درست نہیں بلکہ اس کی جگہ پر واؤ عاطفہ کا استعمال کرنا چاہیئے تھا کیونکہ لفظ اَوْ دو چیزوں میں سے کسی ایک کے اثبات کے لیئے آتا ہے اور لفظ واؤ متعدد چیزوں کے بیان کے لیئے آتا ہے جبکہ یہاں مصنف علیہ الرحمۃ کا مقصود دونوں چیزوں کو ثابت کرنا ہے کہ الف ونون اسم میں بھی ہوتا ہے اور صفت میں بھی ہوتا ہے۔

﴿جواب﴾: لفظِ اَوْ تردید کے لیئے بھی آتا ہے یعنی دو چیزوں میں سے کسی ایک کو ثابت کرنے کے لیئے بھی آتا ہے اور تنویع کے لیئے بھی آتا ہے یعنی دونوں چیزوں کے بیان کے لیئے بھی آتا ہے یہاں پر تردید کے لئے نہیں بلکہ تنویع کے لیئے استعمال ہوا ہے کہ الف ونون کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) اسم میں پائے جائیں۔ (۲) صفت میں پائے جائیں۔

﴿عبارت﴾:

وَزْنُ الْفِعْلِ شَرْطُهٗ اَنْ يُّخْتَصَّ بِهٖ كَشَمَّرَ وَ ضُرِبَ اَوْ يَكُوْنَ فِيْ اَوَّلِهٖ زِيَادَةٌ كَزِيَادَتِهٖ غَيْرَ قَابِلٍ لِلتَّاءِ وَمِنْ ثَمَّ اِمْتَنَعَ اَحْمَرُ وَانْصَرَفَ يَعْمَلٌ

﴿ترجمہ﴾: وزن فعل کی شرط یہ ہے کہ وہ وزن فعل کے ساتھ خاص ہو جیسے شَمَّرَ اور ضُرِبَ یا اس کے شروع میں ویسی زیادتی ہو جیسے فعل کے شروع میں ہوتی ہے بشرطیکہ وہ تا کو قبول کرنے والا نہ ہو اسی وجہ سے اَحْمَرُ غیر منصرف ہے اور یَعْمَلٌ منصرف ہے۔

﴿تشریح﴾:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمۃ غیر منصرف کے نویں سبب (وزن فعل) کا بیان فرمارہے ہیں۔

﴿تعریف﴾: اسم کا ایسے وزن پر ہونا جو فعل کے ساتھ خاص ہو۔

﴿شرائط﴾: وزن فعل کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہو۔ فعل سے نقل ہوئے بغیر اسم میں نہ پایا جائے جیسے شَمَّرَ، ضُرِبَ، یہ دونوں وزن فعل کے ہی ہیں اور فعل سے نقل ہو کر اسم میں پائے گئے۔

❁ اور اگر وہ وزن فعل کے ساتھ خاص نہ ہو بلکہ وہ وزن فعل میں بھی پایا جاتا ہو اور اسم میں بھی پایا جاتا ہو تو پھر شرط یہ ہے اس وزن فعل کے شروع میں حروف اتین میں سے کوئی حرف ہو اور آخر میں تائے تانیث نہ ہو جیسے اَحْمَرُ یہ وزن صرف فعل کے ساتھ خاص نہیں بلکہ فعل کے ساتھ ساتھ اسم میں بھی پایا جاتا ہے (جیسے اسم تفضیل کا وزن) تو اس کے شروع میں حروف اتین میں سے الف ہے اور آخر میں تائے تانیث بھی نہیں ہے لہٰذا اسے غیر منصرف پڑھیں گے لیکن یَعْمَلٌ کو منصرف پڑھیں گے کیونکہ یہ وزن بھی فعل کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اسم میں بھی پایا جاتا ہے۔ جیسے: جَعْفَرُ تو اگرچہ اس کے شروع میں حروف اتین میں سے یا ہے لیکن یہ

وزن تائے تانیث کو قبول کرنے والا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے نَاقَۃٌ یَعْمَلَۃٌ (کام کرنے والی اونٹنی)۔

﴿اعتراض﴾: وزن فعل کو غیر منصرف کا سبب قرار دینا درست نہیں کیونکہ وزن تو فعل کی صفت ہے جبکہ غیر منصرف کا سبب ہونا اسم کی صفت ہے۔

﴿جواب﴾: نحویوں کے ہاں وزن فعل کا معنی یہ ہے کہ ''اسم کا ایسے وزن پر ہونا جو فعل کا وزن شمار کیا جاتا ہو'' وزن فعل کا یہ معنیٰ منقول اصطلاحی ہے جو کہ اسم کی صفت ہے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کا یہ کہنا کہ ''وزن فعل کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہو'' درست نہیں کیونکہ جب وہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہوگا تو اسم میں نہیں پایا جائے گا تو پھر غیر منصرف کا سبب کیسے ہوگا؟

﴿جواب﴾: فعل کے ساتھ مختص ہونے کے یہ معنیٰ نہیں کہ وہ اسم میں بالکل پایا ہی نہ جائے بلکہ معنیٰ یہ ہے کہ وہ وزن! ابتداء فعل میں پایا جائے اسم میں نہ پایا جائے، پھر فعل سے منقول ہو کر اسم میں پایا جائے یعنی فعل کو اسم بنالیا جائے جیسے شَمَّرَ فعل ماضی ہے لیکن بعد میں حجاج ابن یوسف کے گھوڑے کا نام رکھ دیا گیا۔

﴿اعتراض﴾: وزن فعل ابتداءً اسم میں بھی پایا جاتا ہے۔ جیسے: بَقَّمَ ایک سرخ لکڑی کو کہتے ہیں جس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں اور شَلَّمَ عبرانی زبان میں بیت المقدس کا نام ہے الغرض! ان اسماء میں فعل سے نقل ہوئے بغیر وزن فعل پایا جارہا ہے، لہٰذا یہ وزن! فعل کے ساتھ مختص نہ رہا۔

﴿جواب﴾: وزنِ فعل کے ابتداءً اسم میں پائے جانے کا معنیٰ یہ ہے کہ لغت عربی میں وہ وزن ابتداء فعل کے ساتھ خاص ہو اور آپ نے جو مثالیں پیش کی ہیں وہ عجمی زبان کے الفاظ ہیں۔

﴿اعتراض﴾: اَرْبَع جب کسی مرد کا نام رکھ دیا جائے تو غیر منصرف ہوگا علیت اور وزن فعل کی وجہ سے حالانکہ اَرْبَع کے آخر میں تائے تانیث آتی ہے لہٰذا مصنف علیہ الرحمۃ کا یہ قول درست نہ ہوا کہ غیر قابل للتاء کہ وہ تاء کو قبول کرنے والا نہ ہو۔

﴿جواب﴾: تائے تانیث سے مراد وہ تاء ہے جو تانیث کے لیئے ہو جبکہ اَرْبَع پر داخل ہونے والی تاء تانیث کے لیئے نہیں ہوا کرتی بلکہ تذکیر کے لیئے ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے مَرَرْتُ بِرِجَالٍ اَرْبَعَةٍ، مَرَرْتُ بِنِسَاءٍ اَرْبَعٍ۔

﴿اعتراض﴾: اَسْوَدُ ایک خاص قسم کے سانپ کا نام ہے اس کی مؤنث کو اَسْوَدَۃُ کہا جاتا ہے یعنی یہ (اَسْوَدُ) تائے تانیث کو قبول کرتا ہے لیکن پھر بھی علیت اور وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہے حالانکہ اسے منصرف ہونا چاہیئے تھا کیونکہ وزن فعل کی شرط (کہ اگر وہ وزن! فعل کے ساتھ خاص نہ ہو تو پھر شرط یہ ہے اس وزن فعل کے شروع میں حروف اتین میں سے کوئی حرف ہو اور آخر میں تائے تانیث نہ ہو) اس میں پائی نہیں جارہی۔

﴿جواب﴾: آخر میں تائے تانیث نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ جس اعتبار سے وہ اسم غیر منصرف ہے اس اعتبار سے اس کے آخر میں تائے تانیث نہ ہو اگر کسی اور اعتبار سے تائے تانیث ہو تو کوئی فرق نہیں پڑے گا اور یہاں بھی ایسی ہی صورتحال ہے کہ اَسْوَدُ کو وصف اصلی کے اعتبار سے غیر منصرف قرار دیا جاتا ہے اور وصف اصلی کے اعتبار سے اَسْوَدُ تائے تانیث کو قبول نہیں کرتا کیونکہ اس کی مؤنث سَوْدَاءُ آتی ہے اور نام ہونے کے اعتبار سے اس کے آخر میں تائے تانیث آتی ہے جو کہ غیر منصرف ہونے کے منافی نہیں۔

﴿عبارت﴾:

وَمَافِيْهِ عَلَمِيَّةٌ مُؤَثِّرَةٌ اِذَا نُكِّرَ صُرِفَ لِمَا تَبَيَّنَ مِنْ اَنَّهَا لَاتُجَامِعُ مُؤَثِّرَةً اِلَّا مَاهِيَ شَرْطٌ فِيْهِ اِلَّا الْعَدْلَ وَوَزْنَ الْفِعْلِ وَهُمَا مُتَضَادَّانِ فَلَايَكُوْنُ مَعَهَا اِلَّا اَحَدُهُمَا فَاِذَانُكِّرَ بَقِيَ بِلَا سَبَبٍ اَوْعَلٰى سَبَبٍ وَّاحِدٍ

﴿ترجمہ﴾: جس اسم میں علمیت مؤثر ہو تو اس میں اگر علمیت کو نکرہ کیا گیا تو وہ اسم منصرف ہو جائے گا کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ علمیت مؤثر ہو کر جمع ہوتی ہی اسی سبب میں ہے کہ جس میں وہ شرط ہو سوائے عدل اور وزن فعل کے اور یہ دونوں (عدل اور وزن فعل) ایک دوسرے کی ضدیں ہیں، پس ان دونوں میں سے کوئی ایک ہی علمیت کے ساتھ جمع ہوگا پس جب غیر منصرف کی علمیت کو نکرہ کیا گیا تو وہ اسم یا کسی سبب کے بغیر باقی رہے گا یا ایک سبب کے ساتھ باقی رہے گا۔

﴿تشریح﴾: یہاں سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اہم ضابطے کو بیان کرنا ہے، قبل از ضابطہ تین باتیں جاننا ضروری ہیں۔

1: علم کو نکرہ بنانے کے دو طریقے ہیں۔

(۱) علم سے مراد ذات لی جائے جیسے علی سے مراد حضرت علی کو نہ لیا جائے بلکہ ہر وہ ذات مراد لی جائے جسکا نام علی ہو، تو ایسی صورت میں لفظ علی نکرہ ہو جائے گا۔

(۲) علم سے مراد وہ وصف لیا جائے جس وصف میں وہ صاحب عَلَم مشہور ہو جیسے لِكُلِّ فِرْعَوْنَ مُوْسٰى اب اس مثال میں موسیٰ سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں بلکہ وہ شخص مراد ہے جو حق پرست ہو اور فرعون سے وہ ظالم بادشاہ فرعون مراد نہیں جو خدائی دعویدار تھا بلکہ وہ شخص مراد ہے جو باطل پرست ہو۔

2: علمیت کے مؤثر ہونے کی دو صورتیں ہیں۔

(۱): علمیت غیر منصرف کا سبب بنے۔ جیسے: عُمَر اور زُفَر میں ایک سبب علمیت ہے۔

(۲) علمیت غیر منصرف کا سبب بننے کیساتھ ساتھ شرط بھی ہو۔ جیسے طَلْحَةُ میں علمیت سبب واحد بھی ہے اور بطور شرط بھی ہے جس کا بیان تانیث میں تفصیلاً گزرا۔

3: علمیت کے اعتبار سے غیر منصرف کی اقسام:

علمیت کے پائے جانے یا نہ پائے جانے کے اعتبار سے غیر منصرف کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) وہ غیر منصرف جس میں علمیت ہی نہ ہو۔ جیسے ثُلٰثُ مَثْلَثُ

(۲) وہ غیر منصرف جس میں علمیت تو ہو لیکن غیر منصرف کے سبب کے طور پر نہ ہو۔

جیسے حُبْلٰی، حَمْرَآءُ، مَصَابِيْحُ جبکہ یہ کسی کے نام ہوں۔

(۳) وہ غیر منصرف جس میں علمیت غیر منصرف کیلئے بطور سببِ واحد کے ہو۔

جیسے عُمَرُ اور زُفَرُ میں ایک سبب عدل اور دوسرا علمیت ہے۔

(۴) وہ غیر منصرف جس میں علمیت سبب کے طور پر بھی ہو اور شرط کے طور پر بھی ہو۔ جیسے طَلْحَةُ، بَعْلَبَكُّ، عِمْرَانُ

❁ ان اقسام اربعہ میں سے قسم اوّل کو نکرہ نہیں بنا سکتے کیونکہ وہ پہلے ہی نکرہ ہے اور قسم ثانی میں علمیت کو نکرہ بنائیں پھر بھی وہ قسم غیر منصرف ہی رہے گا کیونکہ اس قسم میں علمیت نہ تو بطور سبب واحد ہے اور نہ ہی بطور شرط ہے۔ ان دونوں قسموں کو مصنف علیہ الرحمہ نے مَافِيْهِ عَلَمِيَّةٌ مُؤَثِّرَةٌ کہہ کر اپنے ضابطہ سے نکال دیا۔

قسم ثالث، ورابع میں جب علمیت کو نکرہ بنایا جائے گا تو غیر منصرف، منصرف ہو جائے گا۔ قسم ثالث میں غیر منصرف، منصرف اس لئے ہوگا کہ علمیت مفقود ہوگئی اور ایک سبب رہ گیا، اور ایک سبب کے ہوتے ہوئے وہ اسم غیر منصرف نہیں کہلائے گا۔ اور قسم رابع میں وہ غیر منصرف، منصرف اس لئے ہوگا کیونکہ اس اسم میں کوئی سبب باقی نہیں بچے گا اس لیئے اس میں علمیت شرط تھی جب علمیت کو نکرہ بنایا گیا تو علمیت جاتی رہی اور جب علمیت جاتی رہی تو وہ سبب! جس کے لیئے علمیت شرط تھی وہ سبب! سبب نہ رہا کیونکہ قاعدہ ہے کہ اِذَافَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ کہ جب شرط نہ رہے تو مشروط بھی نہیں رہتا۔

﴿سوال﴾: غیر منصرف کی مذکورہ اقسام اربعہ میں سے تیسری قسم کہ جس میں علمیت بطورِ سببِ واحد ہے کسی دوسرے سبب کے لیئے شرط نہیں ہے تو اس علمیت کو نکرہ بنانے سے علمیت تو ختم ہو جائیگی لیکن ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ علمیت کے ختم ہو جانے کے بعد بھی اس اسم میں دو سبب باقی رہ جائیں۔

﴿جواب﴾: وہ علمیت جو غیر منصرف کا سبب ہو کسی دوسرے سبب کی شرط نہ ہو اس کے ساتھ عدل اور وزن فعل کے علاوہ اور کوئی سبب نہیں پایا جا سکتا، بس اسی وجہ مصنف علیہ الرحمۃ نے کہا اِلَّا الْعَدْلَ وَوَزْنَ الْفِعْلِ الغرض! علمیت کے نکرہ ہو جانے کے

بعد تیسری قسم میں دوسبب کا باقی رہنا ممکن نہیں۔

وَهُمَامُتَضَادَّانِ الخ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: ایسا بھی تو ممکن ہے کسی اسم میں علمیت، وزن فعل اور عدل تینوں سبب پائے جائیں تو جب علمیت کونکرہ بنائیں گے تو علمیت زائل ہوجائے گی اور دوسبب، یعنی عدل اور وزن فعل، باقی رہ جائیں گے، پس اسم غیر منصرف رہے گا، جوکہ ضابطہ مذکورہ کے منافی ہے۔

﴿جواب﴾: عدل اور وزن فعل ایک دوسرے کی ضدیں ہیں کیونکہ عدل کا وزن غیر قیاسی ہے جبکہ فعل کا وزن قیاسی ہے، لہٰذا علمیت کیساتھ دونوں جمع نہیں ہوسکتے ایک ہی ہوگا، بنابریں جب علمیت کونکرہ بنانے کی صورت میں علمیت زائل ہوگی تو اسم میں ایک ہی سبب باقی رہ جائے گا جس کی وجہ سے اسم منصرف ہوجائے گا، لہٰذا مذکورہ ضابطہ درست ہے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کا یہ کہنا کہ ''عدل اور وزن فعل ایک دوسرے کی ضدیں ہیں، ایک اسم میں پائے نہیں جا سکتے'' درست نہیں کیونکہ اِصْمِتُ بروزن اِضْرِبُ ایک جنگل کا نام ہے، اب اس اسم میں علمیت بھی ہے وزن فعل بھی ہے کیونکہ باب ضَرَبَ يَضْرِبُ کا امر ہے اور عدل بھی ہے کیونکہ اصلی صیغہ اُصْمُتُ ہے جو اُنْصُرُ کے وزن پر ہے (کیونکہ صَمُوْتٌ! نَصَرَ يَنْصُرُ کا مصدر ہے) پس جب اِصْمِتُ کونکرہ کیا جائے گا تو دوسبب باقی رہ جائینگے ایک عدل اور ایک وزن فعل، یعنی علمیت کے زائل ہوجانے بعد بھی عدل اور وزن فعل کی وجہ سے اسم غیر منصرف ہی رہیگا جوکہ مصنف علیہ الرحمۃ کی تصریح کے خلاف ہے۔

﴿جواب﴾: اِصْمِتُ بروزن اِضْرِبُ میں وزن فعل تو ہے لیکن عدل نہیں کیونکہ عدل خواہ تحقیقی ہو یا تقدیری کسی اسم میں بامر مجبوری تسلیم کیا جاتا ہے کہ جب ایک اسم کلام عرب میں غیر منصرف استعمال ہورہا ہو اور اس میں عدل مانے بغیر اس کا غیر منصرف ہونا ثابت نہ ہوسکے۔

❁ جیسے عُمَر کلام عرب میں غیر منصرف استعمال ہوتا ہے اب اس میں ایک سبب علمیت ہے دوسرا سبب عدل ماننا ہماری مجبوری ہے کیونکہ وصف نہیں مان سکتے، ورنہ وصف اور علمیت کا اجتماع لازم آئیگا جوکہ درست نہیں، تانیث بھی نہیں مان سکتے ورنہ تذکیر وتانیث کا اجتماع لازم آئیگا، عجمہ بھی نہیں مان سکتے ورنہ کلمہ عربی وعجمی کا اجتماع لازم آئیگا، اسی طرح جمع، ترکیب، وزن فعل اور الف نون زائدتان کا بھی اس (عُـــمَـــر) میں لحاظ نہیں کرسکتے کیونکہ نہ تو وہ جمع ہے، نہ ہی مرکب ہے، نہ ہی وزن فعل ہے اور نہ ہی الف ونون زائدتان پر مشتمل ہے۔ الغرض! لفظ عُمَر میں دوسرا سبب عدل مانے بغیر ہمارے لیئے کوئی چارہ کار نہیں، لیکن لفظ اِصْـــمِـــتُ میں عدل ماننا کوئی ضروری ومجبوری نہیں کیونکہ اس میں عدل مانے بغیر بھی اس کا غیر منصرف ہونا ثابت ہوجاتا ہے وہ اس طرح کہ اس (اِصْمِتُ) میں ایک سبب علمیت ہے اور دوسرا سبب وزن فعل ہے، پھر جب نکرہ

کیا جائے گا تو ایک ہی سبب یعنی وزن فعل اس میں رہ جائے گا جس سے وہ منصرف ہو جائے گا، الغرض ایک ہی اسم میں عدل اور وزن فعل کا اجتماع لازم وثابت نہ ہوا۔

﴿عبارت﴾:

وَخَالَفَ سِيْبَوَيْهِ الْاَخْفَشَ فِيْ مِثْلِ اَحْمَرَ عَلَمًا اِذَا نُكِّرَ اِعْتِبَارًا لِلصِّفَةِ الْاَصْلِيَّةِ بَعْدَ التَّنْكِيْرِ وَلَا يَلْزَمُهٗ بَابُ حَاتِمٍ لِمَا يَلْزَمُ مِنْ اِعْتِبَارِ الْمُتَضَادَّيْنِ فِيْ حُكْمٍ وَاحِدٍ وَجَمِيْعُ الْبَابِ بِاللَّامِ اَوْ بِالْاِضَافَةِ يَنْجَرُّ بِالْكَسْرِ

﴿ترجمہ﴾: امام سیبویہ نے امام اخفش کی اَحْمَرُ جیسے اسم میں مخالفت کی کہ جب وہ عَلَم ہو اور اسے نکرہ کیا جائے، اور یہ مخالفت تنکیر کے بعد صفت اصلیہ کا اعتبار کرنے کی وجہ سے ہے، امام سیبویہ پر یہ اعتراض لازم نہیں آتا کہ حاتم جیسی صفات غیر منصرف ہو جائیں کیونکہ ایسی صورت میں حکم واحد میں دو متضاد چیزوں کا اعتبار کرنا لازم آئیگا (جو کہ درست نہیں) غیر منصرف کی تمام اقسام الف ولام کے داخل ہونے یا مضاف ہونے کی وجہ سے کسرہ کے ساتھ مجرور ہو جاتی ہیں۔

﴿اعتراض﴾: امام سیبویہ! امام اخفش اور جمہور نحویوں سے اس ضابطے میں اختلاف کرتے ہیں جو جمہور نحویوں نے بیان کیا یعنی مَافِيْهِ عَلَمِيَّةٌ مُؤَثِّرَةٌ اِذَا نُكِّرَ صُرِفَ، امام سیبویہ کہتے ہیں یہ ضابطہ صحیح نہیں وہ اس طرح کہ ہم آپ کو ایسی مثال دیتے ہیں جس میں علمیت مؤثر تھی لیکن جب اس اسم کو نکرہ کیا گیا تو پھر بھی وہ اسم غیر منصرف ہی رہا مثلاً اَحْمَرُ یہ اسم! وزن فعل اور وصف کی وجہ سے غیر منصرف ہے، پھر اَحْمَرُ کسی کا نام رکھ دیا گیا تو اس میں وصفیت ختم ہو گئی اس کی جگہ علمیت آ گئی، لیکن جب اَحْمَرُ کو نکرہ بنایا گیا تو علمیت جاتی رہی اور وصفیت واپس آ گئی کیونکہ وصف علمیت کی وجہ سے مفقود ہوا تھا تو جب علمیت ہی جاتی رہی تو وصف واپس آ گیا، تو اب اس میں دو سبب پائے جا رہے ہیں ایک وصف اور ایک وزن فعل، لہٰذا اَحْمَرُ غیر منصرف ہوا۔

﴿جواب﴾: یہ بات درست ہے کہ جب اسم کو نکرہ بنایا جائے تو علمیت ختم ہو جاتی ہے لیکن وصف واپس نہیں آ سکتا کیونکہ اسے واپس لوٹانے کا کوئی مقتضی ہی نہیں، جب وصف کے واپس لوٹنے کیلئے کوئی مقتضی نہیں تو وصف نہیں لوٹ سکتا تو اب ایک ہی سبب رہ گیا جو کہ غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے کافی نہیں لہٰذا اَحْمَرُ منصرف ہوا اور ہمارا بیان کردہ ضابطہ بھی درست ہوا۔

﴿اعتراض﴾: امام اخفش! امام سیبویہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ اگر وصف اصلی علمیت کے زائل ہونے کے بعد بھی منع صرف میں معتبر ہو جیسے آپ نے اَحْمَرُ میں اعتبار کیا ہے تو پھر حَاتِم جیسے اسمائے صفات (مثلاً ناصر، عابد، عالم، زاہد، رافع وغیرہ صفات میں سے کوئی صفت جب کسی مرد کا نام ہو) میں علمیت کی حالت میں وصف اصلی کا اعتبار کرتے ہوئے اسے (حاتم وغیرہ کو)

غیر منصرف قرار دے دیں حالانکہ وصف اور علمیت کی بناء پر حاتم وغیرہ کا غیر منصرف ہونا بالاتفاق باطل ہے۔

﴿جواب﴾: مذکورہ اعتراض امام سیبویہ پر وارد نہیں ہوتا کیونکہ اَحْمَرُ جیسے اسماء میں وصف اصلی کا اعتبار کرنے سے کوئی مانع نہیں ہے بخلاف حاتم جیسے اعلام کے کہ ان میں مانع موجود ہے، وہ یہ کہ لفظ واحد میں متضادین کا اعتبار لازم آئے گا جو کہ درست نہیں یعنی علمیت اور وصف کا اعتبار لفظ واحد میں لازم آئیگا جو کہ اجتماع ضدین کے مشابہ ہے۔

﴿سوال﴾: تاریخ میں اخفش نام کے تین شخص گذرے ہیں۔

1: ابوالخطاب عبدالحمید بن عبدالمجید جو امام سیبویہ کے استاذ تھے، انہیں اخفش کبیر کہا جاتا ہے۔

2: ابوالحسن سعید بن مسعدہ یہ امام سیبویہ کے شاگرد تھے، انہیں اخفش صغیر کہا جاتا ہے۔

3: ابوالحسن علی بن سلیمان انہیں اخفش اوسط کہا جاتا ہے اور یہ امام مبرد کے شاگرد تھے اور ان کی وفات 315/16 ہجری میں اچانک ہوئی تھی، الغرض! ان تینوں شخصیات میں سے یہاں پر کونسی شخصیت مراد ہے؟

﴿جواب﴾: یہاں پر وہ اخفش مراد ہیں جو امام سیبویہ کے شاگرد ہیں۔

❁ رہی یہ بات کہ جب امام اخفش! امام سیبویہ کے شاگرد ہیں تو پھر علامہ ابن حاجب کو چاہیئے تھا کہ مخالفت کی نسبت امام اخفش کی طرف کرتے، نہ امام سیبویہ کی طرف جو استاذ ہیں۔

﴿جواب﴾: چونکہ شاگرد کا موقف عند المصنف درستگی پر مشتمل تھا اور جمہور کے نظریہ کے مطابق تھا پس اس لیئے مخالفت کی نسبت امام سیبویہ کی طرف کردی کہ امام اخفش درستگی پر تھے لیکن امام سیبویہ سے ہی بھول چوک ہوگئی۔

﴿امام سیبویہ﴾:

سیبویہ! ایک نحوی امام کا لقب ہے، جن کی کنیت ابو بشر تھی اور نام عمرو بن عثمان بن قنبر تھا، فارسی زبان میں سیبویہ! سیب کی خوشبو کو کہتے ہیں ان کو سیبویہ کہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان کو پھلوں میں سے سیب بہت پسند تھا جونہی سیب کو دیکھتے تو بے اختیار ان کی زبان سے لفظ وَیْ صادر ہوتا جو کلام عرب بروقتِ تعجب صادر ہوتا ہے۔

❁ اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان کے رخسار سیب کی طرح تھے پس اس بناء پر سیبویہ کے لقب سے ملقب ہوگئے۔

❁ امام سیبویہ کو ان کے وصال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا حضرت کیسے رہے؟ تو امام سیبویہ نے جواباً فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے، پوچھا گیا کس عمل کی بناء پر؟ فرمایا فقط اس لیئے کہ میں نے اسم جلالت کو اعرف المعارف قرار دیا تھا۔

وَجَمِيْعُ الْبَابِ بِاللَّامِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ غیر منصرف کی بحث کا آخری مسئلہ بیان کرنا ہے "کہ کسی اسم غیر منصرف پر اگر الف ولام داخل ہوجائے یا وہ مضاف ہوجائے تو وہ اسم غیر منصرف بالاتفاق مجرور بالکسر ہوجاتا ہے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کا یہ کہنا ''کہ غیر منصرف پر لام داخل ہونے اس پر کسرہ آجاتا ہے'' درست نہیں، کیونکہ اَلْمَالُ لِاَحْمَدَ میں اَحْمَدَ پر لام داخل ہے لیکن اَحْمَدَ پر کسرہ نہیں آیا۔

﴿جواب﴾: لام سے مراد لام جارہ نہیں بلکہ لام تعریف ہے جب آپ کی مذکورہ مثال میں لام تعریف نہیں بلکہ لام جارہ ہے۔

الغرض! جو ہماری مراد ہے اس پر اعتراض نہیں اور جس پر اعتراض ہے وہ ہماری مراد نہیں۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کا یہ کہنا ''کہ غیر منصرف پر اضافت کی وجہ سے کسرہ آتا ہے'' درست نہیں، کیونکہ مَالُ اَحْمَدَ میں اَحْمَدَ مضاف الیہ ہے لیکن اضافت کے باوجود بھی اَحْمَدَ پر کسرہ نہیں آیا۔

﴿جواب﴾: اضافت سے مراد مضاف ہونا ہے نہ کہ مضاف الیہ ہونا، جبکہ آپ کی مذکورہ مثال میں احمد مضاف الیہ ہے مضاف نہیں ہے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کا یہ کہنا ''کہ غیر منصرف پر لام تعریف اور اضافت کی وجہ سے کسرہ آتا ہے'' درست نہیں، کیونکہ مَرَرْتُ بِالْحُبْلٰی اور مَرَرْتُ بِحُبْلٰکُمْ میں حُبْلٰی پر لام تعریف داخل ہے اور دوسری مثال میں حُبْلٰی مضاف ہے پھر بھی کسرہ نہیں آیا۔

﴿جواب﴾: کسرہ سے مراد عام ہے کہ خواہ لفظی ہو یا تقدیری، مذکورہ مثال میں لفظاً نہیں تقدیراً ہے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کا یہ کہنا ''یَنْجَرُّ بِالْکَسْرِ'' درست نہیں کیونکہ کسر مبنی کی حرکت ہے لیکن غیر منصرف مبنی نہیں بلکہ معرب ہے۔

﴿جواب﴾: کسر سے یہاں مراد کسر کی صورت ہے اور اس میں شک وشبہ نہیں کہ کسرہ! کسر کی صورت ہے۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ اگر یَنْجَرُّ کہہ لیتے تو کیا حرج تھا؟

﴿جواب﴾: جر! کبھی فتحہ کیساتھ ہوتا ہے اور کبھی کسرہ کیساتھ ہوتا ہے یعنی اس میں تعمیم ہے جبکہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود خاص ہے کہ الف ولام اور اضافت کی وجہ سے غیر منصرف کا مجرور ہونا کسرہ کے ساتھ ہوتا ہے فتحہ کیساتھ نہیں اگر کسرہ کا ذکر نہ کرتے تو مقصد پورا نہ ہوتا۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ یَنْجَرُّ بِالْکَسْرِ کی بجائے اگر یَنْکَسِرُ کہہ لیتے تو کیا حرج تھا؟

﴿جواب﴾: اگر مصنف علیہ الرحمۃ ینکسر کہتے تو پھر یہ شک وشبہ ہوتا کہ الف ولام اور اضافت کی وجہ سے غیر منصرف مبنی بر کسر ہو جاتا ہے کیونکہ کسر مبنی کی حرکات میں سے ایک حرکت ہے جبکہ غیر منصرف معرب ہوتا ہے، الغرض! صاحب کافیہ نے مذکورہ دونوں شکوک وشبہات سے بچنے کے لیئے یَنْجَرُّ بِالْکَسْرِ کہا ہے۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ یَنْجَرُّ بِالْکَسْرِ کی بجائے اگر یَنْصَرِفُ کہہ لیتے تو کیا حرج تھا؟

﴿جواب﴾: تو پھر معنیٰ یہ بنتا کہ الف ولام اور اضافت کی وجہ سے غیر منصرف منصرف ہو جاتا ہے، حالانکہ یہ بات نظریہ مصنف کے خلاف ہے کیونکہ نظریہ مصنف (جو کہ تعریفِ غیر منصرف سے ثابت ہے) یہ ہے کہ اگر الف لام کے دخول کے بعد یا اضافت کے بعد غیر منصرف میں دو سبب باقی ہیں تو وہ اسم غیر منصرف ہی ہوگا، الغرض! یَنْصَرِفُ کہہ دینے سے مصنف کے کلام میں تصادم وٹکراؤ پیدا ہو جاتا۔

یاد رکھ لیں:

جب غیر منصرف پر الف ولام داخل ہو یا وہ مضاف ہو تو وہ غیر منصرف ہی رہے گا یا کہ منصرف ہو جائے گا تو اس بارے میں نحویوں کے تین مذہب ہیں۔(۱) امام زجاج کا۔ (۲) امام سیبویہ کا۔ (۳) امام فراء کا۔

1: منصرف ہو جاتا ہے کیونکہ غیر منصرف ہونا فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے تھا جو کہ لام تعریف کے دخول اور اضافت کی وجہ سے ضعیف ہوگئی اور جہت اسمیت قوی ہوگئی تو اب اسم اپنی اصل کی طرف راجع ہوگیا جو کہ منصرف ہونا ہے، لیکن اس حالت میں اس پر فقط کسرہ آتا ہے تنوین نہیں آتی کیونکہ تنوین کا الف لام اور اضافت کیساتھ اجتماع نہیں ہوتا۔

2: غیر منصرف ہی رہتا ہے خواہ دو سبب باقی ہوں یا نہ ہوں کیونکہ غیر منصرف میں حقیقۃً واصلاً تنوین ممتنع وناجائز ہے کیونکہ تنوین تمکن منصرف ہونے کی علامت ہے اور غیر منصرف پر کسرہ کا دخول تنوین کی تبعیت کی وجہ سے ممنوع ہے۔

جب دخول الف لام سے یا اضافت سے مشابہت بالفعل ضعیف ہوئی تو اس نے سقوط تنوین میں اثر کیا نہ کہ سقوط تابع میں اسلئے کہ بوجہ ضعف مشابہت تبعیت باقی نہ رہی، الغرض! الف لام اور اضافت کے دخول کے بعد بھی غیر منصرف کی فعل سے مشابہت قائم ہے خواہ ضعیف ہی سہی، لہٰذا وہ غیر منصرف ہی رہا۔

3: اگر دخول الف لام اور اضافت کے بعد اسم میں دو سبب باقی ہیں تو وہ غیر منصرف رہے گا جیسے اَلْاَحْمَرُ میں وصف اور وزن فعل اور اَلْحَمْرَاءُ میں تانیث بالف ممدودہ جو کہ دو سبب کے قائم مقام ہے باقی ہے تو یہ دونوں اسم غیر منصرف ہونگے اگر دو سبب باقی نہیں تو ایسا اسم منصرف ہوگا۔

❁ مذہب سوم مصنف علیہ الرحمہ کی تعریفِ غیر منصرف کے مطابق ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

مرفوعات کا بیان

﴿عبارت﴾:

اَلْـمَـرْفُـوْعَـاتُ هُـوَ مَاشْتَمَلَ عَلٰى عَلَمِ الْفَاعِلِيَّةِ فَمِنْهُ الْفَاعِلُ وَهُوَمَااُسْنِدَاِلَيْهِ الْفِعْلُ اَوْشِبْهُـهُ وَقُدِّمَ عَلَيْهِ عَلٰى جِهَةِ قِيَامِهِ بِهٖ مِثْلُ قَامَ زَيْدٌ وَزَيْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ وَالْاَصْلُ اَنْ يَلِيَ الْفِعْلَ فَلِذَالِكَ جَازَ ضَرَبَ غُلَامَهٗ زَيْدٌ وَامْتَنَعَ ضَرَبَ غُلَامُهٗ زَيْدًا

﴿ترجمہ﴾: یہ مرفوعات کی بحث ہے، مرفوع وہ اسم ہے جو فاعلیت کی علامت پر مشتمل ہو۔ اسی میں سے فاعل ہے اور فاعل وہ اسم ہے جس کی طرف فعل یا شبہ فعل کا اسناد کیا گیا ہو، فعل یا شبہ فعل اس اسم سے یوں مقدم ہوں کہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہوں جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ میں زَیْدٌ، اور زَیْدٌ قَائِمٌ اَبُوْہُ میں اَبُوْہُ، اور قاعدہ یہ ہے کہ فاعل! فعل سے ملا ہو، پس اسی وجہ سے ضَرَبَ غُلَامَہٗ زَیْدٌ کہنا درست ہے لیکن ضَرَبَ غُلَامُہٗ زَیْدًا کہنا درست نہیں۔

﴿تشریح﴾:

1: اَلْـمَـرْفُوْعَات یا عنوان ہونے کے ناطے موقوف ہے یعنی اس پر کوئی اعراب نہیں کیونکہ عنوان پر کوئی اعراب نہیں ہوا کرتا، یا مرفوع ہے مبتدأ ہونے کی وجہ سے اور اس کی خبر هٰذِهٖ محذوف ہے اصلا اَلْـمَرْفُوْعَاتُ هٰذِهٖ ہے۔ یا خبریت کی بناء پر مرفوع ہے اور اس کا مبتدأ هٰذِهٖ محذوف اصلاً هٰذِهٖ الْمَرْفُوْعَاتُ ہے یا پھر فعل محذوف اَشْرَعُ کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اصلاً اَشْرَعُ الْمَنْصُوْبَاتِ ہے۔

2: مرفوعات کو منصوبات اور مجرورات پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مرفوعات آٹھ ہیں جن میں سے اکثر (فاعل، نائب فاعل، مبتدأ، کَانَ وغیرہ کا اسم، مَـا وَلَا الْـمُشَبَّهَتَيْـنِ کا اسم) مسند الیہ ہوتے ہیں جبکہ کچھ (بقیہ تین) مسند ہوتے ہیں اور لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ (کہ اکثر کے لیئے کل کا حکم ہوتا ہے) کے قاعدے کے مطابق گویا تمام مرفوعات مسند الیہ ہوئے اور مسند الیہ کلام میں عمدہ ہوتا ہے پس اس لیئے انہیں منصوبات اور مجرورت کے بیان پر مقدم کردیا۔

﴿اعتراض﴾: اَلْـمَرْفُوْعَاتُ اَمَرْفُوْعٌ کی جمع ہے یا مَرْفُوْعَةٌ کی؟ دونوں احتمال درست نہیں، کیونکہ اگر مَرْفُوْعٌ کی جمع مانیں تو درست نہیں کیونکہ پھر واحد اور جمع میں مطابقت و مناسبت نہیں رہے گی واحد! مذکر ہوگا اور اس کی جمع! مؤنث ہوگی، حالانکہ

قاعدہ یہ ہے کہ واحد مذکر ہو تو اس کی جمع بھی مذکر ہوا کرتی ہے۔ جیسے: مُسْلِمٌ، مُسْلِمُوْنَ ۔اور اگر مَـرْفُوْعَةٌ کی جمع مانیں تو موصوف اور صفت کے درمیان باعتبار تذکیر وتانیث مطابقت ومناسبت نہیں رہے گی کیونکہ اَلْمَرْفُوْعَاتُ! اَلْاَسْمَاءُ کی صفت ہے یعنی اصلاً اَلْاَسْـمَاءُ الْمَرْفُوْعَاتُ ہے اور قاعدہ ہے کہ جمع کا جمع کیساتھ متصف ہونا، مفرد کا مفرد کیساتھ متصف ہونے کو لازم کرتا ہے۔

یعنی اگر جمع! جمع کی صفت ہے۔ جیسے: اَلْاَسْـمَاءُ الْمَرْفُوْعَاتُ تو پھر ان دونوں جَمْعَیْن کے مُفْرَدَیْن کے درمیان بھی اتصاف ہو (موصوف وصفت بنا ہو) جیسے اَلْاِسْمُ الْمَرْفُوْعُ لیکن اگر اَلْاِسْمُ الْمَرْفُوْعُ کی بجائے تو اَلْاِسْمُ الْمَرْفُوْعَةُ کہا گیا تو موصوف وصفت کے درمیان مطابقت نہیں رہے گی جس سے ان کا باہمی اتصاف (موصوف وصفت ہونا) جاتا رہیگا حالانکہ ان کا موصوف ہونا ضروری تھا کیونکہ ان کے جمع میں بھی اتصاف ہے۔

﴿جواب﴾: اَلْمَـرْفُوْعَات، مَرْفُوْعٌ کی جمع ہے مَرْفُوْعَةٌ کی نہیں، رہی بات اس قاعدہ کی! کہ واحد! مذکر ہو تو اس کی جمع بھی مذکر ہوا کرتی ہے۔ جیسے: مُسْلِمٌ، مُسْلِمُوْنَ تو جواباً عرض یہ ہے کہ یہ بھی قاعدہ ہے کہ اِسْم لَایَعْقِل یعنی غیر ذی روح کی جمع الف وتاء کیساتھ آتی ہے، مَرْفُوْعٌ واحد تو ہے لیکن ذی روح نہیں بلکہ غیر ذی روح ہے لہٰذا اس کی جمع مرفوعات آئیگی۔

﴿اعتراض﴾: هُوَ ضمیر کا مرجع مَرْفُوْعٌ ہے یا الْمَرْفُوْعَات ؟ دونوں درست نہیں کیونکہ اگر مَرْفُوْعٌ مانیں تو اضمار قبل الذکر لازم آئے گا کیونکہ مرجع ماقبل میں مذکور نہیں، اگر الْـمَـرْفُوْعَـات مانیں تو بھی درست نہیں کیونکہ راجع اور مرجع کے مابین مطابقت نہیں ہے۔

﴿جواب﴾: ضمیر هُوَ کا مرجع مَـرْفُوْعٌ ہے جو کہ مَـرْفُـوْعَات کے ضمن میں پایا جارہا ہے، رہی بات اس کے ماقبل میں مذکور نہ ہونے کی، تو یاد رکھ لیں کہ کبھی مرجع ضمنی بھی ہوا کرتا ہے یعنی حقیقۃً مذکور نہیں ہوتا بلکہ کسی لفظ کے ضمن میں پایا جارہا ہوتا ہے۔ جیسے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اِعْـدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی اس فرمان خداوندی میں ضمیر هُوَ کا مرجع عدل ہے جو کہ اِعْدِلُوْا کے ضمن میں پایا جارہا ہے۔

﴿سوال﴾: فَمِنْهُ الْفَاعِلُ میں ضمیر مجرور کا مرجع کیا ہے؟

﴿جواب﴾: مَرْفُوْع! جو کہ معرَّف اور جنس ہے یا مَااشْتَمَلَ عَلٰی عَلَمِ الْفَاعِلِیَّةِ ہے یعنی تعریف ہے۔

﴿سوال﴾: مرفوعات تو آٹھ ہیں مصنف علیہ الرحمۃ نے پہلے فاعل کا ذکر کیوں کیا؟

﴿جواب﴾: قبل از جواب یہ جان لیں کہ اس امر میں نحویوں کا اختلاف ہے کہ فاعل اصل ہے یا کہ مبتداء۔

امام سیبویہ کہتے ہیں کہ مبتداء اصل ہے کیونکہ مسند الیہ میں اصل تقدیم ہے اور مبتدأ اس اصل پر قائم ہوتا ہے اور دوسری دلیل یہ ہے مبتدأ کی طرف مشتق کی نسبت بھی ہوتی اور جامد کی بھی، لیکن فاعل کی طرف مشتق کی نسبت تو ہوتی ہے لیکن جامد کی نہیں ہوتی، جبکہ جمہور نحوی کہتے ہیں فاعل اصل ہے کیونکہ اسکا عامل لفظی ہوتا ہے اور مبتداء کا عامل معنوی ہوتا ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ فاعل کا رفع نواسخ سے زائل نہیں ہوتا جبکہ مبتدأ و خبر کا رفع حروف مشبہ بالفعل، افعال قلوب اور افعال ناقصہ کے آنے کے وقت زائل ہو جاتا ہے۔

الغرض! مصنف علیہ الرحمۃ نے جمہور کے نظریہ کو مقدم کر کے اس کی حقانیت کو بیان کیا ہے کہ میرے ہاں یہی حق ہے۔

وَهُوَ مَا اُسْنِدَ اِلَيْهِ الْفِعْلُ الخ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فاعل کی تعریف کرنی ہے یعنی فاعل وہ اسم مرفوع ہے جسکی طرف فعل یا شبہ فعل کا اسناد کیا گیا ہو اور فعل یا شبہ فعل اس پر مقدم کیا گیا ہو اس طرح کہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہوں۔

﴿اعتراض﴾: فاعل کی تعریف اپنے افراد کو جامع نہیں اس لیئے کہ مَا ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًو میں زید پر فاعل کی تعریف صادق نہیں آرہی کیونکہ اس کی طرف فعل کا اسناد نہیں۔

﴿جواب﴾: مذکورہ مثال میں فعل منفی کا اسناد ہے اور اسناد (نسبت) فاعل کی تعریف میں عام ہے خواہ مثبت ہو یا منفی۔

﴿اعتراض﴾: فاعل کی تعریف میں کلمہ اَوْ ذکر کیا گیا ہے جو کہ درست نہیں کیونکہ وہ تشکیک کے لیئے آتا ہے اور تشکیک تعریف کے منافی ہے۔

﴿جواب﴾: کلمہ اَوْ یہاں تشکیک کے لیئے ذکر نہیں کیا گیا بلکہ انواع کے لیئے ذکر کیا گیا ہے اور اور انواع کے لیئے ذکر کیئے جانے والا کلمہ اَوْ تعریف کے منافی نہیں۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے تعریف فاعل میں وَقُدِّمَ عَلَيْهِ کی قید کیوں لگائی؟

﴿جواب﴾: اگر یہ قید نہ لگائی جاتی تو زید ضرب عمرو میں مبتدأ پر فاعل کی تعریف صادق آجاتی کیونکہ ضرب کی نسبت ضمیر کی طرف ہے جو زید کی طرف راجع ہے اور ضمیر کی طرف ہونے والا در حقیقت مرجع کی طرف ہوا کرتا ہے۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے تعریف فاعل میں عَلٰى جِهَةِ قِيَامِهِ بِهٖ کی قید کیوں لگائی؟

﴿جواب﴾: اگر یہ قید نہ لگائی جاتی تو نائب فاعل پر فاعل کی تعریف صادق آجاتی، لیکن اب اس قید کی وجہ سے فاعل کی تعریف نائب فاعل پر صادق نہیں آرہی کیونکہ نائب فاعل پر فعل یا شبہ فعل مقدم تو ہوتا ہے لیکن وہ فعل یا شبہ فعل نائب فاعل کی وجہ سے قائم نہیں ہوتا۔ جیسے: ضُرِبَ زَيْدٌ۔

﴿سوال﴾: نائب فاعل بھی تو فاعل ہی ہے لہٰذا کیا ضرورت تھی اسے نکالنے کے لیئے؟

﴿جواب﴾: بعض نحویوں کا یہی موقف ہے کہ نائب فاعل! فاعل ہی ہے، لہٰذا ان کے نزدیک اس قید کی کوئی ضرورت نہیں تھی، لیکن مصنف علیہ الرحمۃ کے نزدیک فاعل اور نائب فاعل دو الگ حقیقتیں ہیں لہٰذا ان کے لیئے ضروری تھا کہ ایسی قید لگائیں کہ جس سے فاعل اور نائب فاعل جدا جدا ہو جائیں۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے فاعل کی مثالیں غلط بیان کی ہیں کیونکہ مثالیں تو فاعل کی بیان کرنی تھیں لیکن انہوں نے جملہ فعلیہ اور جملہ اسمیہ کی مثالیں بیان کر دیں۔

﴿جواب﴾: مصنف علیہ الرحمۃ مجازاً کل بول کر جزء مراد لیا ہے یعنی فاعل کی مثال قَامَ زَيْدٌ میں زَيْدٌ ہے اور زَيْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ میں اَبُوْ ہے۔

وَالْاَصْلُ اَنْ يَلِيَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فاعل کے احکام میں سے پہلا حکم بیان کرنا ہے کہ فاعل میں اصل یہ ہے کہ وہ فعل کیساتھ متصل ہو اور باقی معمولات پر مقدم ہو۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کا یہ کہنا '' کہ فاعل میں اصل یہ ہے کہ وہ فعل کیساتھ متصل ہو'' درست نہیں کیونکہ بعض اوقات فعل سے فاعل کا متصل ہونا محال بھی ہوتا ہے۔ جیسے: مَاضَرَبَ عَمْرًوا اِلَّا زَيْدٌ

﴿جواب﴾: دودھ میں تر ہونا اصل ہے لیکن کبھی دودھ خشک بھی ہوتا ہے۔ جیسے: نیسلے کا ایوری ڈے، اسی طرح پانی میں اصل ٹھنڈا ہونا ہے لیکن کبھی وہ گرم بھی ہوتا ہے، الغرض! فاعل کے لیئے اصل یہی ہے کہ وہ فعل کیساتھ ہو لیکن کبھی وہ فعل سے جدا بھی ہوتا ہے۔

﴿سوال﴾: فاعل کے لیئے فعل کیساتھ متصل ہونا اصل کیوں ہے؟

﴿جواب﴾: فعل و فاعل اگرچہ دو الگ الگ کلمے ہیں لیکن فاعل اپنے فعل کے جزء کے مشابہہ ہے کیونکہ جس طرح کل اپنے وجود میں جزء کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح فعل اپنے وجود میں فاعل کا محتاج ہوتا ہے۔ چونکہ کل سے جزء متصل رہتا ہے تو جو جزء کے مشابہہ ہے وہ بھی متصل رہیگا، یعنی فعل سے فاعل متصل ہی رہیگا۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے کہا کہ فاعل میں اصل یہ ہے کہ وہ فعل کیساتھ متصل ہو، لہٰذا مثالیں بھی اسی اصل کے مطابق ہونی چاہیئے تھیں حالانکہ مثالیں اس اصل کے برعکس پیش کی گئیں ہیں کیونکہ جس مثال (ضَرَبَ غُلَامُهُ زَيْدًا) میں فاعل فعل کیساتھ ملا ہوا تھا اسکے بارے میں کہا کہ یہ کہنا درست نہیں اور جس مثال (ضَرَبَ غُلَامَهُ زَيْدٌ) میں فاعل فعل کے ساتھ ملا ہوا نہیں تھا اس کے بارے میں کہا کہ یہ کہنا درست ہے۔

﴿جواب﴾: اَلْاَصْلُ بمعنی قاعدہ، کلیہ نہیں بلکہ بمعنی یَنْبَغِیْ (مناسب ہوگا) ہے، رہی بات مثالوں کی تو وہ اصل کے مطابق وموافق ہیں وہ اس طرح کہ (ضَرَبَ غُلَامَهٗ زَيْدٌ) میں غُلَامَهٗ کی ضمیر مجرور کا مرجع زَيْدٌ ہے اور ضمیر کا مرجع ہمیشہ ماقبل میں ہوتا ہے پس ضَرَبَ غُلَامَهٗ زَيْدٌ اصل میں ضَرَبَ زَيْدٌ غُلَامَهٗ ہے جس میں فاعل اپنے فعل سے ملا ہوا ہے لہٰذا ضَرَبَ غُلَامَهٗ زَيْدٌ کہنا درست ہے لیکن ضَرَبَ غُلَامُهٗ زَيْدًا کہنا درست نہیں کیونکہ اس مثال میں غُلَامُهٗ کی ضمیر مجرور کا مرجع زَيْدًا ہے اور ضمیر کا مرجع ہمیشہ ماقبل میں ہوتا ہے پس ضَرَبَ غُلَامُهٗ زَيْدًا اصل میں ضَرَبَ زَيْدًا غُلَامُهٗ ہے جس میں فاعل اپنے فعل سے ملا ہوا نہیں لہٰذا ضَرَبَ غُلَامُهٗ زَيْدًا کہنا درست نہیں۔

﴿عبارت﴾:

وَاِذَا انْتَفَى الْاِعْرَابُ فِيْهِمَا لَفْظًا وَالْقَرِيْنَةُ اَوْ كَانَ مُضْمِرًا مُتَّصِلًا اَوْ وَقَعَ مَفْعُوْلُهٗ بَعْدَ اِلَّا اَوْ مَعْنَاهَا وَجَبَ تَقْدِيْمُهٗ وَاِذَا اتَّصَلَ بِهٖ ضَمِيْرُ مَفْعُوْلٍ اَوْ وَقَعَ بَعْدَ اِلَّا اَوْ مَعْنَاهَا اَوِ اتَّصَلَ بِهٖ مَفْعُوْلُهٗ وَهُوَ غَيْرُ مُتَّصِلٍ وَجَبَ تَاخِيْرُهٗ

﴿ترجمہ﴾: جب فاعل ومفعول میں لفظ کے اعتبار سے اعراب نہ ہو اور قرینہ بھی نہ ہو، یا جب فاعل ضمیر متصل ہو، یا جب فاعل کا مفعول اِلَّا کے بعد واقع ہو یا اِلَّا کے معنیٰ کے بعد واقع ہو تو فاعل کو مقدم کر دینا واجب ہے، اور جب فاعل سے مفعول کی ضمیر متصل ہو یا فاعل اِلَّا کے بعد واقع ہو یا فاعل اِلَّا کے معنیٰ کے بعد واقع ہو یا فاعل کا مفعول فعل سے متصل ہو اور فاعل متصل نہ ہو تو فاعل کو مؤخر کرنا واجب ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَاِذَا انْتَفَى الْاِعْرَابُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فاعل کا دوسرا حکم بیان کرنا ہے کہ فاعل کو چار صورتوں میں مفعول بہ پر مقدم کرنا واجب ہے۔

1: جب فاعل اور مفعول پر لفظاً اعراب نہ ہو بلکہ تقدیراً ہو اور تقدیری اعراب کی تعیین پر کوئی قرینہ (مَا يُشِيْرُ اِلَى الْمَطْلُوْبِ یعنی جو مطلوب تک پہنچائے) بھی نہ ہو جو فاعل کی فاعلیت پر یا مفعول کی مفعولیت پر دلالت کرے۔ جیسے ضَرَبَ مُوْسٰى عِيْسٰى

2: فاعل کی ضمیر فعل کیساتھ متصل ہو۔ جیسے ضَرَبْتُ زَيْدًا

3: فاعل کا مفعول اِلَّا کے بعد واقع ہو۔ جیسے مَا ضَرَبَ زَيْدٌ اِلَّا عَمْرًوا

4: فاعل کا مفعول اِلَّا کے معنیٰ کے بعد واقع ہو۔ جیسے اِنَّمَا ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًوا

﴿سوال﴾: مذکورہ صورتوں میں فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا کیوں واجب ہے؟

﴿جواب﴾: پہلی صورت میں اس لیئے تا کہ فاعل اور مفعول میں التباس لازم نہ آئے، دوسری صورت میں اس لیئے تا کہ ضمیر متصل، متصل رہے ورنہ ضمیر متصل، منفصل ہو جائیگی، تا کہ حصر مطلوب حاصل ہو جائے۔

❁ مَاضَرَبَ زَيْدٌ اِلَّا عَمْرًوا اور مَاضَرَبَ عَمْرًوا اِلَّازَيْدٌ میں فرق ہے، پہلی صورت (مَاضَرَبَ زَيْدٌ اِلَّا عَمْرًوا) میں متکلم کا مقصود یہ ہے کہ زید نے عمرو کے علاوہ کسی اور کو نہیں مارا لیکن یہ ہو سکتا ہے عمرو کو کسی اور نے بھی مارا ہو، یعنی زید کی ضاربیت عمرو میں منحصر ہے لیکن عمرو کی مضروبیت زید میں منحصر نہیں۔ لیکن اگر مَاضَرَبَ عَمْرًوا اِلَّازَيْدٌ کہا جائے تو پھر اس کلام سے متکلم کا مقصود یہ ہوگا کہ عمرو کو زید کے علاوہ کسی اور نے نہیں مارا لیکن یہ ہو سکتا ہے زید نے کسی اور کو بھی مارا ہو یعنی عمرو کی مضروبیت زید میں ہی منحصر ہوگی لیکن زید کی ضاربیت عمرو میں منحصر نہیں ہوگی۔

الغرض! تیسری صورت میں فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا اس لیئے ہے تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ زید کی ضاربیت عمرو میں ہی منحصر ہے مگر عمرو کی مضروبیت زید میں منحصر نہیں لیکن اگر مفعول کو فاعل پر مقدم کر دیا جائے (یعنی یوں کہا جائے مَاضَرَبَ عَمْرًوا اِلَّازَيْدٌ) تو مذکورہ مطلوب حاصل نہیں ہوگا بلکہ مطلب یہ ہوگا ''کہ عمرو کی مضروبیت زید میں ہی منحصر ہے اور زید کی ضاربیت عمرو میں منحصر نہیں'' اور یہ مطلوب! متکلم کی منشاء کے خلاف ہے، اور چوتھی صورت میں فاعل کو مفعول پر مقدم کرنے کی وجہ بھی یہی ہے جس کا بیان تیسری صورت کے تحت گزر چکا (تا کہ معلوم ہو جائے کہ زید کی ضاربیت عمرو میں ہی منحصر ہے مگر عمرو کی مضروبیت زید میں منحصر نہیں)

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کے قول وَاِذَاانْتَفَى الْاِعْرَابُ فِيْهِمَا میں ضمیر مجرور فاعل اور مفعول کی راجع ہے لیکن مفعول کی طرف ضمیر لوٹانا درست نہیں کیونکہ مفعول کا ماقبل میں ذکر نہیں اور مرجع کا ماقبل میں مذکور ہونا ضروری ہے۔

﴿جواب﴾: یہ ضمیر اس مفعول کی طرف راجع ہے جو ماقبل کی مثالوں کے ضمن میں مذکور ہے اور ضمیر لوٹانے کے لیئے مرجع کا اسی قدر ہی تذکرہ کافی ہوتا ہے کیونکہ ضمیر وہ اسم ہے جس کی وضع متکلم، مخاطب یا ایسے غائب کے لیئے ہو جس کا ذکر لفظاً یا معنیً یا حکماً پہلے ہو چکا ہو۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کا یہ قول اَوْكَانَ مُضْمِرًا مُتَّصِلًا (کہ جب فاعل ضمیر متصل ہو تو فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے) درست نہیں کیونکہ زَيْدًا ضَرَبْتُ میں فاعل ضمیر متصل ہے لیکن پھر بھی فاعل مفعول پر مقدم نہیں۔

﴿جواب﴾: یہاں (اَوْكَانَ مُضْمِرًا مُتَّصِلًا میں) ایک شرط ملحوظ ہے جو اگر چہ اس مقام پر عموماً ذکر نہیں کی جاتی، اور وہ یہ ہے کہ ''مفعول فعل سے مؤخر ہو'' اصلاً عبارت یوں ہے اَوْكَانَ مُضْمِرًا مُتَّصِلًاوَالْمَفْعُوْلُ مُتَأَخِّرًا عَنِ الْفِعْلِ۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کا قول ''اَوْوَقَعَ مَفْعُوْلُهٗ بَعْدَ اِلَّا کہ فاعل کا مفعول اِلَّا کے بعد واقع ہو تو فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے'' درست نہیں کیونکہ مَاضَرَبَ اِلَّا عَمْرًوا زَيْدٌ میں فاعل کا مفعول اِلَّا کے بعد واقع ہے لیکن پھر بھی

فاعل کومقدم نہیں کیا گیا۔

﴿جواب﴾: یہاں پر (اَوْوَقَعَ مَفْعُوْلُہٗ بَعْدَ اِلَّا میں) ایک اور شرط بھی ملحوظ جو اگر چہ عموماً اس مقام پر ذکر نہیں کی جاتی ،اور وہ یہ ہے'' کہ فاعل کا مفعول اس اِلَّا کے بعد واقع ہو جو اِلَّا فاعل مفعول کے درمیان ہو جیسے مَا ضَرَبَ زَیْدٌ اِلَّا عَمْرًوا جبکہ اعتراض میں آپ کی بیان کردہ مثال میں مفعول اِلَّا کے بعد تو ہے لیکن اِلَّا متوسط (جو فاعل اور مفعول کے درمیان ہو) کے بعد نہیں۔

❁ وَاِذَا اتَّصَلَ بِہٖ ضَمِیْرُ مَفْعُوْل الخ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فاعل کا تیسرا الحکم بیان کرنا ہے کہ فاعل کو چار صورتوں میں مفعول بہ سے مؤخر کرنا واجب ہے۔

1: جب فاعل کیساتھ مفعول کی طرف لوٹنے والی ضمیر متصل ہو تو فاعل کو مفعول سے مؤخر کرنا واجب ہے ورنہ اضمار قبل الذکر لازم آئے گا جو کہ درست نہیں۔ جیسے ضَرَبَ زَیْدًا غُلَامُہٗ، وَاِذِابْتَلٰی اِبْرَاھِیْمَ رَبُّہٗ

2: جب فاعل اِلَّا کے بعد واقع ہو۔ جیسے مَاضَرَبَ عَمْرًا اِلَّا زَیْدٌ

3: جب فاعل اِلَّا کے ہم معنیٰ لفظ کے بعد واقع ہو۔ جیسے: اِنَّمَا ضَرَبَ عَمْرًا زَیْدٌ

❁ یاد رہے کہ ان دونوں صورتوں میں (دوسری اور تیسری صورت میں) فاعل کو مؤخر کرنے کی وجہ یہ ہے تا کہ حصر مطلوب حاصل ہو جائے اور حصر مطلوب یہاں یہ ہے کہ ''عمرو کی مضروبیت زید میں ہی منحصر ہے مگر زید کی ضاربیت عمرو میں منحصر نہیں ہے''، یعنی ان دونوں صورتوں میں متکلم کا مقصود یہ ہے کہ عمرو کو زید کے علاوہ کسی اور نے نہیں مارا لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ زید نے کسی اور کو بھی مارا ہو۔

لیکن اگر فاعل کو مقدم کر دیا جائے تو پھر مذکورہ مطلوب حاصل نہیں ہوگا بلکہ مطلب یہ ہوگا ''زید کی ضاربیت عمرو میں منحصر ہے مگر عمرو کی مضروربیت زید میں منحصر نہیں یعنی زید نے عمرو کے علاوہ کسی اور کو نہیں مارا لیکن یہ ہوسکتا ہے عمرو کو کسی اور نے بھی مارا ہو اور یہ مطلب !متکلم کی منشاء کے خلاف ہے۔

4: جب فاعل کا مفعول ضمیر متصل ہو اور فاعل ضمیر متصل نہ ہو تو فاعل کو مفعول سے مؤخر کرنا واجب ہے ورنہ ضمیر متصل کو منفصل کرنا لازم آئے گا جو کہ درست نہیں۔ جیسے ضَرَبَکَ زَیْدٌ۔

﴿سوال﴾: اگر فاعل اور مفعول دونوں ہی ضمیر متصل ہوں تو پھر کسے مقدم کیا جائے؟

﴿جواب﴾: ایسی صورت میں ضمیر فاعل کو ضمیر مفعول پر مقدم کیا جائے۔ جیسے ضَرَبْتُکَ

﴿عبارت﴾:

وَقَدْ یُحْذَفُ الْفِعْلُ لِقِیَامِ قَرِیْنَۃٍ جَوَازًا فِیْ مِثْلِ زَیْدٌ لِمَنْ قَالَ مَنْ قَامَ (شعر) وَلِیُبْکَ

يَـزِيْـدُ ضَـارِعٌ لِـخُصُوْمَةٍ وَمُخْتَبِطٌ مِمَّا تُطِيْحُ الطَّوَائِحُ وَوُجُوْبًا فِيْ مِثْلِ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ وَقَدْ يُحْذَفَانِ مَعًا فِيْ مِثْلِ نَعَمْ لِمَنْ قَالَ اَقَامَ زَيْدٌ

﴿ترجمہ﴾: کبھی قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے فعل کو جوازاً حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے: زَیْـدٌ (میں فعل کا حذف ہوا ہے جو) اس شخص کے جواب میں کہا جائے جس نے مَنْ قَامَ کہا ہو اور لِيُبْكَ يَزِيْدُ ضَارِعٌ الخ (میں فعل کا حذف ہوا ہے

(ترجمہ) یزید بن نہشل پر رویا جائے، وہ شخص روئے جو دشمنوں کے مقابلے کے وقت ذلیل و عاجز ہو کیونکہ وہ ایسے لوگوں کی مدد کرنے والا تھا اور وہ شخص روئے جو بایں وجہ بلا وسیلہ سوال کرنے والا تھا کہ آفات نے اس کے مال و اسباب کو ہلاک کر دیا، کیونکہ وہ ایسے لوگوں کی مدد کرنے والا تھا، یاد رہے یہ شعر ضرار بن نہشل نے اپنے بھائی یزید بن نہشل کی وفات پر کہا تھا) اور کبھی فعل کو وجوباً حذف کر دیا جاتا ہے اِنْ اَحَـدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ جیسی مثال میں اور کبھی فعل و فاعل دونوں کو ہی حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے: نَعَمْ اس شخص کے جواب میں کہا جائے جس نے کہا ہو اَقَامَ زَيْدٌ ۔

﴿تشریح﴾:

وَقَـدْ يُـحْـذَفُ الْفِعْلُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فاعل کا چوتھا حکم بیان کرنا ہے کہ اگر قرینہ (مَـا يُشِيْـرُ اِلَى الْـمَطْلُوْبِ یعنی جو چیز مطلوب کی طرف مشیر ہو،) موجود ہو تو فاعل کے فعل کو کبھی حذف بھی کر دیا جاتا ہے۔ پھر حذف کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) حذفِ جوازی۔ (۲) حذفِ وجوبی۔

پھر حذف جوازی کی دو صورتیں ہیں یا تو اس پر سوال مذکور قرینہ ہوگا یا سوال مقدر قرینہ ہوگا۔

❁ سوال مذکور کی مثال جیسے کوئی کہے مَـنْ قَامَ؟ جس کے جواب میں زَیْدٌ کہا جائے، تو یہ زَیْدٌ فاعل ہے جس کا فعل قَامَ یہاں محذوف ہے جس پر قرینہ سوال مذکور ہے کہ سوال چونکہ قیام کے بارے میں تھا تو جواب بھی قیام کے بارے میں ہونا چاہیئے تھا لیکن جواب میں قیام کا ذکر نہیں جس سے معلوم ہوا کہ یہاں قَامَ محذوف ہے۔

﴿اعتراض﴾: یہ بات تو تسلیم ہے کہ یہاں قَـامَ فعل قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے محذوف ہے لیکن یہ تسلیم نہیں کہ وہ زَیْدٌ سے پہلے ہی محذوف ہے کیونکہ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ وہ (قَـامَ) زَیْدٌ کے بعد محذوف ہو تو ایسی صورت میں زَیْدٌ فاعل کی مثال رہے گی ہی نہیں۔

﴿جواب﴾: یہاں یہاں قَامَ فعل زَیْدٌ سے پہلے ہی محذوف ہے بعد میں نہیں کیونکہ اگر اسے بعد میں محذوف مانیں تو اس صورت میں زَیْدٌ مبتدا ہوگا اور قَامَ فعل اپنی ضمیر مستتر سے ملکر جملہ ہوکر خبر ہوگی لہٰذا جملہ محذوف ہوگا اور زَیْدٌ سے پہلے محذوف ماننے کی صورت میں جملہ کی جزء (فعل) محذوف ہوگی اور قاعدہ یہ ہے کہ جملے کو محذوف ماننے کی بنسبت جملہ کی جزء کو محذوف ماننا بہتر ہوتا ہے اور جملہ کی جزء کو محذوف ماننا قَامَ فعل کو زَیْدٌ سے پہلے ہی ماننے کی صورت میں ہی ممکن ہے۔

❁ سوال مقدر کی مثال جیسے ضرار بن نہشل کا شعر ہے جو اس نے اپنے بھائی یزید بن نہشل کی وفات پر صدمے سے لبریز ہوکر کہا تھا۔

شعر وَلِيُبْكَ يَزِيْدُ ضَارِعٌ لِخُصُوْمَةٍ وَمُخْتَبِطٌ مِمَّا تُطِيْحُ الطَّوَائِحُ

﴿ترکیب﴾: (لِيُبْكَ) فعل امر غائب معروف (يَزِيْدُ) نائب فاعل (لِخُصُوْمَةٍ) جار مجرور ہوکر (ضَارِعٌ) کے متعلق ہوئے ضَارِعٌ اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ اسمیہ ہوکر معطوف علیہ (وَ) حرف عطف (مُخْتَبِطٌ) صیغہ صفت (مِنْ) حرف جار (مَا) موصولہ (تُطِيْحُ) فعل (الطَّوَائِحُ) فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صلہ ہوا مَا موصول کا، مَا موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور ہوا مِنْ حرف جار کا، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا مُخْتَبِطٌ صیغہ صفت کا، صیغہ صفت اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ اسمیہ ہوکر معطوف ہوا، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر فاعل ہوا يَبْكِيْ فعل محذوف کا، يَبْكِيْ فعل محذوف اپنے فاعل سے مل کر لفظاً جملہ فعلیہ خبریہ ہوا اور معنیً جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

❁ اس مثال میں (ضَارِعٌ) اور (مُخْتَبِطٌ) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر فاعل ہوا ہے يَبْكِيْ فعل محذوف کا، اور يَبْكِيْ فعل یہاں محذوف ہے جس پر قرینہ سوالِ مقدر ہے کہ پہلے مصرع میں شاعر نے جب یہ کہا کہ ''یزید پر رویا جائے تو یہاں ایک سوال پیدا ہوا کہ مَنْ يَبْكِيْهِ ؟ کہ اس پر کون روئے؟ تو شاعر نے جواب دیا کہ ضَارِعٌ یعنی وہ شخص روئے جو لوگوں کی دشمنی کے سبب عاجز و ذلیل اور تنگ ہو، اس شعر میں ضَارِعٌ کو رفع دینے والا فعل محذوف ہے کیونکہ سوال مقدر بُكَاء (رونے) کے بارے میں تھا تو جواب بھی بُكَاء کے بارے میں ہونا چاہیئے تھا لیکن جواب میں بُكَاء کا ذکر نہیں جس سے معلوم ہوا کہ یہاں بُكَاء کا فعل يَبْكِيْ محذوف ہے۔

❁ وُجُوْبًا فِيْ مِثْلِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ کبھی قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے فاعل کے فعل کو حذف کر دینا واجب ہوتا ہے اور ایسا ہر اس ترکیب میں ہوگا کہ جس میں فاعل کو رفع دینے والا فعل حذف کر دیا گیا ہو اور حذف سے جو ابہام پیدا ہوا اسے دور کرنے کے لیئے تفسیر کر دی گئی ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ اس آیت کریمہ میں اَحَدٌ کو رفع دینے والے فعل کو حذف کر کے محذوف کی اِسْتَجَارَكَ سے تفسیر کر دی گئی ہے۔

اس ترکیب میں فعل کا حذف اس لیئے واجب ہے کہ حذف کا قرینہ پایا جارہا ہے جو کہ یہ ہے کہ اِنْ شرطیہ اسم پر داخل نہیں ہوتا جس سے معلوم ہوا کہ اِنْ شرطیہ کے بعد فعل محذوف ہے اور فعل محذوف کا قائمقام اِسْتَجَارَكَ فعل ہے جس کا یہاں ذکر کیا گیا ہے، پس اگر اس عبارت میں فعل محذوف کو ذکر کیا جائے تو عبارت یوں ہوگی وَاِنِ اسْتَجَارَكَ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ جس سے مُفَسَّرْ اور مُفَسِّرْ کا اجتماع لازم آیگا اور یہ اجتماع جائز نہیں کیونکہ ایسی صورت میں مُفَسِّر کا ذکر لغو ہو جاتا ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ کا یہ کہنا کہ ''مُفَسَّرْ اور مُفَسِّرْ کا اجتماع ناجائز ہے'' درست نہیں، کیونکہ کلام عرب میں جَاءَنِیْ رَجُلٌ اَیْ زَیْدٌ کہا جاتا ہے جس میں رَجُلٌ مُفَسَّر ہے اور زَیْدٌ مُفَسِّرْ ہے جس سے ثابت ہوا کہ مُفَسَّر اور مُفَسِّر کا اجتماع جائز ہے۔

﴿جواب﴾: مُفَسَّرْ اور مُفَسِّرْ کا اجتماع ناجائز اس وقت ہے کہ جب مُفَسِّرْ ایسے ابہام کو دور کرے جو حذف سے پیدا ہوا ہو جبکہ مثال مذکورہ میں ابہام حذف سے پیدا نہیں ہوا بلکہ رَجُلٌ کے نکرہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔

﴿فائدہ﴾: امام اخفش رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حرف شرط کا دخول ایسے جملہ اسمیہ پر بھی جائز ہے جسکی خبر فعل ہو لہٰذا ان کے نزدیک اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ حذف وجوبی کی مثال نہیں۔

❁ وَقَدْ يُحْذَفَانِ مَعًاالخ سے غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ فاعل کا پانچواں حکم بیان کرنا ہے کہ کبھی فعل و فاعل دونوں حذف ہو جاتے ہیں۔

یاد رہے کہ یہاں حذف کی کل تین صورتیں تھیں۔

1: فقط فعل حذف ہو جیسا کہ اس کا ذکر ہوا۔

2: فقط فاعل حذف ہو جس کا مصنف علیہ الرحمۃ نے ذکر نہیں کیا اور محل ذکر میں عدم ذکر عدم جواز کی دلیل ہوتا ہے۔

3: فعل اور فاعل دونوں حذف ہوں اسی تیسری صورت کا ذکر کرتے ہوئے مصنف علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ کبھی جوازی طور پر فعل اور فاعل دونوں حذف ہو جاتے ہیں جیسے کوئی سوال کرے کہ اَقَامَ زَيْدٌ؟ تو اسکے جواب میں کہا نَعَمْ (ہاں) کہہ دیا جائے۔ تو یہاں پر نَعَمْ کے بعد قَامَ زَيْدٌ محذوف ہے جس پر قرینہ سوال مذکور ہے اور سوال مذکور ہو یا مقدر یہ حذفِ جوازی کا قرینہ ہے۔

﴿سوال﴾: فعل و فاعل دونوں کو اکٹھے حذف کرنا کہاں جائز ہے؟

﴿جواب﴾: ہر اس جملہ فعلیہ میں کہ جس سے پہلے حرف ایجاب ہو جیسے اَقَامَ زَيْدٌ کے جواب میں نَعَمْ قَامَ زَيْدٌ ہے تو

جملہ فعلیہ کو حذف کر کے صرف نَعَمْ کہنا جائز ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ کی اس بات پر کیا دلیل ہے کہ نَعَمْ کے بعد قَامَ زَیْدٌ یعنی جملہ فعلیہ ہی محذوف ہے، کیونکہ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ نَعَمْ کے بعد زَیْدٌ قَائِمٌ یعنی جملہ اسمیہ محذوف ہو۔

﴿جواب﴾: چونکہ سوالیہ جملہ! جملہ فعلیہ ہے لہٰذا جوابی جملہ بھی فعلیہ ہونا ضروری ہے کیونکہ حتی الامکان کلام میں مناسبت و موافقت ضروری ہوتی ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

تنازُع فعلَین کا بیان

﴿عبارت﴾:

وَاِذَا تَنَازَعَ الْفِعْلَانِ ظَاهِرًا بَعْدَهُمَا فَقَدْيَكُوْنُ فِي الْفَاعِلِيَّةِ مِثْلُ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ وَفِي الْمَفْعُوْلِيَّةِ مِثْلُ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا وَفِي الْفَاعِلِيَّةِ وَالْمَفْعُوْلِيَّةِ مُخْتَلِفَيْنِ فَيَخْتَارُ الْبَصْرِيُّوْنَ اِعْمَالَ الثَّانِيْ وَالْكُوْفِيُّوْنَ الْاَوَّلَ

﴿ترجمہ﴾: جب دو فعل تنازع کریں اپنے بعد واقع ہونے والے اسم ظاہر میں (تو ہر ایک کو عمل دینا جائز ہوگا) پس یہ تنازع کبھی فاعل ہونے میں ہوگا جیسے ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ اور کبھی مفعول ہونے میں جیسے ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا کبھی فاعلیت و مفعولیت دونوں میں جبکہ دونوں فعل اقتضاء میں مختلف ہوں، بصری نحات دوسرے فعل کو عمل دینا اور کوفی نحات پہلے فعل کو عمل دینا اولیٰ قرار دیتے ہیں۔

﴿تشریح﴾:

وَاِذَا تَنَازَعَ الْفِعْلَانِ الخ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فاعل کا چھٹا حکم بیان کرنا ہے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کا تَنَازَعَ الْفِعْلَانِ کہنا درست نہیں کیونکہ تنازع کا معنیٰ ہے جھگڑا کرنا، اور جھگڑا کرنا ذی روح کی صفت ہے جبکہ فعلان غیر ذی روح ہیں۔

﴿جواب﴾: جھگڑا کرنا تنازع کا لغوی معنیٰ ہے، لیکن یہاں لغوی معنیٰ مراد نہیں بلکہ اصطلاحی معنی مراد ہے اور وہ یہ ہے کہ جب دو فعلوں کے بعد کوئی اسم ظاہر واقع ہو تو دونوں فعلوں میں سے ہر ایک یہ تقاضہ کرے کہ اسم ظاہر میرا معمول ہو۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے اَلْفِعْلَانِ کہا ہے اَلْعَامِلَانِ کیوں نہیں کہا؟

﴿جواب﴾: عامل اسم بھی ہوتا ہے اور فعل بھی لیکن فعل اسم کی بنسبت عمل میں اصل ہوتا ہے پس اس لیئے فعلان یعنی اصل کا ذکر کیا۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کا اِذَا تَنَازَعَ الْفِعْلَانِ کہنا درست نہیں کیونکہ مصنف علیہ الرحمۃ نے صرف دو فعلوں

کے تنازع کی بات کی ہے حالانکہ کبھی تین یا تین سے زائد فعلوں میں بھی تنازع واقع ہو جاتا ہے۔ جیسے حدیث پاک میں ہے تُسَبِّحُوْنَ وَ تُحَمِّدُوْنَ وَ تُكَبِّرُوْنَ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلٰثِيْنَ (ہرنماز کے بعد 33 بار سبحان اللہ 33 بار الحمدللہ اور 33 اللہ اکبر پڑھو) اسی طرح نمازِ جنازہ کے درود پاک میں ہے كَمَا صَلَّيْتَ وَسَلَّمْتَ وَبَارَكْتَ وَرَحِمْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِمَ الخ۔

﴿جواب﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے یہاں تنازع کے کم از کم مرتبہ کو بیان کیا ہے، اور وہ دو فعلوں میں تنازع ہے، لیکن تنازع کتنے افعال میں ہوسکتا ہے اس کی کوئی حد بندی نہیں فرمائی۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے تنازع کو اسم ظاہر سے ہی کیوں مقید کیا؟

﴿جواب﴾: تاکہ اسم ضمیر سے احتراز ہو جائے۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے اسم ضمیر سے احتراز کیوں کیا؟

﴿جواب﴾: اسم ضمیر یا متصل ہوگی یا منفصل، اگر متصل ہو تو اس میں تنازع ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ ضمیر متصل جسکے ساتھ ملی ہوئی ہوگی اسی کا ہی معمول ہوگی اس کے علاوہ دوسرے فعل کا معمول نہیں بن سکتی اور ضمیر منفصل میں تنازع مشروط ہو کر ممکن تو ہے لیکن تنازع کو ختم کرنا بصریوں اور کوفیوں کے مذہب پر ممکن نہیں، وہ اس طرح کہ ضمیر منفصل میں تنازع کے تحقق کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ ضمیر منفصل اِلَّا کے بعد واقع ہو جیسے مَاضَرَبَ وَمَا اَكْرَمَ اِلَّا اَنَا ۔ اب اگر بصریین کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے ضمیر منفصل کو فعل ثانی کا معمول قرار دیکر فعل اول میں فاعل کی ضمیر مانی جائے اور کوفیین کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے ضمیر منفصل کو فعل اول کا معمول قرار دیکر فعل ثانی میں فاعل کی ضمیر مانی جائے تو دو صورتیں ہونگی کہ اضمار اِلَّا اَنَا کا ہوگا یا صرف اِلَّا کا، یعنی فعل اول یا فعل ثانی میں جو ضمیر لائی جائے گی اس کا مرجع اِلَّا اَنَا ہوگا یا صرف اَنَا، پہلی صورت میں حرف کا فعل میں استتار لازم آئیگا جو کہ درست نہیں اور دوسری صورت میں معنیٔ کلام! مقصودِ متکلم کے خلاف ہو جائے گا کیونکہ مقصودِ متکلم تو اثبات تھا لیکن اب نفی ہو جائے گی پس اس لیئے ظَاهِرًا کی قید لگا کر تخصیص کردی۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے تَنَازُعُ فِعْلَيْن کے تحقق کے لیئے بَعْدَ هُمَا کی قید کیوں لگائی؟

﴿جواب﴾: کیونکہ اگر اسم ظاہر دونوں فعلوں کے درمیان میں واقع ہو تو ماقبل فعل کا معمول بنے گا اور اگر دونوں فعلوں سے پہلے واقع ہو تو وہ متنازع فیہ نہیں ہوگا بلکہ وہ اسم ظاہر مبتداء ہوگا۔

﴿سوال﴾: متنازع فیہ اسم یعنی دو فعلوں کے بعد واقع ہونے والے اسم ظاہر میں تنازع کی کتنی اور کونسی صورتیں متحقق ہوتی

ہیں۔

﴿جواب﴾: جب دو فعل اپنے مابعد واقع ہونے والے اسم ظاہر میں تنازع کریں تو تنازع کی کل چار صورتیں ہوگی۔

1: دونوں فعل فاعلیت میں تنازع کریں یعنی ہر فعل یہ تقاضہ کرے کہ اسم ظاہر اس کا فاعل ہو۔ جیسے ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ

2: دونوں فعل مفعولیت میں تنازع کریں یعنی ہر فعل یہ تقاضہ کرے کہ اسم ظاہر اس کا مفعول ہو جیسے ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا

3: دونوں فعلوں میں سے فعل اوّل یہ تقاضہ کرے کہ اسم ظاہر اس کا فاعل ہو اور فعل ثانی یہ تقاضہ کرے کہ اسم ظاہر اس کا مفعول ہو جیسے ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُ زَیْد۔

4: دونوں فعلوں میں سے فعل اوّل یہ تقاضہ کرے کہ اسم ظاہر اس کا مفعول ہو اور فعل ثانی یہ تقاضہ کرے کہ اسم ظاہر اس کا فاعل ہو جیسے ضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْد۔

﴿نوٹ﴾: بصریوں اور کوفیوں کے نزدیک دونوں فعلوں کو عمل دینا جائز ہے لیکن اختلاف اس بات میں ہے کہ کس فعل کو عمل دینا اولیٰ ہے، بصری اَلْحَقُّ لِلْقَرِیْبِ ثُمَّ لِلْبَعِیْدِ کہتے ہوئے فعل ثانی کو عمل دینا اولیٰ قرار دیتے ہیں، یعنی چونکہ فعل ثانی اسم ظاہر کے زیادہ قریب ہے لہٰذا فعل ثانی کو عمل دیا جائے گا۔ جبکہ کوفی اَلْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ کہتے ہوئے کہ فعل اوّل کو عمل دینا اولیٰ قرار دیتے ہیں یعنی فعل اول پہلے ہے لہٰذا عمل بھی پہلے اسی کو دینا چاہیے۔ ''تفصیل آگے آرہی ہے''۔

﴿ضروری بات﴾:

1: بَصَرَہ ایک شہر کا نام ہے جسے سیدنا فاروق اعظم کے دور خلافت میں عتبہ بن غزوان 17 اور 18 ہجری میں آباد کیا، بی بی رابعہ اسی شہر کی ساکنہ تھیں اس زمین پر کبھی بھی بت پرستی نہیں ہوئی

2: لفظ بِصْرِیّ اور بِصْرِیُّون بکسر الباء ہے اگرچہ قیاس کے مطابق بفتح الباء ہونا چاہیے کیونکہ بصرہ بفتح الباء ہے لیکن وجہ یہ ہے کہ بصرہ مشہور شہر اور سنگ خاص کے درمیان مشترک ہے لہٰذا جو اس شہر کی طرف منسوب ہوا سے کسرہ دیکر بِصْرِیّ کہتے ہیں اور جو اس سنگ خاص کی طرف منسوب ہوا سے فتحہ دیکر بَصَرِیّ کہتے ہیں۔

﴿عبارت﴾:

فَاِنْ اَعْمَلْتَ الثَّانِیَ اَضْمَرْتَ الْفَاعِلَ فِی الْاَوَّلِ عَلٰی وَفْقِ الظَّاهِرِ دُوْنَ الْحَذْفِ خِلَافًا لِّلْکِسَائِیِّ وَجَازَ خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ وَحَذَفْتَ الْمَفْعُوْلَ اِنِ اسْتُغْنِیَ عَنْهُ وَاِلَّا اَظْهَرْتَ

﴿ترجمہ﴾: اگر آپ عمل دیں فعل ثانی کو تو پھر فعل اول میں ضمیر لائیں جو اسم ظاہر کے موافق ہو اسے حذف نہ کریں، امام کسائی کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے فعل اول جب فاعل کا مقتضی ہو تو فعل ثانی کو عمل دینا جائز ہے امام فراء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور مفعول کو حذف کر دیں اگر اس کا ذکر ضروری نہ ہو تو، ورنہ ذکر کریں۔

﴿تشریح﴾:

فَاِنْ اَعْمَلْتَ الثَّانِیَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ بصریوں کے مذہب مختار کی تفصیل بیان کرنا ہے۔

کہ اگر دونوں فعل فاعلیت کا تقاضا کریں یا صرف فعل اول فاعلیت کا تقاضا کرے دونوں صورتوں میں فعل ثانی کو عمل دیا جائے گا اور فعل اول کے فاعل کی تین صورتیں ہوں گی۔(۱) یا اسے حذف کر دیا جائے۔(۲) یا اسے ذکر کیا جائے۔(۳) یا ضمیر لائی جائے۔

پہلی صورت درست نہیں کیونکہ فاعل ! کلام میں عمدہ ہوتا ہے عمدہ کو حذف کرنا جائز نہیں، دوسری صورت بھی درست نہیں کیونکہ ذکر سے تکرار لازم آئے گا جو کہ فصاحت و بلاغت کے لیئے مخل ہے، پس تیسری صورت یعنی ضمیر فاعل لانا ہی متعین ہوا اور وہ ضمیر فاعل تذکیر و تانیث، افراد و تثنیہ و جمع میں اسم ظاہر کے موافق ہو گی۔

جیسے ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ، ضَرَبَانِیْ وَاَکْرَمَنِیْ الزَّیْدَانِ، ضَرَبُوْنِیْ وَاَکْرَمَنِیَ الزَّیْدُوْنَ

❁ رہی یہ بات کہ: فعل اول کے لیئے بطور فاعل ضمیر ماننے کی صورت میں اضمار قبل الذکر لازم آئیگا جو کہ درست نہیں تو اس کا جواب یہ ہے اِضْمَار قَبْلَ الذِّکْر فِی الْفُضْلَہ درست نہیں، اِضْمَار قَبْلَ الذِّکْرِ فِی الْعُمْدَہ درست ہے۔

خِلَافًا لِّلْکِسَائِیِّ: امام کسائی فرماتے ہیں کہ اِضْمَار قَبْلَ الذِّکْر فِی الْفُضْلَہ کی طرح اِضْمَار قَبْلَ الذِّکْرِ فِی الْعُمْدَہ بھی درست نہیں لہٰذا مذکورہ صورت میں ان کے نزدیک فعل اول کے لیئے فاعل محذوف ہوگا۔

﴿امام کسائی﴾: آپ کا اسم گرامی علی بن حمزہ ہے اور کنیت ابو الحسن ہے، آپ علم نحو، لغت اور قرأت کے امام تھے، اور خلیفہ ہارون الرشید اور ان کے بیٹے امین کے استاذ تھے کسی نے پوچھا آپ کو کسائی کیوں کہا جاتا ہے؟ تو فرمایا میں بوقت احرام کِسَاءٌ یعنی چادر کا استعمال کیا تھا آپ کا وصال مقام رَیْ یا طوس میں 189 ہجری میں ہوا۔

❁ رھی یہ بات کہ: فاعل ! کلام میں عمدہ ہوتا ہے عمدہ کو حذف کرنا جائز نہیں، تو جواباً عرض یہ ہے کہ امام کسائی کے نزدیک فاعل کی محذوفیت سے بڑھ کر اضمار قبل الذکر نا جائز ہے یعنی فاعل کو حذف کرنا بھی نا جائز ہے لیکن اس سے سخت نا جائز اضمار قبل الذکر ہے پس اضمار قبل الذکر سے بچنے کے لیئے کم نا جائز عمل کر گزر رہے ہیں۔

خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ: امام فراء فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں فعل ثانی کو عمل دینا درست نہیں بلکہ فعل اوّل کو عمل دینا ضروری ہے کیونکہ اگر فعل ثانی کو عمل دیا جائے تو دو خرابیاں لازم آئینگی۔ (۱) اضمار قبل الذکر۔ (۲) فاعل کا حذف ہونا۔

اور یہ دونوں صورتیں جائز نہیں، لہٰذا فعل اول کو عمل دیا جائے۔

﴿جواب منجانب بصریین﴾:

بصری جواباً کہتے ہیں کہ اِضْمَار قَبْلَ الذِّکْر فِی الْعُمْدَہ بِشَرْطِ تَفْسِیْر جائز ہے جو یہاں پر موجوداور قرآن پاک میں واقع ہے۔جیسے:قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ میں هُوضمیر کا مرجع لفظ اللہ اسم جلالت ہے جو کہ ضمیر کے بعد واقع ہے۔

﴿بصریوں اور کوفیوں سے مراد﴾:

بصری نحویوں سے مراد سیبویہ، مبرد، یعقوب، اخفش، یونس، حضرمی، ابوعلی ابن مہران، علی بن عیسیٰ الکرمانی، ابواسحاق زجاج، اِبْنِ دَرَسْتُوَیْه بعض لوگوں نے فراء کو بھی شامل کیا ہے۔جبکہ کوفی نحویوں سے مراد''کسائی، فراء اور مازنی''ہیں۔

وَحَذَفْتَ الْمَفْعُوْلَ الخ:

❁ اگر فعل اوّل یا دونوں فعل مفعولیت کا تقاضہ کریں اور وہ دونوں فعل! افعال قلوب میں سے نہ ہوں تو فعل اوّل کے مفعول کو حذف کیا جائے گا جیسے ضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا

کیونکہ: اگر فعل اول کے مفعول کو ذکر کریں تو تکرار لازم آئیگا جو کہ مخل بالفصاحت ہے اور ضمیر لائیں تو اِضْمَار قَبْلَ الذِّکْر فِی الْفُضْلَہ لازم آئیگا جو کہ نا جائز ہے لہٰذا حذف ہی متعین ہوا اور مفعول کو حذف کرنا جائز ہے۔

❁ اگر فعل اول افعال قلوب میں سے ہو یا دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہیں تو پھر فعل اول کے لیئے مفعول کو ذکر کرنا ضروری ہوگا کیونکہ حذف کریں تو افعال قلوب کے مفعول کو حذف لازم آئیگا جو کہ نا جائز ہے۔

جیسے حَسِبَنِیْ مُنْطَلِقًا وَحَسِبْتُ زَیْدًا مُنْطَلِقًا اس مثال میں حَسِبَنِیْ اور حَسِبْتُ دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہیں انہوں نے مابعد واقع ہونے والے اسم ظاہر یعنی مُنْطَلِقًا میں تنازع کیا پس بصریوں کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے مُنْطَلِقًا کو فعل ثانی کا معمول یعنی مَفْعُوْل ثانی بنا دیا۔اور فعل اول یعنی حَسِبَنِیْ فاعل کا بھی تقاضا کرتا ہے اور مفعول ثانی کا بھی پس ہم نے اس میں فاعل کی ضمیر پوشیدہ مان لی (جو مابعد واقع ہونے والے اسم ظاہر یعنی زیدا کی طرف راجع ہے) اور اس کے مفعول ثانی یعنی مُنْطَلِقًا کو ذکر کر دیا۔

❁ اب اگر چہ مُنْطَلِقًا کو ذکر کرنے سے ہم تکرار کے مرتکب ہوئے ہیں لیکن کیا کریں یہ(مُنْطَلِقًا کو ذکر کرنا) ہماری ضرورت ہے کیونکہ افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک مفعول کو حذف کرنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔

﴿عبارت﴾:

وَاِنْ اَعْمَلْتَ الْاَوَّلَ اَضْمَرْتَ الْفَاعِلَ فِی الثَّانِیْ وَالْمَفْعُوْلَ عَلَی الْمُخْتَارِ اِلَّا اَنْ یَمْنَعَ

مَـانِـعٌ فَتُـظْهِـرُ وَقَوْلُ اِمْرَأُ الْقَيْسِ ﴿شعر﴾ كَفَانِىْ وَلَمْ اَطْلُبْ قَلِيْلٌ مِّنَ الْمَالِ وَلَيْسَ مِنْهُ لِفَسَادِ الْمَعْنٰى

﴿ترجمہ﴾: اگر آپ فعل اول کو عمل دیں تو پھر فعل ثانی میں ضمیر فاعل لائیں اور اگر فعل ثانی مفعول کا مقتضی ہو تو اسم ظاہر کے مطابق اس کے لیئے مفعول کی ضمیر لائی جائے مذہب مختار میں حذف جائز نہیں مگر جب کوئی ضمیر لانے اور حذف کرنے کے مانع ہو تو مفعول کو ذکر کر دیں۔

اور امرأ القیس کا مقولہ تنازع فعلین میں سے نہیں کیونکہ قلیل کی جانب دونوں فعل متوجہ ہونے کی صورت میں معنیٰ کا فساد لازم آئے گا۔

﴿تشریح﴾:

وَاِنْ اَعْمَلْتَ الْاَوَّل الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ کوفیوں کے مذہب مختار کی تفصیل بیان کرنا ہے۔

کہ اگر دونوں فعل! مابعد واقع ہونے والے اسم ظاہر میں فاعلیت کا تقاضا کریں تو عمل فعل اول کو دیا جائے اور فعل ثانی کے لیئے فاعل کی ضمیر مانیں گے کیونکہ حذفِ فاعل سے عمدہ کا حذف لازم آئیگا اور ذکرِ فاعل سے تکرار لازم آئیگا لہٰذا اضمار ہی متعین ہوا جیسے ضَرَبَنِىْ وَاَكْرَمَنِىْ زيدٌ میں اَكْرَمَنِىْ کا فاعل ضمیر هُوَ ہے جو مابعد واقع والے اسم ظاہر یعنی زید کی طرف راجع ہے۔

❁ رھی بات اضمار قبل الذکر کی! تو یاد رکھ لیجئے یہ اضمار قبل الذکر فقط لفظاً ہے (کیونکہ یہ اصل میں ضَـرَبَـنِـىْ زيـدٌ وَاَكْرَمَنِىْ ہے) رُتبۃً نہیں اور اضمار قبل الذکر فقط لفظاً بالاتفاق جائز ہے۔

❁ اگر دونوں فعل مفعولیت کا تقاضا کریں یا فعل ثانی مفعولیت کا تقاضا کرے اور وہ افعال قلوب میں سے نہ ہو تو فعل اول کو عمل دے کر فعل ثانی کے لیئے ضمیر مفعول لائیں گے، جسے اگر چہ حذف کرنا بھی جائز ہے لیکن حذف کرنے سے یہ وہم پیدا ہوگا کہ شاید فعلِ ثانی کا مفعول جو محذوف ہے، وہ اور ہے اور فعل اول کا معمول اور ہے حالانکہ وہ دونوں مغائر نہیں ہوتے۔ جیسے ضَـرَبَـنِـىْ وَاَكْرَمْتُهٗ زَيْدٌ۔

فعل ثانی کے مفعول کو ذکر اسلیئے نہیں کیا تا کہ تکرار لازم نہ آئے۔

اگر فعل ثانی مفعول کا مقتضی ہونے کے ساتھ ساتھ افعال قلوب میں سے ہو تو اس وقت فعل ثانی کے لیئے مفعول کو ذکر کرنا ضروری ہوگا کیونکہ حذف کریں تو افعال قلوب کے مفعول کو حذف لازم آئیگا جو کہ نا جائز ہے اور ضمیر لانا بھی جائز نہیں کیونکہ ضمیر یا مفرد کی ہوگی یا تثنیہ کی، اگر مفرد کی لائیں تو راجع اور مرجع کے مابین مطابقت تو ہوگی لیکن افعال قلوب کے دو مفعولوں کے مابین مطابقت نہیں ہوگی اور اگر تثنیہ کی ضمیر لائیں تو راجع اور مرجع کے مابین مطابقت ہی نہیں رہے گی۔ پس مفعول کو ذکر کرنا ضروری ہوا۔

جیسے حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُھُمَا مُنْطَلِقَیْنِ الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا اس مثال میں دونوں فعلوں نے پہلے اَلزَّیْدَانِ میں تنازع کیا اس طرح کہ فعل اول اس کو فاعل اور فعل ثانی اسے مفعول بنانا چاہتا تھا پس کوفیوں کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے عمل ! فعل اول کو دیا لہٰذا اَلزَّیْدَان فعل اول کا فاعل ہوا، اور فعل ثانی کیلئے ھُمَا ضمیر (راجع بسوئے اَلزَّیْدَانِ) کو نکال کر اسے حَسِبْتُ کا مفعول بنادیا اب عبارت حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُھُمَا اَلزَّیْدَانِ ہوئی پھر دونوں فعلوں نے مُنْطَلِقًا میں تنازع کیا کیونکہ دونوں فعل اسے اپنا مفعول ثانی بنانا چاہتے ہیں تو کوفیوں کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے اسے فعل اول کا معمول (مفعول ثانی) بنادیا، تو اب دوسرے فعل کے معمول (مفعول ثانی) کو ذکر کرنا ضروری ہوا کیونکہ اگر اسے حذف مانیں تو افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک کو حذف کرنا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں اور اگر فعل ثانی کیلئے ضمیر مفعول لائیں تو پھر فعل ثانی کے مفعول اول اور مفعول ثانی میں مطابقت نہ رہے گی کیونکہ مفعول اول ضمیر تثنیہ ہوگی اور مفعول اول ضمیر واحد ہوگی جو کہ جائز نہیں۔ جیسے: حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُھُمَا اِیَّاہُ الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا۔

اگر فعل ثانی کے لیئے ضمیر مفعول ! تثنیہ لائی جائے تو دونوں مفعولوں میں مطابقت تو ہو جائیگی لیکن راجع اور مرجع (مُنْطَلِقًا) کے مابین مطابقت نہیں رہے گی جیسے حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُھُمَا اِیَّاھُمَا الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا لہٰذا فعل ثانی کے مفعول کو ذکر کرنا ضروری ہوگیا۔ پس عبارت حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُھُمَا مُنْطَلِقَیْنِ الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا ہوئی۔

❁ وَقَوْلُ اِمْرَأُ لْقَیْسِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ کوفیوں کی دلیل بیان کرنا ہے ہیں۔

کوفی نحاۃ کہتے ہیں، امرء القیس، جو کہ بہت بڑا شاعر تھا، اس نے اپنے شعر کے میں فعل اول کو ہی عمل دیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ فعل اول کو ہی عمل دینا اولیٰ ہے ورنہ وہ اپنے شعر میں فعل اول کو عمل نہ دیتا۔

❁ اور وہ شعر یہ ہے: لَوْاَنَّمَا اَسْعٰی لِاَدْنٰی مَعِیْشَۃٍ ۔ کَفَانِیْ وَلَمْ اَطْلُبْ قَلِیْلٌ مِّنَ الْمَالِ،

کوفی کہتے ہیں کہ مذکورہ شعر میں کَفٰی فعل اول اور لَمْ اَطْلُبْ فعل ثانی ہے اور قَلِیْلٌ اسم ظاہر جس میں دونوں فعل متنازِع ہیں، کَفٰی اس میں فاعلیت کا مقتضی ہے اور لَمْ اَطْلُبْ مفعولیت کا اور امراء القیس نے فعل اول کو ہی عمل دیا ہے۔

❁ وَلَیْسَ مِنْہُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ بصریوں کی طرف سے کوفیوں کو جواب دینا ہے۔

کہ جو آپ نے امراء القیس کا شعر پیش کیا ہے اس میں تنازع فعلین نہیں ہے کیونکہ اس میں اگر تنازع فعلین مانیں تو معنی میں فساد واقع ہوتا ہے، وہ اس طرح کہ شعر کے پہلے مصرے میں لَوْ شرطیہ داخل ہے جس کا خاصہ یہ ہے کہ اس کا مدخول اگر مثبت ہو تو وہ (لَوْ) اسے منفی بنادیتا ہے، مدخول خواہ شرط ہو یا جزاء، شرط پر معطوف ہو یا جزاء پر معطوف، اس شعر میں اَسْعٰی شرط ہے اور کَفَانِیْ جزاء ہے اب یہ دونوں (شرط و جزا) لَوْ کے دخول کی وجہ سے منفی ہو گئے کیونکہ اصلاً مثبت تھے اور لَمْ اَطْلُبْ جزاء پر معطوف ہے یہ پہلے منفی تھا اب مثبت ہو گیا پس اس شعر کے معنیٰ یہ ہوئے "مَاسَعَیْتُ لِاَدْنٰی مَعِیْشَۃٍ وَمَا کَفَانِیْ قَلِیْلٌ مِّنَ الْمَالِ وَطَلَبْتُ

قَلِيْلًا مِّنَ الْمَالِ" یعنی میں نے ادنیٰ معیشت یعنی معمولی گزارے کے لیئے کوشش نہیں کی اور تھوڑا مال مجھے کافی نہ ہوا اور میں نے تھوڑے مال کو طلب کیا''۔ پس اگر کہیں کہ اس شعر میں كَفٰى اور لَمْ اَطْلُبْ ، قَلِيْلٌ اسم ظاہر میں متنازِع ہیں اور فعل اول کو عمل دے دیں تو معنیٰ کا فساد لازم آئیگا'' کیونکہ طَلَبْتُ قَلِيْلًا مِّنَ الْمَالِ یقیناً مَاسَعَيْتُ لِاَدْنٰى مَعِيْشَةٍ کے منافی ہے بلکہ مَاكَفَانِيْ قَلِيْلٌ مِّنَ الْمَالِ کے بھی منافی ہے۔

❁ یادرہے کہ طَلَبْتُ میں طَلَبَ بمعنیٰ سعی ہے۔ الغرض! مذکورہ شعر میں تنازع ماننے کی صورت میں جب معنیٰ کا فساد لازم آیا تو ثابت ہوا کہ شعر میں فعل اول اس چیز کی جانب متوجہ نہیں جس کی جانب فعل ثانی متوجہ ہے بلکہ فعل اول قَلِيْلٌ مِّنَ الْمَالِ کی جانب متوجہ ہے اور فعل ثانی مفعول محذوف کی طرف یعنی اصلاً لَمْ اَطْلُبِ الْعِزَّ وَالْمَجْدَ (کہ میں نے عزت اور بزرگی کو طلب کیا) ہے، جس پر قرینہ امراء القیس کا مابعد شعر ہے وَلٰكِنَّمَا اَسْعٰى لِمَجْدٍ مُّؤَثَّلٍ وَقَدْ يُدْرِكُ الْمَجْدَ الْمُؤَثَّلَ اَمْثَالِيْ (لیکن پائیدار بزرگی کے لیئے کوشش کرتا ہوں اور یقیناً مجھ جیسا انسان پائیدار بزرگی پالیتا ہے)۔

﴿عبارت﴾:

مَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ كُلُّ مَفْعُوْلٍ حُذِفَ فَاعِلُهٗ وَاُقِيْمَ هُوَمُقَامَهٗ وَشَرْطُهٗ اَنْ تُغَيَّرَ صِيْغَةُ الْفِعْلِ اِلٰى فُعِلَ اَوْ يُفْعَلُ وَلَايَقَعُ الْمَفْعُوْلُ الثَّانِيْ مِنْ بَابِ عَلِمْتُ وَالثَّالِثُ مِنْ بَابِ اَعْلَمْتُ وَالْمَفْعُوْلُ لَهٗ وَالْمَفْعُوْلُ مَعَهٗ كَذَالِكَ وَاِذَا وُجِدَ الْمَفْعُوْلُ بِهٖ تَعَيَّنَ لَهٗ تَقُوْلُ ضُرِبَ زَيْدٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَمَامَ الْاَمِيْرِ ضَرْبًا شَدِيْدًا فِيْ دَارِهٖ فَتَعَيَّنَ زَيْدٌفَاِنْ لَمْ يَكُنْ فَالْجَمِيْعُ سَوَاءٌ وَالْاَوَّلُ مِنْ بَابِ اَعْطَيْتُ اَوْلٰى مِنَ الثَّانِيْ

﴿ترجمہ﴾: مَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ ہر وہ مفعول ہے جس کے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہو اور فاعل کی جگہ مفعول کو قائم کر دیا گیا ہو، اور اس کی شرط یہ ہے صیغہ فعل کو فُعِلَ کی طرف یا يُفْعَلُ کی طرف متغیر کر دیا گیا ہو، عَلِمْتُ کے باب سے دوسرا مفعول اور اَعْلَمْتُ کے باب سے تیسرا مفعول (فاعل کی جگہ) واقع نہیں ہوتا اور مفعول لہٗ اور مفعول معہٗ بھی اسی طرح ہیں اور جب کلام میں مفعول بہٖ پایا جائے تو وہ فاعل کا قائمقام ہونے کے لیئے متعین ہے (پس ضَرَبْتُ زَيْدًا الخ میں) کہیں (ترجمہ) زید کو اس کے گھر میں جمعہ کے دن امیر کے سامنے سخت مارا گیا (چونکہ ضَرَبْتُ زَيْدًا الخ میں زید مفعول بہٖ ہے) پس وہ مَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ ہونے کے لیئے متعین ہو چکا، اگر کلام میں مفعول بہٖ نہ ہو تو (مَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ ہونے میں) تمام مفعول برابر ہیں، اَعْطَيْتُ کے باب کا پہلا مفعول دوسرے مفعول کی بنسبت اولیٰ ہے۔

﴿تشریح﴾: مَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مرفوعات کی دوسری قسم بیان کرنی ہے۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے مابعد میں وَمِنْهَا المبتدأ کہنے کی طرح یہاں مَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ کیوں نہیں کہا؟

﴿جواب﴾: مَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ کا فاعل سے گہرا تعلق ہے کیونکہ یہ اس کے قائم مقام ہوتا ہے اور متعدد احکام میں اس کا شریک بھی ہوتا ہے۔ جیسے: مسند الیہ ہونے میں، عامل کی تقدیم واجب ہونے، عامل سے اتصال اصل ہونے میں، الغرض! مَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ کا فاعل سے گہرا تعلق ہے کہ جتنا گہرا تعلق کسی اور کا نہیں پس اس گہرے تعلق کو ثابت کرنے کے لیئے اس کے شروع میں وَمِنْهَا کا اضافہ نہیں کیا۔

﴿سوال﴾: سَمّٰى يُسَمِّيْ تو دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے یہاں مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ میں ایک مفعول کی طرف ہی متعدی کیوں ہے؟

﴿جواب﴾: یہاں سَمّٰى يُسَمِّيْ اپنے حقیقی معنیٰ پر مشتمل نہیں بلکہ مَالَمْ يُسَمَّ بمعنیٰ مَالَمْ يُذْكَرْ ہے، دو مفعولوں کی طرف تب متعدی تب ہوتا ہے جب وہ اپنے حقیقی معنیٰ پر مشتمل ہو۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے وَاُقِيْمَ هُوَ مُقَامَهٗ کہا ہے اُقِيْمَ مُقَامَهٗ کہہ دیتے؟ یعنی هُوَ ضمیر منفصل کا ذکر کیوں کیا ہے؟

﴿جواب﴾: تاکہ یہ وہم نہ کہ مُقَامَهٗ! اُقِيْمَ کا نائب فاعل ہے، بلکہ اُقِيْمَ کا نائب فاعل ضمیر مستتر ہے جو مفعول کی طرف راجع ہے اور یہ هُوَ ضمیر! اس ضمیر کی تاکید ہے جو اُقِيْمَ میں مستتر ہے۔

❁ وَشَرْطُهٗ اَنْ تُغَيَّرَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: مَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ یہ فاعل پر بھی صادق آتی ہے مثلاً اَنْبَتَ الرَّبِيْعُ الْبَقْلَ اصل میں اَنْبَتَ اللهُ الْبَقْلَ فِي الرَّبِيْعِ ہے، اسم جلالت جو کہ فاعل ہے اسے حذف کر کے مفعول فیہ یعنی اَلرَّبِيْع کو مجازاً فاعل کی جگہ قائم کر دیا گیا ہے پس آپ کی تعریف کے مطابق اَلرَّبِيْع! مَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ ہوا حالانکہ وہ اصلاً فاعل ہے۔

﴿جواب﴾: مفعول کو فاعل کا قائم مقام کرنے کے لیئے شرط یہ ہے کہ معروف کا صیغہ مجہول سے بدل دیا گیا ہو اور اَنْبَتَ اللهُ الْبَقْلَ فِي الرَّبِيْعِ میں جو معروف کا صیغہ ہے وہ اَنْبَتَ الرَّبِيْعُ الْبَقْلَ میں بعینہٖ برقرار ہے۔

❁ پس اس لیئے الـرَّبِيْع مسند الیہ ہونے میں اسم جلالت کا قائم مقام نہیں ہوسکتا، ہاں! اگر اُنْبِتَ الـرَّبِيْعُ کہا جاتا تو پھر الرَّبِيْع پر مَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ کی تعریف ضرور صادق آجاتی۔

﴿اعتراض﴾: مذکورہ شرط سے ثلاثی مزید فیہ، رباعی مجرد، اور رباعی مزید فیہ کا مَـفْـعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ نکل جاتا ہے کیونکہ ان کے فعل کی تغییر فُعِلَ یا يُفْعَلُ کی طرف نہیں ہوتی جیسے اُكْرِمَ زَيْدٌ، يُكْرَمُ زَيْدٌ وغیر هما ۔

﴿جواب﴾: فُعِلَ سے مراد صرف ثلاثی مجرد کی ماضی مجہول نہیں بلکہ مطلقاً ماضی مجہول ہے اور يُـفْعَلُ سے مراد صرف ثلاثی مجرد کا مضارع مجہول نہیں بلکہ مطلقاً مضارع مجہول ہے لہٰذا مَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ کا ذکر تمام ابواب کو شامل ہوا۔

❁ وَلَايَقَعُ الْمَفْعُوْلُ الثَّانِيْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ نے ان مفاعیل کا بیان کرنا ہے جو مَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

1: باب عَـلِمْتُ یعنی ہر وہ فعل جو دو مفعولوں کی طرف متعدی ہو تو اسکا دوسرا مفعول مَـفْـعُـوْلُ مَـالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیونکہ اس کا مفعول ثانی مسند ہوتا ہے اگر اسکو مَـفْـعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ بنایا جائے تو پھر وہ مسند الیہ ہوگا تو اس صورت میں ایک ہی لفظ کا مسند الیہ اور مسند ہونا لازم آئے گا جو کہ درست نہیں۔

2: باب اَعْلَمْتُ یعنی ہر وہ فعل جو تین مفعولوں کی طرف متعدی ہو تو اسکا تیسرا مفعول مَـفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ نہیں بن سکتا کیونکہ مفعول ثالث مسند ہوتا ہے اگر اس کو مَـفْـعُـوْلُ مَـالَـمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ بنائیں تو پھر وہ (مفعول ثالث) مسند الیہ ہوگا تو اس صورت میں ایک ہی لفظ کا مسند الیہ اور مسند ہونا لازم آئے گا جو کہ درست نہیں، ہاں! البتہ پہلے دو مفعولوں کا مَـفْـعُوْلُ مَـالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ بننا درست ہے اگر چہ دوسرے مفعول کا مَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ بن کے استعمال ہونا کلام عرب میں پایا نہیں گیا۔

3: مفعول لہ اور مفعول معہ باب عَـلِـمْـتُ کے مفعول ثانی اور باب اَعْـلَـمْـتُ کے مفعول ثالث کی طرح ہیں یعنی یہ بھی مَـفْـعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ نہیں بن سکتے، مفعول لہ تو اسلئے کہ اسکا نصب اس کے علت ہونے پر دلالت کرتا ہے تو جب مفعول لہ کو مَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ بنایا جائے گا تو وہ مرفوع ہوجائے گا اور اس کے علت ہونے پر کوئی دلالت نہیں رہے گی۔

اور مفعول معہ اس لیئے مَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ نہیں بن سکتا کیونکہ اسکی دو ہی صورتیں ہونگی، یا وہ واؤ کیساتھ مَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَـاعِلُـهٗ بنایا جائے گا یا واؤ کے بغیر، اور یہ دونوں صورتیں جائز نہیں، پہلی صورت تو اس لیے کہ یہ واؤ دراصل واؤ عطف ہے جو اپنے ماقبل سے مابعد کے منفصل ہونے پر دلیل ہوتی ہے اور فاعل و نائب فاعل اپنے فعل کیلئے بمنزلہ جزء کے ہوتا ہے جو دلیل اتصال ہے پس مفعول معہ کو نائب فاعل بنانے کی صورت میں ماقبل سے انفصال و اتصال بیک وقت لازم آئے گا جو کہ باطل ہے۔ اور

دوسری صورت اسلئے جائز نہیں کہ واؤ کے بغیر نائب فاعل قرار دینے سے مفعول معہٗ باقی نہ رہے گا۔

❁ وَاِذَا وُجِدَ الْمَفْعُوْلُ بِهٖ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بتانا ہے کہ جب عبارت میں مفعول بہ دیگر مفاعیل کے ساتھ پایا جائے کہ جن کو فاعل کے قائم مقام کیا جاسکتا ہے تو اس وقت فاعل کے قائم مقام ہونے کے لیئے مفعول بہ ہی متعین ہوگا، مفعول بہ کی موجودگی میں کسی اور مفعول کو فاعل کے قائم مقام نہیں کیا جاسکتا۔ جیسے ضَرَبْتُ زَیْدًا یَوْمَ الْجُمُعَةِ اَمَامَ الْاَمِیْرِ ضَرْبًا شَدِیْدًا فِیْ دَارِهٖ میں زَیْدًا مفعول بہ ہے اور اس کے ساتھ دیگر وہ مفاعیل بھی ہیں کہ جن کو فاعل کے قائم مقام کیا جاسکتا ہے لیکن اس مقام پر فاعل کا قائم مقام ہونے کے لیئے مفعول بہ ہی متعین ہوگا پس کہا جائے گا ضُرِبَ زَیْدٌ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اَمَامَ الْاَمِیْرِ ضَرْبًا شَدِیْدًا فِیْ دَارِهٖ

﴿سوال﴾: دیگر مفاعیل کی موجودگی میں بھی مفعول بہ ہی فاعل کا قائم ہونے کے لیئے متعین کیوں ہے؟

﴿جواب﴾: فاعل کے ساتھ جس قدر گہرا تعلق مفعول بہ کا ہے اس قدر کسی اور مفعول کا نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ فعل متعدی کا وجود جس طرح فاعل پر موقوف ہے اسی طرح مفعول بہ پر بھی موقوف ہے۔ جیسے: ضَرَبَ کا وجود ضَارِبٌ کے بغیر ممکن نہیں اسی طرح مَضْرُوْبٌ کے بغیر بھی ممکن نہیں، الغرض! تمام مفاعیل میں سے مفعول بہ کو فاعل کیساتھ گہرا تعلق ہے پس اسی لیئے مفعول بہ کو ہی فاعل کا قائم مقام ہونے کے لیئے متعین کیا ہے۔

❁ فَاِنْ لَمْ یَكُنْ فَالْجَمِیْعُ سَوَاءٌ سے مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ اگر مفعول بہ نہ ہو تو تمام مفاعیل نائب فاعل واقع ہونے میں برابر ہیں۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کا یہ قول فَاِنْ لَمْ یَكُنْ فَالْجَمِیْعُ سَوَاءٌ درست نہیں کیونکہ کوئی فعل متعدی ایسا نہیں جس کا مفعول بہ نہ ہو۔

﴿جواب﴾: ہر فعل متعدی کے لیئے حقیقۃً مفعول بہ کا ہونا ضروری ہے لیکن عبارت میں اس کا مذکور ہونا ضروری نہیں جیسے کوئی کہے ضَرَبْتُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ، اب اس عبارت میں مفعول بہ مذکور نہیں ہے، الغرض! مذکورہ عبارت (فَاِنْ لَمْ یَكُنْ فَالْجَمِیْعُ سَوَاءٌ) میں مفعول بہ نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ ''عبارت میں مفعول بہ مذکور نہ ہو''۔

❁ وَالْاَوَّلُ مِنْ بَابِ اَعْطَیْتُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بتانا ہے کہ باب اَعْطَیْتُ کے مفعول اول کو نائب فاعل بنانا اس کے دوسرے مفعول کی بنسبت اولیٰ ہے، کیونکہ اس کے مفعول اول کو فاعل سے مشابہت حاصل ہے۔ جیسے: اَعْطٰی زَیْدٌ دِرْهَمًا میں زید آخذ اور درہم ماخوذ ہیں۔ اور باب اَعْطَیْتُ سے مراد: ہر وہ فعل ہے جو دو مفعولوں کی

طرف متعدی ہو اور مفعول ثانی اس میں مفعول اول کا غیر ہو یعنی مفعول ثانی کا مفعول اول پر حمل نہ صحیح ہو سکے۔ جیسے: اَعْطٰی زَیْدٌ دِرْهَمًا

﴿عبارت﴾:

وَمِنْهَا الْمُبْتَدَأُ وَالْخَبَرُ فَالْمُبْتَدَأُ هُوَ الْاِسْمُ الْمُجَرَّدُ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ مُسْنَدًا اِلَيْهِ اَوِ الصِّفَةُ الْوَاقِعَةُ بَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ اَوْ اَلِفِ الْاِسْتِفْهَامِ رَافِعَةً لِظَاهِرٍ مِثْلُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَمَاقَائِمُ الزَّيْدَانِ وَأَقَائِمُ الزَّيْدَانِ فَاِنْ طَابَقَتْ مُفْرَدًا جَازَ الْاَمْرَانِ

﴿ترجمہ﴾: مرفوعات میں سے مبتدأ اور خبر ہیں، پس مبتدأ وہ اسم ہے جو مسند الیہ ہو کر عوامل لفظیہ سے خالی ہو یا وہ صیغہ ہو جو حرف نفی یا الف استفہام کے بعد واقع ہو بشرطیکہ اسم ظاہر کو رفع دے۔ جیسے: زَیْدٌ قَائِمٌ اور مَاقَائِمٌ الزَّیْدَانِ اور أَقَائِمٌ الزَّیْدَانِ اگر وہ صیغہ صفت مفرد کے مطابق ہو تو اس میں دونوں امر جائز ہیں۔

﴿تشریح﴾:

وَمِنْهَا الْمُبْتَدَأُ وَالْخَبَرُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مرفوعات کی تیسری قسم مبتدأ اور چوتھی قسم خبر کا بیان کرنا ہے۔

﴿سوال﴾: مبتدأ اور خبر تو مرفوعات کی الگ الگ دو قسمیں ہیں مصنف علیہ الرحمۃ ان کو اکٹھے بیان کیوں کر دیا؟

﴿جواب﴾: چونکہ مبتدأ اور خبر کا عامل معنوی ہوتا ہے پس اس لیئے ان دونوں کے درمیان تلازم ہے، تو اس تلازم کو بیان کرنے کے لیئے مصنف علیہ الرحمۃ نے ان کو اکٹھے بیان کر دیا۔

﴿اعتراض﴾: آپ کا یہ کہنا ''کہ مبتدأ اور خبر کے مابین تلازم ہے'' درست نہیں کیونکہ مبتدأ کی ایک ایسی قسم بھی ہے جس کی خبر نہیں ہوتی۔

جیسے: وَمَاقَائِمُ الزَّیْدَانِ ۔ أَقَائِمُ الزَّیْدَانِ یعنی جس کا بیان آپ نے اَوِ الصِّفَةُ الْوَاقِعَةُ الخ سے کیا ہے۔

﴿جواب﴾: مبتدأ میں اصل یہی ہے کہ وہ مسند الیہ ہو، اور جو مبتدأ مسند الیہ ہو اس کے لیئے خبر لازم ہے، رہی اس مبتدأ کی جس کی خبر نہیں ہوتی! تو یاد رکھ لیجئے وہ مسند ہوتا ہے۔ الغرض! ہمارے قول ''کہ مبتدأ اور خبر کے مابین تلازم ہے'' اس میں مذکور مبتدأ سے مراد وہ مبتدأ ہے جو مسند الیہ ہو۔

﴿اعتراض﴾: مبتدأ کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ میں اَنْ تَصُوْمُوْا مبتدأ ہے لیکن اسم نہیں ہے۔

﴿جواب﴾: اسم سے مراد عام ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً اور مثال مذکور میں مبتدأ اَنْ مصدریہ کے سبب سے اسم حکمی ہے یعنی

صِيَامُكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ ۔

﴿اعتراض﴾: مبتدأ کی تعریف پھر بھی جامع نہیں کیونکہ مبتدأ پر کبھی کبھی عامل بھی ہوتا ہے۔جیسے: بِحَسْبِكَ دِرْهَمٌ میں حَسْب مبتدأ ہے جس پر باء جارہ زائدہ داخل ہے۔

﴿جواب﴾: یہاں عامل سے مراد وہ عامل ہے جو معنیٰ میں مؤثر ہو اور حرف زائد معنیٰ میں مؤثر نہیں ہوتا۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے تعریف مبتدأ میں اَلْعَوَامِلُ جمع ذکر کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تین یا تین سے زائد عوامل سے اسم خالی ہو تو مبتدأ ہے لیکن اگر ایک یا دو عوامل اس پر داخل بھی ہیں تو کوئی حرج نہیں۔

﴿جواب﴾: اَلْعَوَامِلُ پر الف لام استغراقی ہے لہٰذا معنیٰ یہ ہے کہ مبتدأ وہ اسم ہے جو تمام عوامل لفظیہ سے خالی ہو۔

❁ اَوِ الصِّفَةُ الْوَاقِعَةُ بَعْدَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مبتدأ کی قسم ثانی کو بیان کرنا ہے، جس کی تعریف یہ ہے کہ وہ صیغہ صفت جو حرف نفی یا الف استفہام کے بعد واقع ہو اور مابعد واقع ہونے والے اسم ظاہر کو رفع دے۔جیسے مَا قَائِمٌ الزَّيْدَانِ اس مثال میں قَائِمٌ صیغہ صفت ہے اور اَلزَّيْدَانِ اسم ظاہر ہے جس کو رفع قَائِمٌ صیغہ صفت دے رہا ہے، پس قَائِمٌ مبتدأ ہوا۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے کہا اَوِ الصِّفَةُ الْوَاقِعَةُ بَعْدَ الخ: یعنی تعریفِ مبتدأ میں لفظِ اَوْ کا استعمال کیا جو کہ تشکیک کے لئے آیا کرتا ہے اور تشکیک تعریف کے منافی ہوتی ہے لہٰذا تعریفِ مبتدأ میں لفظِ اَوْ کا استعمال درست نہیں؟

﴿جواب﴾: لفظِ اَوْ ہمیشہ تشکیک کے لیئے ہی نہیں آیا کرتا بلکہ کبھی تنویع (الگ نوع بیان کرنے) کے لیئے بھی آتا ہے اور یہاں بھی تشکیک کے لئے نہیں بلکہ تنویع کے لئے ہے اور تنویع! تعریف کے منافی نہیں۔

﴿اعتراض﴾: مبتدأ کی قسم ثانی کی تعریف جامع نہیں کیونکہ أَقُرَيْشِيٌّ زَيْدٌ میں قُرَيْشِيٌّ مبتدأ ہے اور مبتدأ کی قسم ثانی ہے لیکن وہ صفت نہیں۔

﴿جواب﴾: متن میں صفت سے مراد عام ہے خواہ مشتق ہو یا مشتق کے قائم مقام ہو، اسم منسوب مشتق کے قائم مقام ہوتا ہے۔

﴿اعتراض﴾: مبتدأ کی قسم ثانی کی تعریف پھر بھی جامع نہیں کیونکہ أَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يَا اِبْرَاهِيْم میں رَاغِبٌ مبتدأ ہے لیکن اسم ظاہر کو رفع نہیں دے رہا بلکہ ضمیر (اَنْتَ) کو رفع دے رہا ہے؟

﴿جواب﴾: کوفیوں کے نزدیک مشتق ضمیر منفصل کو رفع نہیں دیتا ہے پس ان کے نزدیک یہاں (أَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يَا اِبْرَاهِيْم میں) رَاغِبٌ خبر مقدم ہے اور اَنْتَ مبتدائے مؤخر ہے جبکہ بصریوں کے نزدیک مشتق ضمیر منفصل کو بھی رفع

دیتا ہے لہٰذا بصریوں کے ہاں جواب یہ ہے کہ اسم ظاہر سے مراد یہاں (تعریف میں) عام ہے یعنی ہر وہ اسم مراد ہے جس کا تلفظ ہو سکے، پس اَنْتَ اسمِ ظاہر ہوا۔

﴿اعتراض﴾: استفہام کے لئے تو ہمزہ آتا ہے نہ کہ الف، لہٰذا مصنف علیہ الرحمۃ کو ہمزہ کہنا چاہئے تھا۔

﴿جواب﴾: لغت کی کتاب صحاح میں ہے کہ الف کی دو قسمیں ہیں (۱) ساکنہ (۲) متحرکہ۔ ساکنہ کا نام الف ہے اور متحرکہ کا نام ہمزہ ہے۔

چونکہ ساکنہ کی طرح متحرکہ بھی لغت میں الف ہی کہلاتا ہے لہٰذا ہمزہ استفہام کو الف استفہام کہنا درست ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے کہا کہ مَاقَائِمٌ الزَّیْدَانِ میں قَائِمٌ مبتدأ ہے، جناب! یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ قَائِمٌ خبر مقدم ہو اور الزَّیْدَان مبتدائے مؤخر ہو۔

یعنی یہ (مَاقَائِمٌ الزَّیْدَانِ) مبتدأ کی قسم ثانی نہ ہو۔

﴿جواب﴾: ایسا نہیں ہو سکتا جیسے آپ نے کہا! کیونکہ قَائِمٌ کو اگر خبر مقدم قرار دیا جائے تو قَائِمٌ کی ضمیر جو کہ مفرد ہے! اَلزَّیْدَانِ کی طرف راجع ہوگی جو کہ تثنیہ ہے تو پھر راجع اور مرجع کے درمیان مطابقت نہیں ہوگی حالانکہ وہ ضروری ہے لہٰذا قائم کو مبتدأ بنانا ہی متعین ہوا۔

❁ فَاِنْ طَابَقَتْ مُفْرَدًا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک فائدہ بیان کرنا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ صیغہ صفت جو اپنے مابعد اسم ظاہر کو رفع دینے والا ہے اس کی دو صورتیں ہیں کہ وہ مابعد اسم ظاہر کے مطابق ہوگا یا نہیں اگر مطابق ہو تو پھر دو صورتیں ہیں کہ مطابقت مفرد ہونے میں ہوگی جیسے اَقَائِمٌ زَیْدٌ یا مطابقت تثنیہ وجمع میں ہوگی جیسے اَقَائِمَانِ الزَّیْدَانِ، اَقَائِمُوْنَ الزَّیْدُوْنَ پہلی صورت میں دونوں امر جائز ہیں یعنی یہ بھی جائز ہے صیغہ صفت (قَائِمٌ) کو مبتدأ اور مابعد واقع ہونے والے اسم ظاہر (زَیْدٌ) کو اس کا فاعل قائم مقام خبر قرار دی جائے اور یہ بھی جائز ہے کہ صیغہ صفت (قَائِمٌ) خبر مقدم ہو اور مابعد اسم ظاہر (زَیْدٌ) مبتدائے مؤخر ہو۔

❁ اور دوسری صورت میں (اگر مطابقت تثنیہ وجمع ہونے میں ہو) تو صیغہ صفت کا خبر مقدم ہونا اور مابعد اسم ظاہر کا مبتدائے مؤخر ہونا متعین وضروری ہے کیونکہ اس صورت میں صیغہ صفت کا فاعل مابعد اسم ظاہر نہیں بلکہ ضمیر ہے جس کا مرجع مابعد اسم ظاہر ہے۔

❁ لیکن اگر صیغہ صفت مابعد واقع ہونے والے اسم ظاہر کے مطابق نہیں جیسے مَاقَائِمٌ الزَّیْدَانِ، مَاقَائِمٌ الزَّیْدُوْنَ تو صیغہ صفت کا مبتدأ کی قسم ثانی ہونا متعین وضروری ہے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کی عبارت فَاِنْ طَابَقَتْ مُفْرَدًا میں ضمیر مستتر کے مرجع میں دو احتمال ہیں۔
(۱) مطلق صفت۔ (۲) صفت مذکورہ۔ اور یہاں دونوں درست نہیں، پہلا احتمال اس لیئے درست نہیں ورنہ قَائِمٌ زَيْدٌ میں بھی دونوں طریقے درست ہو جائیں گے، اور دوسرا احتمال اس لیئے درست نہیں ورنہ یہ لازم آئے گا کہ جس اسم ظاہر میں صفت مذکورہ رفع کرتی ہو اس میں بھی دونوں طریقے درست ہو جائیں حالانکہ جس اسم ظاہر میں صفت مذکورہ رفع کرتی ہو اسے مبتدأ قرار دینا محال ہے۔
مثلاً قَائِمٌ زَيْدٌ میں زَيْدٌ کو جب قَائِمٌ رفع دے تو زَيْدٌ مبتدأ نہیں ہوسکتا کیونکہ مبتدأ عامل لفظی سے خالی ہوتا ہے، الغرض! اس ضمیر مستتر کا مرجع کیا ہے؟
﴿جواب﴾: ضمیر مستتر کا مرجع نہ تو مطلق صفت ہے اور نہ صفت مذکورہ بلکہ وہ صفت ہے ہمزہ استفہام یا حرف نفی کے بعد واقع ہو۔

﴿عبارت﴾:

وَالْخَبَرُ هُوَ الْمُجَرَّدُ الْمُسْنَدُ بِهِ الْمُغَائِرُ لِلصِّفَةِ الْمَذْكُوْرَةِ وَاَصْلُ الْمُبْتَدَأِ التَّقْدِيْمُ وَمِنْ ثَمَّ جَازَ فِيْ دَارِهِ زَيْدٌ وَامْتَنَعَ صَاحِبُهَا فِي الدَّارِ وَقَدْ يَكُوْنُ الْمُبْتَدَأُ نَكِرَةً اِذَا تَخَصَّصَتْ بِوَجْهٍ مَّا مِثْلُ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَأَرَجُلٌ فِي الدَّارِ اَمْ اِمْرَأَةٌ وَمَا اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ وَ شَرٌّ اَهَرَّ ذَانَابٍ وَفِي الدَّارِ رَجُلٌ وَسَلَامٌ عَلَيْكَ

﴿ترجمہ﴾: اور خبر وہ ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو، اور اس کے سبب کلام میں اسناد واقع کی گئی ہو اور اس صفت کا مغائر بھی جو مبتدأ کی تعریف میں مذکور ہوئی اور مبتدأ کے لائق یہی ہے کہ وہ خبر پر مقدم ہو اسی وجہ سے فِيْ دَارِهِ زَيْدٌ درست ہے اور صَاحِبُهَا فِي الدَّارِ درست نہیں، کبھی مبتدأ نکرہ ہوتا ہے جب مبتدأ میں کسی وجہ سے تخصیص پیدا ہو جیسے وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَأَرَجُلٌ فِي الدَّارِ اَمْ اِمْرَأَةٌ وَمَا اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ وَ شَرٌّ اَهَرَّ ذَانَابٍ وَفِي الدَّارِ رَجُلٌ وَسَلَامٌ عَلَيْكَ

﴿تشریح﴾:

مبتدأ کی تعریف اور قسم ثانی کی تفصیل سے فارغ ہو کر یہاں سے مصنف علیہ الرحمۃ خبر کی تعریف کر رہے ہیں کہ خبر وہ ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور مسند بہ ہو یعنی اس کے سبب کلام میں اسناد واقع کی گئی ہو اور اس صفت کا مغائر بھی ہو جس کا ذکر مبتدأ کے بیان میں ہوا یعنی حرف نفی و حرف استفہام کے بعد واقع نہ ہو۔
❁ یاد رہے کہ اَلْمُسْنَدُ بِهِ کی قید سے مبتدأ کی قسم اول سے احتراز ہے کیونکہ وہ مسند الیہ ہوتی نہ کہ مسند جبکہ خبر مسند

یہ ہوتی ہے۔

اور اَلْمُغَائِرُ لِلصِّفَةِ الْمَذْكُورَةِ کے ذریعے مبتدأ کی قسم ثانی سے احتراز ہے۔

﴿اعتراض﴾: مسند! اسناد سے ہے اور اسناد متعدی بنفسہٖ ہے بغیرہ نہیں یعنی اسے حرف جر کے ذریعے متعدی بنانے کی ضرورت نہیں لہٰذا مصنف علیہ الرحمۃ کو اَلْمُسْنَدُ کہنا چاہیئے تھا نہ کہ اَلْمُسْنَدُ بِهٖ ۔

﴿جواب﴾: یہاں اسناد اپنے حقیقی معنیٰ پر مشتمل نہیں بلکہ بمعنیٰ ایقاع ہے، جب حقیقی معنیٰ پر مشتمل نہ ہو تو متعدی بغیرہ ہوتا ہے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کی تعریفِ خبر دخول غیر سے مانع نہیں، کیونکہ یہ يَقُوْمُ زَيْدٌ میں يَقُوْمُ فعل مضارع پر صادق آرہی ہے اس لئے کہ وہ عوامل لفظیہ سے خالی ہے، مسند بہ ہے اور صفت مذکورہ (مبتدأ ثانی) کے مغائر بھی ہے۔

﴿جواب﴾: تعریفِ خبر میں اَلْمُجَرَّدُ صفت ہے اور اس کا موصوف اَلْاِسْمُ یہاں محذوف ہے لہٰذا تعریفِ خبر میں يَقُوْمُ داخل نہ ہوا۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کی تعریفِ خبر جامع نہیں کیونکہ زَيْدٌ يَقُوْمُ میں يَقُوْمُ خبر تو ہے مگر اسم نہیں۔

﴿جواب﴾: یہ تعریف! خبر مفرد کی ہے نہ کہ جملہ کی، جس پر دلیل مابعد والی عبارت اَلْخَبَرُ قَدْ يَكُوْنُ جُمْلَةً (کبھی خبر جملہ ہوتی ہے) ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ کی تعریفِ خبر پھر بھی جامع نہیں، اس لئے کہ هٰذَا غُلَامُ زَيْدٍ میں غُلَامُ زَيْدٍ اور زَيْدٌ رَجُلٌ عَالِمٌ میں رَجُلٌ عَالِمٌ خبر ہیں حالانکہ اسم نہیں اس لئے کہ اسم مفرد ہوتا ہے کیونکہ وہ کلمہ کی قسم ہے اور کلمہ میں افراد معتبر ہے جبکہ یہ دونوں (غُلَامُ زَيْدٍ اور زَيْدٌ رَجُلٌ عَالِمٌ) مرکب ہیں۔

﴿جواب﴾: ان میں خبر پہلی جزء ہے نہ کہ مکمل مرکب، اور یہ بات ظاہر ہے کہ دونوں مقامات پر جزء اول اسم ہے۔

وَاَصْلُ الْمُبْتَدَأِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مبتدأ کے احکام میں سے پہلا حکم بیان کرنا ہے، کہ مبتدأ کے لائق اور مناسب یہی ہے کہ وہ خبر پر مقدم ہو۔

﴿سوال﴾: مبتدأ کی یہ اصل کیوں ہے کہ خبر پر مقدم ہو؟

﴿جواب﴾: مبتدأ درحقیقت موصوف ہوتا ہے اور خبر صفت، اور موصوف صفت پر مقدم ہوتا ہے۔

﴿اعتراض﴾: فعل بھی تو فاعل کی صفت ہوتی ہے لہٰذا فاعل کو فعل پر مقدم ہونا چاہیے حالانکہ فاعل فعل پر مقدم نہیں ہوتا۔

﴿جواب﴾: ہونا تو اسی طرح چاہئے تھا لیکن اس دلیل کے مخالف ایک دوسری دلیل ہے جو اس سے زیادہ قوی ہے اور وہ یہ ہے کہ فاعل فعل کا معمول ہے اور عامل! معمول پر مقدم ہوتا ہے۔

﴿اعتراض﴾: فِی الدَّارِ رَجُلٌ میں رَجُلٌ مبتدأ ہے اور خبر سے مؤخر ہے لہٰذا ماتن کا قول وَاَصْلُ الْمُبْتَدَأ التقدیمُ درست نہ ہوا۔

﴿جواب﴾: ہماری مراد یہ ہے کہ جب کوئی مَانِع عَنِ التَّقْدِیْمِ نہ ہو تو مقدم ہوگا جبکہ یہاں رَجُلٌ کا نکرہ ہونا مَانِع عَنِ التَّقْدِیْمِ ہے۔

❁ وَمِنْ ثَمَّ جَازَ فِيْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مذکورہ اصل کی توضیح کرنی ہے۔

﴿اعتراض﴾: ثَمَّ اسم اشارہ مکان کی طرف اشارہ کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے، لہٰذا اس کے ذریعے اَصْلُ الْمُبْتَدَأ اَلتَّقْدِیْمُ کی جانب اشارہ کرنا درست نہیں کیونکہ وہ مکان نہیں۔

﴿جواب﴾: ثَمَّ سے اشارہ اَصْلُ الْمُبْتَدَأ اَلتَّقْدِیْمُ کی طرف بطور مجاز ہے یعنی اولاً مصنف علیہ الرحمۃ نے اَصْلُ الْمُبْتَدَأ اَلتَّقْدِیْمُ کو مکان سے تشبیہ دی پھر اسکی جانب ثَمَّ سے اشارہ کر دیا۔ رہی بات وجہ شبہ کی! تو وہ یہ ہے کہ جس طرح کسی شے کو مکان سے نکالا جاتا ہے اسی طرح اس قول (اَصْلُ الْمُبْتَدَأ اَلتَّقْدِیْمُ) سے مثال مذکور کا جواز اور مثال ثانی کا ممنوع ہونا نکالا گیا ہے۔

﴿سوال﴾: اصل مذکور (اَصْلُ الْمُبْتَدَأ اَلتَّقْدِیْمُ) سے فِیْ دَارِهٖ زَیْدٌ کا جائز ہونا اور صَاحِبُهَا فِی الدَّارِ کا ناجائز ہونا کیسے معلوم ہوتا ہے؟

﴿جواب﴾: فِیْ دَارِهٖ زَیْدٌ میں زَیْدٌ اگرچہ لفظاً ضمیر سے مؤخر ہے لیکن مبتدأ ہونے کے باعث رتبۃً اپنی خبر (فِیْ دَارِهٖ) سے مقدم ہے پس اس لئے اضمار قبل الذکر لازم نہ آنے کی وجہ سے فِیْ دَارِهٖ زَیْدٌ کہنا درست ہے لیکن صَاحِبُهَا فِی الدَّارِ میں اگرچہ مبتدأ (صَاحِبُهَا) مقدم ہے لیکن صَاحِبُهَا فِی الدَّارِ کہنا درست نہیں کیونکہ صَاحِبُهَا میں هَا کا مرجع دَار ہے جو کہ لفظاً بھی مؤخر ہے اور رتبۃً بھی، رتبۃً اس لئے کہ خبر کا رتبہ مبتدأ کے بعد ہوتا ہے، تو یہاں اضمار قبل الذکر لازم آرہا ہے جو کہ جائز نہیں۔

❁ قَدْ یَکُوْنُ الْمُبْتَدَأُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مبتدا کا دوسرا حکم بیان کرنا ہے کہ مبتدأ میں اصل معرفہ ہونا ہے اور نکرہ ہونا خلاف اصل ہے۔

﴿سوال﴾: نکرہ مبتدأ کیسے ہوسکتا ہے؟

﴿جواب﴾: جب نکرہ میں کسی وجہ سے تخصیص پیدا ہوجائے تو وہ معرفہ کے قریب ہوجاتا ہے تو اس کا مبتدأ بننا درست ہے۔

﴿سوال﴾: وجوہ تخصیص کتنی اور کون کونسی ہیں؟

﴿جواب﴾: وجوہِ تخصیص چھ ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1: اس نکرہ کی صفت لائی گئی ہو۔جیسے: وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ اس مثال میں عَبْدٌ مبتدأ ہے جو کہ نکرہ ہے اور مُؤْمِنٌ اُس کی صفت ہے جس سے عَبْدٌ میں تخصیص پیدا ہوگئی ہے۔

2: علم متکلم سے تخصیص ہو۔جیسے: أَرَجُلٌ فِی الدَّارِ اَمْ اِمْرَأَۃٌ (کیا مرد گھر میں ہے یا عورت؟) اس مثال میں رَجُلٌ اور اِمْرَأَۃٌ معطوف علیہ معطوف ملکر مبتدأ ہے، جو کہ نکرہ ہے لیکن اس نکرہ میں تخصیص متکلم کے علم سے ہوئی ہے کہ اسے یہ ضرور معلوم ہے کہ مرد اور عورت میں سے کوئی ایک گھر میں ہے اب وہ سوال کر کے اسکی تعیین کرنا چاہتا ہے کیونکہ ہمزہ استفہام اور اَمْ کے ذریعے سوال اسی وقت کیا جاسکتا ہے کہ جب بلاتعیین کسی ایک کے لئے خبر (فِی الدَّارِ) کے ثبوت کا علم ہو اور مخاطب سے فقط تعیین مقصود ہو۔

3: استغراق وعموم سے تخصیص ہو۔جیسے: مَا اَحَدٌ خَیْرٌ مِّنْكَ میں اَحَدٌ مبتدأ ہے جو کہ نکرہ ہے لیکن نفی کے تحت واقع ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ جب نکرہ نفی کے تحت واقع ہو تو عموم واستغراق کا فائدہ دیتا ہے۔

❁ رہی یہ بات کہ عموم سے تخصیص کیسے حاصل ہوسکتی ہے؟ کیونکہ ان کے مابین تو منافات ہے کیونکہ عموم بمعنیٰ تکثیر ہوتا ہے اور تخصیص بمعنیٰ قلیل ہوتا ہے تو جواب یہ ہے کہ یہاں تخصیص سے مراد رفع احتمالات ہے جو کہ عموم کے منافی نہیں ہے اور ایسی تخصیص عموم سے حاصل ہوسکتی ہے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے یہاں پر مثال مَا اَحَدٌ خَیْرٌ مِّنْكَ دی ہے، جو کہ درست نہیں کیونکہ یہاں بحث مبتدأ کے نکرہ ہونے کی ہے جبکہ مَا مشابہ بلیس ہے اور اَحَدٌ اُس کا اسم ہے، مبتداء نہیں ہے۔

﴿جواب﴾: یہ مثال بنوتمیم کی لغت کے مطابق ہے اور ان کی لغت میں مَا عامل نہیں ہے لہٰذا یہاں اَحَدٌ ہی مبتداء ہے۔

4: صفتِ مقدرہ کی وجہ سے تخصیص پیدا ہو۔جیسے: شَرٌّ اَهَرَّ ذَانَابٍ (عظیم شر نے کتے کو بھڑکا دیا) اس مثال میں شَرٌّ نکرہ ہے جس میں صفت مقدرہ کے ذریعے تخصیص ہے، پس اصلاً شَرٌّ عَظِیْمٌ اَهَرَّ ذَانَابٍ ہے۔

5: خبر کی تقدیم سے تخصیص ہو۔ جیسے: فِی الدَّارِ رَجُلٌ میں رَجُلٌ نکرہ، مبتدأ ہے اس پر اس کی خبر کو مقدم کر دیا گیا ہے جس سے رَجُلٌ میں تخصیص پیدا ہو گئی ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ تَقْدِیْمُ مَا حَقُّهُ التَّاخِیْرُ یُفِیْدُ الْحَصْرَ وَالْاِخْتِصَاصَ (اس چیز کو مقدم کر دینا جس کا مقام مؤخر ہونا ہو اس سے حصر اور اختصاص کا فائدہ حاصل ہوتا ہے)۔

6: فعل مقدر کے فاعل کی طرف نسبت سے تخصیص ہو۔ جیسے سَلَامٌ عَلَیْكَ، اس کلام میں سَلَامٌ نکرہ مبتدأ ہے لیکن چونکہ فعل مقدر کے فاعل کی طرف منسوب ہونے کے اعتبار سے مخصوص ہے (یعنی عام سلام نہیں میرا سلام) اس لئے اسکا مبتداء ہونا درست ہے اور یہ اصلاً سَلَّمْتُ سَلَامًا عَلَیْكَ تھا، سَلَامًا کے فعل کو حذف کر دیا جیسا کہ اختصاراً مصادر کے افعال کو حذف کر دیا جاتا ہے، تو سَلَامًا عَلَیْكَ باقی رہ گیا، پھر دعا میں دوام واستمرار کیلئے نصب سے رفع کی طرف عدول کیا تو سَلَامٌ عَلَیْكَ ہو گیا۔

﴿فائدہ﴾: امام سیبویہ کے نزدیک تخصیص کے بغیر بھی دو جگہ نکرہ کو مبتدا بنانا درست ہے۔

(۱) جب نکرہ استفہام کو متضمن ہو۔ جیسے: مَنْ رَبُّكَ، اس مثال میں مَنْ استفہامیہ نکرہ ہے اور مبتدأ ہے۔

(۲) جب نکرہ افعل التفضیل ایسے جملہ اسمیہ میں مبتدا ہو جو جملہ اسمیہ کسی کی صفت ہو۔ جیسے جَاءَنِیْ رَجُلٌ اَفْضَلُ مِنْهُ اَبُوْهُ

اس مثال میں اَفْضَلُ افعل التفضیل نکرہ اور مبتدأ ہے جس کی خبر اَبُوْهُ ہے اور یہ مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر ماقبل میں موجود رَجُلٌ کی صفت ہے۔

﴿عبارت﴾:

وَالْخَبَرُ قَدْ یَكُوْنُ جُمْلَةً مِثْلُ زَیْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ وَزَیْدٌ قَامَ اَبُوْهُ فَلَابُدَّ مِنْ عَائِدٍ وَقَدْ یُحْذَفُ وَمَا وَقَعَ ظَرْفًا فَالْاَكْثَرُ عَلٰی اَنَّهُ مُقَدَّرٌ بِجُمْلَةٍ

﴿ترجمہ﴾: اور خبر کبھی جملہ ہوتی ہے۔ جیسے: زَیْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ وَزَیْدٌ قَامَ اَبُوْهُ پس اس صورت میں خبر میں ایسی ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو مبتدأ کی طرف لوٹے اور کبھی اس ضمیر کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے جب خبر ظرف واقع ہو تو اکثر نحاۃ کا مذہب یہ ہے کہ وہ جملہ ہو کر مقدر ہوتی ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَالْخَبَرُ قَدْ یَكُوْنُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر کے حکم کو بیان کرنا ہے کہ کبھی خبر جملہ بھی ہوتی ہے، جملہ عام ہے خواہ جملہ اسمیہ ہو۔ جیسے زَیْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ۔ یا جملہ فعلیہ ہو۔ جیسے زَیْدٌ قَامَ اَبُوْهُ۔

❁ وَالْخَبَرُ قَدْ یَكُوْنُ الخ: سے اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ خبر میں اصل افراد ہے کیونکہ لفظ قد یہاں تقلیل کیلئے ہے۔

﴿سوال﴾: خبر میں افراد کیوں اصل ہے؟

﴿جواب﴾: مبتداء مفرد ہوتا ہے لہٰذا زیادہ مناسب یہی ہوگا کہ خبر بھی مفرد ہو۔

﴿سوال﴾: جملہ ظرفیہ، شرطیہ بھی ہوتا ہے مصنف نے ان دونوں کی مثالیں کیوں نہیں بیان کیں؟

﴿جواب﴾: یہ دونوں جملے درحقیقت جملہ فعلیہ کی طرف راجع ہیں لہٰذا جملہ فعلیہ کے بعد ظرفیہ وشرطیہ کے بیان کی ضرورت نہیں رہی۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کو چاہئے تھا کہ جملہ کو خبریہ سے مقید کر دیتے کیونکہ جملہ انشائیہ مبتداء کی خبر واقع نہیں ہوتا۔

﴿جواب﴾: جمہور نحاۃ کے قول پر عمل کرتے ہوئے یہ قید نہیں لگائی کیونکہ ان کے نزدیک جملہ انشائیہ بھی مبتداء کی خبر واقع ہوسکتا ہے بشرطیکہ قسمیہ ہو جیسے زَيْدٌ وَاللّٰهِ لَاَضْرِبَنَّ جبکہ بعض نحویوں کے نزدیک جملہ انشائیہ کا مبتداء کی خبر ہونا درست نہیں۔

❁ فَلَابُدَّ مِنَ الخ: پر واقع ہونے والی فاء، فصیحیہ ہے، جو کہ شرط محذوف کی جزا پر داخل ہوتی ہے اور یہ اصل میں اِذَا كَانَ خَبَرٌ جُمْلَةً فَلَابُدَّ مِنْ عَائِدٍ تھا۔

﴿سوال﴾: جب خبر جملہ ہو تو عائد کا ہونا کیوں ضروری ہے؟

﴿جواب﴾: جملہ بذات خود مستقل ہوتا ہے یعنی کے مخاطب کو فائدہ تام پہنچانے میں کسی دوسری چیز کا محتاج نہیں ہوتا، تو جب تک جملہ میں کوئی رابطہ نہیں ہوگا اس وقت تک وہ مبتدا سے مربوط نہیں ہوگا اور اس کا ذکر مبتداٗ کے ساتھ لغو ہوگا لہٰذا جملہ میں رابطہ ضروری ہے جسے مصنف نے عائد سے تعبیر کیا ہے۔

﴿فائدہ﴾: عائد عام ہے خواہ ضمیر ہو جیسے زَيْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ، زَيْدٌ قَامَ اَبُوْهُ۔ یا غیر ضمیر ہو جیسے الف ولام مثلاً نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ یا ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو رکھ دیا گیا ہو جیسے اَلْحَاقَّةُ مَا الْحَاقَّةُ یا خبر! مبتداٗ کی تفسیر واقع ہو جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے فَلَا بُدَّ مِنْ عَائِدٍ کہا ہے، فَلَا بُدَّ مِنْ ضَمِيْرٍ کیوں نہیں کہا؟

﴿جواب﴾: عائد عام ہے جیسا کہ ابھی بیان ہوا اور ضمیر خاص لہٰذا اگر فَلَا بُدَّ مِنْ ضَمِيْرٍ کہتے تو ہر مقام پر ضمیر لانا پڑتی۔

❁ وَقَدْ يُحْذَفُ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کا قول فَلَا بُدَّ مِنْ عَائِدٍ درست نہیں کیونکہ اَلسَّمْنُ مَنَوَانُ بِدِرْهَمٍ (دو سیر گھی ایک درہم کا ہے) میں اَلسَّمْنُ مبتداء ہے اور مَنَوَانُ بِدِرْهَمٍ خبر جو کہ جملہ ہے لیکن اس میں عائد نہیں ہے۔

﴿جواب﴾: کبھی کبھی عائد محذوف بھی ہوتا ہے اور یہاں پر مِنْهُ محذوف ہے

﴿فائدہ﴾: وَقَدْ يُحْذَفُ میں عائد سے مراد ضمیر ہے، مطلق عائد نہیں اور حذف بھی یہاں مطلق نہیں بلکہ اس وقت کیا جاتا ہے جب کوئی قرینہ ہو، اور یہاں اَلسَّمْنُ مَنَوَانُ بِدِرْهَمٍ (دو سیر گھی ایک درہم کا ہے) میں قرینہ ظاہر ہے کیونکہ گھی کو فروخت کرنے والا، گھی کے علاوہ کسی دوسری چیز کا بھاؤ نہیں بتاتا ہے۔

﴿سوال﴾: وَقَدْ يُحْذَفُ میں ضمیر مطلق عائد کی جانب راجع ہے لیکن مراد عائد مقید (ضمیر) ہے تو یہاں مطلق عائد کی ضمیر سے مقید کرنے کا قرینہ کیا ہے؟

﴿جواب﴾: لفظِ يُحْذَفُ ہی ہے کیونکہ يُحْذَفُ کے ضمن میں پایا جانے والا حذف بھی مطلق نہیں بلکہ مقید ہے شرطِ قرینہ کیساتھ۔

﴿سوال﴾: مطلق عائد کو حذف کرنا کیوں جائز نہیں اور عائد خاص (ضمیر) کو ہی حذف کرنا کیوں جائز ہے؟

﴿جواب﴾: عائد کی چار قسمیں ہیں ان چار میں سے ضمیر کے علاوہ اور کوئی بھی عائد حذف کو قبول ہی نہیں کرتا کیونکہ لام تعریف شدت اتصال کی وجہ سے کلمہ کے جز کی منزل میں ہے اور کلمہ کے اجزاء کو حذف کرنا جائز نہیں ہے اور مضمر کے مقام پر مظہر کو رکھنا، اور خبر کو مبتداء کی تفسیر کے طور پر لانا کسی ضروری غرض کی وجہ سے ہوتا ہے لہذا ان دونوں کا حذف کرنا اس غرض کے فوت کرنے کا سبب ہوگا، پس ضمیر ہی باقی رہی جسے حذف کیا جا سکتا ہے۔

❁ وَمَا وَقَعَ ظَرْفًا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ جب خبر ظرف ہو، خواہ ظرف مکاں ہو جیسے زَيْدٌ اَمَامَكَ یا ظرف زماں جیسے اَلْقِيَامُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ یا جو ظرف کے قائم مقام ہو یعنی جار اور مجرور جیسے زَيْدٌ فِي الدَّارِ تو بصریین کا مذہب یہ ہے کہ وہاں افعال عامہ میں سے کوئی فعل مقدر ہوتا ہے جبکہ کوفیین کا مذہب یہ ہے کہ وہاں افعال عامہ میں سے کسی فعل کا اسم مقدر ہوتا ہے۔ مثلاً زَيْدٌ فِي الدَّارِ میں جار مجرور بصریوں کے ہاں ثَبَتَ فعل کے متعلق ہیں اور کوفیوں کے نزدیک ثَابِتٌ اسم فاعل کے متعلق ہیں۔

﴿فائدہ﴾: افعال عموم نزد ارباب عقول — کون است و وجود است و ثبوت و حصول

یعنی افعال عامہ چار ہیں۔ کَانَ، وَجَدَ، ثَبَتَ، حَصَلَ ۔

﴿عبارت﴾:

وَاِذَا کَانَ الْمُبْتَدَأُ مُشْتَمِلًا عَلٰی مَالَهُ صَدْرُ الْکَلَامِ مِثْلُ مَنْ اَبُوْکَ اَوْ کَانَا مَعْرِفَتَیْنِ اَوْ مُتَسَاوِیَیْنِ نَحْوُ اَفْضَلُ مِنْکَ اَفْضَلُ مِنِّیْ اَوْ کَانَ الْخَبَرُ فِعْلًا لَهُ مِثْلُ زَیْدٌ قَامَ وَجَبَ تَقْدِیْمُهُ

﴿ترجمہ﴾: جب مبتدأ مشتمل ہوایسے کلام پر جس کے لئے صدر کلام ضروری ہو جیسے مَنْ اَبُوْکَ یا مبتدأ اور خبر دونوں معرفہ ہوں یا وہ دونوں تخصیص میں برابر ہوں جیسے اَفْضَلُ مِنْکَ اَفْضَلُ مِنِّیْ یا خبر فعل ہو جس کا اسناد مبتدأ کی طرف کیا گیا ہو جیسے زَیْدٌ قَامَ ان تمام صورتوں میں مبتدأ کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَاِذَا کَانَ الْمُبْتَدَأُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ کتنی اور کون کونسی جگہوں پر مبتدأ کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ چار جگہیں ہیں کہ جہاں پر مبتدأ کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے۔

1: جب مبتدأ ایسے معنی پر مشتمل ہو جو صدارت کلام کا مقتضی ہو، اور وہ معانی جو صدارت کلام کے مقتضی ہیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) استفہام: جیسے: مَنْ اَبُوْکَ ۔ (۲) شرط: جیسے مَنْ یُّکْرِمْنِیْ فَاِنِّیْ اُکْرِمُهُ

(۳) قسم: جیسے: لَعَمْرُکَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَکْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ

(۴) لام ابتدأ: جیسے: لَزَیْدٌ قَائِمٌ (۵) نفی: جیسے لَا زَیْدٌ فِی الدَّارِ وَلَا عَمْرٌو

(۶) تعجب: جیسے: مَا اَحْسَنَ زَیْدًا

❁ ان اشیائے ستہ کو اس نظم میں بیان کیا گیا ہے۔

شش چیز بود مقتضی صدر کلام   در طبع فصیحان شده ایں نظم تمام

شرط وقسم وتعجب واستفهام   نفی آمد ابتدأ گشت تمام

﴿سوال﴾: ان معانی کے لئے صدارت کلام (کلام کے شروع میں ہونا) کیوں ضروری ہے؟

﴿جواب﴾: تا کہ سامع کو ابتدأ ہی معلوم ہو جائے کہ کلام کس نوع کا ہے کیونکہ یہ معانی کلام کے معنیٰ میں تغیر برپا کر دیتے ہیں جس سے کلام ایک معنیٰ سے دوسرے معنیٰ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

﴿سوال﴾: یہ معانی تغیر کیسے بپا کرتے ہیں؟

﴿جواب﴾: استفہام، تعجب اور قسم ! یہ تینوں کلام خبر کو کلام انشاء بنا دیتے ہیں، شرط کلام مطلق کو معلق بنا دیتا ہے، اور لام ابتدا سے کلام مؤکد بن جاتا ہے اور نفی سے کلام منفی بن جاتا ہے۔

2: دوسری جگہ جہاں مبتدا کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہوتا ہے یہ ہے کہ جب مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہوں اور ان کی تعیین پر کوئی قرینہ بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں مبتدأ کو خبر پر مقدم کرنا ضروری ہے، تا کہ مخاطب پر ان کا اشتباہ نہ رہے۔

﴿اعتراض﴾: اَبُوْ حَنِیْفَةَ اَبُوْ یُوْسُفَ یہ دونوں معرفہ ہیں، پھر بھی مبتدأ کو خبر پر مقدم نہیں کیا گیا بلکہ خبر (ابوحنیفة) مبتدأ (ابو یوسف) پر مقدم ہے، لہٰذا آپ کا ضابطہ درست نہیں؟

﴿جواب﴾: اَبُوْ حَنِیْفَةَ اَبُوْ یُوْسُفَ یہ جملہ تشبیہیہ ہے اور ہر وہ جملہ تشبیہیہ ! جس میں حرفِ تشبیہ مذکور نہ ہو تو اس میں مشبہ بہ کو مسند اور خبر بناتے ہیں اور مشبہ کو مسند الیہ اور مبتدأ بناتے ہیں، مذکور مثال میں اول مشبہ بہ ہے اور ثانی مشبہ ہے لہٰذا ثانی مبتدأ اور اول خبر ہوئی اور معنیٰ یہ ہوا کہ امام ابو یوسف علم وعمل میں امام ابوحنیفہ جیسے ہیں۔

3: تیسری جگہ جہاں مبتدا کو خبر پر مقدم کرنا ضروری ہے یہ ہے کہ جہاں مبتدأ اور خبر دونوں نکرہ ہوں اور تخصیص میں مساوی ہوں بشرطیکہ مبتدأ کی تعیین پر کوئی قرینہ نہ ہو، پس ایسی صورت میں مبتدأ کو خبر پر مقدم کرنا ضروری ہے۔

﴿اعتراض﴾: مبتدا اور خبر دونوں نکرہ ہوں اور تخصیص میں دونوں مساوی نہ بھی ہوں تو پھر بھی مبتدأ کو خبر پر مقدم کرنا واجب وضروری ہوتا ہے

جیسے غُلَامُ رَجُلٍ صَالِحٌ خَیْرٌ مِّنْكَ، اس مثال میں غُلَامُ مبتدأ ہے جس میں دو تخصیصیں ہیں ایک اضافت کی وجہ سے اور دوسری موصوف ہونے کی وجہ سے جبکہ خَیْرٌ مِّنْكَ میں خَیْرٌ خبر ہے جس میں صرف ایک ہی تخصیص ہے کہ خَیْرٌ اسم تفضیل ہے جس کا مُفَضَّلٌ

عَلَیْهِ ضمیرِ مخاطب ہے۔ لہٰذا مصنف علیہ الرحمۃ کا یہ قول اَوْ مُتَسَاوِیَیْنِ کہ وہ دونوں تخصیص میں مساوی ہوں درست نہیں۔

﴿جواب﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کی اَوْ مُتَسَاوِیَیْنِ سے مراد یہ ہے کہ جب مبتدا اور خبر دونوں نکرہ ہوں تو تخصصہ بھی ہو ں یعنی نفس تخصیص میں وہ دونوں برابر ہوں خواہ وہ دونوں تخصیص میں برابر ہوں یا نہ ہوں۔

4: چوتھی جگہ جہاں مبتدأ کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے یہ ہے کہ جب خبر فعل ہو، تو ایسی صورت میں مبتدأ کو خبر پر مقدم کرنا واجب وضروری ہے۔ جیسے: زَیْدٌ قَامَ

﴿سوال﴾: جب خبر فعل ہو تو مبتدأ کو خبر پر مقدم کرنا کیوں ضروری ہے؟

﴿جواب﴾: تا کہ مبتدأ کے مؤخر ہونے کی صورت میں مبتدأ کا فاعل سے التباس لازم نہ آئے۔ یعنی زَیْدٌ قَامَ کی

بجائے قَامَ زَیْدٌ کہہ دیا جائے تو یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ زَیْدٌ فاعل ہے یا مبتدأ ہے۔

﴿نوٹ﴾: مبتدأ کا فاعل سے التباس فعل کے مفرد ہونے کی صورت میں لازم آئیگا جیسے زَیْدٌ قَامَ لیکن جب فعل تثنیہ یا جمع ہوں تو پھر التباس فاعل سے نہیں بلکہ بدل سے لازم آئیگا۔ جیسے: قَامَا الزَّیْدَانِ قَامُو الزَّیْدُوْنَ

﴿عبارت﴾:

وَاِذَا تَضَمَّنَ الْخَبَرُ الْمُفْرَدُ مَالَهٗ صَدْرُ الْکَلَامِ مِثْلُ اَیْنَ زَیْدٌ اَوْ کَانَ مُصَحِّحًا لَهٗ مِثْلُ فِی الدَّارِ رَجُلٌ اَوْ لِمُتَعَلِّقِهٖ ضَمِیْرٌ فِی الْمُبْتَدَأِ مِثْلُ عَلَی التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا اَوْ کَانَ خَبَرًا عَنْ اَنَّ مِثْلُ عِنْدِیْ اَنَّکَ قَائِمٌ وَجَبَ تَقْدِیْمُهٗ

﴿ترجمہ﴾: جب خبر مفرد متضمن ہو ایسے معنیٰ کو جس کے لئے صدارت کلام ضروری ہو مثلاً اَیْنَ زَیْدٌ یا خبر مبتدأ کے لئے مخصص ہو سے فِی الدَّارِ رَجُلٌ یا خبر کے متعلق کی طرف لوٹنے والی ضمیر مبتدأ کے ساتھ ہو جیسے عَلَی التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا یا خبر اَنَّ سے ہو جیسے عِنْدِیْ اَنَّکَ قَائِمٌ ان تمام صورتوں میں خبر کو مبتدأ پر مقدم کرنا واجب ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَاِذَا تَضَمَّنَ الْخَبَرُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مبتدأ کی تقدیم کے مقامات کو بیان کر لینے کے بعد یہاں سے خبر کی تقدیم کے مقامات کتنے اور کون کونسے ہیں ان کو بیان کرنا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ وہ چار جگہیں ہیں کہ جہاں پر خبر کو مبتدأ پر مقدم کرنا واجب وضروری ہے۔

1: جہاں خبر ایسے معنیٰ پر مشتمل ہو جو معنیٰ صدارت کلام کا مقتضی ہو تو وہاں خبر کو مبتدأ پر مقدم کرنا ضروری ہے۔ جیسے: اَیْنَ زَیْدٌ

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کی یہ بیان کردہ مثال اَیْنَ زَیْدٌ ممثل لہٗ کے مطابق نہیں کیونکہ اس میں اَیْنَ خبر ہے جو کہ مفرد نہیں کیونکہ یہ ظرف ہے اور ظرف بتاویل جملہ ہوتا ہے۔

﴿جواب﴾: یہاں مفرد سے مراد وہ جو صورۃً مفرد ہو اور اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اَیْنَ صورۃً مفرد ہے۔

﴿سوال﴾: خبر کو مفرد کے ساتھ مقید کیوں کیا گیا ہے؟

﴿جواب﴾: کیونکہ خبر اگر جملہ ہو اور وہ جملہ صدارت کلام کا مقتضی ہو تو اسے مبتدأ پر مقدم کرنا ضروری نہیں کیونکہ اسے مؤخر کرنے کی صورت میں اس کی صدارت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جیسے: زَیْدٌ مَنْ اَبُوْهُ (زید کا باپ کون ہے؟)۔

2: دوسری جگہ جہاں خبر کو مبتدأ پر مقدم کرنا واجب ہے یہ ہے کہ جب خبر اپنی تقدیم کی وجہ سے مبتدأ کے لئے مخصص ہو تو

ایسی خبر کو مبتدأ پر مقدم کرنا واجب ہے تا کہ مبتدأ کا نکرہ ہونا لازم نہ آئے جیسے فِي الدَّارِ رَجُلٌ ۔

3: جب مبتدأ کے ساتھ کوئی ایسی ضمیر متصل ہو جس کا مرجع خبر سے تعلق رکھنے والا کوئی لفظ ہو تو ایسی صورت میں خبر کو مبتدأ پر مقدم کرنا ضروری ہے تا کہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آئے۔ جیسے: عَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا

❁ اس مثال میں عَلَى التَّمْرَةِ خبر مقدم ہے اور مِثْلُهَا زُبْدًا مبتدائے مؤخر ہے جس کے ساتھ ھَا ضمیر ہے جس کا مرجع التَّمْرَةِ ہے جو کہ خبر سے تعلق رکھتا ہے یعنی خبر کا جزء ہے اب اگر مبتدأ کو مقدم کر دیں اور یوں کہیں کہ مِثْلُهَا زُبْدًا عَلَى التَّمْرَةِ تو اضمار قبل الذکر لفظا اور رتبۃً لازم آئیگا جو کہ درست نہیں۔

4: جب اَنَّ اپنے اسم وخبر سے مل کر مبتدأ واقع ہو تو اس وقت بھی خبر کو مبتدأ پر مقدم کرنا واجب ہے۔ جیسے: عِنْدِیْ اَنَّکَ قَائِمٌ

﴿سوال﴾: جب اَنَّ اپنے اسم وخبر سے ملکر مبتدأ واقع ہو تو ایسی صورت میں خبر کو مبتدأ پر مقدم کرنا کیوں ضروری ہے؟

﴿جواب﴾: تا کہ اَنَّ مفتوحہ کے تلفظ میں یا کتابت میں اِنَّ مکسورہ کے ساتھ التباس کا خدشہ نہ رہے کیونکہ ابتدائے کلام میں اَنَّ نہیں ہوتا بلکہ اِنَّ ہوتا ہے۔

﴿اعتراض﴾: مذکورہ مثال میں عِنْدِیْ کو خبر مقدم نہ بھی قرار دیا جاتا تو پھر بھی التباس کا خطرہ کسی حال میں نہیں رہنا تھا کیونکہ اِنَّ مکسورۃ اپنے اسم وخبر سے مل کر مبتدأ نہیں ہوتا۔

﴿جواب﴾: ایسا ممکن ہے کہ سامع اور ناظر اسے (اَنَّکَ قَائِمٌ کو) مبتدأ نہ سمجھے بلکہ یہ سمجھ لے کہ یہ اِنَّ مکسورۃ ہے جس کی خبر قَائِمٌ ہے اور عِنْدِیْ! قَائِمٌ کا مفعول فیہ ہے یا خبر ثانی ہے۔

﴿عبارت﴾:

وَقَدْ يَتَعَدَّدُ الْخَبَرُ مِثْلُ زَيْدٌ عَالِمٌ عَاقِلٌ وَقَدْ يَتَضَمَّنُ الْمُبْتَدَأُ مَعْنَى الشَّرْطِ فَيَصِحُّ دُخُولُ الْفَاءِ فِي الْخَبَرِ ذَالِكَ الْإِسْمُ الْمَوْصُولُ بِفِعْلٍ اَوْ ظَرْفٍ اَوِ النَّكِرَةُ الْمَوْصُوفَةُ بِهِمَا مِثْلُ الَّذِيْ يَأْتِيْنِيْ اَوْ فِي الدَّارِ فَلَهُ دِرْهَمٌ وَكُلُّ رَجُلٍ يَأْتِيْنِيْ اَوْ فِي الدَّارِ فَلَهُ دِرْهَمٌ وَلَيْتَ وَلَعَلَّ مَانِعَانِ بِالْإِتِّفَاقِ وَاَلْحَقَ بَعْضُهُمْ اِنَّ بِهِمَا

﴿ترجمہ﴾: اور کبھی ایک سے زائد بھی خبریں ہوتی ہیں، جیسے زید عالم عاقل کبھی مبتدأ شرط کے معنیٰ کو متضمن ہوتا ہے تو ایسی صورت میں خبر پر فا کا دخول صحیح ہوتا ہے اور یہ اس وقت کہ جب مبتدأ اسم موصول ہو اور اس کا صلہ فعل یا ظرف ہو یا وہ نکرہ ہو جس کی صفت فعل یا ظرف ہو۔

جیسے: اَلَّذِیْ یَأْتِیْنِیْ اَوْ فِی الدَّارِ فَلَهُ دِرْهَمٌ یا کُلُّ رَجُلٍ یَأْتِیْنِیْ اَوْ فِی الدَّارِ فَلَهُ دِرْهَمٌ اور لَیْتَ، لَعَلَّ دخول فا

سے مانع ہیں اتفاقاً، اور بعض نے اِنَّ کو ان دونوں (لَیْتَ اور لَعَلَّ) کے ساتھ لاحق کیا ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَقَدْ يَتَعَدَّدُ الْخَبَرُ الخ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر کا ایک اور حکم بیان کرنا ہے، کہ ایک مبتدأ کے لئے کئی خبریں ہو سکتی ہیں۔ جیسے زَيْدٌ عَالِمٌ عَاقِلٌ زید مبتدأ ہے اور عالم وعاقل اس کی خبریں ہیں۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کا وَقَدْ يَتَعَدَّدُ الْخَبَرُ الخ کہنا درست نہیں کیونکہ لفظ قَدْ مضارع پر تقلیل کے لئے آتا ہے جبکہ ایک مبتے لئے ایک سے زائد خبروں کا آنا کثیر ہے۔

﴿جواب﴾: مضارع پر اکثر وبیشتر قَدْ تقلیل کے لئے آتا ہے لیکن کبھی کبھی تحقیق کے لئے بھی آتا ہے۔ جیسے: فرمان باری تعالیٰ قَدْ يَعْلَمُ اللهُ الْمُعَوِّقِيْنَ میں تحقیق کے لئے ہے، اور یہاں پر بھی قَدْ تقلیل کے لئے نہیں بلکہ تحقیق کے لئے ہے۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ اَلْخَبَرُ کہے بغیر وَقَدْ يَتَعَدَّدُ کہہ لیتے اور ضمیر فاعل کو ماقبل اَلْخَبَرُ کی طرف لوٹا دیتے تاکہ اختصار ہو جاتا کیا وجہ ہے مصنف علیہ الرحمۃ نے اس اختصار کو اپنایا کیوں نہیں؟

﴿جواب﴾: اگر مصنف علیہ الرحمۃ وَقَدْ يَتَعَدَّدُ الْخَبَرُ نہ کہتے تو ضمیر يَتَعَدَّدُ کا مرجع بوجہ قرب کے اَلْخَبَرُ الْمُفْرَدُ بن جاتا اور پھر یہ حکم مطلق خبر کا بننے کی بجائے خبر مفرد کا ہی ہو جاتا اور خبر جملہ سے سکوت ہو جاتا۔

وَقَدْ يَتَضَمَّنُ الْمُبْتَدَأُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ایسا حکم بیان کرنا ہے جس کا تعلق مبتدأ اور خبر دونوں سے ہے، اور وہ یہ ہے کہ کبھی کبھی مبتدأ شرط کے معنیٰ کو متضمن ہوتا ہے اور جب مبتدؤ شرط کے معنیٰ کو متضمن ہو تو خبر پر فا داخل ہونا صحیح ہوگا کیونکہ ایسی صورت میں مبتدأ شرط کی مانند اور خبر جزا کی مانند ہو جاتی ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ کا کہنا ''کہ جب مبتدأ شرط کے معنیٰ کو متضمن ہو تو اس کی خبر پر فا کا داخل ہونا ہے'' یہ درست نہیں؛ کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے وَمَا لَكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللهِ جس میں وَمَا لَكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ مبتدأ ہے اور شرط کے معنیٰ کو متضمن نہیں کیونکہ شرط کا معنیٰ ہے اول سبب ہو ثانی کے لئے جیسے اِنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ (سورج کا طلوع ہونا دن کی موجودگی کے لئے سبب ہے) جبکہ مذکورہ آیت میں مخاطب کے پاس نعمت ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت ہونے کا سبب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت ہونا سبب ہے مخاطب کے پاس نعمت ہونے کے لئے۔

﴿جواب﴾: آپ نے جو شرط کا معنیٰ بیان کیا ہے وہ ادھورا ہے کیونکہ شرط کا معنیٰ ہے کہ شرط سبب ہو جزا کے لئے یا جزا کے حکم کے لئے، اور آیہ کریمہ میں اگرچہ اول ثانی کے لئے سبب نہیں ہے لیکن اول! ثانی کے حکم کے لئے سبب ضرور ہے یعنی مخاطب کے پاس نعمت ہونا سبب ہوا اس بات کے لئے کہ کہا جائے کہ یہ نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

﴿سوال﴾: کلام عرب میں کہا جاتا ہے لَهٗ دِرْهَمٌ اَلَّذِيْ يَأْتِيْنِيْ یعنی مبتدأ اَلَّذِيْ يَأْتِيْنِيْ شرط کے معنیٰ کو متضمن نہیں

ہے مگر پھر بھی اس کی خبر لَهٗ دِرْهَمٌ پر فا داخل نہیں کیا جاتا کیوں؟

﴿جواب﴾: مبتدأ کی خبر پر فا کے دخول کے صحیح ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ اس مبتدأ پر خبر مقدم نہ ہو ورنہ فا کا دخول خبر پر ممنوع ہے۔

ذَالِكَ الْاِسْمُ الْمَوْصُوْلُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اس مبتدأ کی اقسام کو بیان کرنا ہے کہ جس کی خبر پر بوجہ تضمنِ معنیٰ الشرط دخول فا صحیح ہوتا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں ایسے مبتدأ کی دو قسمیں ہیں۔

1: وہ اسم موصول! جس کا صلہ جملہ فعلیہ یا جملہ ظرفیہ ہو۔ جیسے: اَلَّذِیْ یَأْتِیْنِی فَلَهٗ دِرْهَمٌ ...... اَلَّذِیْ فِی الدَّارِ فَلَهٗ دِرْهَمٌ یہ ظرف بتاویل فعل ہے (اَلَّذِیْ ثَبَتَ فِی الدَّارِ فَلَهٗ دِرْهَم)۔

2: وہ اسم نکرہ جس کی صفت جملہ فعلیہ یا جملہ ظرفیہ ہو۔ جیسے كُلُّ رَجُلٍ یَأْتِیْنِیْ فَلَهٗ دِرْهَمٌ...... كُلُّ رَجُلٍ فِی الدَّارِ فَلَهٗ دِرْهَمٌ یہاں بھی ظرف بتاویل فعل ہے (كُلُّ رَجُلٍ ثَبَتَ فِی الدَّارِ فَلَهٗ دِرْهَمٌ)۔

﴿اعتراض﴾: جس مبتدأ کی خبر پر فا کا دخول صحیح ہے اس کا دو قسموں میں انحصار درست نہیں کیونکہ اَمَّا زَیْدٌ فَمُنْطَلِقٌ میں مبتدأ کی خبر پر فا داخل ہے حالانکہ یہ مبتدأ مذکورہ دو قسموں میں سے کوئی بھی قسم نہیں۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ فرمان ہے وَمَنْ یُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ جس میں مبتدأ کی خبر پر فا داخل ہے حالانکہ یہ بھی مبتدأ کی مذکورہ دونوں قسموں میں سے کوئی بھی قسم نہیں کیونکہ یہ من موصولہ نہیں بلکہ من شرطیہ ہے۔

﴿جواب﴾: کافیہ میں ذَالِكَ اسم اشارہ کا مشارالیہ وہ مبتدأ ہے جو شرط کے معنیٰ کو متضمن ہو نہ کہ وہ جس کی خبر پر فا کا دخول صحیح ہو اور آپ کی بیان کردہ پہلی مثال میں مذکور زید شرط کے معنیٰ کو متضمن نہیں، پھر رہی بات اس کی خبر پر فا کے داخل ہونے کی تو وہ اس لئے ہے کہ مبتدأ پر اَمَّا شرطیہ داخل ہے اور دوسری مثال میں مبتدأ مَنْ شرطیہ ہے اور وہ بھی شرط کے معنیٰ کو متضمن نہیں ہے بلکہ خود شرط کے لئے وضع ہے اور فا اس کی خبر پر داخل نہیں بلکہ اس کی جزا پر داخل ہے، الغرض وہ مبتدأ جو شرط کے معنیٰ کو متضمن ہے وہ دو قسموں میں منحصر ہے لیکن وہ مبتدأ کہ جس کی خبر پر فا کا دخول صحیح ہے وہ دو قسموں میں منحصر نہیں ہے۔

﴿سوال﴾: اسم شرط اور متضمن شرط میں کیا فرق ہے؟

﴿جواب﴾: اسم شرط جازم ہے یعنی اس کی وجہ سے شرط و جزا پر جزم آیا کرتی ہے۔ جیسے: ان شرطیہ! شرط و جزا میں جازم ہوتا ہے اور جو اسم شرط کے معنیٰ کو متضمن ہو وہ جازم نہیں ہے اسی لئے اسے عوامل میں شمار نہیں کیا گیا۔

﴿اعتراض﴾: وہ مبتدأ جو شرط کے معنیٰ کو متضمن ہو اس کا حصر دو قسموں میں صحیح نہیں کیونکہ اَلرَّجُلُ الَّذِیْ یَأْتِیْنِیْ فَلَهٗ دِرْهَمٌ اور غُلَامُ الَّذِیْ یَأْتِیْنِیْ فَلَهٗ دِرْهَمٌ اور كُلُّ غُلَامِ رَجُلٍ یَأْتِیْنِیْ فَلَهٗ دِرْهَمٌ میں مبتدأ شرط کے معنیٰ کو متضمن ہے لیکن پھر بھی یہ تینوں مثالیں ان دونوں قسموں سے خارج ہیں۔

﴿جواب﴾: اسم موصول کا موصوف ! اسم موصول کے حکم میں ہوتا ہے، لہٰذا آپ کی بیان کردہ پہلی مثال پہلی قسم اَلْاِسْمُ الْمَوْصُوْلُ میں داخل ہوئی، اور اسم موصول کا مضاف بھی اسم موصول کے حکم میں ہوتا ہے لہٰذا آپ کی بیان کردہ دوسری مثال بھی پہلی قسم اَلْاِسْمُ الْمَوْصُوْلُ کے تحت داخل ہوئی اور نکرہ موصوفہ کا مضاف نکرہ موصوفہ کے حکم میں ہوتا ہے لہٰذا تیسری مثال مبتدأ کی دوسری قسم النَّكِرَةُ الْمَوْصُوْفَةُ کے تحت داخل ہوئی پس وہ مبتدأ جو شرط کے معنیٰ کو متضمن ہے اس کا حصر دو قسموں میں صحیح ہے۔

وَلَيْتَ وَلَعَلَّ مَانِعَانِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ دخولِ فا کے موضع بیان کر لینے کے بعد یہاں سے دخولِ فا کے موانع بیان کر رہے ہیں جن میں سے بعض متفق علیہ اور بعض مختلف فیہ ہیں، پس فرمایا اگر ایسے مبتدا پر لَیْتَ اور لَعَلَّ داخل ہو جائیں تو بصریوں اور کوفیوں کا متفق علیہ مذہب یہی ہے کہ اس کی خبر پر فا کا دخول صحیح نہیں ہوگا لہٰذا لَيْتَ الَّذِيْ يَأْتِيْنِيْ فَلَهُ دِرْهَمٌ یا لَعَلَّ الَّذِيْ يَأْتِيْنِيْ فَلَهُ دِرْهَمٌ کہنا درست نہیں۔

﴿سوال﴾: لَیْتَ اور لَعَلَّ داخل ہونے سے مذکورہ مبتدأ کی خبر پر فا کا دخول صحیح کیوں نہیں؟

﴿جواب﴾: دخولِ فا ! خبر پر اس لئے صحیح تھا کہ مبتدأ اور خبر ! شرط و جزا کے مشابہ ہو گئے، لیکن جب یہ دونوں (لیت اور لعل) مبتدأ اور خبر پر داخل ہوئے تو وہ مشابہت جاتی رہی کیونکہ ان دونوں (لَیْتَ وَ لَعَلَّ) نے جملہ خبریہ کو جملہ انشائیہ میں تبدیل کر دیا جبکہ شرط و جزا جملہ خبریہ ہوتے ہیں نہ کہ جملہ انشائیہ۔

﴿سوال﴾: مانع دخولِ فا ! تو افعال قلوب اور افعال ناقصہ بھی ہیں علی الاتفاق تو پھر مصنف علیہ الرحمۃ نے لیت و لعل کو ہی خاص طور پر ہی کیوں ذکر کیا؟

﴿جواب﴾: درحقیقت مصنف علیہ الرحمۃ کا مقصود وہ اختلاف بیان کرنا تھا جو حروف مشبہ بالفعل کے بارے میں نحویوں کا ہے کہ لَیْتَا اور لَعَلَّ تو دخولِ فا سے بالاتفاق مانع ہیں اور بقیہ حروفِ مشبہ بالفعل ! مانع ہیں یا نہیں اس امر میں اختلاف ہے جبکہ افعال قلوب اور افعال ناقصہ وہ تو تمام کے تمام بالاتفاق دخولِ فا سے مانع ہیں۔

وَالْحَقَ بَعْضُهُمْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مانع دخولِ فا کے متعلق امام سیبویہ کے قول کا بیان کرنا ہے۔ اس عبارت میں بَعْضُهُمْ سے مراد امام سیبویہ ہے، مصنف فرماتے ہیں کہ امام سیبویہ اِنَّ مکسورہ کو بھی دخولِ فا کے مانع ہونے کی حیثیت لَیْتَ اور لَعَلَّ کے حکم میں شمار کرتے ہیں کیونکہ اِنَّ تحقیقیہ ہے اور شرط و جزا امور مشکوکہ ہیں تو جب جملہ تحقیقیہ ہوگا یعنی اِنَّ کے ساتھ ہوگا تو پھر امورِ مشکوکہ میں سے نہیں ہو سکتا۔

اور اسی بات کی تائید فرمان باری تعالیٰ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ سے بھی ہوتی ہے کہ لَهُمْ جَنّٰتٌ خبر ہے اس پر فا داخل نہیں لہٰذا اگر کہیں فا آئے گی تو وہ زائدہ ہوگی یا تعلیلیہ ہوگی۔

جبکہ امام اخفش کہتے ہیں کہ اِنَّ مکسورہ لَیْتَ اور لَعَلَّ جیسا کیسے ہوسکتا ہے یہ تو جملہ خبریہ کو جملہ انشائیہ نہیں بناتا، نیز اِنَّ کی تائید قرآن مجید سے بھی ہوتی ہے۔ جیسے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ اور دوسرے مقام پر اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ لیکن اگر کسی جگہ فا داخل نہ ہو تو اس سے ہمارا دعویٰ رد نہیں ہوگا کیونکہ ہم دخول فا کے وجوب کے قائل نہیں۔

﴿سوال﴾: بعض نحویوں نے اَنَّ مفتوحہ کو اور کچھ نے لٰكِنَّ کو بھی لَیْتَ اور لَعَلَّ سے لاحق کیا ہے تو مصنف علیہ الرحمۃ نے اِنَّ مکسورہ کو ہی خصوصیت کے ساتھ کیوں بیان کیا؟

﴿جواب﴾: اِنَّ مکسورہ کو لَیْتَ اور لَعَلَّ کے ساتھ لاحق کرنے والے امام سیبویہ ہیں جبکہ اَنَّ مفتوحہ اور لٰكِنَّ کو لَیْتَ اور لَعَلَّ کے ساتھ لاحق کرنے والے دیگر نحاۃ ہیں اور مصنف علیہ الرحمۃ کے نزدیک جو نحوی مقام امام سیبویہ کا ہے وہ کسی اور کا نہیں پس اسی لئے مصنف نے امام سیبویہ کے قول کا اعتبار کرتے ہوئے اسے ذکر کردیا اور دیگر نحویوں کے اقوال کو غیر معتبر سمجھتے ہوئے انہیں بیان نہیں کیا۔

﴿عبارت﴾:

وَقَدْ يُحْذَفُ الْمُبْتَدَأُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا كَقَوْلِ الْمُسْتَهِلِّ اَلْهِلَالُ وَاللّٰهِ وَالْخَبَرُ جَوَازًا مِثْلُ خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبُعُ وَوُجُوْبًا فِيْمَا الْتُزِمَ فِيْ مَوْضِعِهٖ غَيْرُهٗ مِثْلُ لَوْلَا زَيْدٌ لَكَانَ كَذَا وَمِثْلُ ضَرْبِيْ زَيْدًا قَائِمًا وَكُلُّ رَجُلٍ وَضَيْعَتُهٗ وَلَعَمْرُكَ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا

﴿ترجمہ﴾: اور کبھی مبتدأ کو قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے بطور جواز حذف کردیا جاتا ہے۔ جیسے: نیا چاند دیکھنے والے کا قول اللہ کی قسم یہ چاند ہے اور کبھی خبر کو بھی قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے بطور جواز حذف کردیا جاتا ہے۔ جیسے: میں نکلا تو اچانک درندہ کھڑا ہے اور کبھی خبر کو وجوبی طور پر حذف کردیا جاتا ہے جہاں اس کی جگہ اس کے غیر کو قائم کیا گیا ہو اگر زید نہ ہوتا تو ضرور ایسا ہو جاتا اور جیسے میرا مارنا حاصل ہوا زید کو اس کے کھڑے ہونے کی حالت میں، اور ہر شخص اپنے پیشے کے ساتھ ملا ہوا ہے، اور تیری عمر کی قسم میں ضرور بالضرور ایسا کرونگا۔

﴿تشریح﴾:

وَقَدْ يُحْذَفُ الْمُبْتَدَأُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مبتدأ کی حذفیت کا بیان کرنا ہے کہ مبتدأ کو حذف کرنا جائز ہے جبکہ کوئی قرینہ ہو خواہ لفظی ہو۔ جیسے: قَالَ لِیْ كَیْفَ اَنْتَ قُلْتُ عَلِیْلٌ اس مثال میں سوال (كَیْفَ اَنْتَ) قرینہ لفظی ہے اس بات پر کہ عَلِیْلٌ سے پہلے اَنَا (مبتدأ) محذوف ہے۔

خواہ قرینہ عقلی ہو۔ جیسے: نیا چاند دیکھنے والے کا قول اَلْهِلَالُ وَاللّٰهِ، اس مثال میں اَلْهِلَالُ وَاللّٰهِ سے پہلے هٰذَا (مبتدأ

)محذوف ہے جس کی حذفیت پر کوئی قرینہ لفظی نہیں بلکہ عقلی ہے اور وہ حَالِ مُسْتَهِلّ (نیا چاند دیکھنے والے کا حال) ہے کہ اس کا مقصود ایک شئے کو اشارے سے معین کر کے اس پر ہلالیت کا حکم لگانا ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے کہا اَلْهِلَالُ وَاللہ حذف مبتدأ کے باب سے ہے یعنی اس میں مبتدأ محذوف ہے سوال یہ ہے کہ اَلْهِلَالُ وَاللہ حذف خبر کے باب سے کیوں نہیں ہو سکتا یعنی اس میں خبر کو محذوف کیوں نہیں مانا جا سکتا؟

﴿جواب﴾: چاند دیکھنے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کسی شے کو معین کر کے اشارہ کرے اور اس پر ہلالیت کا حکم لگائے تا کہ اس کی جانب لوگ متوجہ ہوں اور یہ مقصود اسی وقت ہی حاصل ہو گا کہ جب اس مثال میں مبتدأ کو محذوف مانا جائے گا۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے اس مثال میں قسم کا ذکر کیوں کیا؟

﴿جواب﴾: چاند دیکھنے والوں کی عادت ہوتی ہے کہ مخاطبین کے وہم کا ازالہ کرنے کے لئے ایسے موقع پر قسم کا ذکر کر دیتے ہیں۔

﴿سوال﴾: جیسے مبتدأ کو جوازاً حذف کیا جاتا ہے ویسے ہی اسے وجوباً بھی حذف کیا جاتا ہے۔ جیسے: مخصوص بالمدح میں یا مخصوص بالذم میں، تو مصنف علیہ الرحمۃ نے وجوباً مبتدأ کے حذف ہونے کا بیان کیوں چھوڑ دیا؟

﴿جواب﴾: مبتدأ کو وجوباً حذف کرنا نادر ہے اور مشہور مقولہ ہے وَالنَّادِرُ كَالْمَعْدُوْمِ كَمَا لَا يَخْفٰى عَلَى الْمَخْدُوْمِ

کہ نادر چیز معدوم کی مانند ہوتی ہے جیسا کہ علماء سمجھتے ہیں۔

وَالْخَبَرُ جَوَازًا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر کی جوازاً حذفیت کا حکم بیان کرنا ہے۔ کہ اگر کوئی قرینہ موجود ہو تو خبر کو حذف کرنا جائز ہے۔ جیسے: خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبُعُ، اس مثال میں اَلسَّبُعُ مبتدأ ہے جس کی خبر مَوْجُوْدٌ محذوف ہے جس پر قرینہ اِذَا مُفَاجَاتِیَہ ہے جو کہ جملہ پر داخل ہوتا مفرد پر داخل نہیں ہوتا۔

وَوُجُوْبًا فِيْمَا الْتُزِمَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر کی وجوباً حذفیت کا حکم بیان کرنا ہے کہ جب کسی چیز کو خبر کی جگہ قائم کر دیا گیا ہو تو اس وقت خبر کو حذف کرنا واجب ہے تا کہ اصل اور قائمقام کا اجتماع جو کہ باطل ہے لازم نہ آئے۔ اور خبر کی ایسی حذفیت بطریق استقرأ چار صورتوں پر مشتمل ہے۔

لَوْلَا زَيْدٌ لَكَانَ كَذَا: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ صور اربعہ میں پہلی صورت کا بیان کرنا ہے۔

1: ہر وہ مبتدأ جو لَوْلَا کے بعد ہو اور خبر افعال عامہ میں سے کوئی فعل ہو تو خبر کو حذف کرنا واجب ہے۔ جیسے: لَوْلَا زَيْدٌ لَكَانَ كَذَا اس مثال میں زَيْدٌ مبتدأ ہے جو کہ لَوْلَا کے بعد واقع ہے یہاں اس کی خبر مَوْجُوْدٌ محذوف ہے اور خبر کی حذفیت کے وجوب کی وجہ یہ ہے کہ قرینہ اور قائمقام دونوں پائے جا رہے ہیں قرینہ تو لَوْلَا ہے جو کہ جملہ پر داخل ہوتا مفرد پر داخل نہیں

ہوتااور قائم مقام لَكَانَ كَذَا ہےاور اصلاًعبارت یوں ہےلَوْ لَا زَيْدٌ مَوْجُوْدٌ لَكَانَ كَذَا ۔

ضَرْبِيْ زَيْدًاقَائِمًا سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ صورار بعہ میں دوسری صورت کا بیان کرنا ہے۔

2: ہر وہ مبتدأ جوصورۃً مصدر ہواور منسوب الیٰ الفاعل یا منسوب الیٰ المفعول ہو یا فاعل ومفعول دونوں کی طرف منسوب ہواور منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو۔

❁ یا مبتدأ اسم تفضیل ہو جو مضاف ہوایسے مصدر کی طرف جوصورۃً یا تاویلاً مصدر ہو فاعل کی طرف یا مفعول کی طرف یا دونوں کی طرف منسوب ہواور منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہوتوایسی صورت میں خبر کوحذف کرنا واجب ہے۔جیسے:ضَرْبِيْ زَيْدًاقَائِمًا اس مثال میں ضَرْب صورۃً مصدر ہے جوفاعل یعنی مضاف الیہ اور مفعول یہ یعنی زَيْدًا کی طرف منسوب ہےاور منسوب الیہ کے بعد قَائِمًاحال واقع ہے پس اس بناء پر خبر کوحذف کرنا وجوبی ہوا کیونکہ قرینہ اور قائمقام دونوں پائے جار ہے ہیں،قرینہ اس لئے ہے کہ یہ حال واقع ہےاور حال ظرف پر دلالت کرتا ہےاور ظرف خبر پر،جبکہ خبرافعال عامہ میں سے ہو پس قَائِمًا خبر پر دلالت کرنے والا ہے جو کہ حَصَلَ ہے۔

اور قائمقام اس لئے ہے کہ قَائِمًا ظرف کے قائمقام ہےاور ظرف خبر کے قائمقام ہے لہٰذ قَائِمًا خبر کے قائمقام ہے۔

كُلُّ رَجُلٍ وَضَيْعَتُه سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ صورار بعہ میں تیسری صورت کا بیان کرنا ہے۔

3: ہر وہ مبتدا جس کے بعد ایک ایسا اسم مرفوع ہو کہ جس سے پہلے واؤ بمعنیٰ مع ہوتا کہ دونوں کی مقارنت کی خبر دینا صحیح ہوجائے۔

چنانچہ كُلُّ رَجُلٍ مُرَكَّبٌ اضافی مبتدا ہےجس کے بعد ضَيْعَتُهُ اسم مرفوع ہے جس سے پہلے واؤ بمعنیٰ مع ہےاور اصلاً عبارت كُلُّ رَجُلٍ مَقْرُوْنٌ هُوَ وَضَيْعَتُهُ ہےاس میں ضَيْعَتُهُ کا عطف مَقْرُوْنٌ کی ضمیر مستتر پر ہے اسی لیئے اس کی تاکید ضمیر منفصل سے کی گئی ہے۔یہاں خبر کے وجوبی حذف کی وجہ یہ ہے کہ یہاں قرینہ اور قائمقام دونوں پائے جار ہے ہیں قرینہ یہ ہے کہ یہاں واؤ بمعنیٰ مع کے ہے جومقرون ہونے پر دلالت کرتی ہےاور قائمقام ضَيْعَتُهُ ہے جوضمیر مستتر پر معطوف ہے

لَعَمْرُكَ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ صورار بعہ میں چوتھی صورت کا بیان کرنا ہے۔

4: ہر وہ مبتدأ جو مقسم بہ ہواوراس کی خبر لفظ قسم ہوتو اس کی خبر کوحذف کرنا واجب ہے ۔جیسے:لَعَمْرُكَ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا یہ اصل میں لَعَمْرُكَ قَسَمِيْ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا ہے،اس مثال میں قَسَمِيْ خبر وجوبی طور پر محذوف ہے کیونکہ اس کے حذف پر قرینہ بھی ہےاور قائمقام بھی،قرینہ لام قسم ہے کیونکہ وہ لام قسم پر دلالت کرتا ہےاور لَاَفْعَلَنَّ كَذَا جواب قسم قائمقام ہے اس لئے اس خبر کوحذف کرنا واجب ہے۔

﴿نوٹ﴾: عَمْر بالفتح زندگی اور بقاء کے معنیٰ میں ہے۔

﴿اعتراض﴾: جب عَمر بالفتح بقاء کے معنیٰ میں ہے تو خبر محذوف قسمی کا اس پر حمل کرنا درست نہیں کیونکہ بقاء مخاطب کی صفت ہے اور قسم متکلم کا فعل ہے۔

﴿جواب﴾: قسم سے مراد وہ چیز ہے جس کی قسم کھائی جائے یعنی مخاطب کی زندگی وہ چیز ہے جس کی متکلم قسم کھاتا ہے لہٰذا حمل صحیح ہوگا۔

﴿سوال﴾: عَمْر بالفتح اور عُمُر بالضم میں ترادف ہے یا تغایر ہے اگر ترادف ہے تو پھر اس مثال میں عَمْر بالفتح کی تخصیص کیوں ہے؟۔

﴿جواب﴾: ان میں ترادف ہی ہے لیکن عَمْر بالفتح کی تخصیص اس لئے ہے کہ لام قسم کے ساتھ عَمْر بالفتح ہی مستعمل ہوتا ہے کیونکہ قسم کثرتِ استعمال کی وجہ سے مستحقِ تخفیف ہے اور تخفیف فتح کا تقاضا کرتی ہے۔

﴿عبارت﴾:

خَبَرُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِ هٰذِهِ الْحُرُوْفِ مِثْلُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَاَمْرُهٗ كَاَمْرِ الْمُبْتَدَأِ اِلَّا فِیْ تَقْدِیْمِهٖ اِلَّا اِذَا كَانَ ظَرْفًا، خَبَرُ لَا الَّتِیْ لِنَفْیِ الْجِنْسِ هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا مِثْلُ لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِیْفٌ فِیْهَا وَیُحْذَفُ كَثِیْرًا اَوْ بَنُوْ تَمِیْمٍ وَلَا یُثْبِتُوْنَهٗ، اِسْمُ مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَیْنِ بِلَیْسَ هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَیْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهِمَا مِثْلُ مَا زَیْدٌ قَائِمًا وَلَا رَجُلٌ اَفْضَلَ مِنْكَ وَهُوَ فِیْ لَا شَاذٌ

﴿ترجمہ﴾: اِنَّ اور اس کے امثال کی خبر ایسا اسم ہے جو ان حروف کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ اس کا حکم تمام باتوں میں مبتدأ کے حکم کی طرح ہے سوائے تقدیم کے مگر جبکہ خبر ظرف ہو، خبر لائے نفی جنس وہ اسم ہے جو لائے نفی جنس کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو جیسے لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِیْفٌ فِیْهَا اور یہ خبر بکثرت محذوف ہوتی ہے اور بنو تمیم اس کو ثابت نہیں کرتے، اور ما اور لا جو لیس کے مشابہ ہیں ان کا اسم ایسا اسم ہے جو مسند الیہ ہوتا ہے ان کے داخل ہونے کے بعد جیسے مَا زَیْدٌ قَائِمًا اور لَا رَجُلٌ اَفْضَلَ مِنْكَ اور لیس کا عمل لا میں شاذ ہے۔

﴿تشریح﴾:

خَبَرُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ حروف مشبہ بالفعل کی خبر کا بیان کرنا ہے۔

هُوَ الْمُسْنَدُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اِنَّ اور اس کے اخوات کی خبر کی اصطلاحی تعریف کرنی ہے کہ وہ ان حروف کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی۔

﴿اعتراض﴾: اخوات کی اضافت ضمیر اِنَّ کی طرف کرنا درست نہیں کیونکہ اخوات کا معنٰی بہنیں ہے جس کا اطلاق ذوالعقول پر ہوتا ہے جبکہ اِنَّ وغیرھا غیر ذوی العقول ہیں۔

﴿جواب﴾: یہاں اخوات اپنے حقیقی معنٰی پر مشتمل نہیں کہ یہ اعتراض ہو سکے بلکہ اشباہ اور امثال کے معنٰی پر مشتمل ہے۔

﴿اعتراض﴾: مبتدأ اور خبر کا بیان کر لینے کے بعد اِنَّ وغیرہ کی خبر کا ذکر کرنا فضول ہے اس لئے کہ یہ صرف اپنے اسم میں ہی عمل کرتے ہیں خبر میں نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ ان کی خبر جس طرح ان کے داخل ہونے سے پہلے عامل معنوی کی وجہ سے مرفوع تھی ان کے داخل ہو جانے کے بعد بھی اسی عامل (ابتدأ) کی وجہ سے مرفوع ہوتی ہے۔

﴿جواب﴾: ہماری بحث نحاۃِ بصرۃ کے مذہب کے مطابق ہے، نحاۃِ بصرۃ کے ہاں اِنَّ وغیرہ کی خبر انہی حروف کی وجہ سے مرفوع ہوتی ہے نہ کہ عامل معنوی (ابتدأ) کی وجہ سے اور یہی مذہب اصح ہے۔

﴿اعتراض﴾: اِنَّ وغیرہ کی خبر کی تعریف دخولِ غیر سے مانع نہیں کیونکہ اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ میں قَائِمٌ پر صادق نہیں آتی، اس لئے کہ وہ ان تمام حروف کے داخل ہونے کے بعد مسند نہیں ہوا بلکہ وہ فقط اِنَّ کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے جبکہ بَعْدَ دُخُوْلِ هٰذِهِ الْحُرُوْفِ سے معلوم ہوتا ہے کہ اِنَّ اور اس کے اخوات کی خبر وہ ہے جو ان تمام حروف کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو۔

﴿جواب﴾: دُخُوْل مضاف ہے اور اس کا مضاف الیہ احد محذوف ہے اصلاً عبارت یوں ہے بَعْدَ دُخُوْلِ اَحَدِ هٰذِهِ الْحُرُوْفِ اب یہ تعریف پر اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ بھی صادق آئیگی کیونکہ وہ ان میں سے ایک حرف کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے۔

﴿اعتراض﴾: اِنَّ وغیرہ کی خبر کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اِنَّ زَیْدًا یَقُوْمُ اَبُوْہُ میں فقط یَقُوْمُ پر ہی صادق آ رہی ہے کیونکہ یہی (یَقُوْمُ) اِنَّ کے داخل ہونے کے بعد اَبُوْہُ کی طرف مسند ہے حالانکہ خبر صرف یَقُوْمُ نہیں بلکہ یَقُوْمُ اَبُوْہُ کا مجموعہ ہے۔

﴿جواب﴾: دُخُوْل سے مراد ان حروف کا مسند اور مسند الیہ پر یوں وارد ہونا کہ وہ (اِنَّ اور اس کے اخوات) ان میں اثر لفظی اور اثر معنوی پیدا کریں اور اثر لفظی کا مطلب یہ ہے کہ مسند الیہ کو منصوب اور مسند کو مرفوع کریں، اور اثر معنوی یہ ہے کہ یہ (اِنَّ وغیرہ) مسند کو علٰی وجہ التحقیق مسند الیہ کے لئے ثابت کر دیں۔

اور اِنَّ زَیْدًا یَقُوْمُ اَبُوْہُ میں صرف یَقُوْمُ پر اِنَّ کا دخول اس معنٰی کے ساتھ متحقق نہیں کیونکہ اِنَّ کے دخول سے یَقُوْمُ میں نہ تو کوئی اثر لفظی ہوا اور نہ ہی اثر معنوی ہوا، اثر لفظی یہ تھا کہ یَقُوْمُ اِنَّ کے دخول کے بعد مرفوع ہو جاتا حالانکہ وہ اِنَّ کے دخول کی وجہ سے مرفوع نہیں ہے اور اثر معنوی یہ تھا کہ اِنَّ یَقُوْمُ کو زَیْدًا کے لئے علٰی وجہ التحقیق ثابت کر دیتا حالانکہ یَقُوْمُ کا قیام زَیْدًا کے لئے علٰی وجہ التحقیق نہیں بلکہ اس کا قیام اَبُوْہُ کے لئے ثابت ہے جبکہ اِنَّ کا دخول یَقُوْمُ اَبُوْہُ پر اس معنٰی کے ساتھ متحقق ہے کہ یَقُوْمُ

اَبُوْہٗ! اِنَّ کے دخول کے بعد محلاً مرفوع ہوگیا اور اثر معنوی یہ ہوا کہ قِیَامِ اَب! یعنی (یَقُوْمُ اَبُوْہٗ) زَیْدًا کے لئے علیٰ وجہ التحقیق ثابت ہوگیا۔

وَاَمْرُہٗ کَاَمْرِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ خبر اِنَّ اور اس کے اخوات کا حکم بیان کرنا ہے کہ اِنَّ وغیرہ کی خبر کا حکم مبتدأ کی خبر کی طرح ہے۔

❁ یعنی جس طرح مبتدأ کی خبر مفرد ہوتی ہے، جملہ ہوتی ہے، معرفہ ہوتی ہے، نکرہ ہوتی ہے اسی طرح اِنَّ وغیرہ کی خبر بھی مفرد ہوتی ہے، جملہ ہوتی ہے، معرفہ ہوتی ہے، نکرہ ہوتی ہے۔

❁ اور پھر جس طرح مبتدأ کی خبر ایک ہوتی ہے متعدد ہوتی ہے، محذوف ہوتی ہے اور مثبت ہوتی ہے اسی طرح اِنَّ وغیرہ کی خبر بھی ایک ہوتی ہے متعدد ہوتی ہے، محذوف ہوتی ہے اور مثبت ہوتی ہے۔

❁ اور یہی یگانگت شرائط میں بھی ہے کہ جس طرح مبتدأ کی خبر اگر جملہ ہو تو اس میں عائد کا ہونا ضروری ہے اور عائد کو قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے حذف کرنا بھی جائز ہے اسی طرح اِنَّ وغیرہ کی خبر! جب جملہ ہو تو اس میں بھی عائد کا ہونا ضروری ہے جو اِنَّ کے اسماء کی طرف لوٹے اور اسے قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے حذف کرنا بھی جائز ہے۔

اِلَّافِیْ تَقْدِیْمِہٖ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ماقبل میں بیان کردہ اِنَّ وغیرہ کی خبر کے تشبیہی معاملات اور احکامات میں ایک استثنائی صورۃ کو بیان کرنا ہے کہ اِنَّ وغیرہ کی خبر کا حکم مبتدأ کے حکم کی طرح ہے تمام معاملات میں اور احکامات میں مگر ایک فرق ہے کہ مبتدأ کی خبر کو مبتدأ پر مقدم کرنا جائز ہے لیکن اِنَّ وغیرہ کی خبر کو ان کے اسماء پر مقدم کرنا جائز نہیں۔

﴿سوال﴾: اِنَّ وغیرہ کی خبر کا ان کے اسماء پر مقدم کرنا جائز کیوں نہیں؟

﴿جواب﴾: چونکہ یہ حروف (اِنَّ وغیرہ) عمل میں فعل کی فرع ہیں اور فعل کا فرعی عمل یہ ہے کہ منصوب! مرفوع پر مقدم ہو اور عمل اصلی یہ ہے کہ مرفوع! منصوب پر مقدم ہو تو جب ان کو فرعی عمل دیا گیا تو واجب ہوگیا ان کے معمولات میں تقدیم و تاخیر سے تصرف نہ کیا جائے جیسا کہ فعل کے معمولات میں ہوتا ہے۔

اِلَّااِذَاکَانَ ظَرْفًا سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اِنَّ اور اس کے اخوات کے لئے خبر کی تقدیم میں ایک استثنائی صورۃ کو بیان کرنا ہے کہ اِنَّ وغیرہ کی خبر اپنے اسماء پر مقدم نہیں ہوسکتی مگر جب وہ خبر ظرف ہو تو پھر مقدم ہوسکتی ہے۔ جیسے: اِنَّ اِلَیْنَآ اِیَابَھُمْ

﴿سوال﴾: اِنَّ وغیرہ کی خبر کا ظرف ہونے کی صورت میں مقدم ہونا جائز کیوں ہے؟۔

﴿جواب﴾: جو بات غیر ظرف میں جائز نہیں ہوتی اسے نحوی ظرف میں جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ نحویوں کے ہاں ظروف میں وہ وسعت ہوتی ہے جو غیر ظرف میں نہیں ہوتی۔

خَبْرُ لَا الَّتِیْ لِنَفْیِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ لائے نفی جنس کی خبر کا بیان کرنا ہے۔

هُوَ الْمُسْنَدُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ لائے نفی جنس کی خبر کی تعریف کرنی ہے، کہ لائے نفی جنس کی خبر وہ اسم ہے جو اس لا کے نے کے بعد مسند ہو۔

﴿اعتراض﴾: لائے نفی جنس کی خبر کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ یہ اس یَضْرِبُ پر بھی صادق آتی ہے جو لَا رَجُلَ یَضْرِبُ اَبُوْهُ میں واقع ہے کیونکہ یہ لائے نفی جنس کے واقع ہونے کے بعد مسند تو ہے لیکن خبر نہیں، خبر تو یَضْرِبُ اَبُوْهُ کا مجموعہ ہے۔

﴿جواب﴾: هُوَ الْمُسْنَدُ اصل میں هُوَ الْمُسْنَدُ اِلٰی اِسْمِ لَا الَّتِیْ لِنَفْیِ الْجِنْسِ ہے اور یَضْرِبُ اگرچہ مسند ہے لیکن لائے نفی جنس کے اسم کی طرف مسند نہیں بلکہ اَبُوْهُ کی طرف مسند ہے

﴿نوٹ﴾: لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِیْفٌ فِیْهَا میں فِیْهَا خبر ثانی ہے لا کی ظَرِیْفٌ کا ظرف یا حال نہیں۔

﴿سوال﴾: فِیْهَا! ظَرِیْفٌ کا ظرف یا حال کیوں نہیں؟

﴿جواب﴾: وہ ظرافت جو لطافت طبع کے معنیٰ میں ہو وہ ظرف یا حال۔ سے مقید نہیں ہوتی، اس لئے کہ وہ شخص جو گھر میں ظریف ہوگا وہ باہر بھی ظریف ہی ہوگا۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے مثال مشہور (لَا رَجُلَ فِی الدَّارِ) سے عدول کیوں کیا؟

﴿جواب﴾: مثال مشہور زیادہ واضح نہیں تھی، اس میں یہ بھی احتمال تھا کہ فِی الدَّارِ! رَجُلَ کی صفت ہو اور لا کی خبر محذوف ہو کیونکہ لائے نفی جنس کی خبر بہت زیادہ محذوف ہوتی ہے۔

وَیُحْذَفُ کَثِیْرًا سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ لائے نفی جنس کی خبر کا ایک حال بیان کر رہے ہیں کہ اس کی خبر اکثر و بیشتر محذوف ہوتی ہے۔ جیسے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جو کہ اصل لَا اِلٰهَ مَوْجُوْدٌ اِلَّا اللّٰهُ ہے، اور لفظ اللّٰهُ! مَوْجُوْدٌ کی ضمیر سے بدل ہے۔

بَنُوْ تَمِیْمٍ وَلَا یُثْبِتُوْنَهٗ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ لائے نفی جنس کی خبر کے متعلق بنو تمیم کے اختلاف کو بیان کرنا ہے۔

❁ یاد رہے مصنف علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت دو احتمال کی حامل ہے۔

1: کہ بنو تمیم لائے نفی جنس کی خبر کو لفظاً ظاہر نہیں کرتے، خبر کو مانتے ہیں لیکن ہمیشہ اسے محذوف رکھتے ہیں۔

2: کہ بنو تمیم لائے نفی جنس کی خبر کو بالکل مانتے ہی نہیں نہ لفظاً اور نہ ہی تقدیراً۔

﴿سوال﴾: بنو تمیم لَا رَجُلَ قَائِمٌ جیسی ترکیب کا کیا جواب دیتے ہیں؟

﴿جواب﴾: وہ اس کو خبر پر محمول نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ جہاں بھی کوئی اسم! لائے نفی جنس کے اسم کے بعد ہے وہ خبر

نہیں بلکہ وہ لائے نفی جنس کے اسم کی صفت ہوگی، اور محل پر محمول کرتے ہوئے مرفوع ہے کیونکہ رَجُلَ!لا کی وجہ سے مبنی بر فتح ہے بنی کا تابع اس کے محل کا تابع ہوتا ہے۔

اِسْمُ مَاوَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مَاوَلَاالْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ کے اسم کی تعریف کرنی ہے کہ یہ وہ اسم ہے جوان (مااورلا) میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو۔

﴿سوال﴾: کیا وجہ ہے مصنف علیہ الرحمۃ نے ما کے اسم کو معرفہ اور لا کے اسم کو نکرہ ذکر کیا جیسے مَازَيْدٌ قَائِمًا اور لَارَجُلٌ اَفْضَلَ مِنْكَ

﴿جواب﴾: لا فقط نکرہ میں عمل کرتا ہے اسی لئے لا کے اسم کو نکرہ ذکر کیا جبکہ ما معرفہ اور نکرہ دونوں میں عمل کرتا ہے، چونکہ مسندالیہ میں اصل تعریف ہے بس اسی لئے ما کے اسم کو معرفہ ذکر کیا۔

وَهُوَفِيْ لَا شَاذٌ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ لیس والا عمل لا میں شاذ (قلیل) ہے اس لئے کہ لا کی لیس کے ساتھ مشابہت ناقص ہے اور ما کی مشابہت لیس سے قوی ہے کیونکہ یہ دونوں حال کی نفی کے لئے آتے ہیں جبکہ لا مطلق نفی کے لئے آتا ہے، ما اور لیس کی خبر پر بازائدہ بھی داخل ہوجاتی ہے لیکن لا کی خبر پر بازائدہ نہیں آتی۔

﴿سوال﴾: ما اور لا کو لیس کے ساتھ کس بات میں مشابہت ہے؟

﴿جواب﴾: نفی کا فائدہ دینے میں، مبتدا اور خبر پر داخل ہونے میں۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے آٹھویں مرفوع یعنی افعال ناقصہ کے اسم کو ذکر کیوں نہیں کیا؟

﴿جواب﴾:1 مصنف علیہ الرحمۃ نے اسے لکھا تھا لیکن کاتبین کی غفلت کی وجہ سے وہ بیان رہ گیا۔

﴿جواب﴾:2 . مَاوَلَاالْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ کے ذکر کے ضمن میں اس کا بھی ذکر ہوگیا کیونکہ جب ما اور لا کا عمل لیس والا ہے تو لیس کا عمل بھی ما اور لا والا ہوگا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

منصوبات کا بیان

﴿عبارت﴾:

اَلْمَنْصُوْبَاتُ هُوَ مَااشْتَمَلَ عَلٰى عَلَمِ الْمَفْعُوْلِيَّةِ فَمِنْهُ الْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ وَهُوَاِسْمُ مَافَعَلَهٗ فَاعِلُ فِعْلٍ مَذْكُوْرٍ بِمَعْنَاهُ وَقَدْ يَكُوْنُ لِلتَّاكِيْدِ وَالنَّوْعِ وَالْعَدَدِ نَحْوُجَلَسْتُ جُلُوْسًاوَجِلْسَةً وَجَلْسَةً فَالْاَوَّلُ لَا يُثَنّٰى وَلَا يُجْمَعُ بِخِلَافِ اَخَوَيْهِ

﴿ترجمہ﴾: یہ بحثِ منصوبات ہے،اور منصوب ایسا اسم ہے جو علامتِ مفعولیت پر مشتمل ہو پس اسی میں مفعول مطلق ہےاور مفعول مطلق اس چیز کا نام ہے جسے فعلِ مذکور کے فاعل نے کیا ہو اس کے معنیٰ کے ساتھ،اور کبھی مفعول مطلق تاکید کے لئے ہوتا ہے،کبھی نوع کے لئے ہوتا ہےاور کبھی عدد کے لئے ہوتا ہے۔جیسے: جَلَسْتُ جُلُوْسًا، جَلَسْتُ جِلْسَةً اور جَلَسْتُ جَلْسَةً ،پس اول نہ تثنیہ کیا جاتا ہےاور نہ ہی جمع بنایا جاتا ہے بخلاف اس کے اخوین کے۔

﴿تشریح﴾:

مصنف علیہ الرحمۃ مرفوعات سے فارغ ہوکر منصوبات کو شروع فرمارہے ہیں،سب سے پہلے منصوب کی تعریف کی ہے کہ منصوب وہ اسم ہے جو مفعول ہونے کی علامت پر مشتمل ہو۔

﴿نوٹ﴾: منصوبات !منصوب کی جمع ہے نہ کہ منصوبۃ کی تفصیل اَلْمَرْفُوْعَاتُ کے تحت گزر چکی ہے۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے منصوبات کو مجرورات پر مقدم کیوں کیا؟

﴿جواب﴾: چونکہ منصوبات کی تعداد مجرورت کی بنسبت زیادہ ہےاور قاعدہ ہے اَلْعِزَّةُ لِلتَّكَاثُرِ کہ عزت کثرت والوں کے لئے ہوتی ہے،اور دوسری بات یہ ہے نصب !بنسبت جر کے خفیف ہوتا ہے اسی لئے منصوبات کو مجرورات پر مقدم کردیا۔

﴿سوال﴾: اگر نصب !منصوب کی علامت ہے تو غیر مفعول (حال وتمییز،مستثنیٰ وغیرہ) میں کیوں پایا جاتا ہے؟ حالانکہ قاعدہ ہے کہ عَلَامَةُ الشَّيْءِ مَايُوْجَدُ فِيْهِ وَلَا يُوْجَدُ فِيْ غَيْرِهٖ کہ شے کی علامت اسی شے میں ہی پائی جاتی غیر میں نہیں پائی

جاتی۔

﴿جواب﴾: مفعول سے مراد عام ہے خواہ حقیقۃً ہو جیسے مفاعیل خمسہ یا حکماً ہو جیسے حال وتمیز۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے تعریفِ منصوب میں عَلٰی عَلَمِ الْمَفْعُوْلِیَّۃِ کہا ہے عَلٰی الْمَفْعُوْلِیَّۃِ کیوں نہیں کہا؟

﴿جواب﴾: تا کہ تعریفِ منصوب سے مَفْعُوْلُ مَالَمْ یُسَمَّ فَاعِلُہٗ خارج ہو جائے کیونکہ یہ مفعولیت کی علامت پر مشتمل نہیں بلکہ مفعول کے معنیٰ پر مشتمل ہے۔

﴿فائدہ﴾: مفعولیت کی چار علامات ہیں۔

1: فتحہ۔ جیسے: رَئَیْتُ زَیْدًا ۔ 2: کسرہ۔ جیسے: رَئَیْتُ مُسْلِمَاتٍ۔

3: الف۔ جیسے: رَئَیْتُ اَبَاکَ۔ 4: یا۔ جیسے: رَئَیْتُ مُسْلِمِیْنَ ۔

فَمِنْہُ الْمَفْعُوْلُ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مفعول مطلق کی تعریف کرنی ہے کہ مفعول مطلق اس چیز کا نام ہے جس کو فعلِ مذکور کے فاعل نے کیا ہو اور وہ فعلِ مذکور مفعول مطلق کے معنیٰ پر مشتمل ہو۔

﴿سوال﴾: مفعول مطلق کو باقی منصوبات پر مقدم کیوں کیا؟

﴿جواب﴾: مفعول مطلق بغیر کسی قید کے منصوب ہوتا ہے اور دیگر مفاعیل کسی نہ کسی حرف سے مقید ہیں، جیسے کہیں لام مقدر ہوتا ہے کہیں فی مقدر ہوتا ہے اور کوئی ایسے واؤ کے بعد ہوتا ہے جو بمعنیٰ مع ہے، البتہ مفعول بہ کا نصب کسی حرف سے مقید نہیں لیکن یہ کبھی مجرور ہوتا ہے۔ جیسے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ذَھَبَ اللّٰہُ بِنُوْرِھِمْ جبکہ مفعول میں اصل نصب ہے جو کہ مفعول بہ میں ہمیشہ نہیں رہتا، بخلاف مفعول مطلق کے کہ یہ ہمیشہ منصوب ہوتا ہے لہٰذا مفعول مطلق کو ہی مقدم کرنا اولیٰ ہے۔

﴿سوال﴾: مفعول مطلق کا نام مفعول مطلق کیوں رکھا گیا ہے؟

﴿جواب﴾: یہ کسی بھی چیز سے مقید نہیں بخلاف دیگر مفاعیل کے جن میں کچھ بَا سے مقید ہیں کچھ لَامَ سے مقید ہیں اور کچھ فِیْ سے مقید ہیں۔

﴿سوال﴾: مفعول مطلق بھی تو قیدِ اطلاق سے مقید ہے؟

﴿جواب﴾: یہ قید! بیانِ اطلاق کے لیئے ہے یعنی اس کے مطلق ہونے کو بیان کرنے کے لئے ہے تقیید کے لئے نہیں۔

﴿اعتراض﴾: مفعول مطلق کی تعریف اپنے افراد کو جامع نہیں کیونکہ یہ مَوْتًا، جَسَامَۃً اور شَرْفًا پر صادق نہیں آتی جو

مَاتَ زَیْدٌ مَوْتًا، جَسُمَ بَکْرٌ جَسَامَۃً، شَرُفَ عَمْرٌو شَرْفًا میں واقع ہے کیونکہ انہیں فعل مذکور کے فاعل نہیں کیا بلکہ ان افعال کو اللہ نے کیا ہے حالانکہ یہ سب مفعول مطلق ہیں۔

﴿جواب﴾: فاعل کے مفعول مطلق کو کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ فاعل کے ساتھ قائم ہو اس کا اسناد فاعل کی طرف صحیح ہو یہ مراد نہیں کہ فاعل اس میں مؤثر ہو اور اس کا موجد بھی ہو پس اب تعریف مفعول مطلق مَوْتًا، جَسَامَۃً اور شَرْفًا پر بھی صادق آجائے گی جو مَاتَ زَیْدٌ مَوْتًا، جَسُمَ بَکْرٌ جَسَامَۃً، شَرُفَ عَمْرٌو شَرْفًا میں واقع ہے کیونکہ یہ فاعل کے ساتھ اس طرح قائم ہیں کہ ان کی نسبت واسناد فاعل کی طرف صحیح ہے۔

﴿سوال﴾: مفعول مطلق کی تعریف جامع نہیں کیونکہ یہ اس ضَرْبًا پر صادق نہیں آتی جو ضَارِبٌ ضَرْبًا میں واقع ہے کیونکہ اسے فعل مذکور کے فاعل نے نہیں کیا بلکہ صیغہ صفت کے فاعل نے کیا ہے۔

﴿جواب﴾: فعل سے مراد عام ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً ہو یا معنیً ہو، مذکورہ مثال میں اگرچہ حقیقۃً یا حکماً فعل نہیں لیکن معنیً فعل ضرور ہے کیونکہ صیغہ صفت میں معنیٔ فعل پایا جارہا ہے۔

وَقَدْ یَکُوْنُ لِلتَّاکِیْدِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مفعول مطلق کی تقسیم بیان کرنی ہے۔ کہ مفعول مطلق کی تین قسمیں ہیں۔

1: مفعول تاکیدی جیسے جَلَسْتُ جُلُوْسًا۔ 2: مفعول مطلق نوعی جیسے جَلَسْتُ جِلْسَۃً

3: مفعول مطلق عددی جیسے جَلَسْتُ جَلْسَۃً

﴿سوال﴾: وَقَدْ یَکُوْنُ لِلتَّاکِیْدِ میں قد کا استعمال درست نہیں کیونکہ یہ مضارع پر تقلیل کے لئے آتا ہے لہٰذا اگر یہ مفعول مطلق عددی اور مفعول مطلق نوعی کے لئے ہو تو درست ہے کیونکہ ان کا استعمال قلیل ہے، لیکن اگر قد کا استعمال مفعول مطلق تاکیدی کے لئے ہو تو درست نہیں کیونکہ مفعول مطلق تاکیدی بالکثرت آیا کرتا ہے۔

﴿جواب﴾: مضارع پر آنے والا قد ہمیشہ تقلیل کے لئے نہیں آیا کرتا بلکہ اکثر و بیشتر تو تقلیل کے لئے ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی تحقیق کے لئے بھی ہوتا ہے اور یہاں بھی تحقیق کے لئے ہے۔

فَالْاَوَّلُ لَا یُثَنّٰی الخ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مفعول مطلق کی اقسام کے احکام بیان کرنے ہیں۔ کہ مفعول مطلق کا تثنیہ وجمع نہیں لایا جاسکتا، کیونکہ یہ ایسی ماہیت پر دلالت کرتا ہے جو تعدد سے مجرد ہے جبکہ تثنیہ وجمع تعدد کو مستلزم ہیں لہٰذا ممکن ہی نہیں کہ مفعول مطلق

تاکیدی کا تثنیہ وجمع لایا جاسکے، جبکہ مفعول مطلق نوعی اور عددی کا تثنیہ وجمع لایا جاسکتا ہے۔

﴿عبارت﴾:

وَقَدْ يَكُوْنُ بِغَيْرِ لَفْظِهٖ نَحْوُ قَعَدْتُّ جُلُوْسًا وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا كَقَوْلِكَ لِمَنْ قَدِمَ خَيْرَ مَقْدَمٍ وَوُجُوْبًا سَمَاعًا مِثْلُ سَقْيًا وَرَعْيًا وَخَيْبَةً وَجَدْعًا وَحَمْدًا وَشُكْرًا وَعَجَبًا .

﴿ترجمہ﴾: کبھی مفعول مطلق اپنے فعل کے لفظ کا مغائر ہوتا ہے اور کبھی مفعول مطلق کے فعل کا قرینہ پائے جانے کی وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے: تمہارا قول اس شخص کے لئے جو اپنے سفر سے آئے خَيْرَ مَقْدَمٍ اور کبھی مفعول مطلق کو حذف کیا جاتا ہے بطورِ وجوب، اور یہ حذف سماع پر موقوف ہے۔ جیسے: سَقْيًا، اور رَعْيًا، اور خَيْبَةً، اور جَدْعًا، اور حَمْدًا، اور شُكْرًا، اور عَجَبًا

﴿تشریح﴾:

وَقَدْ يَكُوْنُ بِغَيْرِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک وہم کا ازالہ کرنا ہے۔ وہم یہ تھا کہ شاید مفعول مطلق تاکیدی اپنے فعل کا مغائر نہ ہو کیونکہ تاکید معنوی الفاظِ مخصوصہ سے ہوتی ہے تو اس کا جواب یہ دیا کہ مفعول مطلق تاکیدی اپنے فعل مذکور کا غیر بھی ہوسکتا ہے۔ جیسے: قَعَدْتُّ جُلُوْسًا۔

❁ اور اسی عبارت سے ہی غرض ایک اختلافی مسئلہ میں اپنا مذہب مختار بیان کرنا ہے۔ اختلافی مسئلہ یہ تھا کہ مفعول مطلق اپنے فعل کا مغائر ہوسکتا ہے یا نہیں، امام سیبویہ کے نزدیک نہیں ہوسکتا، جبکہ امام مبرد اور امام کسائی کے نزدیک ہوسکتا ہے تو مصنف علیہ الرحمۃ نے اس عبارت کو لا کر اشارہ کر دیا کہ میں اس مسئلہ میں امام مبرد اور امام کسائی کا تابع ہوں۔

﴿اعتراض﴾: صاحب کافیہ اختصار کے مقتضی ہیں اور اختصار اسی میں تھا کہ مصنف علیہ الرحمۃ یہ عبارت وَقَدْ يَكُوْنُ بِغَيْرِ الخ: ذکر نہ کرتے کیونکہ مفعول مطلق کی تعریف میں یہ قید لگائی ہی نہیں گئی تھی کہ مفعول مطلق اپنے فعل کا مغائر نہ ہو تو اس سے ضمناً یہ بات بھی تعریف میں آ گئی تھی کہ کبھی کبھی مفعول مطلق اپنے فعل کا مغائر بھی ہوسکتا ہے۔

﴿جواب﴾: یہ بات اگرچہ معلوم ہو رہی تھی لیکن یہ نہیں معلوم ہو رہا تھا کہ مفعول مطلق کا اپنے فعل کے مغائر ہونا قلیل الاستعمال ہے یا کثیر الاستعمال ہے تو مصنف علیہ الرحمۃ نے وَقَدْ يَكُوْنُ بِغَيْرِ الخ: کہہ کر اس کا قلیل الاستعمال ہونا بیان کر دیا۔

﴿اعتراض﴾: لفظ غَيْر کا معنیٰ لا اور سوا آتا ہے پس معنیٰ یہ ہوگا کہ کبھی مفعول مطلق اپنے فعل کے لفظ کے سوا اور علاوہ ہوتا ہے جبکہ مثال قَعَدْتُّ جُلُوْسًا ذکر کی گئی ہے جس میں مفعول مطلق فعل کے لفظ کے سوا نہیں بلکہ فعل کے ساتھ مذکور ہے۔

﴿جواب﴾: یہاں غَيْر بمعنیٰ مغائر ہے اب معنیٰ یہ ہوگا کہ مفعول مطلق اپنے فعل کے لفظ کا مغائر ہوتا ہے۔

جیسے قَعَدْتُ جُلُوْسًا

وَقَدْ یُحْذَفُ الْفِعْلُ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مفعول مطلق کا حکم بیان کرنا ہے۔ کہ اس کے ناصب کو کبھی کبھی جوازاً حذف بھی کر دیا جاتا ہے جب کوئی قرینہ پایا جا رہا ہو، اور قرینہ خواہ حالیہ ہو یا مقالیہ۔

قرینہ حالیہ کی مثال: خَیْرَ مَقْدَمٍ جو کہ اصل میں قَدِمْتَ قُدُوْمًا خَیْرَ مَقْدَمٍ تھا، چونکہ یہ الفاظ مخاطب کو اس کے سفر سے لوٹنے کے وقت کہے جاتے ہیں تو اختصار کے پیش نظر آنے کے معنیٰ پر مشتمل فعل کو حذف کر دیا تو قُدُوْمًا خَیْرَ مَقْدَمٍ باقی رہ گیا جس میں قُدُوْمًا موصوف کو حذف کر کے اس کی صفت خَیْرَ مَقْدَمٍ کو قائم مقام کر دیا۔

قرینہ مقالیہ کی مثال: کہ جب کوئی کہے کَمْ اَضْرِبُ زَیْدًا تو اس کے جواب میں کہا جائے ثَلَاثَ ضَرَبَاتٍ تو اس کا فعل اِضْرِبْ سوال میں مذکور ہونے کے قرینہ کے ساتھ جوازاً محذوف ہوگا۔

﴿سوال﴾: آپ نے خَیْرَ مَقْدَمٍ کو مفعول مطلق قرار دیا حالانکہ خَیْرَ تو اسم تفضیل ہے جبکہ مفعول مطلق ہونے کے لئے مصدر ہونا ضروری ہے۔

﴿جواب﴾: خَیْرَ مَقْدَمٍ صفت ہے قُدُوْمًا موصوف مفعول کی، اور موصوف وصفت کا حکم ایک ہوتا ہے۔

﴿سوال﴾: جس طرح فعل کو حذف کرنا جائز ہے اسی طرح شبہ فعل کو بھی حذف کرنا جائز ہے تو پھر فعل کی تخصیص کیوں؟۔

﴿جواب﴾: فعل سے مراد ناصبِ مفعول مطلق ہے اور ناصب اِفعل وشبہ فعل دونوں ہیں۔

﴿سوال﴾: حذفِ فعل اِفعل کے احوال میں سے ہے جبکہ یہاں بحث مفعول مطلق کی ہے، مفعول مطلق کی بحث میں حذف فعل کا ذکر لایعنی (فضول) امر نہیں؟۔

﴿جواب﴾: فعل سے مراد وہ فعل ہے جو ناصبِ مفعول مطلق ہو، اور جو فعل اِمفعول مطلق کے لئے ناصب ہو وہ مفعول مطلق کے متعلقات میں سے ہے، لایعنی امر کیسے ہوسکتا ہے۔

وَوُجُوْبًا سَمَاعًا سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مفعول مطلق کا دوسرا حکم بیان کرنا ہے کہ کبھی کبھی مفعول مطلق کے فعل کو وجوباً حذف کیا جاتا ہے، اور پھر اس وجوبی حذف کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) سماعی۔ (۲) قیاسی۔

❁ سماعی کا مطلب یہ ہے کہ اس حذف کا کوئی قاعدہ وکلیہ نہیں، وہ صرف اہل عرب سے سنا گیا ہے۔ جیسے سَقْیًا اصل میں سَقَاكَ اللّٰهُ سَقْیًا ہے، اور رَعْیًا اصل میں رَعَاكَ اللّٰهُ رَعْیًا ہے، اور خَیْبَةً اصل میں خَابَ الرَّجُلُ خَیْبَةً ہے، اور جَدْعًا اصل میں جَدَعَ جَدْعًا ہے، اور حَمْدًا اصل میں حَمِدْتُ حَمْدًا ہے، اور شُکْرًا اصل میں شَکَرْتُكَ شُکْرًا ہے، اور عَجَبًا اصل میں عَجِبْتُ عَجَبًا ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے کہا ان مثالوں میں مفعول مطلق کے عامل کو وجوباً حذف کر دیا جاتا ہے حالانکہ اہل عرب یوں

کہتے رہتے ہیں کہ شَكَرْتُكَ شُكْرًا، عَجِبْتُ اور حَمِدْتُ اللهَ حَمْدًا ۔

﴿جواب﴾: ان مقامات پر مصادر کو افعال کے ساتھ ذکر کرنا فصحاء کی عادت نہیں بلکہ غیر فصحاء کا مزاج ہے اور ہماری بحث فصحاء کے بارے میں ہے، غیر فصحاء کے بارے میں نہیں۔

﴿عبارت﴾:

وَقِيَاسًا فِيْ مَوَاضِعَ مِنْهَا مَاوَقَعَ مُثْبَتًا بَعْدَ نَفْيٍ اَوْمَعْنٰى نَفْيٍ دَاخِلٍ عَلٰى اِسْمٍ لَايَكُوْنُ خَبَرًا عَنْهُ اَوْوَقَعَ مُكَرَّرًا نَحْوُمَااَنْتَ اِلَّا سَيْرًا وَمَااَنْتَ اِلَّا سَيْرَالْبَرِيْدِ اِنَّمَااَنْتَ سَيْرًا وَزَيْدٌ سَيْرًاسَيْرًا وَمِنْهَامَاوَقَعَ تَفْصِيْلًالِاَثَرِمَضْمُوْنِ جُمْلَةٍ مُّتَقَدِّمَةٍ مِثْلُ فَشُدُّوالْوَثَاقَ فَاِمَّامَنًّابَعْدُوَاِمَّافِدَاءً

﴿ترجمہ﴾: اور کبھی مفعول مطلق کے فعل کو قیاسی طور پر حذف کرنا واجب ہے، جن میں سے ایک مقام وہ ہے کہ جہاں مفعول مطلق مثبت واقع ہو نفی یا معنیٰ نفی کے بعد اور نفی یا معنیٰ نفی ایسے اسم پر داخل ہو کہ مفعول مطلق اس کی خبر نہ بن سکے، یا مفعول مطلق مکرر واقع ہو جیسے مَااَنْتَ اِلَّا سَيْرًا وَمَااَنْتَ اِلَّا سَيْرَالْبَرِيْدِ اِنَّمَااَنْتَ سَيْرًا وَزَيْدٌ سَيْرًاسَيْرًا اور انہی میں سے ایک مقام وہ ہے کہ جب مفعول مطلق جملہ سابقہ کے مضمون کی غرض کی تفصیل واقع ہو جیسے فَشُدُّواالْوَثَاقَ فَاِمَّامَنًّابَعْدُوَاِمَّافِدَاءً

﴿تشریح﴾:

وَقِيَاسًافِيْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ان مقامات میں سے مقام اول کو بیان کرنا ہے کہ جہاں مفعول مطلق کے فعل کو قیاسی طور پر حذف کرنا واجب ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ مفعول مطلق جو مثبت ہو اور نفی یا معنیٰ نفی کے بعد واقع ہو اور وہ نفی یا معنیٰ نفی ایسے اسم پر داخل ہو کہ مفعول مطلق اس اسم کی خبر نہ بن سکے۔

جیسے مَااَنْتَ اِلَّا سَيْرًا...... مَااَنْتَ اِلَّا سَيْرَالْبَرِيْدِ جو کہ اصل میں مَااَنْتَ اِلَّاتَسِيْرُ سَيْرًا...... مَااَنْتَ اِلَّاتَسِيْرُسَيْرَالْبَرِيْدِ دونوں مثالوں میں سَيْرًا اور سَيْرَالْبَرِيْدِ مفعول مطلق ہیں، اور مثبت ہیں اور اس نفی (مَا) کے بعد واقع ہیں جو اس اسم (اَنْتَ) پر داخل ہے کہ جس کی وہ مفعول مطلق خبر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے کیونکہ دونوں مثالوں میں مفعول مطلق مصدر ہیں جو کہ وصف محض ہوتا ہے اور اَنْتَ ذات ہے اور وصف محض کا ذات پر حمل نہیں ہو سکتا۔

﴿سوال﴾: مثال سے مقصود ممثل لہٗ کی وضاحت ہوتی ہے اور وہ ایک مثال سے ہی ہو جاتی ہے مصنف نے دو مثالیں کیوں دیں۔

﴿جواب﴾: دو مثالیں اس امر پر تنبیہ کرنے کے لئے دی ہیں کہ مفعول مطلق کبھی نکرہ ہوتا ہے اور کبھی معرفہ ہوتا ہے۔

اَوْوَقَعَ مُكَرَّرًا الخ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ان مقامات میں سے مقام ثانی کو بیان کرنا ہے کہ جہاں مفعول مطلق کے فعل کو قیاسی طور پر حذف کرنا واجب ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مفعول مطلق مکرر ہو اور اس سے پہلے ایسا اسم ہو کہ جس کی مفعول مطلق خبر نہ بن سکے جیسے زَيْدٌ سَيْرًا سَيْرًا جو کہ اصل میں زَيْدٌ يَسِيْرُ سَيْرًا سَيْرًا تھا چونکہ مفعول مطلق کا تکرار تھا اور مفعول مطلق ماقبل اسم (زَيْدٌ) کی خبر بننے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتا کیونکہ مفعول مطلق مصدر ہے اور مصدر وصف محض ہوتا ہے اور زَيْدٌ ذات ہے اور وصف محض کا حمل ذات پر نہیں ہو سکتا۔

﴿سوال﴾: مذکورہ آپ کا بیان کردہ ضابطہ درست نہیں کیونکہ فرمان باری تعالیٰ كَلَّا اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا میں دَكًّا دَكًّا مفعول مطلق ہے جو کہ مکرر ہے حالانکہ اس کا فعل (دُكَّتْ) مذکور ہے محذوف نہیں؟

﴿جواب﴾: یہاں مفعول مطلق کے تکرار کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مفعول مطلق مکرر ایسے اسم کے بعد واقع ہو جو خبر کا تقاضا کرنے والا ہو اور وہ اس کی خبر بننے کی صلاحیت نہ رکھے، كَلَّا اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا میں دَكًّا دَكًّا ایسے اسم کے بعد واقع نہیں جو اسے خبر بنانا چاہتا ہو بلکہ وہ ایسے اسم (الْاَرْضُ) کے بعد واقع ہے جو خبر کو چاہتا ہی نہیں۔

وَمِنْهَا مَاوَقَعَ تَفْصِيْلًا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ تیسرا مقام بیان کرنا ہے کہ جہاں مفعول مطلق کے فعل کو قیاسی طور پر حذف کرنا واجب ہے کہ وہ مفعول مطلق جو گذشتہ جملہ کے مضمون کی غرض وغایت کی تفصیل بیان کرنے کے لئے ہو اس کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے۔

مضمون جملہ نکالنے کا طریقہ :

اگر جملہ فعلیہ ہو تو مضمون جملہ نکالنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ فعل سے مصدر نکال کر فاعل یا مفعول کی طرف مضاف کر دیں جیسے ضَرَبَ زَيْدٌ کا مضمون جملہ ضَرْبُ زَيْدٍ ہے اگر جملہ اسمیہ ہو تو خبر کا مصدر نکال کر مبتدأ کی طرف مضاف کر دیا جائے جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ کا مضمون جملہ قِيَامُ زَيْدٍ ہے۔

مِثْلُ فَشُدُّوا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مقام ثالث کی مثال بیان کرنی ہے کہ فرمان باری تعالیٰ مِثْلُ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ (کہ تم انہیں رسیوں سے باندھ دو) جملہ ہے جس کا مضمون شَدُّ الْوَثَاقِ ہے جس سے غرض مطلوب یا تو مَنًّا (احسان کرنا) ہے یا فِدَاءً (فدیہ لیکر چھوڑ دینا) ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے قول مَنًّا اور فِدَاءً سے اسی غرض کی تفصیل بیان کر دی، پس مَنًّا اور فِدَاءً یہ مفعول مطلق ہیں جو گزشتہ جملہ کے مضمون کی غرض وغایت کی تفصیل کے بیان میں واقع ہیں لہٰذا ان کے فعل کو وجوبی طور پر حذف کر دیا گیا ہے، یہ اصل میں فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا تَمُنُّوْنَ مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا تَفِدُوْنَ فِدَاءً تھا۔

﴿عبارت﴾:

وَمِنْهَا مَا وَقَعَ لِلتَّشْبِيْهِ عِلَاجًا بَعْدَ جُمْلَةٍ مُشْتَمِلَةٍ عَلٰى اِسْمٍ بِمَعْنَاهُ وَصَاحِبِهٖ نَحْوُ مَرَرْتُ بِهٖ فَاِذَا لَهٗ صَوْتٌ صَوْتَ حِمَارٍ وَصِرَاخٌ صِرَاخَ الثَّكْلٰى وَمِنْهَا مَا وَقَعَ مَضْمُوْنَ جُمْلَةٍ لَا مُحْتَمَلَ لَهَا غَيْرُهٗ نَحْوُ لَهٗ عَلَيَّ اَلْفُ دِرْهَمٍ اِعْتِرَافًا وَيُسَمّٰى تَاكِيْدًا لِنَفْسِهٖ وَمِنْهَا مَا وَقَعَ مَضْمُوْنَ جُمْلَةٍ لَهَا مُحْتَمَلٌ غَيْرُهٗ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ حَقًّا وَيُسَمّٰى تَاكِيْدًا لِغَيْرِهٖ وَمِنْهَا مَا وَقَعَ مُثَنًّى مِثْلُ لَبَّيْكَ وَ سَعْدَيْكَ

﴿ترجمہ﴾: اورانہی مقامات میں سے ایک وہ مقام ہے کہ جہاں مفعول مطلق تشبیہ کے لئے ہواور افعالِ جوارح میں سے کسی فعل پر دلالت کرنے والا ہواور ایسے جملے کے بعد واقع ہو جو جملہ مفعول مطلق کے ہم معنیٰ اسم پر مشتمل ہواور صاحبِ اسم پر مشتمل ہو، جیسے مَرَرْتُ بِهٖ فَاِذَا لَهٗ صَوْتٌ صَوْتَ حِمَارٍ و مَرَرْتُ بِهٖ فَاِذَا لَهٗ صِرَاخٌ صِرَاخَ الثَّكْلٰى (عورت جس کا بچہ مرگیا ہو) اورانہی مقامات میں سے ایک وہ ہے کہ جہاں مفعول مطلق ایسے جملے کا مضمون ہو کہ جس میں مفعول مطلق کے معنیٰ کے علاوہ دوسرے معنیٰ کا احتمال نہ ہو جیسے لَهٗ عَلَيَّ اَلْفُ دِرْهَمٍ اِعْتِرَافًا (مجھ پر ایک ہزار درہم واجب ہیں اور میں ان کا اعتراف کرتا ہوں) مفعول مطلق کی اس قسم کو تاکید لنفسہٖ کہتے ہیں۔

اورانہی مقامات میں سے ایک وہ ہے کہ جہاں مفعول مطلق ایسے جملے کا مضمون واقع ہو کہ جس میں مفعول مطلق کے معنیٰ کے علاوہ دوسرے معنیٰ کا بھی احتمال ہو جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ حَقًّا اور مفعول مطلق کی اس قسم کو تاکید لغیرہ کہتے ہیں اورانہیں مقامات میں سے ایک وہ ہے کہ جہاں مفعول مطلق تثنیہ کے صیغے پر مشتمل ہو جیسے لَبَّيْكَ (میں تیری خدمت کے لئے حاضر ہوں) سَعْدَيْكَ (میں تیری مدد کرتا ہوں)۔

﴿تشریح﴾:

وَمِنْهَا مَا وَقَعَ لِلتَّشْبِيْهِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ان مقامات میں سے چوتھا مقام بیان کرنا ہے کہ جہاں مفعول مطلق کے فعل کو قیاسی طور پر حذف کرنا واجب ہے کہ وہ مفعول مطلق جس کے ساتھ کسی چیز کو تشبیہ دی گئی ہواور وہ اپنے فعل پر دلالت کرے جو افعال جوارح میں سے ہو یعنی وہ مفعول مطلق اس فعل پر دلالت کرے جس فعل کے پیدا ہونے میں کسی عضو کے متحرک ہونے کی ضرورت پڑے جیسے ضَرْب و شَتَم اور ایسے جملے کے بعد واقع ہو جو جملہ مفعول مطلق کے ہم معنیٰ اسم پر مشتمل ہواور صاحبِ اسم پر مشتمل ہو جیسے مَرَرْتُ بِهٖ فَاِذَا لَهٗ صَوْتٌ صَوْتَ حِمَارٍ جو کہ اصل میں مَرَرْتُ بِهٖ فَاِذَا لَهٗ صَوْتٌ يَصُوْتُ صَوْتَ حِمَارٍ ہے۔

اس مثال میں صَوْتَ حِمَارٍ مفعول مطلق ہے اس کے ساتھ مَرْوُرْبِہٖ یعنی جس شخص پر میرا گزر ہوا اس کی آواز کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، اور صَوْتْ! افعال جوارح میں سے ہے یعنی ظاہری اعضاء کے افعال میں سے ہے، اور ایسے جملے کے بعد واقع ہے جو جملہ مفعول مطلق کے ہم معنیٰ اسم پر مشتمل ہے اور وہ جملہ لَهٗ صَوْتٌ ہے جس میں صَوْت مفعول مطلق کا ہم معنیٰ اسم ہے اور وہ جملہ !صاحب اسم (صَاحِبِ صَوْت) پر بھی مشتمل ہے جو لَـهٗ کی ضمیر مجرور ہے پس ایسے مفعول مطلق کے فعل کو حذف کر دینا واجب ہے۔

﴿سوال﴾: عِلَاجًا کو وَقَعَ کی ضمیر سے حال بنانا درست نہیں کیونکہ حال کا ذوالحال پر حمل ہوتا ہے اور یہاں عِلَاجًا کا حمل مفعول مطلق پر درست نہیں کیونکہ علاج کا معنیٰ ہوتا ہے بیماری کو دور کرنے والا، اور مفعول مطلق بیماری دور نہیں کرتا۔

﴿جواب﴾: علاج سے مراد وہ علاج نہیں جو اطباء کرتے ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ افعال جوارح میں کسی فعل پر دلالت کرتا ہو۔

﴿اعتراض﴾: مثال! ممثل لہٗ کے مطابق نہیں کیونکہ ممثل لہٗ مفعول مطلق ہے اور صَوْتَ حِمَارٍ مفعول مطلق نہیں کیونکہ مفعول مطلق کے لئے مصدر ہونا ضروری ہے جبکہ صَوْت مصدر نہیں کیونکہ مصدر کی علامت ہے کہ اردو میں اس کے آخر میں نا آتا ہے۔ جیسے: ضَرْبٌ کا معنیٰ ہے مارنا، لیکن صَوْت کا معنیٰ صرف ''آواز'' ہے۔

﴿جواب﴾: یہاں لفظِ صوت! تصویت کے معنیٰ میں ہے بمعنیٰ آواز نکالنا، لہٰذا اس کا مفعول مطلق ہونا درست ہوا۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے اس ضابطے کی دو مثالیں کیوں بیان کی ہیں حالانکہ ممثل لہٗ کی وضاحت کے لئے تو ایک مثال ہی کافی تھی؟

﴿جواب﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے دو مثالیں دو نکتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے دی ہیں۔

1: تاکہ معلوم ہو جائے کہ مفعول مطلق کبھی اسم غیر ذوالعقول بھی ہوتا ہے۔ جیسے: مثال اول میں اور کبھی ذوالعقول بھی ہوتا ہے۔ جیسے: مثال ثانی میں۔

2: یا یہ کہ مفعول مطلق کبھی نکرہ کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ جیسے: مثال اول میں اور کبھی معرفہ کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ جیسے: مثال ثانی میں۔

وَمِنْهَا مَاوَقَعَ مَضْمُوْنَ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ان مقامات میں سے پانچواں مقام بیان کرنا ہے کہ جہاں مفعول مطلق کے فعل کو قیاسی طور پر حذف کرنا واجب ہے۔

کہ وہ مفعول مطلق جو ایسے جملے کا مضمون اور خلاصہ ہو کہ جس میں مفعول مطلق کے معنیٰ کے علاوہ کسی دوسرے معنیٰ کا

احتمال نہ ہو جیسے لَہٗ عَلَیَّ اَلْفُ دِرْھَمٍ اِعْتِرَافًا جو کہ اصل میں لَہٗ عَلَیَّ اَلْفُ دِرْھَمٍ اِعْتَرَفْتُ اِعْتِرَافًا اس میں اِعْتِرَافًا مفعول مطلق ہے جو کہ لَہٗ عَلَیَّ اَلْفُ دِرْھَمٍ کا خلاصہ اور مضمون ہے اور یہ جملہ (لَہٗ عَلَیَّ اَلْفُ دِرْھَمٍ) مفعول مطلق کے سوا کسی اور معنیٰ کا بھی احتمال نہیں رکھتا، کیونکہ اس جملے سے متکلم کا مقصود ایک ہزار درہم کا اقرار کرنا ہے پس ایسے مفعول مطلق کے فعل حذف کرنا واجب ہے۔

❁ مفعول مطلق کی اس قسم کو تاکید لنفسہٖ کہتے ہیں۔

وَمِنْهَا مَا وَقَعَ مَضْمُوْنَ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ان مقامات میں سے چھٹا مقام بیان کرنا ہے کہ جہاں مفعول مطلق کے فعل کو قیاسی طور پر حذف کرنا واجب ہے۔

کہ وہ مفعول مطلق جو ایسے جملے کا مضمون اور خلاصہ واقع ہو جس میں مفعول مطلق کے معنیٰ کے علاوہ کسی دوسرے معنیٰ کا بھی احتمال ہو جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ حَقًّا اصل میں زَیْدٌ قَائِمٌ اَحِقُّ حَقًّا (زید کھڑا ہے میں حق بات کہہ رہا ہوں حق بات کہنا) ہے اس مثال میں زَیْدٌ قَائِمٌ کے جملہ خبریہ ہونے کی وجہ سے سچ کا بھی احتمال تھا اور جھوٹ کا بھی احتمال تھا تو مفعول مطلق (حَقًّا) نے سچ والے احتمال کی تائید کر دی، مفعول مطلق کی اس قسم کو تاکید لغیرہٖ کہتے ہیں۔

وَمِنْهَا مَا وَقَعَ مُثَنًّى الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ساتواں مقام بیان کرنا ہے جہاں مفعول مطلق کے فعل کو قیاسی طور پر حذف کرنا واجب ہے کہ وہ مفعول مطلق جو تثنیہ کی صورت میں ہو اس کے فعل کو بھی حذف کرنا واجب ہے۔ جیسے: لَبَّیْكَ وَ سَعْدَیْكَ

❁ لَبَّیْكَ اصل میں اُلِبُّ لَكَ اِلْبَابَیْنِ تھا، اُلِبُّ فعل کو حذف کر کے مفعول مطلق کو اس کے قائمقام کر دیا تو اِلْبَابَیْنِ لَكَ ہو گیا، پھر مزید فیہ کے مصدر کو مجرد کی طرف لوٹا دیا تو لَبَّیْنِ لَكَ ہو گیا، پھر لام جارہ کو حذف کر کے مصدر کو ضمیر مخاطب کی طرف مضاف کر دیا اور نون تثنیہ اضافت کی وجہ سے گر گیا تو لَبَّیْكَ ہو گیا۔

❁ سَعْدَیْكَ بھی اسی طرح ہے کہ اصل میں اُسْعِدُكَ اِسْعَادَیْنِ تھا فعل کو حذف کر کے مفعول مطلق کو اس کے قائمقام کر دیا پھر مزید فیہ کے مصدر کو مجرد کو طرف لوٹا کر ضمیر مخاطب کی طرف سَعْدَیْنِ کی اضافت کر دی اور اضافت کی وجہ سے نون گر گیا تو سَعْدَیْكَ بن گیا۔

﴿سوال﴾: اس مقام کو وجوبی شمار کرنا درست نہیں کیونکہ ضَرَبْتُ ضَرْبَیْنِ میں مفعول مطلق تثنیہ ہے لیکن فعل کو حذف نہیں کیا گیا۔

﴿جواب﴾: مثنیٰ سے مراد وہ جو صورۃً تثنیہ ہو، نہ کہ وہ جو حقیقۃً تثنیہ ہو، جبکہ آپ کی بیان کردہ مثال میں حقیقۃً تثنیہ ہے۔

﴿سوال﴾: قرآن پاک میں فَارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ ہے جس میں کَرَّتَیْنِ حقیقۃً تثنیہ نہیں بلکہ صورۃً تثنیہ ہے کیونکہ اس

سے تثنیہ والا معنیٰ مراد نہیں لیکن پھر بھی اس کے فعل کو حذف نہیں کیا گیا۔

﴿جواب﴾: صورۃً تثنیہ ہونے کے ساتھ ساتھ یہاں ایک اور قید بھی ملحوظ ہے جو اگر چہ مذکور نہیں لیکن مثال کے ضمن میں بیان کردی گئی ہے اور وہ ہے کہ وہ فاعل یا مفعول کی طرف مضاف ہو جبکہ آپ کی بیان کردہ آیت میں کَرَّتَیْنِ مضاف نہیں۔

﴿عبارت﴾:

اَلْمَفْعُوْلُ بِهٖ هُوَمَاوَقَعَ عَلَيْهِ فِعْلُ الْفَاعِلِ نَحْوُضَرَبْتُ زَيْدًا وَقَدْ يَتَقَدَّمُ عَلَى الْفِعْلِ نَحْوُ زَيْدًاضَرَبْتُ وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا كَقَوْلِكَ زَيْدًالِمَنْ قَالَ مَنْ اَضْرِبُ وَوُجُوْبًا فِيْ اَرْبَعَةِ مَوَاضِعَ اَلْاَوَّلُ سَمَاعِيٌّ نَحْوُ اِمْرَأً وَنَفْسَهٗ وَانْتَهُوْاخَيْرًالَّكُمْ وَاَهْلًا وَسَهْلًا

﴿ترجمہ﴾: مفعول بہ اس چیز کا اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو، جیسے ضربت زیدا اور کبھی مفعول بہ فعل پر مقدم ہوتا ہے۔ جیسے: زیدا ضربت اور کبھی مفعول بہ کے فعل کو حذف کردیا جاتا ہے جوازاً قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے جیسے تیرا قول زیدا اس شخص کے جواب میں جو کہے میں کسے ماروں؟ اور کبھی حذف وجوبی ہوگا اور یہ وجوبی حذف چار مقامات پر ہوگا ان میں سے پہلا مقام سماعی ہے۔ جیسے: اِمْرَأً وَنَفْسَهٗ وَانْتَهُوْاخَيْرًالَّكُمْ وَاَهْلًا وَسَهْلًا

﴿تشریح﴾:

اَلْمَفْعُوْلُ بِهٖ هُوَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمہ منصوبات میں سے دوسرے منصوب! مفعول بہ کا ذکر فرما رہے ہیں کہ مفعول بہ وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو، جیسے ضَرَبْتُ زَيْدًا

﴿اعتراض﴾: آپ نے مفعول بہ کی تعریف یہ کی ہے کہ جس پر فاعل کا فعل واقع ہو ہم آپ کو ایسی مثال دکھاتے ہیں جس پر فعل واقع ہو رہا ہے مگر پھر بھی آپ اسے مفعول بہ نہیں کہتے، جیسے مَاتَ زَيْدٌ میں موت زید پر واقع ہو رہی ہے مگر پھر بھی اسے مفعول بہ نہیں کہتے۔

﴿جواب﴾: مَاوَقَعَ عَلَيْهِ فِعْلُ الْفَاعِلِ سے مراد یہ ہے کہ فعل فاعل سے صادر ہو کر مفعول بہ پر واقع ہو، یہاں موت! فاعل سے صادر ہو کر زید پر واقع نہیں ہوئی بلکہ وہ تو زید کی روح نکلنے کی وجہ سے ہوئی۔

﴿اعتراض﴾: مفعول بہ کی تعریف اپنے افراد کو جامع نہیں کیونکہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ میں اِيَّاكَ پر صادق نہیں آرہی کیونکہ عبادت! اللہ پر واقع نہیں ہوتی بلکہ اللہ کے لئے ہوتی ہے اور اسی طرح یہ تعریف مَاضَرَبْتُ زَيْدًا میں زَيْدًا پر صادق نہیں آرہی کیونکہ ضَرْب! زَيْدًا پر واقع نہیں بلکہ ضَرْب کی زَيْدًا سے نفی ہے حالانکہ یہ دونوں (اِيَّاكَ اور زَيْدًا) مفعول بہ ہیں۔

﴿جواب﴾: مفعول بہ پر فاعل کے وقوع سے مراد یہ ہے کہ اس کے ساتھ فعل کا تعلق ہو خواہ مثبت ہو یا منفی ہو اب تعریف اِیَّاکَ نَعْبُدُ میں اِیَّاکَ پر صادق آئے گی، کیونکہ عبادت کا تعلق اللہ سے ہے (اثباتا) اور مَاضَرَبْتُ زَیْدًا میں زَیْدًا پر بھی صادق آجائیگی، کیونکہ ضَرْب کا تعلق زَیْدًا کے ساتھ اثباتا نہیں لیکن نفیاً ہے اور قاعدہ ہے کہ اَلسَّوَالِبُ تَابِعَةٌ لِلْمُوْجِبَاتِ (کہ منفی اشیاء احکم کے وقوع میں مثبت اشیاء کے تابع ہوتی ہیں)۔

وَقَدْ یَتَقَدَّمُ عَلٰی الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے کہ کبھی مفعول بہ اپنے فعل سے مقدم بھی ہوتا ہے کیونکہ مفعول بہ کا عامل قوی ہوتا ہے مفعول بہ کے مقدم ہونے کے باوجود بھی عمل کرتا ہے۔ جیسے: زَیْدًا ضَرَبْتُ، پھر یہ تقدیم کبھی تو جائز ہوتی ہے۔ جیسے: اَللّٰہَ اَعْبُدُ، کبھی واجب ہوتی ہے جب مفعول بہ استفہام یا شرط کے معنیٰ کو متضمن ہو، جیسے مَنْ رَأَیْتُ اور کبھی ممتنع ہوتی ہے کہ جب کوئی مانع ہو جیسے مِنَ الْبِرِّ اَنْ تَکُفَّ لِسَانَکَ اس مثال میں لِسَانَکَ کو فعل پر مقدم نہیں کر سکتے کیونکہ اَنْ مصدریہ فعل کو مصدر کی تاویل میں کر دیتا ہے اور مصدر کمزور عامل ہے اپنے مقدم معمول میں عمل نہیں کر سکتا۔

وَقَدْ یُحْذَفُ الْفِعْلُ الخ: سے مفعول بہ کے متعلق ایک اور ضابطہ بیان کر رہے ہیں۔ کہ کبھی مفعول بہ کے فعل کو جوازی طور پر حذف بھی کر دیا جاتا ہے جبکہ کوئی قرینہ موجود ہو۔ قرینہ مقالیہ ہو جیسے کسی نے سوال کیا کہ مَنْ اَضْرِبُ (میں کسے ماروں؟) تو جواب دیا جائے زَیْدًا یہاں پر بقرینۂ سوال ضَرْب! اِضْرِبْ فعل محذوف ہے، یا قرینہ مقالیہ ہو جیسے کوئی شخص مکہ مکرمہ کی طرف جانے والا ہوا سے کہا جائے اَمَکَّۃَ جو کہ اصل میں اَتُرِیْدُ مَکَّۃَ ہے جس کا فعل تُرِیْدُ محذوف ہے۔

وَوُجُوْبًا فِیْ اَرْبَعَۃِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ان مقامات اربعہ میں سے مقام اول کا بیان کرنا ہے کہ جہاں مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے اور وہ مقام اول سماعی ہے یعنی اس کا کوئی قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ وہ اہلِ عرب سے سننے پر موقوف ہے۔

جیسے: اِمْرَأً وَنَفْسَہٗ جو کہ اصل میں اُتْرُکْ اِمْرَأً وَنَفْسَہٗ ہے جس میں اِمْرَأً مفعول بہ ہے اُتْرُکْ فعل کا، اور اُتْرُکْ فعل اس مقام سے اہل عرب محذوف کر دیتے ہیں۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے مقام سماعی کو مقامات قیاسیہ پر مقدم کیوں کیا؟

﴿جواب﴾: مقام سماعی قلیل ہے اور مقامات قیاسیہ کثیر ہیں، پس قلیل کو کثیر پر مقدم کر دیا تا کہ اَقْرَبُ اِلَی الْحِفْظ ہو جائے۔

وَانْتَھُوْا خَیْرًا لَّکُمْ سے حذف سماعی کی دوسری مثال دے رہے ہیں۔ کہ یہ اصل میں اِنْتَھُوْا عَنِ التَّثْلِیْثِ وَاقْصُدُوْا خَیْرًا لَّکُمْ ہے خَیْرًا لَّکُمْ! اُقْصُدُوْا فعل کا مفعول بہ ہے اور اُقْصُدُوْا فعل اس مقام پر وجوباً و سماعاً محذوف ہے۔

اَهْلًا وَسَهْلًا اصل میں اَتَیْتَ اَهْلًا (تو اپنے ہی گھر والوں میں آیا) اور وَطِئْتَ سَهْلًا (تو نے نرم زمین کو ہی روندا) ہے ۔دونوں فعل وجوبا سماعا محذوف ہیں۔

﴿عبارت﴾:

وَالثَّانِیْ اَلْمُنَادٰی وَهُوَ الْمَطْلُوْبُ اِقْبَالُهٗ بِحَرْفٍ نَائِبٍ مَنَابَ اَدْعُوْ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا وَيُبْنٰی عَلٰی مَا يُرْفَعُ بِهٖ اِنْ كَانَ مُفْرَدًا مَعْرِفَةً نَحْوُ يَازَيْدُ وَيَارَجُلُ وَيَازَيْدَانِ وَيَازَيْدُوْنَ وَيُخْفَضُ بِلَامِ الْاِسْتِغَاثَةِ نَحْوُ يَالَزَيْدٍ وَيُفْتَحُ لِاِلْحَاقِ اَلِفِهَا وَلَا لَامَ فِيْهِ نَحْوُ يَازَيْدَاهُ وَيُنْصَبُ مَاسِوَاهُمَا نَحْوُ يَاعَبْدَاللّٰهِ وَيَاطَالِعًا جَبَلًا وَيَارَجُلًا لِغَيْرِ مُعَيَّنٍ

﴿ترجمہ﴾: دوسرا مقام منادیٰ ہے اور منادیٰ وہ ہے جس کی توجہ مطلوب ہوایسے حرف کے ذریعے جو اَدْعُوْا کے قائمقام ہو لفظا یا تقدیرا، اور منادیٰ علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے اگر مفرد معرفہ ہو، جیسے یَازَیْدُ یَارَجُلُ یَازَیْدَانِ یَازَیْدُوْنَ اور منادیٰ مجرور ہوتا ہے لام استغاثہ کی وجہ سے جیسے یَالَزَیْدٍ اور منادیٰ مفتوح ہوتا ہے الف استغاثہ کو لاحق کرنے کی وجہ سے اور ایسی صورت میں شروع میں لام استغاثہ داخل نہیں ہوگا جیسے یَازَیْدَاہ ان دونوں صورتوں (منادیٰ مفرد معرفہ، منادیٰ مستغاث) کے علاوہ منادیٰ منصوب ہوتا ہے۔ جیسے: یَاعَبْدَاللّٰهِ یَا طَالِعًا جَبَلًا اور یَارَجُلًا غیر معین کے لئے کہا گیا۔

﴿تشریح﴾:

وَالثَّانِیْ اَلْمُنَادٰی الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ان مقامات اربعہ میں سے مقام ثانی کو بیان کرنا ہے کہ جہاں مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے، اور وہ مقام منادیٰ ہے اور منادیٰ وہ اسم ہے جس کا متوجہ کرنا مطلوب ہو حرف ندا کے ذریعے جو اَدْعُوْ کے قائمقام ہو۔

﴿سوال﴾: منادیٰ کے فعل کو حذف کرنا کیوں واجب ہے؟

﴿جواب﴾: منادیٰ کا استعمال کثیر ہے اور کثرت خفت کی مقتضی ہوتی ہے لہٰذا فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے اور حرف ندا کو اس کے قائمقام کر دیا جاتا ہے، لیکن اگر فعل کو وجوبی حذف نہ کیا جائے تو فعل کو ذکر کرنے کی صورت میں نائب اور منوب، عوض اور معوض کا اجتماع لازم آئیگا جو کہ عند المجتہدین حرام ہے۔

﴿اعتراض﴾: منادیٰ کی تعریف اپنے افراد کو جامع نہیں، کیونکہ اس سے یَازَیْدُ جیسی مثالیں اس صورت میں خارج ہو جائینگی، کہ جب زید متوجہ اور سامنے ہو، کیونکہ اس وقت اقبال (متوجہ کرنا) پہلے سے ہی حاصل ہے۔

﴿جواب﴾: منادیٰ کے اقبال میں تعمیم ہے خواہ وہ چہرے کے ساتھ ہو جسے اقبال وجہی کہا جاتا ہے یا دل کے ساتھ ہو جسے

اقبال قلبی کہا جاتا ہے۔اقبال وجہی۔ جیسے: کسی غیر متوجہ کو پکارنا۔ اور اقبال قلبی۔ جیسے کسی پہلے سے متوجہ شخص کو پکارنا۔

﴿اعتراض﴾: منادیٰ کو حذف عامل کے باب سے بنانا درست نہیں، کیونکہ منادیٰ کا عامل حرف ندا ہے جو کہ مذکور ہے۔

﴿جواب﴾: امام مبرد اور ابوعلی کا مذہب تو یہی ہے کہ منادیٰ حذف عامل کے باب سے نہیں کیونکہ اس کا عامل حرف ندا ہے۔لیکن امام سیبویہ کے نزدیک منادیٰ حذف عامل کے باب سے ہے کہ یہ اصلاً مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہے پھر فعل کو کثرت استعمال کی وجہ سے وجوباً حذف کر دیا اور حرف ندا کو اس کے قائم مقام کر دیا۔تو چونکہ مصنف علیہ الرحمۃ کے نزدیک راجح مذہب امام سیبویہ کا ہے اس لئے منادیٰ کو حذف عامل کے باب سے قرار دیا۔

وَيُبْنٰى عَلٰى مَايُرْ فَعُ بِهٖ ۔الخ : سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ منادیٰ کے اعراب کی اقسام اربعہ میں سے پہلی قسم کو بیان کرنا ہے۔

1: منادیٰ اگر مفرد معرفہ ہو تو علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے۔ يَازَيْدُ يَارَجُلُ يَازَيْدَانِ يَازَيْدُوْنَ

﴿اعتراض﴾: مثال ممثل لہٗ کے مطابق نہیں کیونکہ ممثل لہٗ منادیٰ مفرد ہے اور مثال (يَـازَيْـدَانِ يَـازَيْدُوْن) تثنیہ وجمع سے ہے۔

﴿جواب﴾: یہاں مفرد سے مراد یہ ہے کہ جو مضاف اور مشابہ مضاف نہ ہو، نہ کہ وہ جو تثنیہ وجمع نہ ہو۔

جیسے يَازَيْدُ يَارَجُلُ يَازَيْدَانِ يَازَيْدُوْنَ

﴿اعتراض﴾: مثال ممثل لہٗ کے مطابق نہیں کیونکہ ممثل لہٗ منادیٰ مفرد معرفہ ہے جبکہ مثال يَارَجُلُ میں رجل نکرہ ہے۔

﴿جواب﴾: معرفہ سے مراد عام ہے کہ خواہ وہ معرفہ حرف ندا سے پہلے ہو یا حرف ندا کے بعد ہو۔ جیسے يَارَجُلُ میں رَجُلُ معرفہ حرف ندا کے داخل ہونے بعد ہے۔

وَيُخْفَضُ بِلَامِ الْاِسْتِغَاثَةِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اعراب منادیٰ کی دوسری قسم بیان کرنی ہے۔ کہ اگر منادیٰ پر لام استغاثہ داخل ہو تو منادیٰ مجرور ہوگا جیسے یالزید۔

❁ یادرکھ لیں! استغاثہ کا معنیٰ ہے فریاد کرنا، اور مُسْتَغَاث کا معنیٰ ہے جس سے فریاد کی جائے، اور مُسْتَغَاث لَهٗ کا معنیٰ ہے جس کے لئے فریاد کی جائے اور لام استغاثہ مُسْتَغَـاث پر داخل ہوتا ہے تا کہ اسے مدد کے لئے پکارا جائے اور لام استغاثہ درحقیقت لام جارہ ہی ہوتا ہے۔ جیسے: يَالَزَيْدٍ اے زید تو مدد کر۔

﴿سوال﴾: لام استغاثہ حرف جر ہے تو یہ مکسور کیوں نہیں ہوتا؟ حالانکہ حرف جر اً مکسور ہوتا ہے۔

﴿جواب﴾: لام استغاثہ کو اگر مکسور پڑھا جائے تو پھر اس کا التباس لامِ مُسْتَغَـاث لَـهٗ سے لازم آئیگا یعنی جب

مُسْتَغَاث کوحذف کر کے صرف مُسْتَغَاث لَهٗ کو باقی رکھا جاتا ہے تو اس پر داخل ہونے والا لام! مکسور ہوتا ہے۔ پس التباس سے بچنے کے لئے لام استغاثہ کو مفتوح رکھا۔ جیسے یَا لِلْمَظْلُوْمِ جو کہ اصل میں یَالَلْقَوْمِ لِلْمَظْلُوْمِ

وَيُفْتَحُ لِإِلْحَاقِ اَلِفِهَاالخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اعراب منادیٰ کی تیسری قسم بیان کرنی ہے۔

کہ اگر منادیٰ کے آخر میں الف استغاثہ لاحق ہوتو منادیٰ مفتوح ہوگا اس صورت میں لام استغاثہ شروع میں داخل نہیں ہوگا کیونکہ لام استغاثہ کی وجہ سے منادیٰ مجرور ہوتا ہے اور الف استغاثہ کی بناء پر مفتوح ہوتا ہے۔ جیسے: یَـا زَیْـدَاہ : اس مثال میں یا حرف ندا ہے زید مُسْتَغَاث (جس سے فریاد کی گئی) ہے اور الف استغاثہ ہے اور آخر میں ھَا برائے وقف ہے۔

وَيُـنْصَبُ مَاسِوَاهُمَاالخ: سے اعراب منادیٰ کی چوتھی قسم بیان کرنی ہے، یعنی اگر منادیٰ مفرد معرفہ بھی نہ ہو اور منادیٰ مستغاث (خواہ لام کے ساتھ ہو یا الف کے ساتھ ہو) بھی نہ ہو تو منادیٰ منصوب ہوگا جیسے یَـا عَبْـدَاللہِ اس مثال میں منادیٰ مضاف ہے، یَاطَالِعًا جَبَلًا اس مثال میں منادیٰ مشابہ مضاف ہے۔

﴿نوٹ﴾: مشابہ مضاف اس اسم کو کہتے ہیں کہ جس کے معنیٰ دوسرے اسم کو ملائے بغیر سمجھ میں نہ آئے۔ چنانچہ مذکورہ مثال میں طَالِعًا کے معنیٰ جَبَلًا کو ملائے بغیر سمجھ میں نہیں آتے۔

❁ اور یَارَجُلًا خُذْ بِيَدِیْ: اس مثال میں منادیٰ نکرہ غیر معین ہے بشرطیکہ یہ کوئی نابینا کہے۔

﴿اعتراض﴾: وَيُـنْـصَـبُ مَـاسِـوَاهُمَا میں هُـمَا ضمیر اور اس کے مرجع میں مطابقت نہیں، کیونکہ ضمیر تثنیہ کی ہے اور مرجع تین چیزیں ہیں (۱) منادیٰ مفرد معرفہ (۲) منادیٰ مستغاث باللام (۳) منادیٰ مستغاث بالالف، لہٰذا ضمیر تثنیہ ہونے کی بجائے یہاں ضمیر واحد مؤنث کی ہونی چاہیئے تھی، کیونکہ جمع غیر ذوالعقول کی طرف ضمیر واحد مؤنث کی لوٹتی ہے۔

﴿جواب﴾: یہاں راجع اور مرجع میں مطابقت پائی جارہی ہے کیونکہ مرجع صرف دو چیزیں ہیں۔ (۱) منادیٰ مفرد معرفہ (۲) منادیٰ مستغاث مطلقاً خواہ مستغاث باللام ہو یا مستغاث بالالف ہو۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کے لئے ضروری تھا کہ جس طرح انہوں نے منادیٰ مفرد معرفہ کے ماسوا کی مثالیں ذکر کیں ہیں، اسی طرح منادیٰ مستغاث کے ماسوا کی بھی مثالیں ذکر کرتے، حالانکہ منادیٰ مستغاث کے ماسوا کی مثالیں نہیں بیان کیں؟

﴿جواب﴾: یہ مثالیں جس طرح منادی مفرد معرفہ کے ماسوا کی ہیں اسی طرح منادیٰ مستغاث کے ماسوا کی بھی ہیں۔

﴿سوال﴾: اسم فاعل بغیر اعتماد کے عمل نہیں کرتا، جبکہ یَـاطَالِعًا جَبَلًا میں طَالِعًا اسم فاعل ہے جس کا اعتماد کسی بھی چیز پر نہیں۔

﴿جواب﴾: معتمد علیہ! اسم فاعل کے لئے ہونا ضروری ہے لیکن اس کا مذکور ہونا ضروری نہیں، یہاں اگر چہ وہ مذکور نہیں

لیکن مقدر ضرور ہے لہٰذا یَاطَالِعًا جَبَلًا اصل میں یَارَجُلًا طَالِعًا جَبَلًا ہے۔

﴿سوال﴾: رَجُلًا کو غَیْرِ مُعَیَّن کی قید سے مقید کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی، کیونکہ جب رَجُلًا منصوب بالتنوین ہوتو اس میں معین ہونے کا احتمال بھی نہیں ہوتا، اور اگر معین ہوتو پھر وہ منصوب نہیں ہوتا بلکہ مبنی علیٰ رفع ہوتا ہے۔

﴿جواب﴾: یہاں غَیْرِ مُعَیَّن ارَجُلًا کی تقیید نہیں بلکہ رَجُلًا کے لئے توقیت ہے یعنی رَجُلًا منصوب اس وقت تک ہوگا کہ جب تک وہ غیر معین کے لئے ہو۔

﴿عبارت﴾:

وَتَوَابِعُ الْمُنَادٰى الْمَبْنِيِّ الْمُفْرَدَةُ مِنَ التَّاكِيْدِ وَالصِّفَةِ وَعَطْفِ الْبَيَانِ وَالْمَعْطُوْفِ بِحَرْفِ الْمُمْتَنِعِ دُخُوْلُ يَا عَلَيْهِ تُرْفَعُ عَلٰى لَفْظِهٖ وَتُنْصَبُ عَلٰى مَحَلِّهٖ مِثْلُ يَازَيْدُنِ الْعَاقِلُ وَالْعَاقِلَ وَالْخَلِيْلُ فِي الْمَعْطُوْفِ يَخْتَارُ الرَّفْعَ وَاَبُوْ عَمْرٍو النَّصَبَ وَاَبُو الْعَبَّاسِ اِنْ كَانَ كَالْحَسَنِ فَكَالْخَلِيْلِ وَاِلَّا فَكَاَبِيْ عَمْرٍو

﴿ترجمہ﴾: اور منادیٰ مبنی کے وہ توابع جو مفرد ہوں، یعنی تاکید، صفت، عطفِ بیان اور وہ معطوف بالحرف جس پر یاء کا داخل ہونا ممتنع ہو انہیں لفظوں پر محمول کرتے ہوئے مرفوع پڑھا جائے گا اور منادیٰ کے محل پر محمول کرتے ہوئے منصوب پڑھا جائے گا جیسے یَازَيْدُنِ الْعَاقِلُ وَالْعَاقِلَ اور امام خلیل معطوف بالحرف میں رفع اختیار کرتے ہیں اور امام ابوعمر ونصب کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابوالعباس مبرد اگر معطوف مذکور اَلْحَسَنُ کی طرح ہو تو ان کا مذہب امام خلیل کی طرح ہے ورنہ امام ابوعمرو کی طرح ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَتَوَابِعُ الْمُنَادٰى الخ سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ منادیٰ کے توابع کا اعراب بیان کرنا ہے کہ منادیٰ مفرد جو علامتِ رفع پر مبنی ہوتا ہے اس کے وہ توابع جو مفرد ہوں خواہ صفت ہوں، تاکید ہوں، عطف بیاں ہوں، یا ایسا معطوف بالحرف جس پر یاء کا دخول ممتنع ہو تو ان پر رفع بھی جائز ہے لفظ پر محمول کرتے ہوئے اور نصب پڑھنا بھی جائز ہے محل پر محمول کرتے ہوئے جیسے یَازَيْدُنِ الْعَاقِلُ وَالْعَاقِلَ

❁ اس مثال میں اَلْعَاقِل منادیٰ مفرد معرفہ کا تابع مفرد ہے جو کہ صفت ہے اس پر رفع پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ منادیٰ متبوع (زید) لفظاً مرفوع ہے اور نصب پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ منادیٰ متبوع (زید) حقیقت میں مفعول بہ ہے۔

﴿اعتراض﴾: اعتراض آپ کا بیان کردہ ضابطہ درست نہیں کیونکہ یَازَيْدَاهُ وَالْحَارِثُ پر صادق نہیں آرہا، حالانکہ اَلْحَارِثُ منادیٰ مبنی کا تابع معطوف بالحرف ہے جس پر یا کا دخول ممتنع ہے اور ضابطہ درست اس لئے نہیں کیونکہ اس میں اعراب کی

دو وجہیں جائز نہیں بلکہ ایک ہی وجہ یعنی نصب متعین ہے۔

﴿جواب﴾: مبنی سے مراد مطلق مبنی نہیں بلکہ مراد وہ منادیٰ ہے جو مفرد معرفہ ہو تو علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے جبکہ یَازَیْدَاهُ وَالْحَارِثُ میں زید علامت رفع پر مبنی نہیں بلکہ فتح پر مبنی ہے۔

﴿اعتراض﴾: توابع پانچ ہیں (صفت، تاکید، بدل، معطوف بالحرف، عطف بیان) اور مصنف علیہ الرحمۃ نے ان میں سے بعض کا ذکر کیا ہے اور بعض کا ذکر نہیں کیا ایسا کیوں؟

﴿جواب﴾: ہمارا بیان کردہ حکم (تُرْفَعُ عَلٰی لَفْظِهٖ وَتُنْصَبُ عَلٰی مَحَلِّهٖ) تمام توابع میں جاری نہیں ہوتا، بلکہ بعض میں جاری ہوتا ہے بعض میں نہیں اس لئے جن میں جاری ہوتا ہے صرف انہیں کو بیان کر دیا جن میں نہیں ہوتا ان کو بیان نہیں کیا۔

﴿اعتراض﴾: جب مصنف کے قول اَلْمَعْطُوْفِ بِحَرْفِ الْمُمْتَنِعِ الخ سے مراد "معطوف بالحرف المعرف باللام" ہے تو یوں کہہ دیا جاتا اَلْـمَـعْطُوْف بِالْحَرْفِ اَلْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ تو یوں کہنے کی ضرورت کیا تھی اَلْـمَـعْطُوْفِ بِحَرْفِ الْمُمْتَنِعِ دُخُوْلُ یَا عَلَیْهِ

﴿جواب﴾: اگر صرف یوں ہی کہہ لیا کہ اَلْـمَـعْـطُوْف بِالْحَرْفِ اَلْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ تو اس سے یااللہ جیسی مثال خارج نہیں ہو نہ ہوسکتی کیونکہ یااللہ معرف باللام تو ہے لیکن اس پر یا کا دخول ممتنع نہیں جبکہ مصنف علیہ الرحمۃ یااللہ جیسی مثال کو نکالنا تھا۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے صرف ایک قسم کی مثال بیان کی، جبکہ بقیہ توابع جنکا حکم بیان کیا ہے ان کی مثال نہیں کی؟

﴿جواب﴾: صفت کا استعمال کلام عرب میں بہت زیادہ ہے اور اس کا فائدہ بھی کلام عرب میں بہت زیادہ ہے اس لئے اس کی مثال بیان کر دی جبکہ بقیہ توابع کثیر الاستعمال اور کثیر الفائدہ نہیں اس لئے ان کی مثال بیان نہیں کی۔

﴿فائدہ﴾: منادیٰ کے ساتھ مبنی کی قید اس لئے لگائی کہ مذکورہ حکم (تُرْفَعُ عَلٰی لَفْظِهٖ وَتُنْصَبُ عَلٰی مَحَلِّهٖ) منادیٰ معرب کے توابع میں نہیں ہوتا کیونکہ منادیٰ معرب کے توابع صرف لفظ کے تابع ہوتے ہیں محل کے تابع نہیں ہوتے۔

﴿سوال﴾: اس مقام پر تاکید سے مراد تاکید معنوی ہے تو پھر تاکید کے ساتھ لفظِ معنوی کی قید کیوں ذکر نہیں کی؟

﴿جواب﴾: چونکہ مصنف علیہ الرحمۃ کے نزدیک مختار مذہب بعض نحاۃ کا ہے جو تاکید لفظی میں بھی رفع و نصب دونوں کے قائل ہیں اس لئے تاکید کو مطلقاً ذکر کر دیا۔

وَالْخَلِیْلُ فِی الْمَعْطُوْفِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اختلافی مسئلہ کو بیان کرنا ہے۔

کہ وہ معطوف بالحرف جس پر یا کا دخول ممتنع ہو! جب وہ منادیٰ مفرد معرفہ مبنی بر علامت رفع کا تابع ہو تو اس میں جمہور

کے نزدیک رفع ونصب دونوں جائز ہیں البتہ اولویت میں اختلاف ہے امام خلیل کے نزدیک ایسے معطوف بالحرف میں رفع مختار ہے اور امام ابوعمرو کے نزدیک نصب مختار ہے جبکہ امام ابوالعباس مبرد نحوی فرماتے ہیں کہ جب وہ معطوف بالحرف الحسن کی طرح ہو یعنی اس سے لام کو حذف کرنا جائز ہو تو امام خلیل کا مذہب مختار ہے یعنی رفع پڑھنا بہتر ہے اور اگر وہ معطوف بالحرف الحسن کی طرح نہ ہو یعنی اس کے الف ولام کو حذف نہ کیا جاسکتا ہو تو پھر امام ابوعمرو کا مذہب مختار ہے یعنی نصب پڑھنا بہتر ہے۔

﴿فائدہ﴾: امام خلیل سے مراد خلیل بن احمد فراہیدی ہیں جو کہ امام سیبویہ کے استاذ ہیں، یاد رہے خلیل نام کے تین نحوی گزرے ہیں (۱) امام سیبویہ کے استاذ۔ (۲) امام سیبویہ کے ہمعصر۔ (۳) امام سیبویہ کے شاگرد۔

﴿سوال﴾: اِنْ كَانَ كَالْحَسَنِ شرط ہے اور فَكَالْخَلِيْلِ جزا ہے حالانکہ اس کا جزا بننا درست نہیں کیونکہ جزا جملہ ہوتی ہے اور یہ جملہ نہیں۔

﴿جواب﴾: فَكَالْخَلِيْلِ خبر ہے مبتدا محذوف کی، جو کہ اَبُو الْعَبَّاسِ ہے پس یہ مبتدا خبر ملکر جملہ ہوا اور اس کا جزا بننا بھی درست ہوا۔

﴿عبارت﴾:

وَالْمُضَافَةُ تُنْصَبُ وَالْبَدَلُ وَالْمَعْطُوْفُ غَيْرَ مَاذُكِرَ حُكْمُهٗ حُكْمُ الْمُسْتَقِلِّ مُطْلَقًا وَالْعَلَمُ الْمَوْصُوْفُ بِابْنٍ اَوْ اِبْنَةٍ مُضَافًا اِلٰى عَلَمٍ اٰخَرَ يُخْتَارُ فَتْحُهٗ وَاِذَا نُوْدِيَ الْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ قِيْلَ يَا اَيُّهَا الرَّجُلُ وَيَا هٰذَا الرَّجُلُ وَيَا اَيُّهٰذَا الرَّجُلُ وَالْتَزَمُوْا رَفْعَ الرَّجُلِ لِاَنَّهُ الْمَقْصُوْدُ بِالنِّدَاءِ وَتَوَابِعِهٖ لِاَنَّهَا تَوَابِعُ مُعْرَبٍ وَقَالُوْا يَا اَللّٰهُ خَاصَّةً وَلَكَ فِيْ مِثْلِ يَا تَيْمُ تَيْمَ عَدِيٍّ الضَّمُّ وَالنَّصْبُ وَالْمُضَافُ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ يَجُوْزُ فِيْهِ يَا غُلَامِيْ وَيَا غُلَامِيَ وَيَا غُلَامِ وَيَا غُلَامَا وَبِالْهَاءِ وَقْفًا وَقَالُوْا يَا اَبِيْ وَيَا اُمِّيْ وَيَا اَبَتِ وَيَا اُمَّتِ فَتْحًا وَكَسْرًا وَبِالْاَلِفِ دُوْنَ الْيَاءِ وَيَا ابْنَ اُمِّ وَيَا ابْنَ عَمِّ خَاصَّةً مِثْلُ بَابِ يَا غُلَامِيْ وَقَالُوْا يَا ابْنَ اُمِّ وَيَا ابْنَ عَمِّ

﴿ترجمہ﴾: منادیٰ مبنی بر علامت رفع کے وہ توابع جو مضاف ہوں !وہ منصوب ہونگے اور بدل اور وہ معطوف جو مذکورہ معطوف کے علاوہ ہو ان دونوں کا حکم مستقل منادیٰ والا ہے اور منادیٰ علم جو موصوف ہو اِبْنٍ یا اِبْنَةٍ کے ساتھ اس حال میں کہ اِبْنٍ یا اِبْنَة مضاف ہوں دوسرے علم کی طرف تو اس منادیٰ پر فتحہ مختار ہے، اور جب معرف باللام کو ندا کی جائے تو کہا جائے گا يَا اَيُّهَا الرَّجُلُ اور يَا هٰذَا الرَّجُلُ اور يَا اَيُّهٰذَا الرَّجُلُ اور اہل عرب نے الرَّجُل کے رفع کا التزام

کیا ہے اس لئے کہ یہ مقصود بالندا ہے اور اس الــرَّجُــل کے توابع (کو بھی رفع دینے) کا، کیونکہ یہ معرب کے توابع ہیں۔

اور نحویوں نے (پہلے قاعدے سے) لفظِ یااللہ کو خاص کیا ہے اور تیرے لئے یَاتَیْمُ تَیْمَ عَدِیٍّ کی مثل میں اختیار ہے اور وہ اسم جو مضاف ہو یائے متکلم کی طرف اس میں جائز ہے یَـاغُلَامِـیْ، یَـاغُلَامِیَ، یَاغُلَامِ، یَاغُلَامَا اور وقف کی حالت میں ھا کے ساتھ پڑھنا بھی، اور اہل عرب کہتے ہیں یَـااَبِیْ، یَااُمِّیْ، یَااَبَتِ، یَااُمَّتِ فتحہ اور کسرہ دونوں طرح، اور الف کے ساتھ نہ کہ یا کے ساتھ اور یَاابْنَ اُمِّ وَیَاابْنَ عَمِّ خاص طور پر، یہ دونوں باب غُلَامِیْ کی طرح ہیں اور انہوں نے یَاابْنَ اُمِّ اور یَاابْنَ عَمَّ بھی کہا ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَالْـمُـضَافَةُ تُنْصَبُ الخ: سے مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ منادیٰ مفرد معرفہ جو مبنی بر علامت رفع ہو اس کے وہ توابع جنکا ماقبل میں ذکر ہوا ہے یعنی صفت، تاکید، عطفِ بیان اور معطوف بالحرف معرف باللام یہ اگر مضاف ہوں تو منصوب ہونگے کیونکہ جب منادیٰ خود مضاف ہو تو منصوب ہوتا ہے تو توابع مضاف ہونے کی صورت میں بدرجہ اولیٰ منصوب ہونگے۔

وَالْبَدَلُ وَالْـمَعْطُوْفُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ سے گزشتہ منادیٰ مبنی کے توابع کے بیان سے دو!رہ جانے والے توابع کا بیان کرنا ہے یعنی بدل اور معطوف بالحرف غیر معرف باللام، مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ان کا حکم مستقل منادیٰ کی طرح ہے خواہ یہ مفرد ہوں، مضاف ہوں، شبہ مضاف ہوں معرفہ ہوں، نکرہ ہوں یعنی جو حکم ان صورتوں میں منادیٰ کا ہوگا وہی ان کا ہوگا، کیونکہ معطوف اور بدل تکرارِ عامل کے حکم میں ہوتے ہیں گویا کہ مستقل طور پر حرف ندا ان پر داخل ہے تو حرف ندا کے دخول کے وقت جو ان کی حالت ہوگی وہی بدل اور معطوف ہونے کی صورت میں ہوگی۔

☆ معطوف کی مثال: یَازَیْدُ وَعَمْرُو ۔ وَیَازَیْدُ وَاَخَابَکْرٍ پہلی مثال میں عَمْرُو مفرد معرفہ تھا اس لئے مبنی بر ضم ہوا، اور دوسری مثال میں اَخَابَکْرٍ معطوف مضاف تھا اس لئے منصوب ہے۔

☆ بدل کی مثال: یَاعَبْدَاللہِ عَمْرُو اور یَاعَبْدَاللہِ اَخَابَکْرٍ

وَالْـعَلَـمُ الْـمَوْصُوْفُ الخ: ماقبل میں یہ ضابطہ گزرا کہ منادیٰ مفرد معرفہ علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے اب اس ضابطے سے استثناء ہے کہ منادیٰ مفرد معرفہ اگرچہ مبنی بر علامت رفع ہوتا ہے لیکن جب منادی مفرد معرفہ علم ہو اور موصوف ہو اس کی صفت لفظِ ابْـنِ یا اِبْنَةٍ ہو جو کسی دوسرے علم کی طرف مضاف ہو تو ایسی صورت میں پہلا منادیٰ مفرد معرفہ (علم موصوف) مبنی بر علامت رفع نہیں ہوگا بلکہ اس پر فتحہ مختار ہے اگرچہ ضمہ بھی جائز ہے۔ جیسے: یَازَیْدَابْنَ عَمْرٍو یَاهِنْدَبِنْتَ بَکْرٍ

✿ قیاس تو یہی تھا کہ یہ منادیٰ بھی مبنی بر ضم ہو لیکن چونکہ اس قسم کا منادیٰ کثیر الاستعمال ہے اور کثرت خفت کی مقتضی ہے اور فتحہ ہی اخف الحرکات ہے اس لئے اسے مفتوح پڑھنا اولیٰ ہوا۔

وَاِذَانُوْدِیَ الْمُعَرَّفُ الخ: سے مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب منادیٰ معرف باللام ہو تو حرفِ ندا اور منادیٰ کے درمیان فاصلہ ضروری ہے اور یہ فاصلہ اَیٌّ اور ھائے تنبیہ سے بھی درست ہے۔ جیسے: یَااَیُّھَاالرَّجُلُ یا حرفِ ندا اور معرف باللام کے درمیان ھٰذَا کو لاکر بھی کیا جاسکتا ہے۔ جیسے: یَاھٰذَاالرَّجُلُ یا پھر اَیٌّ اور ھٰذَا دونوں کو بیچ میں لاکر کیا جائے جیسے یَااَیُّھٰذَاالرَّجُلُ

❁ رہی یہ بات کہ یہ فاصلہ کیوں ضروری ہوتا ہے؟ اس لئے تاکہ بلا فاصلہ دو آلہ تعریف کا اجتماع نہ لازم آئے۔

وَالْتَزَمُوْارَفْعَ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: ماقبل میں آپ نے کہا تھا کہ منادیٰ مفرد معرفہ مبنی بر علامتِ رفع کے وہ تابع جو مفرد ہو خواہ صفت ہو یا تاکید ہو الخ ایسے تابع پر رفع ونصب دونوں اعراب جائز ہیں تو اس قاعدے کی بناء پر یَااَیُّھَاالرَّجُلُ میں اَلرَّجُلُ پر رفع اور نصب دونوں جائز ہونے چاہییں کیونکہ یَااَیُّھَاالرَّجُل میں اَیٌّ منادیٰ مبنی ہے، اَلرَّجُلُ اس کی صفت مفرد ہے حالانکہ اَلرَّجُلُ پر رفع متعین ہے اور نصب جائز ہی نہیں۔

﴿جواب﴾: یَااَیُّھَاالرَّجُل میں اگرچہ اَلرَّجُلُ منادیٰ کی صفت ہے اور تابع ہونے کی حیثیت سے اس پر رفع اور نصب دونوں جائز ہونے چاہیئے تھے لیکن اہلِ عرب نے اس پر صرف ایک ہی اعراب رفع کو ہی لازم کر دیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ اصل منادیٰ اَلرَّجُل ہے اور وہی مقصود بالنداء، اَیٌّ غیر مقصود ہے اسے صرف فاصلے کے لئے ہی لایا گیا ہے اور اس کو مرفوع کیا گیا ہے تاکہ اس کی حرکتِ اعرابیہ (رفع) اس کی حرکتِ بنائیہ (ضمہ) کے موافق ہو جائے۔

وَتَوَابِعِهٖ یہاں تَوَابِعِهٖ اَلرَّجُل کا معطوف ہے یعنی رَجُل کے توابع پر بھی رفع لازم قرار دیا گیا ہے خواہ وہ توابع، فرد ہوں یا مضاف ہوں جیسے یَااَیُّھَاالرَّجُلُ الظَّرِیْفُ اور یَااَیُّھَاالرَّجُلُ ذُوْمَالٍ

لِاَنَّھَا تَوَابِعُ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ توابعِ رجل کے مرفوع ہونے کی وجہ بیان کرنی ہے کہ رجل منادیٰ معرب ہے لہٰذا اس کے توابع منادیٰ معرب کے توابع ہونگے اور معرب کے توابع لفظاً تابع ہوتے ہیں محلاً تابع نہیں ہوتے دونوں وجہیں تو تب جائز ہوتیں جب منادیٰ مبنی کے تابع ہوتے۔

وَقَالُوْا یَااَللّٰہُ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: ابھی ماقبل میں بیان کیا گیا کہ معرف باللام کو اَیٌّ یا ھٰذَا کے فاصلے کے بغیر منادیٰ نہیں بنایا جاسکتا جبکہ اسم جلالت (اللہ) کو بنایا جاتا ہے ایسا کیوں؟

﴿جواب﴾: اگرچہ قاعدہ مذکورہ اسی بات کا مقتضی ہے کہ اَیٌّ یا ھٰذَا کے فاصلے کے بغیر اسم جلالت (اللہ) کو ہی منادیٰ نہ بنایا جائے لیکن یہاں بیچ میں دینِ اسلام آگیا، کیونکہ ہم مسلمان پہلے ہیں اور نحوی بعد میں ہیں اس لئے اَیٌّ یا ھٰذَا کو

لفظ اللہ سے پہلے نہیں لاتے کیونکہ اَیٌّ تعدد کے لئے آتا ہے اور ھَا تنبیہ کے لئے ہوتی ہے اور تنبیہ اس جگہ پر ہوتی ہے کہ جہاں غفلت ہو جبکہ ذاتِ باری تعالیٰ تعدد سے بھی پاک ہے اور غفلت سے بھی مبرا و منزا ہے اور ذَا اسم اشارہ محسوس کے لئے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی محسوس کئے جانے سے پاک ہے۔ پس نحویوں نے ان اعتقاداتِ فاسدہ سے بچنے کے لئے یہ جواز لفظ اللہ کے ساتھ مختص کیا ہے کہ لفظِ اللہ کو فاصلے کے بغیر ہی منادیٰ بنایا جاسکتا ہے۔

وَلَکَ فِیْ مِثْلِ یَاتَیْمُ تَیْمَ عَدِیٍّ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے کہ جب منادیٰ مفرد معرفہ کا تکرار ہو اور اس منادیٰ کے بعد ایک اسم مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہو تو اس منادیٰ پر ضمہ اور نصب دونوں پڑھنا جائز ہیں۔ جیسے یَاتَیْمُ تَیْمَ عَدِیٍّ

❁ اس مثال میں پہلا تَیْم مضموم بھی پڑھا جاسکتا ہے کیونکہ منادیٰ مفرد معرفہ ہے لہذا مبنی بر رفع ہوگا اور منصوب بھی پڑھا جاسکتا ہے کیونکہ یہ (پہلے تَیْم کا) مضاف ہے عَدِیٍّ کی طرف اور دوسرا تَیْم اس کی تاکیدِ لفظی ہے الغرض یا تَیْم پر دونوں اعراب آسکتے ہیں اور دوسرے تَیْم پر صرف فتحہ ہی آسکتا ہے کیونکہ یا تو وہ منادیٰ مضاف کا تابع ہے یا خود منادیٰ مضاف ہے۔

﴿اعتراض﴾: مذکورہ مثال (یَاتَیْمُ تَیْمَ عَدِیٍّ) کی توضیح میں مضاف (پہلے تَیْمُ) اور مضاف الیہ (عَدِیٍّ) کے درمیان فاصلہ ہو رہا ہے دوسرے تَیْم سے جو کہ جائز نہیں۔

﴿جواب﴾ فاصلہ بالاجنبی ناجائز ہوا کرتا ہے اور مذکورہ فاصلہ اجنبی نہیں اور امام مبرد کے نزدیک پہلی قسم کو منصوب پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مضاف ہے عَدِی مضاف الیہ محذوف کی طرف اور دوسرا تَیْم! عَدِی مذکور کی طرف مضاف ہے۔

وَالْمُضَافُ اِلٰی یَاءِ الْمُتَکَلِّمِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔

کہ جب منادیٰ مضاف ہو یائے متکلم کی طرف تو اس منادیٰ کو چار طریقوں سے پڑھنا جائز ہے۔

1: یا مضاف الیہ کو ساکن پڑھا جائے۔ جیسے: یَاغُلَامِیْ

2: یا مضاف الیہ کو مفتوح پڑھا جائے۔ جیسے: یَاغُلَامِیَ

3: یا کو محذوف کر کے اس کے قائمقام کسرہ کو باقی رکھا جائے۔ جیسے: یَاغُلَامِ

4: یاء کو الف سے بدل کر پڑھا جائے۔ جیسے: یَاغُلَامَا

❁ اور وقف کی صورت میں آخر میں ھا کو ملانا بھی جائز ہے۔ جیسے: یَاغُلَامِیْہ، یَاغُلَامِیَہْ، یَاغُلَامِہْ، یَاغُلَامَاہْ،

وَاقَالُوْا یَااَبِیْ یَااُمِّیْ وَیَااَبَتِ وَیَااُمَّتِ فَتْحًا وَکَسْرًا الخ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔

کہ لفظ اَب یا لفظ اُمّ منادیٰ کی صورت میں مضاف ہو یائے متکلم کی طرف تو انہیں غلامی کی طرح چار صورتوں سے پڑھنا جائز ہیں جیسے یَااَبِیْ یَااُمِّیْ، یَااَبِیَ یَااُمِّیَ، یَااَبِ یَااُمِّ، یَااَبَا یَااُمَّا اور ان میں ایک صورت یہ بھی جائز ہے کہ یاء کو تاء سے بدل دیا جائے

پھراس تاء پر ماقبل کی مناسبت سے فتحہ بھی پڑھ سکتے ہیں اور یاء کی مناسبت سے کسرہ بھی۔ جیسے: یَا اَبَتِ وَیَا اُمَّتِ، اور ایسی صورت میں آخر میں الف لگانا بھی درست ہے۔ جیسے یَا اَبَتَا وَیَا اُمَّتَا لیکن ان کے آخر میں یاء نہیں لگا سکتے ورنہ عوض اور معوض عنہ کا اجتماع لازم آئیگا۔

وَقَالُوْا یَاابنَ اُمِّ وَیَاابْنَ عَمِّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔

کہ جب لفظِ ابن منادیٰ کی صورت میں مضاف ہو ام اور عم کی طرف، اور ام اور عم یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں تو ایسی مثال کو پانچ طریقوں سے پڑھنا جائز ہے جن میں پہلے چار طریقے یاغلامی والے ہیں۔

1: یَاابنَ اُمِّیْ وَیَاابْنَ عَمِّیْ   2: یَاابنَ اُمِّیَ وَیَاابْنَ عَمِّیَ

3: یَاابنَ اُمِّ وَیَاابْنَ عَمِّ   4: یَاابنَ اُمَّا وَیَاابْنَ عَمَّا

5: یَاابنَ اُمَّ وَیَاابْنَ عَمَّ   یعنی الف کو حذف کر کے اس کے قائم مقام فتحہ کو باقی رکھا جائے۔

﴿عبارت﴾:

وَتَرْخِیْمُ الْمُنَادٰی جَائِزٌ وَفِیْ غَیْرِهٖ ضُرُوْرَةً وَهُوَ حَذْفٌ فِیْ اٰخِرِهٖ تَخْفِیْفًا وَشَرْطُهٗ اَنْ لَا یَکُوْنَ مُضَافًا وَلَا مُسْتَغَاثًا وَلَا جُمْلَةً وَیَکُوْنَ اِمَّا عَلَمًا زَائِدًا عَلٰی ثَلَاثَةِ اَحْرُفٍ وَاِمَّا بِتَاءِ التَّانِیْثِ فَاِنْ کَانَ فِیْ اٰخِرِهٖ زِیَادَتَانِ فِیْ حُکْمِ الْوَاحِدَةِ کَاَسْمَاءَ وَمَرْوَانَ اَوْحَرْفٌ صَحِیْحٌ قَبْلَهٗ مَدَّةٌ وَهُوَ اَکْثَرُ مِنْ اَرْبَعَةِ اَحْرُفٍ حُذِفَتَا وَاِنْ کَانَ مُرَکَّبًا حُذِفَ الْاِسْمُ الْاَخِیْرُ وَاِنْ کَانَ غَیْرَ ذَالِکَ فَحَرْفٌ وَّاحِدٌ وَهُوَفِیْ حُکْمِ الثَّابِتِ عَلَی الْاَکْثَرِ فَیُقَالُ یَاحَارِ وَیَاثَمُوْ وَیَا کَرَوَ وَقَدْ یُجْعَلُ اِسْمًا بِرَأْسِهٖ فَیُقَالُ یَاحَارُ وَیَا ثَمِیْ وَیَاکَرَا

﴿ترجمہ﴾: ترخیم منادیٰ جائز ہے (بغیر ضرورتِ شعری کے) اور غیر منادیٰ میں ضرورت (شعری) کی وجہ سے جائز ہے، اور ترخیم منادیٰ تخفیف کے لئے منادیٰ کے آخر میں حذف (کا نام) ہے، اور اس شرط یہ ہے کہ منادیٰ مضاف نہ ہو، مستغاث نہ ہو، جملہ نہ ہو یا تو وہ منادیٰ علم ہو اور تین حرفوں سے زائد ہو، یا پھر تائے تانیث کے ساتھ ہو، اگر منادیٰ کے آخر میں ایسے دو حرف زائد ہوں جو ایک ساتھ زائد ہونے کی وجہ سے ایک زیادتی کے حکم میں ہوں جیسے اَسْمَاءَ اور مَرْوَان یا اس کے آخر میں حرف صحیح ہو جس کا ماقبل مدہ زائدہ ہو اور وہ چار حروف سے زائد ہو تو (دونوں صورتوں میں) دو حرف اکٹھے حذف ہونگے

اور اگر منادیٰ مرکب ہو تو آخری اسم کو مکمل حذف کر دیا جائے گا، اور اگر منادیٰ ان (مذکورہ تین قسموں) کے علاوہ ہو تو صرف ایک حرف کو حذف کیا جائے گا اور محذوف اکثر استعمال کی بناء پر موجود کے حکم میں ہوتا ہے، پس کہا جائے گا یَاحَارِ، یَاثَمُوْ، یَا

کَرَوَ ۔
اور کبھی اسے مستقل اسم بنادیا جاتا ہے۔جیسے :یَاحَارُ،یَا ثَمِیُ، یَاکَرَا ۔

﴿تشریح﴾:

وَتَرْخِیْمُ الْمُنَادی الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ منادیٰ کی ایک خاصیت کا ذکر کرنا ہےاور منادیٰ کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں ترخیم ہر حال میں جائز ہے خواہ ضرورتِ شعری ہو یا نہ ہوجبکہ غیر منادیٰ میں ضرورتِ شعری کی وجہ سے ترخیم جائز ہوتی ہے اور کلام نثر میں جائز ہی نہیں۔

وَهُوَحَذْفٌ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ترخیمِ منادیٰ کی تعریف کرنی ہے کہ منادیٰ کے آخر میں تخفیف کی وجہ سے حذف کرنا ترخیم کہلاتا ہے۔

﴿اعتراض﴾: منادیٰ کی تعریف دخولِ غیر سے مانع نہیں کیونکہ یہ رَامٍ اور دَاعٍ وغیرہ پر بھی صادق آرہی ہے، کیونکہ ان کے بھی آخر کو حذف کردیا گیا تخفیف کے لئے حالانکہ اس حذف کو ترخیم نہیں کہتے۔

﴿جواب﴾: ترخیم میں حذف محض تخفیف کے لئے ہوتا ہے کسی قانونِ صرفی کی وجہ سے نہیں ہوتا جبکہ رَامٍ اور دَاعٍ میں صرف تخفیف کے لئے حذف نہیں بلکہ قانونِ صرفی کی وجہ سے ہوا ہے۔

وَشَرْطُهُ اَنْ لَاالخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ترخیم منادیٰ کی شرائط کو بیان کرنا ہے کہ اس کی چار شرطیں ہیں،جن میں سے تین عدمی اور ایک وجودی ہے۔

1: منادیٰ مضاف نہ ہو کیونکہ اگر منادیٰ مضاف ہو تو ترخیم کی دوصورتیں ہیں (۱) کہ یا تو وہ مضاف کے آخر میں کی جائے گی،(۲) یا مضاف الیہ کے آخر میں کیا جائے گی،اور یہ دونوں صورتیں ہی باطل ہیں اس لئے کہ اگر مضاف کے آخر میں ترخیم کی جائے تو درمیانِ کلمہ میں ترخیم ہوجائے گی کیونکہ مرکبِ اضافی کلمہ واحدہ کے حکم میں ہوتا ہے حالانکہ ترخیم آخرِ کلمہ میں ہوتی ہے درمیانِ کلمہ میں نہیں۔

اور اگر مضاف الیہ کے آخر میں ترخیم کی جائے تو مقصود بالندا میں ترخیم نہیں ہوگی کیونکہ مقصود بالندا تو مضاف ہوتا ہے،لہٰذا یہ شرط لگائی گئی کہ وہ منادیٰ مضاف ہی نہ ہو۔

2: منادیٰ مستغاث نہ ہو،کیونکہ مستغاث کی دوصورتیں ہیں۔ (۱) مستغاث بالالف۔(۲) مستغاث باللام۔
پہلی صورت میں الف کو حذف کرنا پڑیگا حالانکہ اس سے مقصود آواز کو لمبا کرنا ہوتا ہے اور ایسا کرنے سے منادیٰ مستغاث ہی نہیں رہیگا اور دوسری صورت میں لامِ استغاثہ کا اثر ہی ختم ہوجائے گا اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مؤثر ہو لیکن اس کا اثر نہ ہو۔

3: منادیٰ جملہ نہ ہو کیونکہ جملہ مبنی کے حکم میں ہوتا ہے اور مبنی کے آخر کو حذف نہیں کیا جاسکتا۔

❁ یہ تین شرطیں عدمی تھیں۔

4: دو باتوں میں سے ایک بات پائی جائے۔

(ا) منادیٰ علم !زائد علی الثلاثۃ ہو۔(۲) یا منادیٰ علم !کے آخر میں تائے تانیث ہو۔

☆ زَائِد عَلَی الثَّلاثَہ اس لئے تاکہ ترخیم کے بعد بھی تین حروف پائے جائیں ورنہ اس اسم معرب کی مبنی کے ساتھ مشابہت لازم آئیگی۔

☆ اور آخر میں تائے تانیث اس لئے ! کیونکہ تائے تانیث دوسرا کلمہ ہے اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہوتا ہے۔

فَإِنْ كَانَ فِيْ اٰخِرِهٖ الـــخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ترخیم میں حروف کے حذف کی مقدار کو بیان کرنا ہے کہ اگر منادیٰ کے آخر میں ایسے دو حرف زائد ہوں جو ایک ساتھ زائد ہونے کی وجہ سے ایک زیادتی کے حکم میں ہوں یا اس کے آخر میں صحیح ہو جس کا ماقبل مدہ زائدہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں بوقتِ ترخیم !منادیٰ کے آخر سے دو حرف حذف کئے جائینگے۔

☆ پہلی صورت کی مثال :یَااَسْمَاءُ سے یَااَسْمَ اور یَامَرْوَانُ سے یَامَرْوَ ،اَسْمَاء میں الف وہمزہ اور مَرْوَان میں الف ونون اکٹھے زائد کئے جاتے ہیں۔

☆ دوسری صورت کی مثال یَامَنْصُوْرُ سے یَامَنْصُ، یَاعَمَّارُ سے یَاعَمَّ،یَااِدْرِیْسُ سے یَااِدْرِ ،یَااِبْرَاهِیْمُ سے یا اِبْرَاهِ۔

وَإِنْ كَـانَ مُـرَكَّبًا الخ: سے مصنف علیہ الرحمۃ کہ اگر منادیٰ مرکب ہو تو ترخیم کے لئے آخری اسم کو حذف کر دیا جائے گا۔ جیسے: یَابَعْلَبَكُّ سے یَابَعْلُ

﴿اعتراض﴾:

مصنف علیہ الرحمۃ کی عبارت میں مرکب سے مراد عام ہے خواہ مرکب اضافی ہو یا مرکب اسنادی (جملہ) ہو، اس سے تو ان کی ماقبل والی عبارت سے ٹکراؤ لازم آئے گا کیونکہ ماقبل شرائط میں کہا تھا کہ اَنْ لَایَـكُوْنَ مُـضَـافًا وَلَا جُمْلَةً جبکہ یہاں فرما رہے ہیں کہ وہ مرکب ہو۔

﴿جواب﴾ مرکب سے مراد وہ مرکب ہے جو جملہ اور مرکب اضافی نہ ہو، کیونکہ ان دونوں کی شرائط کے بیان میں نفی ہو چکی ہے۔

وَإِنْ كَانَ غَيْرَ الخ : سے مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر منادیٰ مذکورہ تین قسموں میں سے کوئی بھی قسم نہ ہو یعنی نہ تو اس کے آخر میں دو زیادتیاں زیادتی واحد کے حکم میں ہوں اور نہ حرف صحیح ہو جس کا ماقبل مدہ ہو اور نہ ہی منادیٰ مرکب ہو تو پھر ترخیم کے وقت صرف ایک ہی حرف کو حذف کیا جائے گا جیسے یَاحَارِثُ سے یَا حَارِ اور یَا ثَمُوْدُ سے یَا ثَمُوْ۔

وَهُوَفِيْ حُكْمِ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ منادیٰ مرخم کے اعراب کو بیان کرنا ہے کہ منادیٰ مرخم کے بارے میں

اہل عرب کے دو استعمال ہیں۔

1: اکثر و بیشتر منادیٰ مرخم کو اس منادیٰ کے حکم میں کر دیا جاتا ہے جو اپنے تمام اجزاء کے ساتھ ثابت ہوتا ہے گویا کہ اس کے آخر سے کچھ حذف ہی نہیں ہوا، لہٰذا وہ حرف جو ترخیم کے بعد کلمہ کا آخری حرف بن گیا ہے اس کو اس کی سابقہ حرکت پر برقرار رکھا جائے گا۔

جیسے یَاحَارِثُ سے یَا حَارِ اور یَا ثَمُوْدُ سے یَا ثَمُوْ۔ یَاکَرَوَانُ سے یَا کَرَوَ

2: وَقَدْ یُجْعَلُ اِسْمًا الخ: سے منادیٰ مرخم کے اعراب کے متعلق اہل عرب کا دوسرا استعمال بیان کر رہے ہیں۔ کہ کبھی منادیٰ کو مستقل اسم بھی بنا دیا جاتا ہے اور اس پر مستقل منادیٰ کا حکم جاری ہوتا ہے۔ یعنی ترخیم کے بعد اس کے آخر میں جو حرف ہے اگر وہ مبنی ہونے کا مقتضی ہے تو اسے مبنی بنا دیا جائے گا اگر تعلیل کا مقتضی ہے تو اس میں تعلیل کر دی جائیگی، اور اگر تعلیل کا مقتضی نہ ہو تو اس میں تعلیل نہیں کی جائے گی، لہٰذا یَاحَارِثُ سے یَا حَارُ، را کے ضمہ کے ساتھ پڑھا جائے گا کیونکہ جب اسے مستقل اسم بنا لیا تو اس پر مستقل اسم والا اعراب ہی جاری ہوگا، چونکہ یہ مفرد معرفہ ہے اور مفرد معرفہ مبنی بر ضم ہوتا ہے۔

اور یَا ثَمُوْدُ سے یَا ثَمِیْ پڑھا جائے گا، کیونکہ جب اسے متصل اسم بنا لیا تو یہ تعلیل کا مقتضی ہے اس تعلیل کر دی کہ واؤ طرف میں ضمہ کے بعد واقع ہوئی اسے یاء سے تبدیل کر دیا پھر یاء کی مناسبت سے ماقبل ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا تو یَا ثَمُوْدُ سے یَا ثَمِیْ ہو گیا۔

﴿عبارت﴾:

وَقَدِاسْتَعْمَلُوْا صِیْغَةَ النِّدَاءِ فِی الْمَنْدُوْبِ وَهُوَالْمُتَفَجَّعُ عَلَیْهِ بِیَا اَوْ وَاوٍ وَاخْتُصَّ بِوَاوٍ حُکْمُهٗ فِی الْاِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ حُکْمُ الْمُنَادٰی وَلَکَ زِیَادَةُ الْاَلِفِ فِیْ اٰخِرِهٖ فَاِنْ خِفْتَ اللَّبْسَ قُلْتَ وَاغُلَامَکِیْهِ وَاغُلَامَکُمُوْهُ وَلَکَ الْهَاءُ فِی الْوَقْفِ وَلَا یَنْدُبُ اِلَّا الْمَعْرُوْفَ فَلَا یُقَالُ وَارَجُلَاهُ وَامْتَنَعَ وَازَیْدُ الطَّوِیْلَاهُ خِلَافًا لِّیُوْنُسَ وَیَجُوْزُ حَذْفُ حَرْفِ النِّدَاءِ اِلَّا مَعَ اِسْمِ الْجِنْسِ وَالْاِشَارَةِ وَالْمُسْتَغَاثِ وَالْمَنْدُوْبِ نَحْوُ یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا وَاَیُّهَا الرَّجُلُ وَشَذَّ اَصْبِحْ لَیْلُ وَافْتَدِ مَخْنُوْقُ وَاَطْرِقْ کَرَا وَقَدْ یُحْذَفُ الْمُنَادٰی لِقِیَامِ قَرِیْنَةٍ جَوَازًا مِثْلُ اَلَا یَا اسْجُدُوْا

﴿ترجمہ﴾: اور اہل عرب نے ندا کے صیغے کو مندوب میں استعمال کیا ہے اور مندوب وہ ہے جس پر یاء یا واؤ کے ذریعے افسوس کا اظہار کیا جائے اور مندوب واؤ کے ساتھ مختص ہے معرب اور مبنی ہونے میں مندوب کا حکم منادیٰ کے

حکم کی طرح ہے، اور تیرے لئے مندوب کی آخر میں الف کوزائد کرنا جائز ہے، اور اگر الف کی زیادتی سے کسی لفظ کے ساتھ التباس کا تجھے خوف ہو تو یوں کہو وَاغُلَامَکِیْهِ وَاغُلَامَکُمُوْهُ اور تیرے لئے وقف کی حالت میں ھا کو لانا جائز ہے اور نُدْبَه (میت کے فضائل بیان کرنا) اسم معروف کے ساتھ ہی کیا جاسکتا ہے پس وَارَجُلَاهُ نہیں کہا جائے گا اور وَازَیْـدُالـطَّـوِیْلَاهُ کہنا ممتنع ہے اور امام یونس کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور حرف ندا کو حذف کرنا جائز ہے مگر اسم جنس، اسم اشارہ، مستغاث اور مندوب سے، جیسے یُوْسُفُ اَعْـرِضْ عَنْ هٰذَا اور اَیُّهَـاالـرَّجُـلُ ۔اَصْبِحْ لَیْلُ وَافْتَـدِ مَـخْنُوْقُ وَاَطْرِقْ كَرَا کی مثالوں سے حرف ندا کو حذف کرنا شاذ ہے اور کبھی قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے منادیٰ حذف کردیا جاتا ہے جوازی طور پر۔ جیسے اَلَایَا اسْجُدُوْا ۔

﴿تشریح﴾:

وَقَـدِاسْتَـعْـمَـلُـوْاالخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مندوب کا بیان کرنا ہے کہ اہل عرب کہ کبھی صیغہ ندا کو مندوب میں بھی استعمال کرتے ہیں، اور صیغہ ندا سے مراد صرف یا ہے۔

﴿سوال﴾: اس مقام پر صیغہ ندا مطلق ہے، جو عموم پر مشتمل ہوتا ہے، آپ نے کس بناء پر کہہ دیا کہ یہاں اس سے مراد صرف یا ہے بقیہ صیغے (ایا، ھیا، ای، ہمزہ مفتوحہ) نہیں ہوسکتے؟۔

﴿جواب﴾: صیغۂ ندا میں اضافت! اضافتِ عہدِ خارجی ہے لہٰذا معنیٰ یہ ہوا کہ ندا کا ہر ہر صیغہ مراد نہیں بلکہ ایک خاص صیغہ مراد ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ مشہور و معروف قاعدہ ہے اَلْـمُـطْـلَـقُ اِذَااُطْلِقَ یُرَادُ بِهِ الْفَرْدُ الْکَامِلُ کہ مطلق کا جب اطلاق کیا جائے اس سے مراد فرد کامل ہوتا ہے فرد ناقص نہیں ہوتا، فردِ کامل تمام ندا کے صیغوں میں یا ہے اور کوئی نہیں۔

وَهُـوَالْـمُتَـفَـجَّـعُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مندوب کی تو تعریف کرنی ہے۔ کہ لغت میں مندوب اس میت کو کہتے ہیں کہ جس کے محاسن کو ذکر کرکے اس پر رویا جائے تاکہ لوگ اس پر رونے والے کو معذور نہ سمجھیں اور اظہارِ ہمدردی میں اس کے ساتھ شریک ہوجائیں، اور اصطلاح میں مندوب اس کو کہتے ہیں کہ جس پر وا ؤیا! یا کے ذریعے رویا جائے۔

وَاخْتُصَّ بِوَاوٍ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مندوب کے لئے استعمال ہونے والے واؤ اور یاء میں فرق بیان کرنا ہے۔

کہ مندوب کے لئے ان دونوں کا استعمال ہوتا ہے مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ واؤ مندوب کے ساتھ خاص ہے لیکن یا مندوب اور منادیٰ دونوں کے لئے استعمال ہوتی ہے۔

حُكْمُهُ فِي الْإِعْرَابِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مندوب کے حکم کو بیان کرنا ہے۔ کہ مندوب کا حکم اعراب وبناء میں منادیٰ کے حکم کی طرح ہے یعنی مندوب مفرد معرفہ ہو تو مضموم ہوتا ہے۔ جیسے: وَازَيْدُ، وَاعَمْرُو، جب مضاف یا مشابہ مضاف ہوگا تو منصوب ہوگا جیسے وَاعَبْدَاللهِ وَاطَالِعًا جَبَلًا ۔

وَلَكَ زِيَادَةُ الْأَلِفِ الخ: سے مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مندوب کے آخر میں آواز کو لمبا کرنے کے لئے نُدْبَه (میت کے فضائل بیان کرنے) میں مطلوب ہوتا ہے، اور حالتِ وقف میں الف کے بعد ھا کو زیادہ کرنا بھی جائز ہے۔ جیسے: يَازَيْدَاهُ

فَإِنْ خِفْتَ اللَّبْسَ الخ: سے مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اگر الف کا اضافہ کرنے سے کسی دوسرے صیغے سے التباس لازم آتا ہو تو پھر الف کو دوسرے مدہ سے تبدیل کر دیا جائے گا جو مندوب کے آخری حرف کی حرکت کے موافق ہو۔

مثلاً واحد مؤنث حاضر کے غلام کا نُدْبَه کرنا مقصود ہو تو وَاغُلَامَكَاهُ نہیں کہیں گے بلکہ وَاغُلَامَكِيْهِ کہیں گے، کیونکہ وَاغُلَامَكَاهُ کہنے کی صورت میں صیغہ واحد مذکر حاضر کے غلام کے نُدْبَه کے ساتھ التباس لازم آئیگا لہٰذا الف کو کاف کے کسرہ کی مناسبت کی وجہ سے یاء سے بدل کر وَاغُلَامَكِيْهِ کہیں گے۔

❁ ایسے صیغہ جمع مذکر حاضر کے غلام کا نُدْبَه کرنا مقصود ہو تو وَاغُلَامَكُمَا نہیں کہیں گے بلکہ وَاغُلَامَكُمُوْهُ کہیں گے کیونکہ وَاغُلَامَكُمَا کہنے کی صورت میں تثنیہ حاضر کے غلام کے نُدْبَه کے ساتھ التباس لازم آئیگا لہٰذا الف کو میم کی حرکت کی مناسبت سے واؤ سے بدل دینگے اور وَاغُلَامَكُمُوْهُ کہیں گے۔

وَلَا يُنْدَبُ إِلَّا الخ: سے مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ نُدْبَه صرف مشہور و معروف کا ہوتا ہے غیر مشہور کا نہیں ہوتا لہٰذا وَارَجُلَاهُ نہیں کہا جائے گا۔

﴿اعتراض﴾: آپ کا بیان کردہ ضابطہ درست نہیں کیونکہ وَامَنْ قَلَعَ بَابَ خَيْبَرَ (ہائے وہ ہستی جس نے باب خیبر کو اکھیڑا) کے ساتھ نُدْبَه کیا جا رہا ہے، حالانکہ مَنْ قَلَعَ بَابَ خَيْبَرَ غیر معروف اور نکرہ ہے کیونکہ مَنْ تعمیم کے لئے ہوتا ہے۔

﴿جواب﴾: اَلْمَعْرُوْف سے مراد وہ اسم ہے جس کے ساتھ مندوب مشہور ہو خواہ وہ علم ہو یا غیر علم ہو، چونکہ بیان کردہ صفت کے ساتھ مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ مشہور معروف ہیں لہٰذا ان نُدْبَه ان لفظوں کے ساتھ جائز ہے۔

وَامْتَنَعَ وَازَيْدُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مندوب کے متعلق ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔ کہ مندوب کے آخر میں درازیٔ آواز کے لئے الف کو لاحق کرنا جائز ہے لیکن مندوب کی صفت کے آخر میں الف کو لاحق کرنا ممتنع ہے۔ لہٰذا وَازَيْدَاهُ الطَّوِيْلُ کہنا درست ہے لیکن وَازَيْدُ الطَّوِيْلَاهُ کہنا درست نہیں۔

❁ جبکہ امام یونس کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ مندوب کی صفت کے آخر میں الف کو لاحق کرنا بھی جائز

ہے۔

☆ البتہ اگر مندوب مرکب اضافی ہوتو الف کا الحاق مضاف الیہ کے ساتھ کرنا بھی جائز ہے۔جیسے یَااَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَاہُ

وَیَجُوْزُ حَذْفُ حَرْفِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک قاعدہ بیان کرنا ہے کہ اگر کوئی قرینہ موجود ہو تو حرفِ ندا کوحذف کرنا بھی جائز ہے۔جیسے: یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا اصل میں یَایُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا ہے جس پر قرینہ حذف یہ ہے کہ اگر لفظِ یُوْسُف سے پہلے یا حرفِ ندا کو محذوف نہ مانا جائے تو لفظِ یُوْسُف مبتدا اور اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا خبر ہوگی، جو کہ انشاء ہے حالانکہ جملہ انشائیہ کا خبر بننا درست نہیں

☆ اسی طرح اَیُّھَاالرَّجُلُ اصل میں یَااَیُّھَاالرَّجُلُ تھا، اس میں حرفِ ندا پر قرینہ حذف یہ ہے کہ اَیُّھَا کو اس منادیٰ پر لاتے ہیں جو معرف باللام ہوتا کہ معرفہ کی دو علامتیں اکٹھی نہ ہو جائیں لہٰذا یہاں اَیُّھَا کا ہونا علامت ہے کہ یہاں حرفِ ندا محذوف ہے۔

اِلَّامَعَ اِسْمِ الْجِنْسِ الخ: سے مصنف علیہ الرحمۃ گزشتہ بیان کردہ قاعدے سے کچھ مقامات کو مستثنیٰ فرمارہے ہیں۔ کہ اگر کوئی قرینہ موجود تو حرفِ ندا کو حذف کرنا جائز ہے لیکن جب حرفِ ندا اسم جنس، اسم اشارہ، مستغاث، یا مندوب سے ملا ہوا ہو تو اسے حذف کرنا جائز نہیں۔

﴿سوال﴾: یَارَجُلُ میں رَجُلُ معرفہ ہے نکرہ نہیں کیونکہ اس سے رَجُل معین مراد ہے جبکہ اسم جنس فردِ مبہم پر دلالت کرتا ہے لہٰذا اس سے پہلے حرفِ ندا کو حذف ہونا چاہیئے تھا حالانکہ حذف نہیں ہوتا کیوں؟

﴿جواب﴾: اسم جنس سے مراد وہ اسم ہے جو ندا سے پہلے نکرہ ہو خواہ ندا کے بعد معرفہ ہو جائے یا ندا کے بعد بھی نکرہ رہے۔

اور یَارَجُلُ! رَجُل ندا سے پہلے نکرہ تھا اور ندا کے بعد معرفہ ہو گیا ہے لہٰذا یہ اسم جنس ہی ہے اور اسم جنس پر داخل ہونے والا حرفِ ندا حذف نہیں ہوتا، اور یَارَجُلًا میں رَجُلًا ندا کے بعد بھی نکرہ ہی ہے لہٰذا یہ بھی اسم جنس ہوا، اور اس کا بھی حرف ندا حذف کرنا جائز نہیں۔

﴿سوال﴾: اسم جنس سے حرفِ ندا کو حذف کرنا کیوں جائز نہیں؟

﴿جواب﴾: اسم جنس کی ندا کثیر الوقوع نہیں لہٰذا اگر اسم جنس سے حرفِ ندا کو حذف کر دیا گیا تو معلوم نہیں ہو سکیگا کہ حرفِ ندا محذوف ہے اور اسم جنس منادیٰ ہے۔

﴿سوال﴾: اسم اشارہ سے حرفِ ندا کو حذف کرنا کیوں جائز نہیں؟

﴿جواب﴾: اسم اشارہ ابہام میں اسم جنس کی طرح ہے تو جس طرح اسم جنس سے حرفِ ندا کو حذف کرنا جائز نہیں اسی

طرح اسم اشارہ سے بھی حرفِ ندا کو حذف کرنا جائز نہیں۔

﴿سوال﴾: مستغاث اور مندوب سے حرفِ ندا کو حذف کرنا کیوں جائز نہیں؟

﴿جواب﴾: کیونکہ ان دونوں میں درازیٔ صوت اور تطویل مطلوب ہوتی ہے اور حذف اس کے منافی ہے۔

وَشَذَّ اَصْبِحْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ کا یہ کہنا کہ ''اسمِ جنس سے حرفِ ندا کو حذف کرنا جائز نہیں'' یہ درست نہیں کیونکہ متعدد مقامات ہیں کہ جہاں اسمِ جنس سے حرفِ ندا کو حذف کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً امرأالقیس کی بیوی کے اس قول اَصْبِحْ لَیْلُ میں لَیْلُ اسمِ جنس ہے اور اس سے حرفِ ندا حذف ہوا ہے اسی طرح اِفْتَدِ مَخْنُوْقُ میں مَخْنُوْقُ اسمِ جنس ہے اور اس سے حرفِ ندا محذوف ہے، اور ایسے ہی اَطْرِقْ کَرَا

میں کَرَا اسمِ جنس ہے اس سے بھی حرفِ ندا کو حذف دیا گیا ہے۔

﴿جواب﴾: آپ کی تمام بیان کردہ مثالیں شاذ ہیں یعنی اگر ایسا ہوا ہے تو بہت ہی کم ہوا ہے۔

❁ پہلی مثال میں اَصْبِحْ بابِ افعال سے امر ہے اور یہ مقولہ اصل میں اَصْبِحْ یَالَیْلُ تھا بمعنی اے رات تو صبح کر، یہ مقولہ امرأالقیس کی بیوی کا ہے، امرأالقیس ایک عجمی شاعر تھا، جس نے عربی زبان میں کمال درجے کی مہارت کر لی تھی، اور اس بناء پر وہ اپنے آپ کو عربی کہلاتا تھا، اس کے فصیح و بلیغ کلام کو سن کر عربی لوگ بھی اسے عربی ہی سمجھتے تھے، ایک بار اس نے اپنا فصاحت و بلاغت پر مشتمل کلام ایک عربی شاعر کو سنایا تو اس نے خوش ہو کر اپنی نہایت ہی عالمہ فاضلہ اور فصیحہ وبلیغہ لڑکی کو اس کے نکاح میں دے دیا، اتفاقاً ایک رات امرأالقیس نے اپنی اس بیوی کو چراغ بجھانے کا کہا، اور اِطْفَئِی السِّرَاجَ کہنے کی بجائے اُقْتُلِی السِّرَاجَ کہہ دیا، اس کی بیوی سمجھ گئی اور اس نے کہا وَاللهِ وَاللهِ هٰذَا اَعْجَمِیٌّ اور تمام رات وہ اسی پریشانی میں روتی رہی کہ وہ اسقدر عالمہ، فاضلہ اور فصیحہ وبلیغہ ہو کر بھی ایک عجمی کی زوجہ ہے اور کہتی رہی اَصْبِحْ لَیْلُ ''اے رات اب تو صبح ہو جا'' تاکہ میں جلدی اس سے طلاق لوں۔

❁ دوسری مثال میں اِفْتَدِ مَخْنُوْقُ اصل میں اِفْتَدِ یَا مَخْنُوْقُ ہے، کہا جاتا ہے کہ سلیک نامی شخص سویا ہوا تھا تو ایک چور نے اس کا گلا دبا کر کہا اِفْتَدِ مَخْنُوْقُ کہ اے گلا دبائے ہوئے کچھ مال دے۔

❁ تیسری مثال میں اَطْرِقْ کَرَا اصل میں اَطْرِقْ یَاکَرَوَانُ ہے، یہ ایک منتر ہے جس کے ذریعے کَرَوَان نامی پرندے کو شکار کیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے اَطْرِقْ کَرَا اَطْرِقْ کَرَا اَنَّ النُّعَامَةَ فِی الْقُریٰ کہ اے کَرَوَان پرندے اپنا سر نیچے جھکا لے، کیونکہ شتر مرغ بستی میں ہے مطلب یہ ہوتا ہے کہ شتر مرغ جو تجھ سے بڑا ہے اس کا شکار کر لیا گیا ہے اور اس کو بستی میں پہنچا دیا گیا ہے تو بھی بچ نہیں سکتا، یہ سن کر وہ نیچے آجاتا ہے اور شکار ہو جاتا ہے۔

وَقَدْ يُحْذَفُ الْمُنَادٰى الخ: سے مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی منادیٰ کو قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے جوازی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے: اَلَا يَا اسْجُدُوْا اس مثال میں الاحرفِ تنبیہ ہے اور يَا اسْجُدُوْا میں یَاحرفِ ندا ہے اور اس کا منادیٰ محذوف ہے، اور منادیٰ کے محذوف ہونے پر قرینہ یہ ہے کہ یَا حرفِ ندا فعل پر داخل ہے حالانکہ یَا حرفِ ندا کا فعل کا داخل ہونا ممتنع ہے، پس اس سے معلوم ہوا کہ یَــــا جس پر داخل ہے وہ اس کا منادیٰ نہیں، اور اس کا منادیٰ قَــوْمُ یہاں محذوف ہے یہ اصل میں اَلَا يَاقَوْمُ اُسْجُدُوْا ہے۔

﴿عبارت﴾:

وَالثَّالِثُ مَا اُضْمِرَ عَامِلُهٗ عَلٰى شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ وَهُوَ كُلُّ اِسْمٍ بَعْدَهٗ فِعْلٌ اَوْشِبْهُهٗ مُشْتَغِلٌ عَنْهُ بِضَمِيْرِهٖ اَوْ مُتَعَلِّقِهٖ لَوْسُلِّطَ عَلَيْهِ هُوَاَوْمُنَاسِبُهٗ لَنَصَبَهٗ مِثْلُ زَيْدًا ضَرَبْتُهٗ وَزَيْدًا مَرَرْتُ بِهٖ وَزَيْدًا ضَرَبْتُ غُلَامَهٗ وَزَيْدًا حُبِسْتُ عَلَيْهِ وَيُنْصَبُ بِفِعْلٍ مُّضْمَرٍ يُّفَسِّرُمَابَعْدَهٗ اَىْ ضَرَبْتُ وَجَاوَزْتُ وَاَهَنْتُ وَلَابَسْتُ وَيُخْتَارُ الرَّفْعُ بِالْاِبْتِدَاءِ عِنْدَ عَدَمِ الْقَرِيْنَةِ خِلَافِهٖ اَوْعِنْدَ وُجُوْدِ اَقْوٰى مِنْهَا كَاَمَّا مَعَ غَيْرِ الطَّلَبِ وَاِذَا لِلْمُفَاجَاةِ

﴿ترجمہ﴾: اور تیسری جگہ وہ اسم ہے جس کے عامل کو مقدر مانا گیا ہو تفسیر کی شرط کی بناء پر، اور وہ! وہ اسم ہے جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اعراض کرنے والا ہو اس اسم میں عمل کرنے سے اس کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اگر اس فعل یا شبہ فعل کو بعینہٖ، یا اس کے مناسب کو اس اسم پر مسلط کر دیا جائے تو وہ اس اسم کو نصب دے، جیسے زَيْدًا ضَرَبْتُهٗ اور زَيْدًا مَرَرْتُ بِهٖ اور زَيْدًا ضَرَبْتُ غُلَامَهٗ اور زَيْدًا حُبِسْتُ عَلَيْهِ، ان مثالوں میں زَيْدًا کو نصب دیا جائے گا فعل مضمر کی وجہ سے جس کا مابعد اس کی تفسیر کر رہا ہے یعنی ضَرَبْتُ اور جَاوَزْتُ اور اَهَنْتُ اور لَابَسْتُ اور ابتدا کی وجہ سے مذکورہ اسم پر رفع پڑھنا مختار ہے جب کوئی رفع کے خلاف قرینہ نہ پایا جا رہا ہو، یا رفع کا قرینہ (نصب کے قرینے سے) زیادہ قوی طریقے سے پایا جا رہا ہو، جیسے اَمَّــــا (جو مذکورہ اسم پر داخل ہو) اس فعل پر داخل ہو کہ جس میں طلب کے معنیٰ نہ پائے جاتے ہوں اور اِذَا جب مفاجاۃ کے لئے ہو۔

﴿تشریح﴾:

وَالثَّالِثُ مَا اُضْمِرَ الخ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ان مقاماتِ اربعہ میں سے تیسرے مقام کو بیان کرنا ہے کہ جہاں مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے اور یہ مقام بنام مَا اُضْمِرَ عَامِلُهٗ عَلٰى شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ ہے۔

❁ اور اس کی تعریف یہ ہے کہ ہر وہ اسم جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو، اور وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم میں عمل نہ کر رہا ہو کیونکہ وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کر رہا ہو لیکن اگر اسی فعل یا شبہ فعل کو یا اس کے کسی مناسب کو اس اسم مذکور پر

داخل کردیا جائے تو وہ اس اسم کو نصب دے۔

☆ جیسے زَیْدًا ضَرَبْتُهٗ! یہ مثال اس فعل کی ہے جو ضمیر اسم میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم میں جو فعل پر مقدم ہے عمل نہیں کررہا لیکن اگر بعینہٖ ضَرَبْتُ کو زَیْدًا پر داخل کردیا جائے تو یہ اسے نصب دیگا لہٰذا ہم یوں کہیں گے کہ زَیْدًا ضَرَبْتُهٗ اصل میں ضَرَبْتُ زَیْدًا ضَرَبْتُهٗ تھا چونکہ دوسرا ضَرَبْتُ پہلے ضَرَبْتُ کی تفسیر کررہا ہے اور پہلے ضَرَبْتُ کے قائمقام بننے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے اس لئے پہلے ضَرَبْتُ کو حذف کردیا تا کہ مُفَسَّر اور مُفَسِّر کا اجتماع نہ لازم آئے۔

☆ زَیْدًا مَرَرْتُ بِهٖ! یہ مثال اس فعل کی ہے جو ضمیر اسم میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم میں عمل نہیں کررہا جو فعل پر مقدم ہے لیکن جب اس اسم پر فعل مذکور (مَرَرْتُ بِهٖ) کے مناسب بالترادف (جَاوَزْتُ) کو مقدم کردیں تو وہ اسے نصب دیگا یعنی زَیْدًا پر جَاوَزْتُ کو مقدم کردیں (جو کہ مَرَرْتُ بِهٖ کا مناسب بالترادف ہے کیونکہ مَرَرْتُ! بَا کے ساتھ متعدی ہوجائے تو یہ جَاوَزْتُ کے معنیٰ میں ہوجاتا ہے) تو زَیْدًا مفعولیت کی بناء پر منصوب ہوگا۔

❁ رہی یہ بات کہ زَیْدًا پر مَرَرْتُ بِهٖ کو مسلط کرلیا جاتا اس کے مناسب بالترادف (جَاوَزْتُ) کو مسلط کیوں کیا جاتا ہے؟ تو جواباً عرض یہ ہے کہ اگر بعینہٖ مَرَرْتُ بِهٖ کو مسلط کیا جاتا تو یہ با کے بغیر داخل نہ ہوسکتا اور اگر با کے ساتھ داخل کرتے تو یہ بجائے نصب دینے کے اسے جر دے دیتا۔

۞ زَیْدًا ضَرَبْتُ غُلَامَهٗ! یہ مثال اس فعل کی ہے جو متعلق اسم (کیونکہ غلام! زید کا متعلق ہے باعتبارِ ملکیت کے) میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم پر عمل نہیں کررہا، لیکن جب فعل مذکور کے مناسب لازم (اَهَنْتُ) کو اس اسم مذکور پر داخل کیا جائے تو وہ اس اسم کو نصب دیگا جیسے مذکورہ مثال میں ضَرَبْتُ! زَیْدًا کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے زَیْدًا میں عمل نہیں کررہا، اب اگر ضَرَبْتُ کے مناسب لازم (اَهَنْتُ کیونکہ غلام کو مارنا اس کے آقا کی توہین ہے) کو زَیْدًا پر داخل کریں تو وہ مناسب لازم اسے نصب دیگا۔

۞ رہی یہ بات مناسب لازم (اَهَنْتُ) کو زَیْدًا پر داخل کیا جاتا ہے ضَرَبْتُ کو داخل کرلیتے؟ تو جواباً عرض یہ ہے کہ پھر مثال کا معنیٰ مطلوب کے خلاف ہوجاتا کیونکہ مضروب! غلامِ زید ہے نہ کہ زید۔

۞ زَیْدًا حُبِسْتُ عَلَیْهِ! سے اس فعل کی مثال دی جارہی ہے جو ضمیر اسم میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم میں عمل نہیں کررہا لیکن جب فعل کے مناسب لازم (لَابَسْتُ) کو اس اسم مذکور پر داخل کیا جائے تو وہ اسے نصب دیگا، حُبِسْتُ عَلَیْهِ کا مناسب لازم فعل لَابَسْتُ ہے کیونکہ ایک شے کو دوسری شے پر بند کرنے کو ملابست لازم ہے، اب اگر اسے (لَابَسْتُ) کو زَیْدًا پر مقدم کیا جائے تو وہ زَیْدًا کو نصب دیگا۔

✿ رہی یہ بات کہ اس مثال میں بعینہٖ حُبِسْتُ عَلَیْہِ کو زَیْدًا پر داخل کرلیا جاتا کیا وجہ ہے کہ اس کے مناسب لازم کو داخل کیا جاتا ہے؟ تو جواباً عرض یہ ہے کہ اسے (حُبِسْتُ) یا تو عَلٰی کے ساتھ داخل کیا جاتا یا عَلٰی کے بغیر، اگر عَلٰی کے ساتھ داخل کیا جاتا تو زَیْدًا مجرور ہو جاتا، اور اگر عَلٰی کے بغیر داخل کیا جاتا تو زَیْدًا اس کا مفعول بہ نہ بن سکتا کیونکہ فعل مجہول! مفعول بہ میں نصب والا عمل نہیں کرتا،

✿ الغرض! ان تمام مثالوں میں زَیْدًا اس فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر بعد والا فعل کررہا ہے پس اس فعل اول کو حذف کردیا تاکہ مُفَسَّر اور مُفَسِّر کا اجتماع نہ لازم آئے۔

﴿سوال﴾: مثال سے مقصود تو ممثل لہٗ کی وضاحت ہوتی ہے اور وضاحت کے لئے ایک ہی مثال کافی ہوتی مصنف علیہ الرحمۃ نے چار مثالیں کیوں دے دیں؟

﴿جواب﴾: چونکہ مَا اُضْمِرَ عَامِلُہٗ عَلٰی شَرِیْطَۃِ التَّفْسِیْرِ کی چار صورتیں ہیں انہیں مصنف علیہ الرحمۃ نے چار مثالوں کے ذریعے بیان کردیا۔

وَیُنْصَبُ بِفِعْلٍ مُّضْمَرٍ الخ: سے مصنف علیہ الرحمۃ ان افعال کا ذکر کرتے ہیں جو مذکورہ مثالوں میں محذوف ہیں، پس پہلی مثال میں ضَرَبْتُ محذوف ہے، دوسری مثال میں دوسرا فعل محذوف ہے اور تیسری مثال میں تیسرا فعل محذوف ہے اور چوتھی مثال میں چوتھا فعل محذوف ہے، الغرض مصنف علیہ الرحمۃ نے مثالوں کے بعد افعال محذوفہ کا ذکر لَفٌّ وَنَشْرٌ مُرَتَّب کے طور پر کیا ہے یعنی جس ترتیب سے مثالیں بیان کی گئی تھیں اسی ترتیب سے ان کے افعال محذوفہ کا ذکر کیا ہے۔

وَیُخْتَارُ الرَّفْعُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسم مذکور کے مرفوع ہونے کے متعلق ایک ضابطہ بیان کرنا ہے کہ جہاں رفع کے قرینہ کے خلاف کوئی قرینہ نہ ہو تو وہاں رفع پڑھنا مختار ہے اگرچہ وہاں نصب بھی جائز ہوتا ہے۔ جیسے: زَیْدًا ضَرَبْتُہٗ میں رفع اور نصب دونوں جائز ہیں لیکن رفع پڑھنا مختار ہے کیونکہ نصب حذفیتِ فعل کا مقتضی ہے اور رفع اس بات کا مقتضی نہیں ہے۔

ضروری بات: کلمہ اَمَّا بشرطیکہ ایسے فعل پر داخل نہ ہو جس میں طلب کے معنیٰ پائے جاتے ہوں تو وہ رفع کا اقوی قرینہ ہے کیونکہ اَمَّا کے بعد اکثر و بیشتر مبتدأ ہوتا ہے، اور اِذَا مفاجاتیہ بھی رفع کا قوی ترین قرینہ ہے کیونکہ اس بعد بھی اکثر و بیشتر جملہ اسمیہ پایا جاتا ہے۔

اَوْ عِنْدَ وُجُوْدِ الخ: سے مصنف علیہ الرحمۃ دوسرا مقام بیان کررہے ہیں کہ جہاں اسم مذکور پر رفع پڑھنا مختار ہے۔

✿ اور وہ یہ ہے جب اسم مذکور کے متعلق رفع ونصب دونوں قسم کے قرینے ہوں لیکن رفع کا قرینہ نصب کے قرینے کی بنسبت قوی ہو تو اس اسم مذکور کو مرفوع پڑھنا مختار ہے۔ جیسے: لَقِیْتُ الْیَوْمَ وَاَمَّا زَیْدٌ فَاَکْرَمْتُہٗ

اس مثال میں رفع ونصب دونوں کا قرینہ ہے مگر رفع کا قرینہ اقوی ہے اس لئے اسے مرفوع پڑھنا مختار ہے۔

﴿نصب کا قرینہ﴾: اگر مذکورہ مثال میں زَیْدًا کو منصوب پڑھیں گے تو زَیْدًا سے پہلے فعل محذوف ہوگا اور ایسی صورت میں جملہ فعلیہ کا جملہ فعلیہ پر عطف ہوگا اور عطف میں مطابقت مستحسن ہے۔

﴿رفع کا قرینہ﴾: رفع کا ایک قرینہ تو یہ ہے کہ ایسی صورت میں محذوف ماننے سے چھٹکارا ملیگا۔ اور دوسرا قرینہ جو قوی ترین ہے یہ ہے کہ زَیْدًا اَمَّا کے بعد واقع ہے اور اَمَّا کے بعد اکثر و بیشتر مبتدا ہوتا ہے تو چونکہ رفع کا قرینہ قوی ترین قرینہ اس لیئے اسے (زَیْد) کو مرفوع پڑھنا مختار ہے۔

وَاِذَا لِلْمُفَاجَاۃِ سے مصنف علیہ الرحمۃ ان مقامات میں تیسرا مقام بیان کررہے ہیں کہ جہاں اسم مذکور(مَااُضْمِرَ عَامِلُہٗ عَلٰی شَرِیْطَۃِ التَّفْسِیْرِ) پر رفع پڑھنا مختار ہے اور وہ یہ ہے کہ جب اسم مذکور پر اذا مفاجاتیہ داخل ہو تو وہاں رفع اور نصب دونوں پڑھ سکتے ہیں جیسے خَرَجْتُ فَاِذَا زَیْدٌ یَضْرِبُہٗ عَمْرٌو اس مثال میں بھی رفع ونصب دونوں کا قرینہ ہے مگر رفع کا قرینہ اقوی ہے اس لئے اسے مرفوع پڑھنا مختار ہے۔

﴿نصب کا قرینہ﴾: اگر مذکورہ مثال میں زَیْدًا کو منصوب پڑھیں گے تو زَیْدًا سے پہلے فعل محذوف ہوگا اور ایسی صورت میں جملہ فعلیہ کا جملہ فعلیہ پر عطف ہوگا اور عطف میں مطابقت مستحسن ہے۔

﴿رفع کا قرینہ﴾: رفع کا ایک قرینہ تو یہ ہے کہ ایسی صورت میں محذوف ماننے سے چھٹکارا ملیگا۔ اور دوسرا قرینہ جو قوی ترین ہے یہ ہے کہ زَیْدًا اِذَا مُفَاجَاتِیَہ کے بعد واقع ہے اور اِذَا مُفَاجَاتِیَہ کے بعد اکثر و بیشتر جملہ اسمیہ ہوتا ہے تو چونکہ رفع کا قرینہ قوی ترین قرینہ اس لیئے اسے (زَیْد) کو مرفوع پڑھنا مختار ہے۔

﴿عبارت﴾:

وَيُخْتَارُ النَّصَبُ بِالْعَطْفِ عَلٰى جُمْلَةٍ فِعْلِيَّةٍ لِلتَّنَاسُبِ وَبَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ وَالْاِسْتِفْهَامِ وَاِذَا الشَّـرْطِيَّةِ وَحَيْـثُ وَفِـى الْاَمْـرِ وَالنَّهْيِ اِذَا هِيَ مَوَاقِعُ الْفِعْلِ وَعِنْدَ خَوْفِ لَبْسِ الْـمُـفَسِّـرِ بِالصِّفَةِ مِثْلُ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ وَيَسْتَوِى الْاَمْرَانِ فِيْ مِثْلِ زَيْدٌ قَامَ وَعَـمْـرًوا اَكْـرَمْتُـهٗ وَيَجِبُ النَّصَبُ بَعْدَ حَرْفِ الشَّرْطِ وَحَرْفِ التَّحضِيْضِ مِثْلُ اِنْ زَيْـدًا ضَرَبْتَهٗ ضَرَبَكَ وَاَلَّا زَيْدًا ضَرَبْتَهٗ وَلَيْسَ اَزَيْدٌ ذُهِبَ بِهٖ مِنْهُ فَالرَّفْعُ وَكَذَالِكَ كُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ وَنَحْوُ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ اَلْفَاءُ بِمَعْنَى الشَّرْطِ عِنْدَ الْمُبَرَّدِ وَجُمْلَتَانِ عِنْدَ سِيْبَوَيْهِ وَاِلَّا فَالْمُخْتَارُ النَّصَبُ

﴿ترجمہ﴾: اور اسم مذکور پر جملہ فعلیہ پر عطف کرنے کی صورت میں نصب مختار ہے تا کہ موافقت ہو جائے، حرف نفی، استفہام، اذا شرطیہ، اور حیث کے بعد واقع ہونے کی صورت میں (نصب مختار ہے) امر، نہی سے پہلے واقع ہونے کی صورت میں (نصب مختار ہے) کیونکہ یہ فعل کی جگہیں ہیں، اور جب مُفَسِّر کا صفت سے التباس کا خدشہ ہو (تو نصب مختار ہے) جیسے اِنَّـا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ، زَيْدٌ قَامَ اور عَمْرًوا اَكْرَمْتُهُ کی مثال میں دونوں امر (رفع، نصب) برابر ہیں، اور اسم مذکور پر نصب واجب ہے جب وہ حرف شرط اور حرف تحضیض کے بعد واقع ہو جیسے اِنْ زَيْدًا ضَرَبْتَهُ ضَرَبَكَ اور اَلَّا زَيْدًا ضَرَبْتَهُ اور اَزَيْدٌ ذُهِبَ بِهٖ کی مثال مَا اُضْمِرَ عَامِلُهٗ الخ سے نہیں، پس (زید پر) رفع واجب ہے اور ایسے ہی كُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ بھی مَا اُضْمِرَ عَامِلُهٗ الخ سے نہیں اور اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ کی مثال فا بمعنیٰ شرط ہے امام مبرد کے نزدیک اور یہ آیت دو مستقل جملے ہیں سیبویہ کے نزدیک، ورنہ پس نصب مختار ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَيُخْتَارُ النَّصَبُ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ان مقامات کا بیان کرنا ہے کہ کہ جہاں اسم مذکور پر رفع اگر چہ جائز ہے مگر نصب پڑھنا مختار ہے، وہ مقامات آٹھ ہیں۔

﴿سوال﴾: مختارِ رفع کے مقامات کو مختارِ نصب کے مقامات پر مقدم کیوں کیا؟

﴿جواب﴾: مختار رفع کے مقامات قلیل یعنی تین ہیں اور مختار نصب کے مقامات کثیر یعنی سات ہیں، پس قلیل کو یاداشت کی سہولت کے لئے کثیر پر مقدم کر دیا۔

❁ وہ آٹھ مقامات! کہ جہاں اسم مذکور پر نصب مختار ہے! مندرجہ ذیل ہیں۔

1: اسم مذکور جس جملہ میں واقع ہو اس کا عطف گزشتہ جملہ فعلیہ پر ہو رہا ہو تو اسم مذکور پر نصب مختار ہے تا کہ معطوف اور معطوف علیہ میں موافقت ہو جائے۔ جیسے: خَرَجْتُ فَزَيْدًا لَقِيْتُهٗ اس مثال میں زَيْدًا اسم مذکور ہے یہ جس جملہ میں ہے اس کا عطف جملہ فعلیہ پر ہو رہا ہے اس لئے زَيْدًا پر بھی نصب مختار ہے تا کہ دونوں جملے فعلیہ ہونے میں موافق ہو جائیں۔

2: اسم مذکور حرف نفی (مَا، لَا، اِنْ) کے بعد واقع ہو تو اسم مذکور پر نصب مختار ہے کیونکہ حرف نفی اکثر و بیشتر فعل پر داخل ہوتا ہے۔

جیسے مَا زَيْدًا ضَرَبْتُهٗ۔

3: اسم مذکور حرفِ استفہام کے بعد واقع ہو تو اسم مذکور پر نصب مختار ہے کیونکہ حرفِ استفہام بھی فعل پر داخل ہوتا ہے۔

جیسے أَزَيْدًا ضَرَبْتَه

4: اسم مذکور! اذا شرطیہ کے بعد واقع ہو تو بھی اسم مذکور پر نصب مختار ہے کیونکہ اذا شرطیہ اکثر و بیشتر فعل پر ہی داخل ہوتا ہے۔

جیسے اِذَا عَبْدَ اللّٰہِ تَلْقَهُ فَاَکْرِمْهُ

5: جب اسم مذکور! حیث کے بعد واقع ہو تو بھی نصب مختار ہے کیونکہ حیث بھی اکثر و بیشتر جملہ فعلیہ پر داخل ہوتا ہے۔

جیسے حَیْثُ زَیْدًا اَکْرَمْتَهُ اُکْرِمْكَ

6: اسم مذکور! فعل امر سے پہلے واقع ہو تو اسم مذکور پر نصب مختار ہے کیونکہ رفع پڑھنے کی صورت میں اسم مذکور! مبتدا واقع ہوگا اور فعل امر خبر واقع ہوگا حالانکہ وہ انشاء ہے جو کہ خبر کا متضاد ہے، یعنی وہ خبر نہیں ہوسکتا تو اسے تاویلاً خبر کرنا پڑیگا مثلاً زَیْدًا اِضْرِبْهُ اور رفع پڑھنے کی صورت میں تاویلاً یوں کہا جائے گا زَیْدٌ مَقُوْلٌ فِیْ حَقِّهٖ اِضْرِبْهُ جبکہ نصب کی صورت میں تاویل کی ضرورت نہیں پیش آئیگی، اس لئے نصب ہی مختار ہے۔

7: اسم مذکور! فعل نہی سے پہلے واقع ہو تو اسم مذکور پر نصب مختار ہے کیونکہ رفع پڑھنے کی صورت میں اسم مذکور! مبتدا واقع ہوگا اور فعل نہی خبر واقع ہوگا حالانکہ وہ انشاء ہے جو کہ خبر کا متضاد ہے، یعنی وہ خبر نہیں ہوسکتا تو اسے تاویلاً خبر کرنا پڑیگا مثلاً زَیْدًا لَاتَضْرِبْهُ اور رفع پڑھنے کی صورت میں تاویلاً یوں کہا جائے گا زَیْدٌ مَقُوْلٌ فِیْ حَقِّهٖ لَاتَضْرِبْهُ جبکہ نصب کی صورت میں تاویل کی ضرورت نہیں پیش آئیگی، اس لئے نصب ہی مختار ہے۔

8: جب رفع کی صورت میں صفت کے ساتھ مُفَسِّر کے التباس کا خوف ہو تو اس وقت بھی اسم مذکور پر نصب مختار ہے۔

جیسے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ اس آیتِ کریمہ میں دو باتوں کا بیان ہوا ہے۔

(۱) تمام اشیاء کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں۔ (۲) تمام اشیاء ایک اندازے سے پیدا کی گئی ہیں۔

پس اگر كُلَّ شَیْءٍ کو منصوب پڑھیں تو بِقَدَرٍ یعنی جار مجرور خَلَقْنٰهُ کے متعلق ہوگا اور مذکورہ دونوں باتیں حاصل ہو جائیں گی،

اور اگر كُلّ شَیْءٍ کو مرفوع پڑھیں تو یہ موصوف ہوگا اور خَلَقْنٰهُ اس کی صفت ہوگی اور یہ موصوف وصفت مل کر مبتدأ ہو جائے گا اور بِقَدَرٍ خبر ہوگی، تو معنیٰ یہ ہوگا کہ ہر وہ چیز جس کو ہم نے پیدا کیا ہے وہ ایک اندازے کے ساتھ ہے، تو اس سے مذکورہ دونوں باتوں میں سے ایک بات یعنی "تمام اشیاء ایک اندازے سے پیدا کی گئی ہیں" حاصل ہوگی لیکن دوسری بات کہ "تمام اشیاء کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں" یہ حاصل نہیں ہوگی کیونکہ اس صورت میں ایک وہم پیدا ہو جائے گا کہ شاید کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں فرمایا، حالانکہ ایسا نہیں، چونکہ رفع کی صورت میں صفت کے ساتھ مُفَسِّر کے التباس کا خوف ہے اور صفت بنانے کی صورت میں مقصود میں خلل واقع ہوتا ہے لہٰذا نصب مختار ہوگا تا کہ مقصود میں خلل واقع نہ ہو۔

وَیَسْتَوِی الْاَمْرَانِ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسم مذکور یعنی مَا اُضْمِرَ عَامِلُهٗ عَلٰی شَرِیْطَةِ التَّفْسِیْرِ کے اعراب

کی تیسری قسم بیان کرنی ہے کہ جب اسم مذکور اس جملہ میں ہو کہ جس کا عطف ایسے جملہ اسمیہ پر ہو رہا ہو جس کی خبر جملہ فعلیہ ہو تو وہاں اسم مذکور پر رفع اور نصب دونوں اعراب مساوی ہیں۔ جیسے: **زَیْدٌ قَامَ وَعَمْرٌو اَکْرَمْتُهٗ** میں۔

❁ جب عَـمْـرٌو کو مرفوع پڑھیں گے تو یہ جملہ اسمیہ ہوگا اور اس کا عطف جملہ کبریٰ یعنی جملہ اسمیہ پر ہوگا اس صورت میں معطوف بھی جملہ اسمیہ ہوگا اور معطوف علیہ بھی جملہ اسمیہ ہوگا۔

❁ اور اگر منصوب پڑھیں گے تو یہ جملہ فعلیہ بنے گا اور اس کا عطف جملہ صغریٰ یعنی فعلیہ (قَامَ) پر ہوگا جو کہ خبر ہے، چونکہ دونوں صورتوں میں معطوف علیہ اور معطوف میں مناسبت پائی جا رہی ہے لہٰذا دونوں امر (رفع، نصب) برابر ہونگے کسی کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہوگی۔

وَیَجِبُ النَّصَبُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسم مذکور یعنی **مَا اُضْمِرَ عَامِلُهٗ عَلٰی شَرِیْطَةِ التَّفْسِیْرِ** کے اعراب کی چوتھی قسم یعنی وجوبِ نصب کو بیان کرنا ہے کہ جب اسم مذکور یعنی **مَا اُضْمِرَ عَامِلُهٗ عَلٰی شَرِیْطَةِ التَّفْسِیْرِ** حرفِ شرط یا حرفِ تحضیض کے بعد واقع تو اس پر نصب پڑھنا واجب ہے۔ شرط کی مثال جیسے **اِنْ زَیْدًا ضَرَبْتَهٗ ضَرَبَكَ** حرفِ تحضیض کی مثال جیسے **اَلَّا زَیْدًا ضَرَبْتَهٗ**

وَلَیْسَ اَزَیْدٌ ذُهِبَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسم مذکور یعنی **مَا اُضْمِرَ عَامِلُهٗ عَلٰی شَرِیْطَةِ التَّفْسِیْرِ** کے اعراب کی پانچویں قسم یعنی وجوبِ رفع کو بیان کرنا ہے جسے بظاہر ایک اعتراض و جواب کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے کہا کہ اگر اسم مذکور! حرفِ استفہام کے بعد واقع ہو تو نصب مختار ہے جب کہ **اَزَیْدٌ ذُهِبَ بِهٖ** میں اسم مذکور زید پر تو نصب جائز ہی نہیں حالانکہ وہ حرفِ استفہام کے بعد ہی واقع ہے۔

﴿جواب﴾:

آپ کی بیان کردہ مثال! **مَا اُضْمِرَ عَامِلُهٗ عَلٰی شَرِیْطَةِ التَّفْسِیْرِ** کے قبیل سے ہے ہی نہیں کیونکہ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اس اسم مذکور پر فعل یا شبہ فعل کو مسلط کیا جائے تو وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کو نصب دے سکے، جبکہ اس مثال میں اگر ذُهِبَ کو بائے جارہ کے ساتھ اس پر داخل کریں تو زَیْد مجرور ہو جائے گا، اور اگر بائے جارہ کے بغیر داخل کریں تو بھی نصب نہیں دے سکتا کیونکہ یہ فعل لازم ہے جو مفعول کا مقتضی ہی نہیں ہوتا اور اگر اس کے عوض اُذْهِبَ فعل متعدی عوض میں لائیں تو بھی زَیْد یعنی اسم مذکور پر نصب نہیں آئیگا کیونکہ ایسی صورت میں زَیْد! اُذْهِبَ فعل کا نائب فاعل بن کر مرفوع ہو جائے گا۔

وَکَذَالِكَ کُلُّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: ماقبل میں آپ نے بیان کیا تھا کہ جب اسم مذکور کے متعلق رفع و نصب دونوں قسم کے قرینے ہوں لیکن رفع کا قرینہ نصب کے قرینے کی بنسبت قوی ہو تو اس اسم مذکور کو مرفوع پڑھنا مختار ہے، آپ کا یہ بیان کردہ قاعدہ اللہ تعالیٰ

کے فرمان کُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْهُ فِی الزُّبُرِ پر منطبق نہیں ہوتا کیونکہ اس میں موجود اسم مذکور کُلُّ شَیْءٍ کے لئے رفع کا قرینہ ا''اس کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا ہے'' اور نصب کا قرینہ ا''اس کے بعد ایسے فعل کا ہونا ہے جس میں تفسیر بننے کی صلاحیت ہے'' اور قرینہ مرجحہ صرف رفع پر موجود ہے وہ حذف سے سلامتی ہے، نصب پر کوئی قرینہ مرجحہ نہیں لہٰذا آپ کے اس ضابطے کے مطابق تو کُلُّ شَیْءٍ پر رفع مختار ہونا چاہیے اور نصب بھی جائز ہونا چاہیے حالانکہ کُلُّ شَیْءٍ پر رفع واجب ہے۔

﴿جواب﴾: جس طرح اَزَیْدٌ ذُهِبَ بِهٖ مَا اُضْمِرَ عَامِلُهُ عَلٰی شَرِیْطَةِ التَّفْسِیْرِ کے قبیل سے نہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان کُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْهُ فِی الزُّبُرِ بھی مَا اُضْمِرَ عَامِلُهُ عَلٰی شَرِیْطَةِ التَّفْسِیْرِ کے قبیل سے نہیں، کیونکہ اگر کُلُّ شَیْءٍ کو مرفوع پڑھیں تو معنیٰ صحیح ہوتا ہے یعنی ہر وہ فعل جسے بندوں نے سرانجام دیا وہ نامہ اعمال میں مذکور ہے، اور اس طرح ترکیب یوں ہوگی کہ کُلُّ شَیْءٍ مضاف اور مضاف الیہ مل کر موصوف ! اور فَعَلُوْهُ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صفت ! موصوف اور صفت مل کر مبتدأ ! اور فِی الزُّبُرِ ظرفِ مستقر ہو کر خبر۔

✿ لیکن اگر کُلُّ شَیْءٍ کو منصوب پڑھیں تو وہ ایسی صورت میں فَعَلُوْهُ کا مفعول بہ بن جائے گا اور فِی الزُّبُرِ میں دو احتمال ہونگے کہ وہ یا تو وہ فَعَلُوْهُ کا متعلق ہوگا یا شَیْءٍ کی صفت ہوگا، پہلی صورت میں معنیٰ یہ ہوگا کہ بندوں نے ہر چیز کو نامہ اعمال میں کیا ہے حالانکہ نامہ اعمال ! بندوں کے افعال کا محل نہیں بن سکتا، لہٰذا یہ معنیٰ ہی غلط ہوا، اور اگر شَیْءٍ کی صفت ہو تو معنیٰ درست ہوگا لیکن خلافِ مقصود ہوگا کیونکہ مقصود یہ ہے کہ جو کچھ بندوں نے کیا ہے وہ نامہ اعمال میں مذکور ہے جبکہ شَیْءٍ کی صفت ہونے کی صورت میں معنیٰ یہ ہوگا کہ ہر وہ عمل جو صحیفوں میں ہے اسے بندوں نے سرانجام دیا ہے یہ معنیٰ اگرچہ صحیح ہے لیکن خلافِ مقصود ہونے کی وجہ سے باطل ہے، کیونکہ اس سے یہ وہم پڑ جاتا ہے کہ بندوں کے کچھ اعمال ایسے بھی ہوں جو نامہ اعمال میں درج نہ ہوں۔

وَنَحْوُ اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: ماقبل میں آپ نے کہا تھا کہ اسم مذکور ! (مَا اُضْمِرَ عَامِلُهُ عَلٰی شَرِیْطَةِ التَّفْسِیْرِ) جو فعل امر یا فعل نہی سے پہلے مذکور ہو اس پر نصب مختار ہوگا جبکہ آپ کا یہ بیان کردہ ضابطہ اللہ تعالیٰ کے فرمان اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الخ پر صادق نہیں آتا کیونکہ اس میں اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِی اسم مذکور ہے اور اس کے بعد فَاجْلِدُوْا فعل امر ہے لہٰذا اسم مذکور () پر نصب مختار ہونا چاہیئے تھا لیکن قراء سبعہ اس کے رفع پر متفق ہیں صرف عیسیٰ بن عمرو کی ایک قرأت شاذہ نصب کی ہے۔

اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو قراء سبعہ کا اتفاق غلط ہے یا آپ کا بیان کردہ مذکورہ ضابطہ غلط ہے۔

﴿جواب﴾: امام مبرد کے نزدیک فَاجْلِدُوْا کی فاشرطیہ ہے یعنی یہ فا جزائیہ نہیں ہے کیونکہ اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ پر داخل الف ولام بمعنیٰ اَلَّذِیْ اسم موصول ہے اور زَانِیَة اور زَانِی اس کا صلہ ہیں، پس یہ موصول و صلہ مل کر مبتدأ متضمن بمعنیٰ شرط

ہوا۔اور فَاجْلِدُوْا خبر بمنزلہ جزا ہے،اس پر داخل شدہ فا خبر کو شرط کے ساتھ ربط تو دے رہی ہے لیکن اپنے مابعد کو ماقبل میں عمل کرنے سے روکتی ہے لہٰذا اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ میں فَاجْلِدُوْا عمل نہیں کرسکتا،تو جب اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ پر فَاجْلِدُوْا کو مسلط کرنا ممتنع ہے تو پھر یہ (اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ) مَا اُضْمِرَ عَامِلُہٗ عَلٰی شَرِیْطَۃِ التَّفْسِیْر کے باب سے نہ ہوا اس لئے اس پر نصب بھی مختار نہیں ہوگا بلکہ مبتدا ہونے کی وجہ سے اس پر رفع واجب ہوگا۔

وَجُمْلَتَانِ عِنْدَ سِیْبَوَیْہِ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مذکورہ اعتراض کا دوسرا جواب دینا ہے۔

﴿جواب﴾:2 کہ مذکورہ آیۃ کریمہ امام سیبویہ نزدیک دو مستقل جملے ہیں،اس لئے کہ اَلزَّانِیَۃُ مضاف الیہ ہے اور اس کا مضاف حُکْمُ ہے جو کہ محذوف ہے اَلزَّانِیْ کا عطف اَلزَّانِیَۃُ پر ہے پس یہ مضاف اور مضاف الیہ مل کر مبتدأ ہے اور اس خبر فِیْمَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ بَعْدُ ہے جو کہ محذوف ہے اصلاً عبارت حُکْمُ الزَّانِیَۃِ وَالزَّانِیْ فِیْمَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ بعد تھی تو یہ ایک مستقل جملہ ہوا اور فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ یہ دوسرا مستقل جملہ ہے کیونکہ اس پر داخل شدہ فا برائے فصیحیہ ہے جو کہ شرط مقدر کی جزا پر داخل ہوتی ہے اور یہاں اس کی شرط مقدر اِنْ ثَبَتَ زِنَاھُمَا ہے پس فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ اصل میں اِنْ ثَبَتَ زِنَاھُمَا فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ ہے تو جب یہ مستقل جملے ہوئے تو مَا اُضْمِرَ عَامِلُہٗ عَلٰی شَرِیْطَۃِ التَّفْسِیْر کے قبیل سے نہ ہوئے کیونکہ جملے کی جزء کو دوسرے جملے کی جزء پر مسلط کرنا ممتنع ہے۔

﴿اعتراض﴾:مصنف علیہ الرحمۃ کی عبارت وَاِلَّا فَالْمُخْتَارُ النَّصَبُ میں الا شرطیہ ہے اور فَالْمُخْتَارُ النَّصَبُ اس کی جزا ہے حالانکہ الا کا شرطیہ ہونا درست نہیں،کیونکہ شرط کے لئے جملہ ہونا ضروری ہے جبکہ الا مفرد ہے۔

﴿جواب﴾: یہاں اِلَّا! اِنْ لَّمْ تَکُنْ کے معنیٰ میں ہے جو کہ جملہ ہے لہٰذا اس کا شرط بننا درست ہے۔

﴿سوال﴾: امام مبرد کے نزدیک بھی یہ آیتِ کریمہ دو جملے ہیں کیونکہ شرط و جزا دو الگ الگ جملے ہوتے ہیں تو پھر سیبویہ اور مبرد کے مذہب میں باہمی فرق کیا ہے؟

﴿جواب﴾: امام سیبویہ کے نزدیک یہ آیتِ کریمہ دو مستقل جملے ہیں لیکن امام مبرد کے نزدیک دو مستقل جملے نہیں کیونکہ شرط! جزا پر مترتب ہوتی ہے۔

وَاِلَّا فَالْمُخْتَارُ النَّصَبُ سے مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اگر فاء بمعنیٰ شرط نہ ہو جیسا کہ مبرد کا مذہب ہے اور یہ آیتِ کریمہ دو مستقل جملے بھی ہوں جیسا کہ سیبویہ کا مذہب ہے تو یہ آیت کریمہ قاعدہ مذکورہ (اسم مذکور (مَا اُضْمِرَ عَامِلُہٗ عَلٰی شَرِیْطَۃِ التَّفْسِیْر) فعل امر یا فعل نہی سے پہلے مذکور ہو اس پر نصب مختار ہوگا) کے تحت داخل ہو جائیگی اور اس پر نصب مختار ہوگا۔

❁ لیکن اس پر نصب کا مختار ہونا باطل ہے کیونکہ قراء سبعہ کا اس کے رفع پر اتفاق ہے لہٰذا ضروری ہے اس فاء کو یا تو شر

ط کے معنیٰ میں مانا جائے جیسا کہ مبرد کا مذہب ہے یا اسے دو مستقل جملے مانیں جائیں جیسا سیبویہ کا مذہب ہے۔

﴿عبارت﴾

اَلرَّابِعُ اَلتَّحْذِيْرُ وَهُوَ مَعْمُوْلٌ بِتَقْدِيْرِ اِتَّقِ تَحْذِيْرًا مِمَّا بَعْدَهٗ اَوْ ذُكِرَ الْمُحَذَّرُ مِنْهُ مُكَرَّرًا مِثْلُ اِيَّاكَ وَالْاَسَدَ وَاِيَّاكَ وَاَنْ تَحْذِفَ وَالطَّرِيْقَ الطَّرِيْقَ وَتَقُوْلُ اِيَّاكَ مِنَ الْاَسَدِ وَمِنْ اَنْ تَحْذِفَ وَاِيَّاكَ اَنْ تَحْذِفَ بِتَقْدِيْرِ مِنْ وَلَا تَقُوْلُ اِيَّاكَ الْاَسَدَ لِامْتِنَاعِ تَقْدِيْرِ مِنْ

﴿ترجمہ﴾: (ان مقاماتِ اربعہ میں سے) چوتھا مقام تحذیر ہے اور (تحذیر) وہ معمول ہے جو اِتَّقِ کی تقدیر کے ساتھ مابعد سے ڈرانے کے لئے آتا ہے یا محذر منہ کو مکرر ذکر کر دیا جائے جیسے اِیَّاکَ وَالْاَسَدَ وَاِیَّاکَ اَنْ تَحْذِفَ اور اَلطَّرِیْقَ اَلطَّرِیْقَ اور تو یہ بھی کہہ سکتا ہے اِیَّاکَ مِنَ الْاَسَدِ اور اِیَّاکَ مِنْ اَنْ تَحْذِفَ اور اِیَّاکَ اَنْ تَحْذِفَ! مِنْ کو مقدر ماننے کے ساتھ اور اِیَّاکَ الْاَسَدَ نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہاں مِنْ کو مقدر ماننا ممتنع ہے۔

﴿تشریح﴾: اَلرَّابِعُ اَلتَّحْذِیْرُ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ان مقاماتِ اربعہ میں سے چوتھے مقام کو بیان کرنا ہے کہ جہاں مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے، اور چوتھا مقام تحذیر ہے، تحذیر کا لغوی معنیٰ ڈرانا ہے، اور جو ڈرانے والا ہوا سے مُحَذِّر کہتے ہیں اور جسے ڈرایا جائے اسے مُحَذَّر کہتے ہیں اور جس سے ڈرایا جائے اسے مُحَذَّر مِنْہ کہتے ہیں۔

❁ نحویوں کی اصطلاح میں تحذیر وہ اسم ہے جو اِتَّقِ غیرہ مقدر فعل کا معمول ہو، اس کی دو قسمیں ہیں۔

1: جو اِتَّقِ مقدر کا معمول ہو اور اس کو مابعد سے ڈرانے کے لئے ذکر کیا گیا ہو۔

2: جو اِتَّقِ مقدر کا معمول ہو اور محذر منہ ہو جس کو مکرر ذکر کیا گیا ہو۔

﴿سوال﴾: تحذیر میں مفعول بہ کے عامل کو حذف کرنا واجب کیوں ہے؟

﴿جواب﴾: وقت کی تنگی اور عدم فرصت اس بات کی تقاضا کرتی ہے کہ عامل کو حذف کر دیا جائے ورنہ محذر مصیبت میں گھر جائے گا

مِثْلُ اِیَّاکَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ تحذیر کی دونوں قسموں کی مثالیں بیان کرنی ہیں۔

﴿سوال﴾: اِیَّاکَ وَالْاَسَدَ وَاِیَّاکَ وَاَنْ تَحْذِفَ یہ دونوں تحذیر کی قسم اول کی مثالیں ہیں مصنف علیہ الرحمۃ نے دو مثالیں کیوں بیان کیں؟ توضیح کے لئے تو صرف ایک ہی مثال کافی تھی۔

﴿جواب﴾: 1 اس امر پر تنبیہ کرنے کے لئے دو مثالیں کی ہیں کہ قسم اول میں محذر منہ عام ہے خواہ وہ اسم حقیقی صریحی ہو یا اسم

تاویلی ہو، پس پہلی مثال میں محذر منہ اَلْاَسَد اسم صریحی ہے اور دوسری مثال میں محذر منہ اَنْ تَحْذِفَ اسم تاویلی ہے۔

﴿جواب﴾: 2:اس امر پر تنبیہ کرنے کے لئے کہ قسم اول میں محذر منہ عام ہے خواہ اسم ذات ہو جیسے پہلی مثال میں اَلْاَسَد ہے یا اسم صفت ہو جیسے دوسری مثال میں اَنْ تَحْذِفَ محذر منہ اسم صفت ہے۔

دونوں مثالوں کی توضیح:

1: اِیَّاکَ وَالْاَسَدُ اصل میں بَعِّدْ نَفْسَکَ مِنَ الْاَسَدِ وَالْاَسَدَ مِنْ نَفْسِکَ (دور کر اپنے آپ کو شیر سے اور دور کر شیر کو اپنے آپ سے) تھا تو معطوف سے مِنْ نَفْسِکَ کو حذف کر دیا معطوف علیہ میں اس کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہوئے، اور مِنَ الْاَسَدِ کو معطوف علیہ سے حذف کر دیا معطوف میں اس کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہوئے تو بَعِّدْ نَفْسَکَ وَالْاَسَدَ ہو گیا پھر تنگی وقت کی وجہ سے فعل کو حذف کر دیا اور لفظِ نَفْس کو بھی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا اور ضمیر متصل اکیلی ہونے کی وجہ سے منفصل ہو گئی تو اِیَّاکَ وَالْاَسَدَ ہو گیا۔

2: اِیَّاکَ وَاَنْ تَحْذِفَ اصل میں بَعِّدْ نَفْسَکَ عَنْ حَذْفِ الْاَرْنَبِ وَحَذْفَ الْاَرْنَبِ عَنْ نَفْسِکَ (دور کر اپنے آپ کو خرگوش کو لاٹھی مارنے سے اور دور کر خرگوش کو لاٹھی مارنے سے اپنے آپ کو) تھا پھر معطوف سے عَنْ نَفْسِکَ کو معطوف علیہ میں اس کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہوئے حذف کر دیا اور عَنْ حَذْفِ الْاَرْنَبِ کو معطوف علیہ سے حذف کر دیا معطوف میں اس کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہوئے، تو بَعِّدْ نَفْسَکَ وَحَذْفَ الْاَرْنَبِ ہو گیا، پھر فعل کو تنگی وقت کی وجہ سے حذف کر دیا اور لفظِ نَفْس کو بھی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا اور ضمیر متصل اکیلی ہونے کی وجہ سے منفصل ہو گئی تو اِیَّاکَ وَحَذْفَ الْاَرْنَبِ ہو گیا پھر ضمیر مخاطب کی مناسبت سے حَذْف مصدر کو صیغہ مخاطب سے تبدیل کر دیا اور شروع میں اَنْ مصدریہ داخل کر دیا تاکہ اس کا صفت ہونا برقرار رہے اور اَرْنَب مفعول اختصار کے پیش نظر حذف کر دیا تو اِیَّاکَ وَاَنْ تَحْذِفَ ہو گیا۔

﴿اعتراض﴾: بَعِّدْ نَفْسَکَ مِنَ الْاَسَدِ وَالْاَسَدَ مِنْ نَفْسِکَ میں تناقض ہے کیونکہ بَعِّدْ نَفْسَکَ مِنَ الْاَسَدِ سے معلوم ہوتا ہے کہ اَلْاَسَد محذر منہ ہے اور نَفْسَکَ محذر ہے اور وَالْاَسَدَ مِنْ نَفْسِکَ سے معلوم ہوتا ہے کہ اَلْاَسَد محذر ہے اور مِنْ نَفْسِکَ محذر منہ ہے اسی طرح دوسری مثال میں بھی یہی تناقض ہے۔

﴿جواب﴾: دونوں صورتوں میں پہلی مثال میں الاسد محذر منہ ہے اور دوسری مثال میں حَذْف محذر منہ ہے کیونکہ اپنے نفس سے اَسَد اور اَرْنَب کو دور رکھنے سے مراد نفس کو ان دونوں سے ڈرانا ہے نہ کہ ان چیزوں کو نفس سے ڈرانا اور دور رکھنا ہے، قول ثانی! قول اول کی تاکید ہے، تقدیم وتاخیر تکرارِ لفظی سے بچنے کے لئے ہے۔

اَلطَّرِیْقَ الطَّرِیْقَ یہ تحذیر کی قسم ثانی کی مثال ہے، یہ اصل میں اِتَّقِ الطَّرِیْقَ الطَّرِیْقَ تھا تنگی وقت کی بناء پر فعل کو

حذف کردیا گیا، اس مثال میں الطَّرِیْقَ محذر منہ ہے جس کا تکرار کیا گیا ہے۔

وَتَقُوْلُ اِیَّاکَ مِنَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ چند مثالیں ذکر کرکے اس امر کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ محذر منہ کئی قسم کا ہوتا ہے، یادر ہے محذر منہ میں استعمال کے لحاظ سے عقلی احتمالات آٹھ ہیں۔ کیونکہ محذر منہ اسم صریحی ہوگا یا اسم تاویلی ہوگا، پھر ہر ایک کا استعمال مِن کے ساتھ ہوگا یا واؤ کے ساتھ ہوگا، پھر واؤ اور مِن مذکور ہونگے یا محذوف ہونگے، اس اعتبار سے محذر منہ کی عقلی آٹھ قسمیں بنتی ہیں، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1: محذر منہ اسم تحقیقی ہو اور اس کا استعمال مِنْ مذکور کے ساتھ ہو۔ جیسے اِیَّاکَ مِنَ الْاَسَدِ

2: محذر منہ اسم تحقیقی ہو اور اس کا استعمال مِن محذوف کے ساتھ ہو۔ جیسے: اِیَّاکَ الْاَسَدَ

3: محذر منہ اسم تاویلی ہو اور اس کا استعمال مِن مذکور کے ساتھ ہو۔ جیسے: اِیَّاکَ مِنْ اَنْ تَحْذِفَ

4: محذر منہ اسم تاویلی ہو اور اس کا استعمال مِن محذوف کے ساتھ ہو۔ جیسے: اِیَّاکَ اَنْ تَحْذِفَ

5: محذر منہ اسم تحقیقی ہو اور اس کا استعمال واؤ مذکور کے ساتھ ہو۔ جیسے اِیَّاکَ وَالْاَسَدَ

6: محذر منہ اسم تحقیقی ہو اور اس کا استعمال واؤ محذوف کے ساتھ ہو۔ جیسے: اِیَّاکَ الْاَسَدَ

7: محذر منہ اسم تاویلی ہو اور اس کا استعمال واؤ مذکور کے ساتھ ہو۔ جیسے اِیَّاکَ وَاَنْ تَحْذِفَ

8: محذر منہ اسم تاویلی ہو اور اس کا استعمال واؤ محذوف کے ساتھ ہو۔ جیسے: اِیَّاکَ اَنْ تَحْذِفَ

❁ ان آٹھ صورتوں میں سے تین صورتیں ناجائز ہیں جو کہ محض عقلی ہیں خارج اور واقع میں ان کا وجود نہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1: محذر منہ اسم تحقیقی ہو اور اس کا استعمال واؤ محذوف کے ساتھ ہو۔ جیسے: اِیَّاکَ الْاَسَدَ

2: محذر منہ اسم تاویلی ہو اور اس کا استعمال واؤ محذوف کے ساتھ ہو۔ جیسے: اِیَّاکَ اَنْ تَحْذِفَ

3: محذر منہ اسم تحقیقی ہو اور اس کا استعمال مِن محذوف کے ساتھ ہو۔ جیسے: اِیَّاکَ الْاَسَدَ

ان تین صورتوں کے علاوہ بقیہ پانچ صورتیں جائز و مستعمل ہیں، انہی پانچ کو ہی مصنف علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب میں مثالوں کے ذریعے بیان کیا ہے۔

وَاِیَّاکَ اَنْ تَحْذِفَ الخ: سے یہ بیان کرنا ہے کہ اسم تاویلی سے پہلے حرف جر کا حذف قیاسی ہے لہٰذا اِیَّاکَ مِنْ اَنْ تَحْذِفَ کو

اِیَّاکَ اَنْ تَحْذِفَ پڑھنا جائز ہے لیکن اسم صریحی سے پہلے حرف جر کا حذف جائز نہیں لہٰذا اِیَّاکَ الْاَسَدَ میں حرف جر کو مقدر ماننا جائز نہیں، الغرض! اسم خواہ تحقیقی ہو یا تاویلی واؤ کو کسی حالت میں بھی محذر منہ سے جدا نہیں کر سکتے، ایسے ہی مِنْ کو بھی اسم تحقیقی سے جدا نہیں کر سکتے، ہاں اسم تاویلی سے جدا کر سکتے ہیں۔

﴿عبارت﴾:

اَلْمَفْعُوْلُ فِيْهِ هُوَمَافُعِلَ فِيْهِ فِعْلٌ مَّذْكُوْرٌ مِنْ زَمَانٍ اَوْمَكَانٍ وَشَرْطُ نَصْبِهٖ تَقْدِيْرُ فِيْ وَظُرُوْفُ الزَّمَانِ كُلُّهَا تَقْبَلُ ذَالِكَ وَظُرُوْفُ الْمَكَانِ اِنْ كَانَ مُبْهَمًا قَبِلَ ذَالِكَ وَاِلَّا فَلَا وَفُسِّرَ الْمُبْهَمُ بِالْجِهَاتِ السِّتِّ وَحُمِلَ عَلَيْهِ عِنْدَ وَلَدٰى وَشِبْهُهُمَا لِاِبْهَامِهِمَا وَلَفْظُ مَكَانٍ لِكَثْرَتِهٖ وَمَابَعْدَ دَخَلْتُ عَلَى الْاَصَحِّ وَيُنْصَبُ بِعَامِلٍ مُضْمَرٍ وَعَلٰى شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ .

﴿ترجمہ﴾: مفعول فیہ وہ اسم ہے جس میں فعل مذکور کیا گیا ہو، زمان یا مکان سے، مفعول فیہ کے منصوب ہونے کی شرط فی کا مقدر ہونا ہے اور ظروفِ زماں تمام کے تمام فی کے مقدر ہونے کو قبول کرتے ہیں اور ظروفِ مکان اگر مبہم ہو تو فی کے مقدر ہونے کو قبول کرتا ہے ورنہ نہیں، اور مبہم کی تفسیر کی گئی ہے شش جہات کے ساتھ اور محمول کیا گیا ہے اس پر عند اور لدیٰ اور ان دونوں کے مشابہہ کو ان دونوں کے ابہام کی وجہ سے اور لفظِ مکان کو اس کے کثرت استعمال کی وجہ سے اور اسی طرح دخلت کے مابعد کو محمول کیا گیا ہے صحیح ترین قول کے مطابق، اور مفعول فیہ کو عامل کے مقدر ہونے کی وجہ سے اور شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ کی بناء پر۔

﴿تشریح﴾:

اَلْمَفْعُوْلُ فِيْهِ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ منصوبات میں سے تیسرے منصوب! مفعول فیہ کا ذکر فرمارہے ہیں کہ مفعول فیہ وہ اسم ہے جس میں فعل مذکور واقع ہو۔ جیسے: صَلَّيْتُ فِي الْمَسْجِدِ، صُمْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

❁ یادرہے مفعول فیہ کو ظرف بھی کہتے ہیں اور ظرف کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ظرفِ زمان (۲) ظرفِ مکان۔

ظرف زمان : وہ مفعول فیہ ہے جو اس وقت پر دلالت کرے جس وقت میں فعل واقع ہو۔ جیسے صُمْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

ظرف مکان: وہ مفعول فیہ ہے جو اس جگہ پر دلالت کرے جس جگہ میں فعل واقع ہو۔ جیسے: صَلَّيْتُ فِي الْمَسْجِدِ

﴿سوال﴾: مفعول فیہ کی تعریف جامع نہیں کیونکہ یہ اس يَوْمَ الْجُمُعَةِ پر صادق نہیں آتی جو مَتٰی صُمْتَ کے جواب میں آتا ہے کیونکہ اس میں فعل مذکور ہی نہیں حالانکہ وہ (يَوْمَ الْجُمُعَةِ) مفعول فیہ ہے۔

﴿جواب﴾: مفعول فیہ کی تعریف میں لفظِ مَذْكُوْر سے مراد عام ہے خواہ لفظاً مذکور ہو یا تقدیراً مذکور ہو یہاں اگرچہ لفظاً فعل صُمْتُ مذکور نہیں لیکن تقدیراً ضرور مذکور ہے۔

﴿اعتراض﴾: مفعول فیہ کی تعریف دخولِ غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ یہ اس يَوْمَ الْجُمُعَة پر صادق آتی ہے

جو شَهِدْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ میں واقع ہے کیونکہ اس پر یہ بات صادق آتی ہے کہ اس کے اندر فعل مذکور کیا گیا ہے کیونکہ فعل شہود جمعہ کے دن کے اندر ہی ہوتا ہے، حالانکہ مثال مذکور میں يَوْمَ الْجُمُعَةِ مفعول فیہ نہیں بلکہ مفعول بہ ہے۔

﴿جواب﴾: مفعول فیہ کی تعریف میں حیثیت کی قید ملحوظ ہے، جس سے مطلب یہ ہوا کہ مفعول فیہ وہ اسم ہے جس میں فعل مذکور کیا گیا ہو اس حیثیت سے فعل مذکور اس کے اندر کیا گیا ہو، پس اب مفعول فیہ کی تعریف شَهِدْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ میں واقع يَوْمَ الْجُمُعَةِ پر صادق نہیں آئیگی، کیونکہ اس میں يَوْمَ الْجُمُعَةِ کا ذکر اس حیثیت سے نہیں کہ اس کے اندر فعل مذکور کیا گیا ہو بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ فعل مذکور اس پر واقع ہوا ہے۔

وَشَرْطُ نَصْبِهِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مفعول فیہ کے منصوب ہونے کی شرط کو بیان کرنا ہے، کہ اس کے منصوب ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس میں فِیْ مقدر ہو کیونکہ اگر فِیْ لفظوں میں مذکور ہو تو اس وقت مفعول فیہ مجرور ہوگا۔ جیسے: صَلَّيْتُ فِي الْمَسْجِدِ

وَظُرُوْفُ الزَّمَانِ كُلُّهَا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ ظروفِ زمان ومکان میں کہاں فی کو مقدر کرنا جائز ہے اور کہاں جائز نہیں، لیکن یہ بات جاننے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ ظرفِ زمان اور ظرفِ مکان کی دو دو قسمیں ہیں۔

(۱) مبہم۔ (۲) محدود۔

﴿مبہم﴾ اسے کہتے ہیں جس کی حد متعین نہ ہو خواہ وہ زمان ہو جیسے دَهْر، حِيْن یا مکان ہو جیسے خَلْف، اَمَام۔

﴿محدود﴾ اسے کہتے ہیں جس کی حد متعین ہو خواہ زمان ہو جیسے يَوْم، لَيْل، شَهْر، سَنَة یا مکان ہو جیسے مَسْجِد، دَار۔

❁ ظروفِ زماں خواہ مبہم ہوں یا محدود تمام کے تمام میں فی مقدر ہوتا ہے۔ جیسے: صُمْتُ دَهْرًا، سَافَرْتُ شَهْرًا جو کہ اصل میں صُمْتُ فِي الدَّهْرِ، سَافَرْتُ فِي الشَّهْرِ ہے۔

❁ ظروفِ مکان اگر مبہم ہوں تو ان میں فِیْ مقدر ہوتا ہے۔ جیسے: قُمْتُ خَلْفَكَ جو کہ اصل میں قُمْتُ فِيْ خَلْفِكَ ہے جبکہ ظروف مکان محدود میں فِیْ مقدر نہیں ہوتا بلکہ لفظوں میں مذکور ہوتا ہے۔ جیسے: جَلَسْتُ فِي الْمَسْجِدِ

وَفُسِّرَ الْمُبْهَمُ الخ: سے بیان کرنا ہے کہ ظروفِ مکان مبہم کی تفسیر جہات ستہ کے ساتھ کی گئی ہے۔ اور جہاتِ ستہ یہ ہیں۔

(۱) قُدَّام۔ (۲) خَلْف۔ (۳) يَمِيْن۔ (۴) شِمَال۔ (۵) فَوْق۔

(۶) تَحْتَ۔

وَحُمِلَ عَلَيْهِ عِنْدَ الخ: سے یہ بیان کرنا ہے کہ عِنْدَ اور لَدٰی اور ان دونوں کے مشابہ یعنی دُوْنَ اور سِوٰی کو بھی ظروفِ مکان مبہم پر محمول کیا جاتا ہے کیونکہ ان میں بھی ایک قسم کا ابہام ہی پایا جاتا ہے۔

وَلَفْظُ مَكَانِ الخ: سے یہ بیان کرنا ہے کہ لفظِ مکان! کثرتِ استعمال کی وجہ سے مبہم پر محمول ہے نہ کہ ابہام کی جہ سے، کیونکہ کثرت تخفیف کی مقتضی ہے اور تخفیف اِفِیْ کے مقدر ہونے اور اس (لفظِ مکان) کے منصوب ہونے میں ہے۔

وَمَابَعْدَ دَخَلْتُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ دخلت کے مابعد کو بھی صحیح ترین کے قول کے مطابق کثرتِ استعمال کی وجہ سے ظروفِ مکان مبہم پر محمول کیا جاتا ہے یعنی اصل میں دخلت کا استعمال حرف جر کے ساتھ ہوتا ہے لیکن اس کے کثیر الاستعمال ہونے کی وجہ سے حرفِ جر کو حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے دَخَلْتُ الدَّارَ اصل میں دَخَلْتُ فِي الدَّارِ تھا۔

❁ اَصَحّ کی قید اس کے ساتھ اس لئے لگائی گئی ہے کیونکہ اس امر میں اختلاف ہے کہ دخلت کا مابعد مفعول بہ ہوگا یا مفعول فیہ، صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ صحیح ترین قول یہی ہے کہ اس کا مابعد مفعول فیہ ہوگا۔

وَيُنْصَبُ بِعَامِلٍ الخ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ مفعول فیہ عامل مقدر کے ساتھ بلا شرطِ تفسیر بھی منصوب ہوتا ہے مثلاً کوئی کہے کہ مَتٰى سِرْتَ تو اس کے جواب میں کہا جائے يَوْمَ الْجُمُعَةِ تو يَوْمَ الْجُمُعَةِ منصوب ہوگا عامل مقدر سِرْتَ کی وجہ سے اور اس عامل مقدر کی کوئی فعل تفسیر نہیں کر رہا۔

اسی طرح مفعول فیہ بشرطِ تفسیر عامل مقدر کی وجہ سے بھی منصوب ہوتا ہے۔ جیسے: کوئی کہے يَوْمَ الْجُمُعَةِ صُمْتُ فِيهِ، اس میں يَوْمَ الْجُمُعَةِ عامل مقدر صُمْتُ کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر بعد والا صُمْتُ کر رہا ہے۔

﴿عبارت﴾:

اَلْمَفْعُوْلُ لَهٗ هُوَمَافُعِلَ لِاَجْلِهٖ فِعْلٌ مَّذْكُوْرٌ مِثْلُ ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا وَقَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا خِلَافًا لِلزَّجَّاجِ فَاِنَّهٗ عِنْدَهٗ مَصْدَرٌ وَشَرْطُ نَصْبِهٖ تَقْدِيْرُ اللَّامِ وَاِنَّمَا يَجُوْزُ حَذْفُهَا اِذَا كَانَ فِعْلًا لِفَاعِلِ الْفِعْلِ الْمُعَلَّلِ بِهٖ وَمُقَارِنًا لَهٗ فِي الْوُجُوْدِ

﴿ترجمہ﴾: مفعول لہٗ وہ اسم ہے جس کی وجہ سے فعل مذکور کیا گیا ہو۔ جیسے ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا وَقَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا ۔ بخلاف امام زجاج کے کیونکہ یہ ان کے نزدیک مفعول مطلق ہے۔ اس کے منصوب ہونے کی شرط لام کا مقدر ہونا ہے اور لام کو حذف کرنا صرف اسی صورت میں جائز ہے کہ جب مفعول لہٗ اور اس کے عامل کا فاعل ایک ہوا اور مفعول لہٗ اور اس کے عامل کا فاعل وجود میں مقارن ہوں۔

﴿تشریح﴾:

اَلْمَفْعُوْلُ لَهُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ منصوبات میں سے چوتھے منصوب! مفعول لہٗ کا ذکر فرمارہے ہیں کہ مفعول لہٗ وہ اسم ہے جس کی وجہ سے فعل مذکور کیا گیا ہو۔ جیسے: ضَرَبْتُهُ تَادِيْبًا وَقَعَدْتُّ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا ۔

﴿اعتراض﴾: مفعول لہٗ کی تعریف جامع نہیں کیونکہ یہ اس تادیباً پر صادق نہیں آتی جو ضَرَبْتُهُ تَادِيْبًا میں واقع ہے کیونکہ مفعول لہٗ کی تعریف میں لِاَجْلِهٖ کی قید سے مراد یہ ہے کہ اس کے وجود کے وجہ سے فعل مذکور کیا گیا ہو جبکہ ضَرَبْتُهُ تَادِيْبًا میں تادیباً کے وجود کی وجہ سے فعل مذکور نہیں کیا گیا بلکہ اس کے حاصل کرنے کے ارادے سے فعل مذکور کیا گیا ہے۔

﴿جواب﴾: لِاَجْلِهٖ میں تعمیم ہے خواہ اس کے وجود کی وجہ سے فعل مذکور کیا گیا ہو یا اس کے حاصل کرنے کے ارادے سے فعل مذکور کیا گیا ہو۔

﴿اعتراض﴾: مفعول لہٗ کی تعریف مفعول لہٗ کے کسی فرد پر بھی صادق نہیں آتی، کیونکہ کوئی ایسا مفعول لہٗ نہیں جس کے وجود کی وجہ سے فعل مذکور کیا گیا ہو یا اس کے حاصل کرنے کے ارادے سے فعل مذکور کیا گیا ہو، کیونکہ فعل تین امور پر مشتمل ہوتا ہے (۱) حدث (۲) نسبت الی الفاعل (۳) نسبت الی الزمان اور کوئی بھی مفعول لہٗ ایسا نہیں کہ جس کے وجود کی وجہ سے یا جس کے حاصل کرنے کی وجہ سے امور ثلاثہ کیے گئے ہوں۔

﴿جواب﴾: یہاں فعل سے مراد فعل لغوی (حدث) ہے، فعل اصطلاحی مراد نہیں ہے۔

﴿سوال﴾: مفعول لہٗ کی تعریف جامع نہیں کیونکہ یہ اس تَادِيْبًا پر صادق نہیں جو لِمَ ضَرَبْتَ زَيْدًا! کے جواب میں بولا جائے کیونکہ اس کا فعل مذکور نہیں ہے۔

﴿جواب﴾: فعل میں تعمیم ہے خواہ حَقِيْقَةً مَلْفُوْظ ہو یا حُكْمًا مَلْفُوْظ ہو، مذکورہ مثال میں اگرچہ فعل حقیقۃً ملفوظ نہیں لیکن حکماً ملفوظ ہے۔

خِلَافًا لِلزُّجَّاجِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اختلافی مسئلہ بیان کرنا ہے۔

جمہور نحویوں کے نزدیک مفعول لہٗ مستقل معمول ہے جبکہ امام زجاج کے نزدیک یہ مستقل معمول نہیں بلکہ درحقیقت یہ باعتبار لفظ کے فعل مذکور کے مغائر ہوتا ہے، یعنی ان کے نزدیک ضَرَبْتُهُ تَادِيْبًا! اَدَّبْتُ بِالضَّرْبِ تَادِيْبًا کے معنیٰ میں ہے۔

لیکن ان کی یہ بات صحیح نہیں کیونکہ تاویل کرکے کسی بھی نوع کو دوسری نوع میں داخل کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً حال کو مفعول فیہ بنایا جاسکتا ہے۔ جیسے: جَاءَ زَيْدٌ رَاكِبًا کو تاویل کرکے جَاءَ زَيْدٌ فِيْ وَقْتِ الرُّكُوْبِ کے معنیٰ میں کرسکتے ہیں۔

وَشَرْطُ نَصْبِهٖ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مفعول لہٗ کے منصوب ہونے کی شرط کو بیان کرنا ہے، کہ اس کے منصوب ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس میں لام مقدر ہو کیونکہ اگر لام لفظوں میں مذکور ہو تو اس وقت مفعول لہٗ مجرور ہوگا۔ جیسے:

ضَرَبْتُهٗ لِلتَّادِیْبِ

وَاِنَّـمَا یَجُوْزُ حَذْفُهَا الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مفعول لہٗ میں حذف لام کی شرائط بیان کرنی ہیں۔ کہ مفعول لہٗ میں لام کو حذف کرنے کی دو شرطیں ہیں۔

(۱) مفعول لہٗ اور اس کے عامل کا فاعل ایک ہو۔ جیسے: ضَرَبْتُهٗ تَادِیْبًا اس میں ضرب اور تادیباً دونوں کا فاعل ایک ہی ہے۔

(۲) مفعول لہٗ اور اس کے عامل کا فاعل وجود میں مقارن ہو جیسے ضَرَبْتُهٗ تَادِیْبًا میں ضرب اور تادیب کا ایک ہی زمانہ ہے۔

﴿عبارت﴾:

اَلْـمَـفْـعُـوْلُ مَـعَهٗ هُوَمَذْكُوْرٌ بَعْدَالْوَاوِ لِمُصَاحَبَةِ مَعْمُوْلِ فِعْلٍ لَفْظًا اَوْمَعْنًى فَاِنْ كَانَ الْـفِـعْلُ لَفْظًا جَازَالْعَطْفُ فَالْوَجْهَانِ مِثْلُ جِئْتُ اَنَاوَزَيْدٌ وَزَيْدًاوَاِلَّا تَعَيَّنَ النَّصَبُ مِثْلُ جِـئْـتُ وَزَيْدًااِنْ كَانَ مَعْنًى وَجَازَالْعَطْفُ تَعَيَّنَ الْعَطْفُ نَحْوُمَالِزَيْدٍ وَعَمْرٍووَاِلَّا تَعَيَّنَ النَّصَبُ مِثْلُ مَالَكَ وَزَيْدًا وَمَاشَانُكَ وَعَمْرًاوَلاَنَّ الْمَعْنٰى مَاتَصْنَعُ

﴿ترجمہ﴾:

مفعول معہ وہ اسم ہے جو واؤ کے بعد مذکور ہو فعل کے معمول کی مصاحبت کے لئے خواہ فعل لفظی ہو یا معنوی، پس اگر فعل لفظی ہو اور عطف کرنا جائز ہو تو دو صورتیں جائز ہیں مثلاً ۔ جِئْتُ اَنَا وَ زَیْدٌ وَ زَیْدًا اور نہ نصب متعین ہے مثلاً جِئْتُ وَ زَیْدًا اور اگر فعل معنوی ہو اور عطف کرنا جائز ہو تو عطف ہی متعین ہوگا جیسے مَالِزَیْدٍ وَعَمْرٍو ورنہ نصب ہی متعین ہوگا جیسے مَالَکَ وَ زَیْدًا وَمَاشَانُکَ وَعَمْرًا کیونکہ اس کا معنیٰ مَاتَصْنَعُ ہے۔

﴿تشریح﴾:

اَلْـمَفْعُوْلُ مَعَهٗ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ منصوبات میں سے پانچویں منصوب! مفعول معہٗ کا ذکر فرمارہے ہیں کہ مفعول معہٗ وہ اسم ہے جو ایسی واؤ کے بعد ذکر کیا گیا ہو جو بمعنیٰ مع ہو، تا کہ وہ واؤ! مابعد کی مذکورہ فعل کے معمول کے ساتھ مصاحبت کی خبر دے۔ جیسے جَاءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ (سردی جبوں کے ساتھ آئی)۔

لَـفْـظًـا اَوْمَـعْـنًى سے یہ بتانا ہے کہ خواہ وہ فعل جس کے معمول کے ساتھ شرکت مطلوب ہے لفظاً ہو جیسے جَـاءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ یا معنیً ہو جیسے مَالَكَ وَزَيْدًا یعنی مَاتَصْنَعُ وَزَيْدًا

﴿سوال﴾: مفعول معہٗ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ یہ تعریف جَـاءَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو میں عَمْرٌو پر بھی صادق آرہی ہے کیونکہ عَمْرٌو واؤ کے بعد مذکور ہے اور صدورِ فعل میں فعل کے معمول یعنی زَیْدٌ کا مصاحب بھی ہے حالانکہ عَمْرٌو مفعول معہٗ

نہیں بلکہ زَیْدٌ کا معطوف ہے۔

﴿جواب﴾: مصاحبت سے مراد یہ ہے کہ مفعول معہٗ فعل کے معمول کے ساتھ اس فعل میں شریک ہو اس طور پر دونوں کا زمانہ ایک ہو یا دونوں کا مکان ایک ہو، اور اس چیز پر دلالت واؤ مصاحبت کی ہوتی ہے واؤ عاطفہ کی نہیں ہوتی، مذکورہ مثال میں واؤ عاطفہ ہے جو آنے میں شریک ہونے پر تو دلالت کر رہی ہے لیکن کیا دونوں کے آنے کا زمانہ بھی ایک ہے؟ یا مکان بھی ایک ہے اس پر دلالت نہیں کر رہی۔

فَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ان صورتوں میں سے پہلی صورت کا بیان کرنا ہے کہ جن میں واؤ بمعنیٰ مع کے جائز ہو اور اسم بعد الواؤ کا مفعول ہونا جائز ہو یا واجب ہو۔

1: اگر فعل لفظی ہو اور عطف جائز ہو تو واؤ کو دو طرح پڑھنا جائز ہے اور اسم مذکور بعد الواؤ کو بھی دو پڑھنا جائز ہے۔ جیسے جِئْتُ اَنَا وَزَيْدٌ وَزَيْدًا یہاں فعل لفظاً موجود ہے اور عطف بھی جائز ہے کیونکہ اسم ظاہر کا ضمیر مرفوع متصل پر عطف کے لئے شرط یہ ہے کہ ضمیر مرفوع متصل کی ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ تاکید لائی گئی ہو جو کہ یہاں اَنَا کی صورت میں موجود ہے لہٰذا عطف کی بناء پر اسے (زَيْد) کو مرفوع پڑھنا جائز ہے اور ایسی صورت میں واؤ عاطفہ ہوگی، اور واؤ کو بمعنیٰ مع کر کے مابعد اسم پر نصب پڑھنا بھی جائز ہے۔

وَاِلَّا تَعَيَّنَ النَّصَبُ سے دوسری صورت کا بیان کرنا ہے۔

2: کہ اگر فعل لفظی ہو اور عطف کرنا جائز نہ ہو تو پھر مابعد اسم پر نصب پڑھنا واجب ہے۔ جیسے جِئْتُ وَزَيْدًا

اِنْ كَانَ مَعْنًى وَجَازَ الخ: سے تیسری صورت کا بیان کرنا ہے۔

3: اگر فعل معنوی ہو اور عطف کرنا جائز ہو تو عطف ہی کیا جائے گا اور ایسی صورت میں واؤ کو بمعنیٰ مع کر کے مابعد اسم کو منصوب پڑھنا ممتنع ہوگا، کیونکہ عطف کی صورت میں عامل لفظی ہوگا اور اگر واؤ کو بمعنیٰ مع کیا جائے تو عامل معنوی ہوگا اور یہ بات بدیہی ہے کہ عامل لفظی! عامل معنوی کی بنسبت قوی ہوتا ہے۔ جیسے مَالِزَيْدٍ وَعَمْرٍو ۔

وَاِلَّا تَعَيَّنَ النَّصَبُ الخ: سے چوتھی صورت کا بیان کرنا ہے۔

4: اگر فعل معنوی ہو اور عطف جائز نہ ہو تو مابعد اسم پر نصب ہی متعین ہوگا جیسے مَالَكَ وَزَيْدًا اور مَا شَانُكَ وَعَمْرًو ان مثالوں میں فعل معنوی ہے اور عطف کرنا ناجائز ہے کیونکہ ضمیر مجرور پر عطف کرنے کے لئے ضروری ہے کہ معطوف میں حرف جر کا اعادہ کیا گیا ہو، جبکہ مذکورہ دونوں مثالوں میں معطوف پر حرف جار کا اعادہ نہیں کیا گیا۔

﴿عبارت﴾:

اَلْحَالُ مَايُبَيِّنُ هَيْئَةَ الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ بِهٖ لَفْظًا اَوْ مَعْنًى نَحْوُ ضَرَبْتُ زَيْدًا قَائِمًا وَزَيْدٌ

فِي الدَّارِ قَائِمًا وَهٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا وَعَامِلُهَا الْفِعْلُ اَوْ شِبْهُهُ اَوْ مَعْنَاهُ وَشَرْطُهَا اَنْ تَكُوْنَ نَكِرَةً وَصَاحِبُهَا مَعْرِفَةً غَالِبًا وَاَرْسَلَهَا الْعِرَاكَ وَمَرَرْتُ بِهٖ وَحْدَهٗ وَنَحْوُهٗ مُتَأَوَّلٌ فَاِنْ كَانَ صَاحِبُهَا نَكِرَةً وَجَبَ تَقْدِيْمُهَا وَلَا يَتَقَدَّمُ عَلَى الْعَامِلِ الْمَعْنَوِيِّ بِخِلَافِ الظَّرْفِ وَلَا عَلَى الْمَجْرُوْرِ عَلَى الْاَصَحِّ وَكُلُّ مَادَلَّ عَلٰى هَيْئَةٍ صَحَّ اَنْ يَّقَعَ حَالًا مِثْلُ هٰذَا بُسْرًا اَطْيَبُ مِنْهُ رُطَبًا

﴿ترجمہ﴾: حال وہ لفظ ہے جو فاعل یا مفعول بہ کی حالت بیان کرے، (خواہ وہ فاعل یا مفعول بہ) لفظاً ہو یا معنیً ہو جیسے ضَرَبْتُ زَيْدًا قَائِمًا وَزَيْدٌ فِي الدَّارِ قَائِمًا وَهٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا اور اس کا عامل فعل یا شبہ فعل یا معنیٰ فعل ہوتا ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ یہ نکرہ ہو اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے اور اَرْسَلَهَا الْعِرَاكَ (نر وحشی گدھوں نے وحشی گدھیوں کو بھیڑ میں چھوڑ دیا) اور مَرَرْتُ بِهٖ وَحْدَهٗ اور اس جیسی مثالوں میں تاویل کی گئی ہے اور اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کو مقدم کرنا واجب ہے اور حال! عامل معنوی پر مقدم نہیں ہوسکتا بخلاف ظرف کے، اور نہ ہی اس ذوالحال پر مقدم ہوسکتا ہے جو مجرور ہو صحیح قول کی بناء پر اور ہر وہ اسم جو ہیئت پر دلالت کرے اس کا حال واقع ہونا صحیح ہے۔ جیسے: هٰذَا بُسْرًا اَطْيَبُ مِنْهُ رُطَبًا

﴿تشریح﴾:

اَلْحَالُ مَا يُبَيِّنُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مفاعیل خمسہ کو بیان کر لینے کے بعد منصوبات میں سے چھٹی قسم حال کو بیان کرنا ہے، کہ حال وہ لفظ ہے جو فاعل یا مفعول بہ کی ہیئت کو بیان کرے خواہ وہ فاعل یا مفعول بہ لفظی ہوں یا معنوی ہوں۔

جیسے ضَرَبْتُ زَيْدًا قَائِمًا وَزَيْدٌ فِي الدَّارِ قَائِمًا وَهٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا

﴿مثالوں کی وضاحت﴾:

1: ضَرَبْتُ زَيْدًا قَائِمًا میں فاعل اور مفعول بہ لفظاً مذکور ہیں اور قائماً فاعل یا مفعول بہ لفظی سے حال واقع ہوگا۔

2: زَيْدٌ فِي الدَّارِ قَائِمًا میں فاعل! حکمی طور پر لفظاً مذکور ہے، کیونکہ قَائِمًا! فِي الدَّارِ کے مُتَعَلَّق (حَاصِلٌ) کی ضمیر هُوَ سے حال ہے اور اس حال کا مرجع زَيْد ہے جو کہ لفظاً مذکور ہے، پس فاعل لفظاً مذکور بھی ہوا لیکن حقیقۃً نہیں بلکہ حکماً ہوا۔

3: هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا اس مثال میں قَائِمًا! مفعول بہ معنوی سے حال بن رہا ہے کیونکہ هٰذَا اُشِيْرُ کے معنیٰ میں ہے جو کہ اِفعال سے واحد متکلم کا صیغہ ہے جس سے زَيْدٌ معنیً مفعول بہ ہے

﴿اعتراض﴾: حال کی بیان کردہ تعریف جامع نہیں کیونکہ یہ صرف حال کی دو قسموں (1: وہ حال جو صرف فاعل کی

حالت کو بیان کرے 2: وہ حال جو صرف مفعول کی حالت کو بیان کرے) پر تو منطبق ہوتی ہے لیکن حال کی تیسری قسم (وہ حال جو فاعل و مفعول دونوں کی حالت کو بیان کرے) کو شامل نہیں۔

﴿جواب﴾: یہ (اَلْحَالُ مَا یُبَیِّنُ هَیْئَةَ الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ بِهٖ) قضیہ مانعۃ الخلو ہے جو انفراد کے ساتھ ساتھ اجتماع کے بھی منافی نہیں ہوتا، آپ کا مذکورہ اعتراض تو تب وارد ہوتا جب یہ قضیہ مانعۃ الجمع ہوتا۔

﴿اعتراض﴾: آپ کی بیان کردہ تعریف حال! دخول غیر سے مانع نہیں، کیونکہ یہ تعریف فاعل اور مفعول بہ کی صفت پر بھی صادق آتی ہے مثلاً جَاءَ نِیْ زَیْدُنِ الْفَاضِلُ وَرَئَیْتُ زَیْدَ نِ الْفَاضِلَ میں اَلْفَاضِل فاعل اور مفعول کی حالت بیان کررہا ہے حالانکہ یہ حال نہیں بلکہ صفت ہے۔

﴿جواب﴾: تعریف حال میں حیثیت کی قید ملحوظ ہے، پس معنیٰ یہ ہوا کہ حال وہ لفظ ہے جو فاعل یا مفعول کی حالت کو بیان کرے اس حیثیت سے کہ وہ مفعول بہ ہوں جبکہ مذکورہ مثالوں میں فاعل اور مفعول بہ کی صفت اگرچہ فاعل اور مفعول بہ کی حالت کو بیان کرتی ہے لیکن فاعل اور مفعول بہ ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ مطلقاً ذات ہونے کی حیثیت سے، کیونکہ صفت ایسے معنیٰ پر دلالت کرتی ہے جو موصوف میں پایا جائے خواہ موصوف فاعل یا مفعول بہ ہو یا نہ ہو۔

﴿سوال﴾: حیثیت کی قید اگر ملحوظ ہے تو مذکور کیوں نہیں؟

﴿جواب﴾: اس قسم کی حیثیات چونکہ مشہور ہوتی ہیں پس ان کی شہرت پر اکتفاء کرتے ہوئے حذف کردیا جاتا ہے۔

﴿اعتراض﴾: حال جس طرح فاعل اور مفعول بہ سے واقع ہوتا ہے اسی طرح کبھی مفعول مطلق سے بھی واقع ہوجاتا اور کبھی مفعول معہ سے بھی واقع ہوجاتا ہے اور کبھی مضاف الیہ سے بھی واقع ہوجاتا ہے لہٰذا صرف فاعل اور مفعول بہ کی تخصیص درست نہیں۔

﴿جواب﴾: فاعل اور مفعول بہ میں تعمیم ہے کہ خواہ وہ حقیقۃً ہوں یا حکماً ہوں، مفعول مطلق، مفعول معہ اور مضاف الیہ حقیقۃً مفعول بہ نہ صحیح حکماً مفعول بہ ضرور ہیں۔ مزید تفصیلات جامی میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَعَامِلُهَا الْفِعْلُ اَوْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ حال کے عامل کا ذکر کرنا ہے کہ اس کا عامل کبھی فعل ہوتا ہے۔ جیسے جَاءَ نِیْ زَیْدٌ رَاكِبًا اور کبھی شبہ فعل ہوتا ہے۔ جیسے: زَیْدٌ مَضْرُوْبٌ قَائِمًا۔

وَشَرْطُهَا اَنْ تَكُوْنَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ حال کے وقوع کے لئے شرط بیان کرنا ہے، کہ حال کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو، کیونکہ کلام میں نکرہ ہونا ہی اصل ہے اور ذوالحال کا معرفہ ہونا کثیر الوقوع ہے، یعنی ذوالحال کا اکثر و بیشتر معرفہ ہونا شرط ہے، کیونکہ ذوالحال! محکوم علیہ ہوتا ہے اور محکوم علیہ میں اصل معرفہ ہونا ہے۔

وَاَرْسَلَهَا الْعِرَاكَ الخ سے غرض مصنف ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: ماقبل میں حال کے لئے نکرہ ہونے کی شرط لگائی گئی ہے جبکہ اَرْسَلَهَا الْعِرَاكَ (نر وحشی گدھوں نے وحشی گدھیوں کو بھیڑ میں چھوڑ دیا) اور مَرَرْتُ بِهٖ وَحْدَهٗ میں الْعِرَاكَ اور وَحْدَهٗ دونوں حال ہیں لیکن دونوں ہی معرفہ ہیں اول الف ولام کی وجہ سے اور ثانی ضمیر کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے۔

﴿جواب﴾: یہ حال (الْعِرَاكَ اور وَحْدَهٗ) بظاہر معرفہ ہیں درحقیقت معرفہ نہیں بلکہ نکرہ ہیں، کیونکہ الْعِرَاكَ پر الف ولام زائدہ ہے لہٰذا وہ نکرہ ہوا اور وَحْدَهٗ مُنْفَرِدًا کے معنیٰ میں ہے جو کہ نکرہ ہے۔

"فَاِنْ كَانَ صَاحِبُهَا نَكِرَةً الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ حال کا ایک حکم بیان کرنا ہے کہ اگر حال کے نکرہ ہونے کے ساتھ ساتھ ذوالحال بھی نکرہ تو حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا واجب ہے۔ جیسے: جَاءَنِیْ رَجُلٌ رَاكِبًا میں یوں کہیں گے جَاءَنِیْ رَاكِبًا رَجُلٌ ورنہ ذوالحال کے منصوب ہونے کی صورت میں حال کا صفت سے التباس لازم آئیگا جیسے رَأَيْتُ رَجُلًا رَاكِبًا میں رَاكِبًا کے صفت ہونے کا بھی احتمال ہے اور حال ہونے کا بھی احتمال ہے لیکن اگر رَاكِبًا کو مقدم کر دیں تو اس کا حال ہونا متعین ہو جائے گا کیونکہ صفت! موصوف پر مقدم نہیں ہو سکتی۔

وَلَا يَتَقَدَّمُ عَلَى الْعَامِلِ الْمَعْنَوِیِّ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔ کہ حال عاملِ معنوی پر مقدم نہیں ہو سکتا کیونکہ عاملِ معنوی! عاملِ ضعیف ہے جو کہ ماقبل میں عمل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

بِخِلَافِ الظَّرْفِ اس عبارت کے دو مطلب ہیں۔

1: حال عاملِ معنوی سے مقدم نہیں ہو سکتا بخلاف عاملِ ظرف کے اس پر حال مقدم ہو سکتا ہے۔ جیسے: زَيْدٌ قَائِمًا فِی الدَّارِ

2: حال عاملِ معنوی سے مقدم نہیں ہو سکتا بخلاف ظرف کے وہ عاملِ معنوی سے مقدم ہو سکتا ہے۔ جیسے: فِی الدَّارِ رَجُلٌ

وَلَا عَلَى الْمَجْرُوْرِ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔ کہ جس طرح حال! اپنے عاملِ معنوی پر مقدم نہیں ہو سکتا اسی طرح حال! ذوالحال مجرور پر بھی مقدم نہیں ہو سکتا، اور مجرور سے یہاں مراد عام ہے خواہ مجرور بالاضافت ہو یا مجرور بحرف الجار ہو۔

❁ مجرور بالاضافت کی صورت میں تمام نحات کا اتفاق ہے کہ حال کو مقدم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ حال تابع ہوتا ہے اور ذوالحال متبوع ہوتا ہے اور قاعدہ ہے کہ مضاف الیہ! مضاف پر مقدم نہیں ہو سکتا، تو مضاف الیہ کا جو تابع حال ہے وہ کیسے مقدم ہو سکتا ہے؟ اس لئے مضاف الیہ ذوالحال ہو تو اس پر حال مقدم نہیں ہو سکتا۔

❁ رہی بات مجرور بحرف الجار کی! تو اس پر بھی حال مقدم نہیں ہو سکتا کیونکہ حرف جار عاملِ ضعیف ہے جس وجہ سے

مجرور اس پر مقدم نہیں ہوسکتا۔

وَکُلُّ مَادَلَّ عَلٰی هَیْئَةٍ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔

''کہ ہر وہ لفظ جو کسی بھی صفت پر دلالت کرے خواہ وہ جامد یا مشتق ہو اس کا حال واقع ہونا صحیح ہے یعنی حال کا اسم مشتق ہونا کوئی ضروری نہیں جیسا کہ بعض نحویوں کا نظریہ ہے۔ جیسے: هٰذَا بُسْرًا اَطْیَبُ مِنْهُ رُطَبًا

☆ اس مثال میں بُسر اور رُطب جامد ہونے کے باوجود صفتِ بُسْرِیَّت اور صفتِ رُطبِیَّت پر دلالت کرنے کی وجہ سے حال واقع ہورہے ہیں۔

﴿عبارت﴾:

وَقَدْ تَکُوْنُ جُمْلَةً خَبَرِیَّةً فَالْاِسْمِیَّةُ بِالْوَاوِ وَالضَّمِیْرِ اَوْبِالْوَاوِ اَوْبِالضَّمِیْرِ عَلٰی ضُعْفٍ وَالْمُضَارِعُ الْمُثْبَتُ بِالضَّمِیْرِ وَحْدَهٗ وَمَاسِوَاهُمَا بِالْوَاوِ وَالضَّمِیْرِ اَوْ بِاَحَدِهِمَا وَلَابُدَّ فِی الْمَاضِی الْمُثْبَتِ مِنْ قَدْ ظَاهِرَةً اَوْمُقَدَّرَةً وَیَجُوْزُ حَذْفُ الْعَامِلِ کَقَوْلِكَ لِلْمُسَافِرِ رَاشِدًا مَّهْدِیًّا وَیَجِبُ فِی الْمُؤَکَّدَةِ مِثْلُ زَیْدٌ اَبُوْكَ عَطُوْفًا اَیْ اُحِقُّهٗ وَشَرْطُهَا اَنْ تَکُوْنَ مُقَرِّرَةً لِمَضْمُوْنِ جُمْلَةٍ اِسْمِیَّةٍ

﴿ترجمہ﴾: اور حال کبھی جملہ خبریہ بھی ہوتا ہے پس (حال اگر) جملہ اسمیہ ہو تو (رابطہ) واؤ اور ضمیر کے ساتھ یا صرف واؤ کے ساتھ یا صرف ضمیر کے ساتھ ہوگا لیکن یہ ضعیف ہے اور مضارع مثبت (جب حال واقع ہو تو رابطہ) صرف ضمیر کے ساتھ ہوگا اور ان دونوں (جملہ اسمیہ اور مضارع مثبت) کے علاوہ (رابطہ) واؤ اور ضمیر کے ساتھ ہوگا یا ان دونوں میں سے ایک ساتھ ہوگا، اور ماضی مثبت (جب حال واقع ہو) تو اس پر قد کا لانا ضروری ہے خواہ قد لفظاً ہو یا مقدر ہو، اور حال کے عامل کو حذف کرنا بھی جائز ہے جیسا تیرا قول مسافر کے لئے رَاشِدًا مَّهْدِیًّا اور عامل کو حال مؤکدہ میں حذف کرنا واجب ہے۔ جیسے: زَیْدٌ اَبُوْكَ عَطُوْفًا اَیْ اُحِقُّهٗ اور اس کی شرط یہ ہے کہ وہ جملہ اسمیہ کے مضمون کے لئے تاکید ہو۔

﴿تشریح﴾:

وَقَدْ تَکُوْنُ جُمْلَةً الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔ کہ حال کبھی جملہ خبریہ بھی ہوتا ہے، جملہ انشائیہ نہیں ہوتا کیونکہ حال بمنزلہ محکوم بہ کے ہوتا ہے اور جملہ انشائیہ محکوم بہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، کیونکہ اس میں جھوٹ اور سچ کا احتمال نہیں ہوتا۔

❁ لفظِ قَدْ سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ حال کا جملہ ہونا کبھی کبھی ہوتا ہے اکثر و بیشتر وہ مفرد ہی ہوتا ہے۔

❁ جملہ چونکہ افادہ میں مستقل ہوتا ہے کسی دوسری شے کے ساتھ ارتباط کا تقاضا نہیں کرتا جبکہ حال! کا ذوالحال کے ساتھ ربط ہوتا ہے لہٰذا جب حال جملہ ہو تو اس کے لئے رابطہ کا ہونا ضروری ہے تا کہ اس کا ذوالحال کے ساتھ ربط ہو اور وہ رابطہ واؤ اور ضمیریں ہیں۔

☆ پھر جملہ خبریہ کی دو صورتیں ہیں، یا وہ جملہ اسمیہ ہوگا یا جملہ فعلیہ ہوگا، اگر جملہ فعلیہ ہو تو اس کی چار صورتیں ہیں یا مضارع مثبت ہوگا، یا مضارع منفی ہوگا، یا ماضی مثبت ہوگا یا ماضی منفی ہوگا۔

"فَالْاِسْمِيَّةُ بِالْوَاوِ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ جملہ اسمیہ کے رابطہ کی تفصیل بیان کرنی ہے۔ کہ اگر حال جملہ اسمیہ ہو تو رابطہ کی تین صورتیں ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1: واؤ اور ضمیر دونوں رابط ہوں۔ کیونکہ جملہ اسمیہ استقلال میں قوی ہوتا ہے لہٰذا مناسب یہی تھا کہ اس کے لئے رابط بھی قوی ہو، پس اسی لئے اسکے دو روابط رکھے گئے ہیں کیونکہ ایک کی بنسبت دو کی طاقت زیادہ ہوتی ہے۔ جیسے **جَاءَنِي زَيْدٌ وَهُوَ رَاكِبٌ**

2: یا رابطہ صرف واؤ کے ساتھ ہو کیونکہ واؤ شروع جملہ میں ہوتی ہے لہٰذا ربط کے لئے اس پر اکتفاء کرنا بھی صحیح ہے۔ جیسے: آقائے دو جہاں ﷺ کا فرمان عالیشان ہے **كُنْتُ نَبِيًّا وَّادَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ**

3: یا صرف ضمیر رابط ہو، لیکن یہ صورت ضعیف ہے کیونکہ جس طرح واؤ جملہ کے شروع میں آتی ہے اور ربط پر دلالت کرتی ہے، یہ صورتحال ضمیر میں نہیں کیونکہ ضمیر کا جملہ کے شروع میں ہونا ضروری نہیں وہ درمیان میں بھی آجاتی ہے لہٰذا اس کا اول امر میں ربط پر دلالت کرنا ضعیف ہوا۔

وَالْمُضَارِعُ الْمُثْبَتُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ جملہ فعلیہ مضارعہ مثبتہ کے رابطہ کی تفصیل بیان کرنی ہے۔ کہ اگر حال جملہ فعلیہ مضارعہ مثبتہ ہو تو اس میں رابط صرف ضمیر ہوگی واؤ نہیں ہو سکتی، کیونکہ مضارع مثبت لفظاً اور معنیً اسم فاعل کے مشابہہ ہوتا ہے اور اسم فاعل میں رابطہ کے لئے صرف ضمیر ہی کافی ہوتی ہے لہٰذا اس کے مشابہہ میں ضمیر ہی کافی ہوگی۔

❁ یاد رہے کہ فعل مضارع کے حال بننے کے لئے ضروری ہے کہ وہ حرف سین اور حرف لن سے خالی ہو۔

وَمَاسِوَاهُمَا بِالْوَاوِ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ بقیہ تین جملوں کے رابطہ کی تفصیل بیان کرنی ہے کہ جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ مضارعہ مثبتہ کے علاوہ جو جملے ہیں یعنی جملہ فعلیہ (۱) مضارع منفی (۲) ماضی مثبت (۳) یا ماضی منفی جب ان میں سے کوئی حال واقع ہو تو ان میں رابطہ کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) واؤ اور ضمیر دونوں رابط ہوں۔ (۲) فقط واؤ رابط ہو۔ (۳) فقط ضمیر رابط ہو ضعف کے بغیر۔ یہ تیسری صورت جملہ اسمیہ میں تو ضعیف تھی لیکن ان تینوں جملوں میں ضعیف نہیں کیونکہ ان جملوں میں وہ قوتِ استقلال موجود نہیں جو جملہ اسمیہ تھی اس لئے یہاں ادنیٰ اور ضعیف رابط بھی کام دے جائے گا۔

☆ چونکہ رابط بھی تین ہیں اور یہاں جملے بھی تین ہیں اور تین کو تین سے ضرب دینے سے کل نو قسمیں بن جائیں گی۔

1: مضارع منفی میں واؤ اور ضمیر دونوں رابط ہوں۔ جیسے: جَاءَنِیْ زَیْدٌ وَمَا یَتَکَلَّمُ غُلَامُہٗ
2: مضارع منفی میں صرف ضمیر ہی رابط ہو۔ جیسے: جَاءَنِیْ زَیْدٌ مَا یَتَکَلَّمُ غُلَامُہٗ
3: مضارع منفی میں صرف واؤ ہی رابط ہو۔ جیسے: جَاءَنِیْ زَیْدٌ وَمَا یَتَکَلَّمُ عَمْرٌو
4: ماضی مثبت میں رابط واؤ اور ضمیر دونوں ہوں۔ جیسے: جَاءَنِیْ زَیْدٌ وَقَدْ خَرَجَ غُلَامُہٗ
5: ماضی مثبت میں رابط صرف ضمیر ہو۔ جیسے جَاءَنِیْ زَیْدٌ قَدْ خَرَجَ غُلَامُہٗ
6: ماضی مثبت میں رابط صرف واؤ ہو۔ جیسے جَاءَنِیْ زَیْدٌ وَقَدْ خَرَجَ عَمْرٌو
7: ماضی منفی میں رابط واؤ اور ضمیر دونوں ہوں۔ جیسے: جَاءَنِیْ زَیْدٌ وَمَا خَرَجَ غُلَامُہٗ
8: ماضی منفی میں رابط صرف ضمیر ہو۔ جیسے جَاءَنِیْ زَیْدٌ مَا خَرَجَ غُلَامُہٗ
9: ماضی منفی میں رابط صرف واؤ ہو۔ جیسے جَاءَنِیْ زَیْدٌ وَمَا خَرَجَ عَمْرٌو

وَلَابُدَّفِی الْمَاضِی الْمُثْبَتِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اختلافی مسئلہ میں اپنا مذہب مختار بیان کرنا ہے۔
اس امر میں اختلاف ہے کہ جب ماضی مثبت حال واقع ہو تو اس پر قَـد کا دخول لازمی ہے یا کہ نہیں بصریوں کے نزدیک قد کا دخول ظاہراً یا مقدراً لازمی ہے اور کوفیوں کے ہاں نہ ظاہراً لازمی ہے اور نہ مقدراً لازمی ہے۔

❁ مصنف علیہ الرحمۃ نے بصریوں کے مذہب کو اپناتے ہوئے فرمایا کہ جب ماضی مثبت حال واقع ہو تو قد کا ہونا ہر حال میں ضروری ہے خواہ لفظاً ہو۔ جیسے جَاءَنِیْ زَیْدٌ قَدْ رَکِبَ خواہ تقدیری ہو۔ جیسے: اَوْجَاءُوْکُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُھُمْ اَیْ قَدْحَصِرَتْ صُدُوْرُھُمْ اور قَدْ کا ہونا اس لئے ضروری ہے تا کہ ماضی کو حال کے قریب کر دے۔

وَیَجُوْزُ حَذْفُ الْعَامِلِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے حال کے عامل کو حذف کرنا بھی جائز ہے، اور قرینہ خواہ حالیہ ہو یا مقالیہ ہو۔

قرینہ حالیہ کی مثال۔ جیسے: مسافر جو سفر کی تیاری کر رہا ہو اس کو کہا جائے رَاشِدًا مَّھْدِیًّا جو کہ اصل میں سِرْ رَاشِدًا مَّھْدِیًّا تھا تو مسافر کے حال کو دیکھ کر کہ وہ چلنے کی تیاری کر رہا ہے عامل سِرْ کو حذف کر دیا۔

☆ مَھْدِیًّا یا رَاشِدًا کی صفت ہے یا سِرْ کی ضمیر سے حال ثانی ہے۔

قرینہ مقالیہ کی مثال۔ جیسے ایک شخص نے مخاطب سے سوال کیا کَیْفَ جِئْتَ تو اس نے جواب دیا رَاکِبًا، اب یہاں رَاکِبًا حال ہے جس کا عامل جِئْتُ محذوف ہے اور اس پر قرینہ سائل کا سوال ہے۔

وَیَجِبُ فِی الْمُؤَکَّدَۃِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ حال کے عامل کا حذف جوازی بیان کر لینے کے بعد اس کا حذف وجوبی بیان کرنا ہے، کہ حال مؤکدہ میں عامل کو حذف کر دینا واجب ہے کیونکہ حال مؤکدہ افعل کا عوض ہوتا ہے، اب اگر فعل کو بھی ذکر کیا جائے اور حال مؤکدہ کو بھی ذکر کیا جائے تو عوض و معوض کا اجتماع لازم آئیگا جو کہ درست نہیں۔

حال مؤکدہ اور حال منتقلہ :

حال مؤکدہ وہ حال ہوتا ہے جو ذوالحال سے جدانہ ہواور اپنے عامل کے لئے قید بھی نہ ہواور اس کے مدمقابل حال منتقلہ وہ حال ہے جو ذوالحال سے جدا بھی ہو جائے اور اپنے عامل کے لئے قید بھی ہو۔

مِثْلُ زَيْدٌ اَبُوْكَ عَطُوْفًا سے حال مؤکدہ کی مثال بیان کی جارہی ہے کہ اس (زَيْدٌ اَبُوْكَ عَطُوْفًا) میں عطوفا حال موکدہ ہے اور عطوفیت یعنی شفقت اکثر باپ سے جدا نہیں ہوتی اس کا عامل وجوبی طور پر محذوف ہے جو کہ اُحِقُّ ہے پس معنیٰ یہ ہوگا کہ زید تیرا باپ ہے میں تحقیق کر چکا ہوں کہ وہ مہربان ہے۔

وَشَرْطُهَااَنْ تَكُوْنَ مُقَرِّرَةً الخ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: فرمان باری تعالیٰ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَااِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًابِالْقِسْطِ میں قَائِمًابِالْقِسْطِ حال مؤکدہ ہے اور اس کے عامل کو یہاں حذف نہیں کیا گیا بلکہ شَهِدَ عامل مذکور ہے۔

﴿جواب﴾: حال مؤکدہ کی دو قسمیں ہیں۔(۱) جو جملہ اسمیہ کے مضمون کے لئے مؤکد ہو (۲) جو جملہ فعلیہ کے مضمون کے لئے مؤکد ہو، عامل کے حذف کا وجوب پہلی قسم کے لئے ہے دوسری قسم کے لئے نہیں۔

﴿عبارت﴾:

اَلتَّمْيِيْزُ مَايَرْفَعُ الْاِبْهَامَ الْمُسْتَقَرَّ عَنْ ذَاتٍ مَّذْكُوْرَةٍ اَوْمُقَدَّرَةٍفَالْاَوَّلُ عَنْ مُفْرَدٍ مِقْدَارٍغَالِبًااِمَّافِيْ عَدَدٍ نَحْوُ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًاوَسَيَأْتِيْ وَاِمَّافِيْ غَيْرِهٖ نَحْوُرِطْلٌ زَيْتًا وَمَنَوَانِ سَمْنًا وَقَفِيْزَانِ بُرًّاوَعَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَازُبْدًافَيُفْرَدُ اِنْ كَانَ جِنْسًااِلَّااَنْ يُقْصَدَالْاَنْوَاعُ وَيُجْمَعُ فِيْ غَيْرِهٖ ثُمَّ اِنْ كَانَ بِتَنْوِيْنٍ اَوْبِنُوْنِ التَّثْنِيَةِ جَازَتِ الْاِضَافَةُ وَاِلَّا فَلَا وَعَنْ غَيْرِمِقْدَارٍ مِثْلُ خَاتَمٌ حَدِيْدًاوَالْخَفْضُ اَكْثَرُ

﴿ترجمہ﴾: تمیز وہ اسم ہے جو ذات مذکورہ یا ذات مقدرۃ سے ایسے ابہام کو دور کرے جو راسخ ہو چکا ہو، پس پہلی قسم (جو ذات مذکورہ سے ابہام دور کرے) اکثر و بیشتر مفرد مقدار سے ابہام دور کریگی، (وہ مفرد مقدار) یا عدد کے ضمن میں ہوگی جیسے عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا

عنقریب اس (عدد کی تمیز) کا ذکر (اسمائے عدد کے باب میں) ہوگا یا وہ غیر عدد کے ضمن میں ہوگی جیسے رِطْلٌ زَيْتًا اور مَنَوَانِ سَمْنًا اور قَفِيْزَانِ بُرًّا اور عَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَازُبْدًا پس تمیز مفرد ہوگی اگر وہ اسم جنس ہو مگر یہ کہ انواع کا ارادہ کیا جائے اور غیر اسم جنس میں تمیز جمع ہوگی، پھر (اگر مفرد مقدار تام ہو) نون تنوین یا تثنیہ کے ساتھ تو اضافت بھی جائز ہے ورنہ نہیں، یا تمیز ابہام کو دور کریگی غیر مقدار سے جیسے خَاتَمٌ حَدِيْدًا (جب ابہام غیر مقدار میں ہو تو)

تمییز اکثر مجرور ہوتی ہے۔

﴿تشریح﴾:

اَلتَّمْيِيْزُ مَايَرْفَعُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ منصوبات میں سے ساتویں قسم تمییز کی تعریف وتوضیح کرنی ہے کہ تمییز وہ اسم ہے جو ذاتِ مذکورہ یا ذاتِ مقدرہ سے ایسے ابہام کو دور کرے جو اس ذات کے معنیٰ موضوع لہٗ میں راسخ ہو چکا ہو۔

﴿سوال﴾: تعریف میں کلمہ اَوْ ذکر کرنا درست نہیں کیونکہ کلمہ اَوْ تشکیک کے لئے آتا ہے اور تعریف توضیح کے لئے ہوتی ہے، جبکہ توضیح وتشکیک میں منافات ہے؟

﴿جواب﴾: یہاں کلمہ اَوْ تشکیک کے لئے نہیں بلکہ تنویع وتقسیم کے لئے ہے اور تنویع وتقسیم توضیح کے منافی نہیں بلکہ عین توضیح ہے۔

عَنْ ذَاتٍ مَّذْكُوْرَةٍ اَوْمُقَدَّرَةٍ سے مصنف علیہ الرحمۃ تمییز کی دو قسموں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ تمییز کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ذاتِ مذکورہ سے ابہام کو دور کریگی۔ (۲) ذاتِ مقدرہ سے ابہام کو دور کریگی۔

فَالْاَوَّلُ عَنْ مُفْرَدٍ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ تمییز کی قسم اول کا بیان کرنا ہے کہ تمییز کی قسم اول یعنی وہ تمییز جو ذاتِ مذکورہ سے ابہام کو دور کرتی ہے وہ اکثر مفرد مقدار سے ابہام کو دور کرتی ہے یہ مفرد مقدار یا عدد کے ضمن میں متحقق ہو گی۔ جیسے: عِنْدِیْ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا یا غیر عدد کے ضمن میں متحقق ہوگی اگر غیر عدد کے ضمن میں متحقق ہو تو پھر وہ غیر عدد چار حال سے خالی نہیں، یا وزن (تول) ہوگا جیسے عِنْدِیْ رِطْلٌ زَيْتًا، عِنْدِیْ مَنَوَانِ سَمْنًا، یا کیل (پیمانہ) ہوگا جیسے عِنْدِیْ قَفِيْزَانِ بُرًّا، یا مساحت (پیمائش) ہوگا جیسے عِنْدِیْ ذِرَاعٌ ثَوْبًا، یا مقیاس (جس کے ذریعے کسی چیز کا اندازہ اٹکل سے کیا جائے) ہوگا جیسے عَلٰی التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا

عَنْ مُفْرَدٍ مِقْدَارٍ: مفرد سے مراد وہ مفرد ہے جو جملہ، شبہ جملہ اور مضاف کا مدمقابل ہو، وہ مفرد مراد نہیں جو تثنیہ، وجمع کا مدمقابل ہوتا ہے، لہٰذا اس مقام پر مفرد! تثنیہ وجمع کو بھی شامل ہوگا۔

اور مقدار سے مراد وہ ہے کہ جس کے ساتھ کسی شے کا اندازہ اور اس کی مقدار کی پہچان کی جائے۔

مقدار کی پانچ قسمیں ہیں۔ (۱) عدد بمعنیٰ شمار (۲) وزن بمعنیٰ تول (۳) کیل بمعنیٰ پیمانہ (۴) مساحت بمعنیٰ پیمائش (۵) مقیاس بمعنیٰ مَايُقَدَّرُ بِهِ الشَّيْءُ بِالْخَرْسِ یعنی جس کے ذریعے کسی چیز کا اندازہ اٹکل سے کیا جائے۔

﴿اعتراض﴾: مفرد مقدار کی پانچ قسمیں ہیں جیسا کہ ہم نے وضاحت میں بیان کیں، لہٰذا مصنف علیہ الرحمۃ کے لئے مناسب یہی تھا کہ پانچوں کی مثالیں بیان کرتے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ انہوں نے صرف تین قسموں کی مثالیں بیان کیں، کیل اور

مساحت کی مثالیں بیان ہی نہیں کیں، اور اس سے بڑھ کر تعجب خیز کام تو یہ کیا کہ وزن کی دو مثالیں بیان کر دیں اور کیل و مساحت کی ایک ایک مثال بھی نہیں بیان کی۔

﴿جواب﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کا مقصود مفرد مقدار کی تمام اقسام کی تمام مثالیں بیان کرنا نہیں تھا بلکہ متممات اسم کو بیان کرنا تھا یعنی یہ بیان کرنا تھا کہ اسم کن چیزوں کے ساتھ تام اور مکمل ہوتا ہے تو مصنف علیہ الرحمۃ نے مثالوں کے ضمن میں بتلا دیا کہ اسم تین چیزوں کے ساتھ تام ہوتا ہے۔

(۱) تنوین کے ساتھ جیسے عِنْدِیْ رِطْلٌ زَیْتًا ۔(۲) نون کے ساتھ جیسے عِنْدِیْ مَنَوَانِ سَمْنًا (۳) اضافت کے ساتھ۔ جیسے عَلَی التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبَدًا پس اسی لئے تمام مثالیں ذکر نہیں کیں، اور بعض کی مثالوں کو مکرر ذکر کیا تا کہ مقصود حاصل ہو جائے۔

فَیُفْرَدُ اِنْ کَانَ جِنْسًا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ تمیز کو مفرد و جمع لانے کے مقامات کی تفصیل ذکر کرنا ہے۔ کہ وہ تمیز جو مفرد مقدار سے ابہام کو دور کرے یا تو وہ جنس ہوگی یا غیر جنس ہوگی اگر جنس ہو تو پھر اس سے انواع کو قصد کیا جائے گا یا نہیں کیا جائے گا، اگر اس سے انواع کا قصد نہ کیا جائے تو اس کو ہمیشہ مفرد لایا جائے گا خواہ اسم تام مفرد ہو، تثنیہ ہو یا جمع ہو۔ اور اگر جنس ہو اور اس سے انواع کا قصد کیا جائے تو پھر اس کو مقصود کے موافق تثنیہ یا جمع لایا جائے گا۔

﴿جنس کی تعریف﴾ جنس اس اسم کو کہتے ہیں جو تاء سے خالی ہو اور قلیل و کثیر سب پر اس کا اطلاق درست ہو۔ جیسے: ماء قطرہ و سمندر دونوں پر بولا جاتا ہے۔

﴿سوال﴾: تمیز جب جنس ہو تو ہمیشہ اس کو مفرد کیوں لایا جاتا ہے خواہ اسم تام تثنیہ ہو یا جمع ہو۔

﴿جواب﴾: جنس کی تعریف سے یہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ اس کا اطلاق قلیل و کثیر سب پر درست ہے لہٰذا جب تمیز جنس ہو تو تثنیہ و جمع لانے کی ضرورت نہیں۔

ثُمَّ اِنْ کَانَ بِتَنْوِیْنٍ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: مفرد مقدار کی اپنی تمیز کی طرف اضافت درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾: اگر مفرد مقدار تنوین یا نون تثنیہ کے ساتھ تام ہو تو اس کی اضافت تمیز کی طرف اضافت بیانیہ کثرت کے ساتھ جائز ہے کیونکہ اضافت سے رفع ابہام کی غرض بھی حاصل ہو جاتی اور ساتھ ساتھ تخفیف بھی حاصل ہو جاتی ہے، جیسے رِطْلُ زَیْتٍ اور مَنَوَا سَمْنٍ، اور اگر مفرد مقدار تنوین اور نون تثنیہ کے ساتھ تام نہ ہو بلکہ اضافت کے ساتھ تام ہو تو اس کی اضافت جائز نہیں تا کہ مضاف کی اضافت لازم نہ آئے اسی طرح اگر نونِ جمع کے ساتھ تام ہو تو اس کی اضافت جائز نہیں مگر قلت کے ساتھ اس لئے

کہ اس کی اضافت غیر تمییز کی طرف کثرت حاجت کی وجہ سے جائز ہے۔ جیسے: عِشْرِيْكَ اور عِشْرِيْ رَمَضَانَ یہ جائز ہے۔
اب اگر تمییز کی طرف بھی مضاف ہوتو بعض صورتوں میں تمییز کا غیر تمییز کے ساتھ التباس لازم آئیگا مثلاً عشرین کی رمضان کی طرف اضافت کر کے عِشْرِيْ رَمَضَانَ کہا جائے تو معلوم نہیں ہوگا کہ بیس از روئے رمضان مراد ہے جو کہ تمییز کا معنیٰ ہے یا رمضان کا بیسواں دن مراد ہے جو کہ غیر تمییز (اضافت) کا معنیٰ ہے تو چونکہ بعض صورتوں میں التباس لازم آتا ہے تو ان میں اضافت جائز نہیں ہوگی پھر غیر التباس کی صورت میں بھی اضافت نہیں کی جائے گی تا کہ یہ باب اقرب الی الاطراد ہو جائے۔
﴿سوال﴾: اضافت تو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان مغایرت کا تقاضا کرتی ہے اور تمییز اور ممیز تو شے واحد ہیں، پھر مفرد مقدار کی اضافت تمییز کی طرف کیسے صحیح ہوگی؟
﴿جواب﴾: مضاف اور مضاف الیہ کے درمیاں مغایرت اضافتِ بیان کے علاوہ دوسری اقسام میں ہوتی ہے جبکہ یہاں اضافتِ بیانیہ ہے جس میں اِتِّحَاد بَيْنِ الْمُضَافَيْن ہوتا ہے۔
﴿سوال﴾: وہ مفرد مقدار جو تام ہو تنوین یا نونِ تثنیہ کے ساتھ اس کی اضافت تو محال ہوتی ہے کیونکہ تنوین اور نونِ تثنیہ انفصال کا تقاضا کرتی ہیں اور اضافت اتصال وامتزاج کا تقاضا کرتی ہے اور اتصال وانفصال میں منافات ہے۔
﴿جواب﴾: یہاں اضافت کا جواز نونِ تثنیہ اور تنوین کے اسقاط کے ساتھ ہے نہ کہ ان کی موجودگی میں۔
وَعَنْ غَيْرِ مِقْدَارٍ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ تمییز جس طرح مقدار سے ابہام کو دور کرتی ہے اسی طرح غیر مقدار سے بھی ابہام کو دور کرتی ہے۔ جیسے: عِنْدِيْ خَاتَمٌ حَدِيْدًا میں حَدِيْدًا نے خَاتَمٌ سے ابہام کو دور کیا ہے جبکہ خَاتَمٌ نہ عدد (شمار) ہے، نہ کیل (پیمانہ) ہے نہ وزن (تول) ہے اور نہ ہی مقیاس (وہ جس کے ساتھ کسی چیز کا اندازہ اٹکل سے کیا جائے) ہے اور نہ ہی مساحت (پیمائش) ہے۔ جب تمییز غیر مقدار سے ابہام کو دور کرے تو اکثر و بیشتر مجرور ہوتی ہے۔ جیسے: عِنْدِيْ خَاتَمُ حَدِيْدٍ

﴿عبارت﴾:

وَالثَّانِيْ عَنْ نِسْبَةٍ فِيْ جُمْلَةٍ اَوْ مَاضَاهَاهَا مِثْلُ طَابَ زَيْدٌ نَفْسًا وَزَيْدٌ طَيِّبٌ اَبًا وَاُبُوَّةً وَدَارًا وَعِلْمًا اَوْ فِيْ اِضَافَةٍ مِثْلُ يُعْجِبُنِيْ طَيِّبُهُ اَبًا وَاُبُوَّةً وَدَارًا وَعِلْمًا وَلِلّٰهِ دَرُّهُ فَارِسًا ثُمَّ اِنْ كَانَ اِسْمًا يَصِحُّ جَعْلُهُ لِمَا انْتُصِبَ عَنْهُ جَازَ اَنْ يَكُوْنَ لَهُ وَلِمُتَعَلِّقِهِ وَاِلَّا فَهُوَ لِمُتَعَلِّقِهِ فَيُطَابِقُ فِيْهِمَا مَا قُصِدَ اِلَّا اِذَا كَانَ جِنْسًا اِلَّا اَنْ يُقْصَدَ الْاَنْوَاعُ وَاِنْ كَانَتْ صِفَةً كَانَتْ لَهُ وَطِبْقَهُ وَاحْتَمَلَتِ الْحَالَ وَلَا يَتَقَدَّمُ التَّمْيِيْزُ عَلٰى عَامِلِهِ وَالْاَصَحُّ اَنْ لَا يَتَقَدَّمَ عَلٰى

الْفِعْلِ خِلَافًا لِلْمَازِنِيِّ وَالْمُبَرِّدِ

﴿ترجمہ﴾: دوسری قسم وہ ہے جو اس ذات سے ابہام کو دور کرے جو کہ اس نسبت سے پیدا ہوا ہے جو جملہ میں یا شبہ جملہ میں پائی جاتی ہے۔ جیسے: طَابَ زَيْدٌ نَفْسًا اور زَيْدٌ طَيِّبٌ اَبًا اور اُبُوَّةً اور دَارًا اور عِلْمًا یا اس نسبت سے جو کہ اضافت میں ہے۔ جیسے: يُعْجِبُنِيْ طِيْبُهٗ اَبًا وَاُبُوَّةً وَدَارًا وَعِلْمًا اور وَلِلّٰهِ دَرُّهٗ فَارِسًا پھر اگر تمیز ایسا اسم ہو کہ اسے منصب عنہ پر محمول کرنا صحیح ہو تو ایسی صورت میں اسے منصب عنہ کی تمیز بنانا بھی درست ہوگا اور منصب عنہ کے متعلق کی بھی تمیز بنانا درست ہوگا لیکن اگر تمیز منصب عنہ پر محمول نہ ہو تو ایسی صورت میں تمیز صرف منصب عنہ کے متعلق کے لئے ہوگی، ان دونوں صورتوں میں تمیز واحد، تثنیہ اور جمع ہونے میں مقصود (منصب عنہ) کے مطابق ہوگی، مگر جبکہ تمیز اسم جنس ہو (تو تثنیہ یا جمع تمیز نہیں آسکتی) لیکن اگر انواع کا قصد کیا جائے (تو پھر تثنیہ وجمع بھی لاسکتے ہیں) اور اگر تمیز صفت ہو تو ایسی صورت میں تمیز منصب عنہ کے لئے خاص ہوگی، اس کے متعلق کے لئے نہیں ہوگی اور اس کے مطابق ہوگی، اور حال کا بھی احتمال رکھتی ہے اور تمیز اپنے عامل پر مقدم نہیں ہوسکتی، برخلاف امام مازنی اور امام مبرد کے۔

﴿تشریح﴾:

وَالثَّانِيْ عَنْ نِسْبَةٍ فِيْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ تمیز کی دوسری قسم جو ذات مقدرہ سے ابہام کو دور کرتی ہے اس کا بیان کرنا ہے، اور ذاتِ مقدرہ سے ابہام دور کرنے کی صورت یہ ہے کہ وہ اس نسبت سے ابہام کو دور کرے جو جملہ میں یا شبہ جملہ میں پائی جاتی ہے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کی عبارت میں تناقض وتعارض ہے کیونکہ مصنف نے ماقبل میں کہا تھا کہ تمیز کی قسم ثانی وہ ہے جو ذاتِ مقدرہ سے ابہام کو دور کرے، اور یہاں ذات کا ذکر ہی نہیں بلکہ نسبت کا ذکر ہے اور نسبت ایک امر معنوی ہے ذات نہیں۔

❁ قبل از جواب ایک تمہید ملاحظہ فرمائیں۔

نسبت کے تحقق کے لئے دو طرفوں کا ہونا ضروری ہے، ایک کو منسوب اور دوسری کو منسوب الیہ کہتے ہیں، ذاتِ مقدرہ! جو کہ منسوب ہے یہ نسبت کی ایک طرف ہے، اور دوسری طرف وہ ہے جس کی طرف نسبت کی جاتی ہے، جب ذاتِ مقدرہ میں ابہام ہوتا ہے تو لازمًا اس کی نسبت میں بھی ابہام ہو جاتا ہے (کیونکہ ابہام فی الطرف ملزوم ہے اور ابہام فی النسبۃ لازم ہے، اور ثبوت ملزوم! ثبوتِ لازم کو مستلزم ہوتا ہے) لیکن جب نسبت جو کہ ذاتِ مقدرہ کو لازم ہے اس سے ابہام کی نفی کی جاتی ہے تو جو ذاتِ مقدرہ سے بھی ابہام کی نفی ہو جاتی ہے (کیونکہ انتفائے لازم! انتفائے ملزوم کو مستلزم ہے)۔

﴿جواب﴾: چونکہ ذاتِ مقدرہ ا نسبت کی ایک طرف ہے اس میں اگر ابہام ہوگا تو لازماً نسبت میں بھی ابہام ہو گا، اور جب نسبت سے ابہام زائل ہوگا تو لازماً ذاتِ مقدرہ سے بھی ابہام زائل ہو جائے گا کیونکہ لازم سے ابہام کی نفی کرنے سے ملزوم (ذاتِ مقدرہ) سے بھی ابہام کی نفی ہو جائیگی۔

فِیْ جُمْلَةٍ اَوْ مَاضَاهَاهَا مَاضَاهَاهَا میں ما موصولہ ہے ضَاهَا بابِ مفاعلہ سے ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے جو کہ اصل میں ضَاهَیَ تھا، چونکہ یاء متحرک ماقبل مفتوح تھا، پس یاء کو الف سے بدل دیا، تو ضَاهَا بن گیا، اس کے بعد هَا ضمیر ہے جو کہ جملہ کی طرف راجع ہے، اس کا ترجمہ یہ ہوا کہ ''جو مشابہ ہو جملہ کے''۔

طَابَ زَیْدٌ نَفْسًا وَزَیْدٌ طَیِّبٌ اَبًا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ تمیز کی قسمِ ثانی کی مثالیں بیان کرنی ہیں۔

جیسے طَابَ زَیْدٌ نَفْسًا یعنی زید اچھا ہے، طَابَ کی جو زَیْدٌ کی طرف نسبت ہے اس میں ابہام ہے کہ کہ زَیْدٌ کس اعتبار سے اچھا ہے، تو نَفْسًا کہہ کر اس ابہام کو دور کر دیا، (یہ جملہ کی مثال تھی)۔

شبہ جملہ کی مثال جیسے زَیْدٌ طَیِّبٌ کہا تو ابہام تھا، لیکن جب اَبًا یا اُبُوَّةً یا دَارًا یا عِلْمًا کہا تو ابہام جاتا رہا کہ زید باپ ہونے اعتبار سے اچھا ہے، یا گھر کے اعتبار سے اچھا ہے، یا علم کے اعتبار سے اچھا ہے۔

اَوْ فِیْ اِضَافَةٍ الخ سے غرض مصنف ایک ضابطہ کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ کہ کبھی کبھی جملے میں اضافت پائی جارہی ہوتی ہے اور اس اضافت میں ابہام ہوتا ہے اور تمیز اس اضافت سے بہام کو دور کرتی ہے۔ جیسے: یُعْجِبُنِیْ طَیْبُهٗ، اس مثال میں طیبہ مرکب اضافی ہے، اس اضافت میں ابہام ہے جس کو دور کیا گیا ہے اَبًا یا اُبُوَّةً یا دَارًا یا عِلْمًا کہہ کر۔

وَلِلّٰهِ دَرُّهٗ فَارِسًا سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ان لوگوں کا رد کرنا کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ تمیز کے لئے جامد ہونا ضروری ہے، مصنف علیہ الرحمۃ اس مثال کے ذریعے یہ پیغام دے رہے ہیں کہ جس طرح تمیز جامد ہو سکتی ہے ویسے ہی مشتق بھی ہو سکتی ہے۔

﴿فائدہ﴾: دَرّ کا معنیٰ دودھ ہے، اور یہاں اس سے مراد خیر کثیر ہے، مناسبت ظاہر ہے کہ اہل عرب کے لئے دودھ میں خیر کثیر ہے، ان کی ضروریات زیادہ تر دودھ سے ہی پوری ہوتی ہیں، اور فَارِسًا اسم فاعل ہے اگر اسے فَرَاسَةٌ (بِفَتْحِ الْفَاء) سے ماخوذ مانا جائے تو اس کے معنیٰ ہونگے گھوڑے کی سواری میں ماہر ہونا، اور پورے جملے کا معنیٰ یہ ہوگا کہ اللہ کے لئے اس کی خوبی ہے گھوڑے کی سواری میں ماہر ہونے کی، یعنی وہ گھوڑے کی سواری اچھی طرح کر لیتا ہے، اور اگر فِرَاسَةٌ (بِكَسْرِ الْفَاء) سے ماخوذ ہو تو اس کا معنیٰ ہوتا ہے جلدی سے کسی بات کو سمجھ لینا، اور تمام جملے کے معنیٰ یہ ہونگے کہ اللہ کے لئے ہے اس کی خوبی سمجھنے میں، یعنی وہ بہت جلد نتیجے تک جا پہنچتا ہے۔

اِنْ كَانَ اِسْمًا يَصِحُّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے کہ اگر تمیز ایسا اسم ہو یعنی ذات ہو، صفت نہ ہو، اور منتصب عنہ کو مبتدا بنا کر تمیز کا اس پر حمل کرنا اور خبر بنانا درست ہو تو ایسی صورت میں اسے منتصب عنہ کی تمیز بنانا

بھی درست ہوگا اور منتصب عنہ کے متعلق کی بھی تمییز بنانا درست ہوگا لیکن اگر تمییز منتصب عنہ پر محمول نہ ہو سکے یعنی اس کا خبر بنانا درست نہ ہو تو ایسی صورت میں تمییز صرف منتصب عنہ کے متعلق کے لئے ہوگی، منتصب عنہ کے لئے نہیں ہوگی۔ جیسے طَابَ زَيْدٌ دَارًا اس مثال میں دَارًا تمییز ہے، اسے منتصب عنہ پر محمول نہیں کیا جا سکتا لہٰذا یہ تمییز منتصب عنہ (زَيْدٌ) کے متعلق کے لئے ہوگی اور وہ متعلق ذات مقدرہ ہے یعنی وہ شیء ہے جو زَيْد کی طرف منسوب ہے۔

فَيُطَابِقُ فِيهِمَا الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ تمییز جب مُنْتَصَب عنه کے لئے ہو یا مُنْتَصَب عَنْه کے متعلق کے لئے ہو دونوں صورتوں میں وہ واحد، تثنیہ اور جمع ہونے میں منتصب عنہ کے مطابق ہوگی۔

جیسے طَابَ زَيْدٌ اَبًا، طَابَ زَيْدَانِ اَبَوَيْنِ، طَابَ زَيْدُوْنَ اٰبَاءً

اِلَّا اِذَا كَانَ جِنْسًا الخ : سے گزشتہ ضابطہ کا تسلسل ہی ہے کہ اگر تمییز جنس ہو تو اسے مفرد لایا جائے گا کیونکہ جنس کا اطلاق قلیل و کثیر دونوں پر ہوتا ہے جیسے طَابَ زَيْدٌ عِلْمًا، طَابَ الزَّيْدَانِ عِلْمًا، طَابَ الزَّيْدُوْنَ عِلْمًا ان مثالوں میں منتصب عنہ (زید) کی تینوں حالتوں میں تمییز کو مفرد لایا گیا ہے۔

اِلَّا اَنْ يُّقْصَدَ الْاَنْوَاعُ یہ عبارت ماقبل کے استثناء سے استثناء ہے، ماقبل میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ تمییز اگر جنس ہو تو اس کو مفرد لایا جائے گا خواہ مقصود تثنیہ یا جمع ہو اب اس سے پھر استثناء کر رہے ہیں کہ تمییز اگر جنس ہو اور اس سے انواع کا ارادہ کر لیا گیا ہو یعنی بعض نوع کو بعض سے ممتاز کرنا مقصود ہو تو پھر تمییز کو مقصود کے مطابق لایا جائے گا جیسے طَابَ الزَّيْدَانِ عِلْمَيْنِ، طَابَ الزَّيْدُوْنَ عُلُوْمًا، اس کا مطلب یہ ہے کہ زید نام کے دو شخص یا چند اشخاص اپنے اپنے علم کے اعتبار سے اچھے ہیں، مثلاً ایک علم صرف میں اچھا ہے اور ایک علم نحو میں اچھا ہے اور ایک علم اصول حدیث میں اچھا ہے، ایسی صورت میں اگر تمییز کو مفرد لایا جائے تو یہ امتیاز حاصل نہیں ہوگا۔

وَاِنْ كَانَتْ صِفَةً الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ گذشتہ ضابطہ کا تسلسل بیان کرنا ہے کہ اگر تمییز صفت ہو تو ایسی صورت میں تمییز منتصب عنہ کے لئے خاص ہوگی، اس کے متعلق کے لئے نہیں ہوگی، کیونکہ صفت کے لئے موصوف ضروری ہے اور وہ منتصب عنہ موجود ہے اس کا متعلق موجود نہیں، اور موجود موصوف بننے کا زیادہ مستحق ہے اور یہ صفت افراد، تثنیہ اور جمع ہونے میں اپنے موصوف کے مطابق ہوگی۔ جیسے: طَابَ زَيْدٌ وَلَدًا اس میں والد کا مصداق زید ہے یعنی زید خود والد ہے زید کا والد مراد نہیں۔

وَطِبْقَهٗ : اس میں واؤ بمعنیٰ مع ہے اور طبق بمعنیٰ مطابقت ہے مطلب یہ ہے کہ تمییز صرف منتصب عنہ کی صفت ہوگی اور افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں منتصب عنہ کے مطابق ہوگی، کیونکہ صفت اپنے موصوف کے ساتھ ان تمام امور میں مطابق ہوتی ہے۔

وَاحْتَمَلَتِ الْحَالَ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے یعنی تمییز اگر صفت ہو تو اس میں ایک احتمال تو

تمییز ہونے کا ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ حال واقع ہو کیونکہ حال ہونے کی صورت میں بھی معنیٰ صحیح رہتا ہے۔ جیسے: طَابَ زَیْدٌ فَارِسًا،

☆ تمییز ہونے کی صورت میں اس کا معنیٰ ہوگا کہ زید سوار ہونے کے اعتبار سے اچھا ہے۔ اور حال ہونے کی صورت میں معنیٰ ہوگا کہ زید سوار ہونے کی حال میں اچھا ہے یعنی جب وہ سوار ہوتا ہے تو پھر سخاوت کرتا ہے، لوگوں کا حال دریافت کرتا ہے۔

وَلَایَتَقَدَّمُ التَّمْیِیْزُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے کہ تمییز کو اپنے عامل پر مقدم نہیں کر سکتے کیونکہ اس کا عامل یعنی اسم تام کمزور عامل ہے، معمول کے مقدم ہونے کی صورت میں وہ عمل نہیں کر سکیگا۔

وَالْاَصَحُّ اَنْ لَا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک وہم کا ازالہ کرنا ہے۔

﴿وہم﴾: ماقبل میں کہا گیا تھا کہ جب تمییز کا عامل اسم تام ہو تو تمییز اپنے عامل پر مقدم نہیں ہو سکتی، اس سے وہم یہ پیدا ہوا کہ جب تمییز کا عامل اسم تام نہ ہو بلکہ فعل یا شبہ فعل ہو تو چونکہ یہ دونوں عامل قوی ہیں لہٰذا تمییز ان پر مقدم ہو جائیگی۔

﴿ازالۂ وہم﴾: کہ جب تمییز کا عامل فعل ہو تو اگرچہ بعض نحویوں کا مذہب یہی ہے کہ ایسی صورت میں تمییز اپنے عامل پر مقدم ہو سکتی ہے لیکن صحیح ترین مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں بھی تمییز اپنے عامل پر مقدم نہیں ہو سکتی، خواہ فعل صریح ہو یا غیر صریح یعنی شبہ فعل ہو۔

خِلَافًا لِّلْمَازِنِیِّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ گذشتہ ضابطے کے متعلق نحویوں کا اختلاف بیان فرما رہے ہیں۔ کہ امام مازنی اور امام مبرد کا مذہب یہ ہے کہ جب تمییز کا عامل فعل صریح ہو یا اسم فاعل اور اسم مفعول ہو تو تمییز اس پر مقدم ہو سکتی ہے، کیونکہ یہ عامل قوی ہیں اور عامل قوی کا معمول اس سے مقدم ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر عامل اسم تفضیل یا صفت مشبہ یا مصدر ہو تو ان پر تمییز مقدم نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ عامل ضعیف ہیں اور عامل ضعیف پر اس کا معمول مقدم نہیں ہو سکتا۔

﴿عبارت﴾:

اَلْمُسْتَثْنٰی مُتَّصِلٌ وَمُنْقَطِعٌ فَالْمُتَّصِلُ هُوَالْمُخْرَجُ عَنْ مُتَعَدِّدٍ لَفْظًا اَوْتَقْدِیْرًا بِاِلَّا وَاَخَوَاتِهَا وَالْمُنْقَطِعُ الْمَذْكُوْرُ بَعْدَهَا غَیْرَ مُخْرَجٍ وَهُوَ مَنْصُوْبٌ اِذَا كَانَ بَعْدَ اِلَّا غَیْرِ الصِّفَةِ فِیْ كَلَامٍ مُوْجَبٍ اَوْ مُقَدَّمًا عَلَی الْمُسْتَثْنٰی مِنْهُ اَوْ مُنْقَطِعًا فِی الْاَكْثَرِ اَوْ كَانَ بَعْدَ خَلَا وَعَدَا فِی الْاَكْثَرِ وَمَا خَلَا وَمَا عَدَا وَلَیْسَ وَلَا یَكُوْنُ وَیَجُوْزُ فِیْهِ النَّصَبُ وَیُخْتَارُ الْبَدَلُ فِیْ مَا بَعْدَ اِلَّا فِیْ كَلَامٍ غَیْرِ مُوْجَبٍ وَذُكِرَ الْمُسْتَثْنٰی مِنْهُ مِثْلُ مَا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِیْلٌ وَاِلَّا قَلِیْلًا وَیُعْرَبُ عَلٰی حَسْبِ الْعَوَامِلِ اِذَا كَانَ الْمُسْتَثْنٰی مِنْهُ

غَیرَ مَذْکُورٍ وَھُوَ فِیْ غَیْرِ الْمُوْجَبِ لِیُفِیْدَ مِثْلُ مَاضَرَبَنِیْ اِلَّا زَیْدٌ اِلَّا اَنْ یَّسْتَقِیْمَ الْمَعْنٰی مِثْلُ قَرَأْتُ اِلَّا یَوْمَ کَذَا وَمِنْ ثَمَّ لَمْ یَجُزْ مَازَالَ زَیْدٌ اِلَّا عَالِمًا

﴿ترجمہ﴾: مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں متصل اور منقطع، مستثنیٰ متصل وہ ہے جو اِلَّا اور اس کے اَخَوَات کے ذریعے متعدد سے نکالا گیا ہو لفظی طور پر یا تقدیری طور اور مستثنیٰ منقطع وہ ہے جو اِلَّا کے بعد مذکور ہو اور اسے نہ نکالا گیا ہو اور وہ منصوب ہوتا ہے جبکہ اِلَّا غیر صفتی کے بعد کلام موجب میں واقع ہو یا مستثنیٰ! مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو یا مستثنیٰ منقطع ہو اکثر نحویوں کے نزدیک، یا مستثنیٰ خَلَا اور عَدَا کے بعد واقع ہو اکثر استعمال میں، یا مستثنیٰ مَاخَلَا اور مَاعَدَا اور لَیْسَ اور لَا یَکُوْنُ کے بعد واقع ہو اور جائز ہے مستثنیٰ میں نصب، اور بدل بنانا مختار ہے جبکہ مستثنیٰ اِلَّا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ بھی مذکور ہو جیسے مَافَعَلُوْہُ اِلَّا قَلِیْلٌ اور اِلَّا قَلِیْلًا اور مستثنیٰ کو عامل کے مطابق اعراب دیا جائے گا جبکہ مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو اور مستثنیٰ کلام غیر موجب میں واقع ہو تا کہ وہ صحیح فائدہ دے جیسے مَاضَرَبَنِیْ اِلَّا زَیْدٌ مگر یہ کہ معنیٰ درست ہو جائے جیسے قَرَأْتُ اِلَّا یَوْمَ کَذَا اسی وجہ سے جائز نہیں مَازَالَ اِلَّا عَالِمًا والی مثال۔

﴿تشریح﴾:

اَلْمُسْتَثْنٰی مُتَّصِلٌ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ منصوبات میں سے آٹھویں قسم مستثنیٰ کی تعریف اور اس کے احکامات بیان کرنے ہیں، مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں، (۱) متصل (۲) منقطع۔

﴿مستثنیٰ متصل﴾ وہ مستثنیٰ ہے جو پہلے مستثنیٰ منہ میں داخل ہو پھر اِلَّا یا اس کے اَخَوَات (سِوٰی، سَوَاءَ، حَاشَا، خَلَا، عَدَا، مَاخَلَا، مَاعَدَا، لَیْسَ، لَایَکُوْنُ) کے ذریعے اسے مستثنیٰ منہ سے نکالا گیا ہو خواہ یہ نکالنا لفظی طور پر ہو ۔ جیسے جَاءَنِی الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا میں زید پہلے قوم میں داخل تھا بعد میں حرف استثناء کے ساتھ اسے قوم سے نکال دیا گیا۔

یا تقدیری طور پر ہو ۔ جیسے: مَاجَاءَنِیْ اِلَّا زَیْدًا، اس مثال میں بھی زید متعدد میں شامل تھا مگر وہ مقدر ہے یہ اصل عبارت یوں تھی مَاجَاءَنِیْ اَحَدٌ اِلَّا زَیْدًا ۔

﴿مستثنیٰ منقطع﴾: وہ مستثنیٰ ہے جسے اِلَّا یا اس کے اَخَوَات (سِوٰی، سَوَاءَ، حَاشَا، خَلَا، عَدَا، مَاخَلَا، مَاعَدَا، لَیْسَ، لَایَکُوْنُ) کے ذریعے متعدد سے نہ نکالا گیا ہو کیونکہ وہ متعدد میں داخل ہی نہ ہو۔ جیسے جَاءَنِی الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا میں حمار! قوم سے نکالا نہیں گیا کیونکہ وہ قوم میں داخل ہی نہیں تھا۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے مستثنیٰ کی تعریف کی ہی نہیں، بغیر تعریف کے تقسیم شروع کر دی ہے حالانکہ شے کی اولاً تعریف کی جاتی ہے بعد میں تقسیم کی جاتی ہے۔

﴿جواب﴾: تقسیم کے لئے شے کا تصور بالکنہ (شے کی حقیقت) جاننا ضروری نہیں بلکہ تَصَوُّر بِوَجْہٍ مَّا (مختصر تعارف

)ہی کافی ہے اور مستثنٰی کا تَصَوُّرِ بِوَجْہٍ مَّا معروف ہے" کہ وہ اسم منصوب جس پر اصطلاح نحاۃ میں لفظِ مستثنٰی کا اطلاق کیا جائے"۔

وَهُوَ مَنْصُوْبٌ اِذَا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مستثنٰی کا اعراب بیان کرنا ہے، اور پانچ جگہیں ہیں کہ جہاں مستثنٰی وجوباً منصوب ہوتا ہے۔

1: مستثنٰی جب اِلَّا کے بعد کلام موجب (وہ کلام جس میں نفی، نہی استفہام نہ ہو) میں واقع ہو بشرطیکہ اِلَّا صِفَتِیَّہ نہ ہو کیونکہ اگر مستثنٰی اِلَّا صِفَتِیَّہ کے بعد ہو تو پھر اس پر صفت والا اعراب پڑھا جائے گا موصوف کی مطابقت کی وجہ سے۔ جیسے جَاءَنِی الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا

2: مستثنٰی کو مستثنٰی منہ پر مقدم کیا جائے تو پھر بھی مستثنٰی منصوب ہوتا ہے۔ جیسے: مَاجَاءَنِی اِلَّا زَیْدًا اَحَدٌ، جو کہ اصل میں مَاجَاءَنِیْ اَحَدٌ اِلَّا زَیْدًا ہے۔

3: مستثنٰی منقطع اکثر نحویوں کے نزدیک منصوب ہوتا ہے خواہ کلام موجب میں واقع ہو جیسے جَاءَنِی الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا یا کلام غیر موجب میں واقع ہو جیسے مَاجَاءَنِی الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا

4: جب مستثنٰی خَلَا اور عَدَا کے بعد واقع ہو تو اکثر نحاۃ کے نزدیک منصوب ہوتا ہے۔

جیسے جَاءَنِی الْقَوْمُ خَلَا زَیْدًا اَوْ عَدَا زَیْدًا

5: جب مستثنٰی مَاخَلَا اور مَاعَدَا اور لَیْسَ اور لَایَکُوْنُ کے بعد واقع ہو تو منصوب ہوگا جیسے جَاءَنِی الْقَوْمُ مَاخَلَا زَیْدًا اَوْ مَاعَدَا زَیْدًا، جَاءَنِی الْقَوْمُ لَیْسَ زَیْدًا اَوْ لَایَکُوْنُ زَیْدًا

وَیَجُوْزُ فِیْهِ النَّصَبُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مستثنٰی کے اعراب کی دوسری قسم بیان کرنی ہے کہ جب مستثنٰی الا کے بعد کلام غیر موجب (وہ کلام جس میں نفی، نہی استفہام ہو) میں واقع ہو اور اس کا مستثنٰی منہ بھی مذکور ہو تو اس پر دو اعراب جائز ہیں (۱) نصب، مستثنٰی ہونے کی وجہ سے جیسے مَافَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِیْلًا (۲) رفع، اس وجہ سے کہ قلیل فعلوہ کی ضمیر بدل ہے۔ جیسے: مَافَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِیْلٌ۔ اور یہ بدل ہونا ہی مختار ہے کیونکہ اس کا منصوب ہونا مفعول کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ہوگا اور بدل ہونے کی صورت میں اس کا اعراب بلا واسطہ ہوگا اور جو اعراب بلا واسطہ ہو وہ اس سے مختار ہوتا ہے جو بلا واسطہ نہ ہو۔

وَیُعْرَبُ عَلٰی حَسْبِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مستثنٰی کے اعراب کی تیسری قسم بیان کرنی ہے۔

کہ جب مستثنٰی اِلَّا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنٰی منہ مذکور نہ ہو تو مستثنٰی کا اعراب عامل کے مطابق ہوگا، یعنی اگر عامل رفع کا مقتضی ہو تو مستثنٰی مرفوع ہوگا اگر نصب کا مقتضی ہو تو منصوب ہوگا اور اگر عامل جار ہو تو مستثنٰی مجرور ہوگا۔

جیسے (رفع کی مثال) مَاضَرَبَنِیْ اِلَّا زَیْدٌ (نصب کی مثال) مَارَءَیْتُ اِلَّا زَیْدًا (جر کی مثال) مَامَرَرْتُ اِلَّا بِزَیْدٍ

لِیُفِیْدَ مِثْلُ مَاالخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ کلام غیر موجب کی شرط لگانے کی علت بیان کی جا رہی ہے کہ یہ شرط

اس لئے لگائی گئی ہے تاکہ کلام صحیح معنیٰ دے جیسے مَاضَرَبَنِیْ اِلَّا زَیْدٌ، ورنہ اگر کلام غیر موجب کی شرط نہ لگائیں اور یوں کہیں ضَرَبَنِیْ اِلَّا زَیْدٌ تو معنیٰ صحیح نہیں ہوگا کیونکہ پھر معنیٰ یہ ہوگا ''کہ مجھے سوائے زید کے ہر کسی نے مارا'' حالانکہ تمام لوگوں کا ایک مقام پر جمع ہونا اور مارنا ناممکن ہے۔

اِلَّا اَنْ یَّسْتَقِیْمَ الْمَعْنٰی الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ اگر کلام موجب میں معنیٰ درست ہوتا ہو تو کلام موجب میں مستثنیٰ کا اعراب عامل کے مطابق ہوگا جیسے قَرَأْتُ اِلَّا یَوْمَ کَذَا ''کہ میں نے فلاں دن کے علاوہ تمام ایام میں پڑھا'' پس اس صورت میں معنیٰ درست ہے، لیکن مَازَالَ زَیْدٌ اِلَّا عَالِمًا کی مثال دینا صحیح نہیں کیونکہ زَالَ نفی کے معنیٰ پر مشتمل ہے اور شروع میں مَا بھی نافیہ ہے، لہٰذا نفی جمع نفی سے اثبات کا معنیٰ حاصل ہو گیا پس معنیٰ یہ ہوا کہ زید صفتِ علم کے علاوہ تمام صفات کے ساتھ ہمیشہ متصف رہا، اور یہ معنیٰ درست نہیں کیونکہ ایک ہی ذات میں تمام صفات متضادہ ہوں یا غیر متضادہ، ممکنہ ہوں یا غیر ممکنہ جمع ہونا محال ہے۔

﴿عبارت﴾:

وَاِذَا تَعَذَّرَ الْبَدَلُ عَلَی اللَّفْظِ فَعَلَی الْمَوْضِعِ مِثْلُ مَاجَاءَنِیْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا زَیْدٌ وَلَا اَحَدَ فِیْهَا اِلَّا عَمْرٌو وَمَا زَیْدٌ شَیْئًا اِلَّا شَیْءٌ لَا یُعْبَأُ بِهٖ لِاَنَّ مِنْ لَا تُزَادُ بَعْدَ الْاِثْبَاتِ وَمَا وَلَا لَا تُقَدَّرَانِ عَامِلَتَیْنِ بَعْدَهٗ لِاَنَّهُمَا عَمِلَتَا لِلنَّفْیِ وَقَدِ انْتَقَضَ النَّفْیُ بِاِلَّا بِخِلَافِ لَیْسَ زَیْدٌ شَیْئًا اِلَّا شَیْئًا لِاَنَّهَا عَمِلَتْ لِلْفِعْلِیَّةِ فَلَا اَثَرَ فِیْهَا لِنَقْضِ مَعْنَی النَّفْیِ لِبَقَاءِ الْاَمْرِ الْعَامِلَةِ هِیَ لِاَجْلِهٖ وَمِنْ ثَمَّ جَازَ لَیْسَ زَیْدٌ اِلَّا قَائِمًا وَامْتَنَعَ مَا زَیْدٌ اِلَّا قَائِمًا وَمَخْفُوْضٌ بَعْدَ غَیْرَ وَسِوٰی وَسِوَاءَ بَعْدَ حَاشَا فِی الْاَکْثَرِ

﴿ترجمہ﴾: جب لفظ پر بدل بنانا متعذر ہو تو محل پر محمول کرتے ہوئے بدل بنایا جائے گا جیسے مَاجَاءَنِیْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا زَیْدٌ اور لَا اَحَدَ فِیْهَا اِلَّا عَمْرٌو اور مَا زَیْدٌ شَیْئًا اِلَّا شَیْءٌ لَا یُعْبَأُ بِهٖ کیونکہ مِنْ اثبات کے بعد زائد نہیں کیا جاتا اور مَا اور لَا عامل نہیں قرار دیئے جاتے اثبات کے بعد کیونکہ وہ نفی کی وجہ سے عامل تھے اور نفی اِلَّا کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے بخلاف لَیْسَ زَیْدٌ شَیْئًا اِلَّا شَیْئًا کے کیونکہ لَیْسَ عامل ہے فعل ہونے کی وجہ سے اور معنیٰ نفی ٹوٹ جانے سے کوئی اثر نہیں پڑا کیونکہ وہ امر باقی ہے جس کی وجہ سے لَیْسَ عامل تھا اور اسی وجہ سے جائز ہے لَیْسَ زَیْدٌ اِلَّا قَائِمًا اور مَا زَیْدٌ اِلَّا قَائِمًا ممتنع ہے اور اکثر نحویوں کے نزدیک مستثنیٰ غَیْر، سِوٰی، سَوَاء اور حَاشَا کے بعد مجرور ہوتا ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَاِذَاتَعَذَّرَالْبَدَلُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ جن صورتوں میں بدل بنانا مختار ہے اگر ان صورتوں میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنانا متعذر ہو تو مستثنیٰ منہ کے محل پر محمول کرتے ہوئے بدل بنایا جائے گا جیسے مَاجَاءَنِیْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّازَیْدٌ اس مثال میں زَیْدٌ بدل ہو کر مرفوع ہے اور اَحَدٍ کے محل پر محمول ہے اس کے لفظ پر محمول ہو کر مجرور نہیں ہے، اور لَااَحَدَفِیْهَا اِلَّاعَمْرٌو اس مثال میں بھی عَمْرٌو بدل ہے اَحَد سے، یہ اس کے محل پر محمول ہے اس کے لفظ پر محمول ہو کر منصوب نہیں ہے اور مَازَیْدٌ شَیْئًا اِلَّا شَیْءٌ لَایُعْبَأُبِهٖ اس مثال شَیْءٌ منصوب ہو کر پہلے شَیْئًا کے لفظ پر محمول نہیں بلکہ مرفوع ہو کر مستثنیٰ منہ کے محل پر محمول ہے۔ یاد رہے مصنف کا قول لَایُعْبَأُبِهٖ بہت سے نسخوں میں نہیں ہے، بعض نسخوں میں واقع ہے یہ شَیْءٌ مستثنیٰ کی صفت ہے، اس کی زیادتی اس لئے کی گئی ہے تاکہ شے کا استثناء اپنی ذات سے لازم نہ آئے۔ الغرض! ان تینوں مثالوں میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کرنا متعذر اور مشکل ہے پس اس بناء پر مستثنیٰ کا حمل مستثنیٰ منہ کے محل کیا جا رہا ہے۔

لِاَنَّ مِنْ لَا تُزَادُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مذکورہ تینوں مثالوں میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کر کے بدل بنانے کے متعذر ہونے کی وجوہ کو بیان کرنا ہے، پہلی مثال میں بدل بنانا اس لئے متعذر ہے کہ مِنْ استغراقیہ اثبات کے بعد زائد نہیں ہوتا یعنی وہ کلمہ جو اِلَّا کے ذریعے نفی ٹوٹ جانے کی وجہ سے مثبت بن جائے اس میں مِنْ زائدہ نہیں ہوتا کیونکہ مِنْ استغراقیہ تاکید نفی کے لئے آتا ہے اور اِلَّا کے ذریعے نفی کے ٹوٹ جانے کے بعد نفی باقی نہیں رہتی، پس اگر پہلی مثال میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنایا جائے اور یوں کہا جائے مَاجَاءَنِیْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّازَیْدٍ تو یہ جَاءَنِیْ مِنْ زَیْدٍ کی قوت میں ہوگا اس لئے کہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے یعنی بدل اور مبدل منہ کا عامل ایک ہے چونکہ یہاں مبدل منہ کا عامل مِنْ ہے لہٰذا بدل کا عامل بھی مِنْ ہوگا تو عبارت ہوگی جَاءَنِیْ مِنْ زَیْدٍ تو مثبت کلام میں مِنْ کی زیادتی لازم آئیگی جو کہ ناجائز ہے، پس جب زَیْد کو لفظِ مِنْ اَحَدٍ پر محمول کرنا درست نہ ہوا تو محل مِنْ اَحَدٍ پر محمول کیا جائے گا اور مِنْ اَحَدٍ محلاً مرفوع ہے فاعل ہونے کی وجہ سے اس لئے زَیْدٌ بھی مرفوع ہوگا۔

اسی طرح دوسری اور تیسری مثال میں بھی مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کر کے بدل بنانا متعذر ہے، کیونکہ اگر دوسری مثال میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنایا جائے اور یوں کہا جائے کہ لَااَحَدَفِیْهَا اِلَّاعَمْرٌو تو اس وقت بدل میں لَا کو حقیقۃً یا حکماً مقدر ماننا ضروری ہوگا تاکہ لَا اس میں عمل کر سکے، حقیقۃً اس وقت کہ جب بدل تکرار عامل کے حکم میں ہو یعنی اس کو تکرار کے بغیر بدل بنانا جائز نہ ہو جیسا کہ بعض نحاۃ کا نظریہ ہے، اور حکماً اس وقت کہ جب مبدل منہ پر عامل کے دخول کے ساتھ اکتفاء کر لیا جائے اور بدل کی طرف اس کے حکم کی سرایت کا اعتبار کیا جائے۔

اسی طرح تیسری مثال میں لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنایا جائے اور یوں کہا جائے کہ مَازَیْدٌ شَیْئًا اِلَّا شَیْئًا تو اس سے پہلے مَا کو زیادہ کرنا حقیقۃً یا حکماً ضروری ہوگا تا کہ اس میں عمل کر سکے، حقیقۃً اس وقت کہ جب بدل تکرار عامل کے حکم میں ہو اور حکماً اس وقت کہ جب مبدل منہ کے عامل کے دخول کے ساتھ اکتفاء کر لیا جائے اور بدل کی طرف اس کے حکم کی سرایت کا اعتبار کیا جائے حالانکہ مَا اور لَا اثبات کے بعد عامل ہو کر مقدر نہیں ہو سکتے اس لیئے کہ یہ دونوں معنیٰ نفی کی وجہ سے عمل کرتے ہیں اور نفی اِلَّا کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے تو ان صورتوں میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے محل پر محمول کرتے ہوئے بدل بنائیں گے کیونکہ لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنانا متعذر رہے لہٰذا دوسری مثال میں عَمْرٌو مرفوع ہوگا اس بناء پر کہ وہ محل پر محمول ہے اور وہ محل رفع ہے اس بناء پر کہ وہ مبتدأ ہے اور تیسری مثال میں شَیْءٌ مرفوع ہوگا اس بناء پر کہ وہ شَیْئًا کے محل پر محمول ہے اور وہ محل رفع میں ہے اس بناء پر کہ وہ خبر ہے۔

بِخِلَافِ لَیْسَ زَیْدٌ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ اگر لفظوں پر حمل کرنا ممکن ہو تو محل پر حمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ لَیْسَ کے بعد اِلَّا کے آجانے کی وجہ سے لیس کا عمل ختم نہیں ہوا، اس لیئے کہ لَیْسَ فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے عمل کر رہا ہے نفی کی وجہ سے نہیں تو جسطرح فعل کے بعد اِلَّا کا آنا عمل سے مانع نہیں ہوتا اسی طرح لَیْسَ کے بعد اِلَّا کا آنا عمل سے مانع نہیں ہوگا پس لَیْسَ زَیْدٌ شَیْئًا اِلَّا شَیْئًا میں شَیْئًا مستثنیٰ کو لفظ پر محمول کرتے ہوئے منصوب پڑھا جائے گا۔

وَمِنْ ثَمَّ جَازَ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ماقبل پر تفریع بیان کرنی ہے کہ چونکہ لَیْسَ کا عمل فعلیت کی وجہ سے ہوتا ہے معنیٰ نفی کی وجہ سے نہیں ہوتا اور مَا اور لَا کا عمل معنیٰ نفی کی وجہ سے ہوتا ہے، پس اسی وجہ سے لَیْسَ زَیْدٌ اِلَّا قَائِمًا ترکیب درست ہے کیونکہ اگر چہ لَیْسَ کی نفی اِلَّا کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے لیکن اس کا عمل فعلیت کی وجہ سے ہوتا ہے وہ باقی ہے پس لَیْسَ قَائِمًا میں عمل کر رہا ہے اور اسے خبریت کی بناء پر نصب دیئے جا رہا ہے، لیکن مَازَیْدٌ اِلَّا قَائِمًا والی ترکیب جائز نہیں کیونکہ مَا کا عمل نفی کی وجہ سے ہوتا ہے اور نفی اِلَّا کیوجہ ٹوٹ گئی ہے لہٰذا مَا اِلَّا قَائِمًا میں عمل نہیں کر سکتا کہ اسے خبریت کی بناء پر نصب دے دے پس اس لئے مَازَیْدٌ اِلَّا قَائِمًا کہنا ممتنع ہے۔

وَمَخْفُوْضٌ بَعْدَ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مستثنیٰ کے اعراب کی چوتھی قسم بیان کرنی ہے کہ مستثنیٰ غَیْرَ وَسِوٰی وَسَوَاءَ کے بعد اضافت کی وجہ سے مجرور ہوتا ہے اور اکثر نحویوں کے نزدیک حَاشَا کے بعد بھی مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے کیونکہ حاشا حرف جر ہے اور بعض نحویوں کے نزدیک یہ حاشا حرف جر نہیں بلکہ فعل ہے اس لیئے اس کے بعد مستثنیٰ مفعولیت کی بناء پر منصوب ہوگا اور اس کا فاعل اس میں ضمیر ہوگی۔

﴿عبارت﴾:

وَاِعْرَابُ غَیْرَ فِیْهِ کَاِعْرَابِ الْمُسْتَثْنٰی بِاِلَّا عَلَی التَّفْصِیْلِ وَغَیْرُ صِفَةٌ حُمِلَتْ عَلٰی اِلَّا

فِی الْاِسْتِثْنَاءِ کَمَا حُمِلَتْ اِلَّا عَلَیْهَا فِی الصِّفَةِ اِذَا کَانَتْ تَابِعَةً لِجَمْعٍ مَنْکُوْرٍ غَیْرِ مَحْصُوْرٍ لِتَعَذُّرِ الْاِسْتِثْنَاءِ مِثْلُ لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا وَضَعُفَ فِیْ غَیْرِهٖ وَاِعْرَابُ سِوٰی وَسِوَاءَ النَّصَبُ عَلَی الظَّرْفِ عَلَی الْاَصَحِّ

﴿ترجمہ﴾: استثناء میں غَیْر کا اعراب مُسْتَثْنٰی بِاِلَّا کے اعراب کی طرح ہوگا اسی تفصیل کے مطابق جو ما قبل میں گزر چکی ہے اور کلمہ غَیْر اصل میں صفت ہے جس کو استثناء میں اِلَّا پر محمول کیا جاتا ہے۔ جیسے: اِلَّا کو غَیْر پر محمول کیا جاتا ہے صفت میں، جبکہ اِلَّا تابع ہو ایسی جمع کے جو نکرہ غیر محصور ہو استثناء کے متعذر ہونے کی وجہ سے جیسے لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا اور اس کے علاوہ میں حمل ضعیف ہے اور سِوٰی اور سَوَاءَ کا اعراب نصب ہوگا ظرفیت کی بناء پر اصح مذہب کے مطابق۔

﴿تشریح﴾:

• وَاِعْرَابُ غَیْرَ فِیْهِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ لفظِ غَیْر، سِوَی، سَوَاء اور حَاشَا کا اعراب بیان کرنا ہے کہ لفظِ غَیْر نے مستثنٰی کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے اپنے مضاف الیہ کو جر دیدی ہے لیکن خود اپنے آپ پر مابعد والے مستثنٰی کا اعراب قبول کر لیا ہے کہ جس طرح مُسْتَثْنٰی بِاِلَّا کا اعراب تھا اب وہی اعراب اس کا ہوگیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ اس کی چھ صورتیں ہیں۔

1: کلام موجب میں ہو۔ جیسے جَاءَنِی الْقَوْمُ غَیْرَ زَیْدٍ

2: مستثنٰی منہ پر مقدم ہو۔ جیسے جَاءَنِیْ غَیْرَ زَیْدٍ الْقَوْمُ یا مَاجَاءَنِیْ غَیْرَ زَیْدٍ اَحَدٌ

3: مستثنٰی منقطع غیر کے بعد ہو۔ جیسے: جَاءَنِی الْقَوْمُ غَیْرَ حِمَارٍ یا مَاجَاءَنِی الْقَوْمُ غَیْرَ حِمَارٍ

❁ ان تینوں صورتوں میں نصب واجب ہے۔

4: جوازِ نصب اور اختیار بدل کی صورت میں جیسے مَاجَاءَنِیْ اَحَدٌ غَیْرَ زَیْدٍ (بناء بر استثناء) یا مَاجَاءَنِیْ اَحَدٌ غَیْرُ زَیْدٍ (بناء بر بدل)

5: اعراب علی حسب العوامل کی صورت میں۔ جیسے: مَاجَاءَنِیْ غَیْرُ زَیْدٍ، مَارَءَیْتُ غَیْرَ زَیْدٍ، مَامَرَرْتُ بِغَیْرِ زَیْدٍ

6: تعذر بدل باعتبار لفظ کی صورت میں۔ جیسے: مَاجَاءَنِیْ مِنْ اَحَدٍ غَیْرُ زَیْدٍ

وَغَیْرُ صِفَةٌ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ غَیْر کی اصل وضع صفت کے لئے ہے لیکن یہ کبھی استثناء میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے: اِلَّا کی اصل وضع استثناء کے لئے ہے لیکن کبھی یہ صفت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، اور اِلَّا کے صفت میں استعمال ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں۔

(۱) وہ اِلَّا جمع کے بعد ہو۔ (۲) جمع نکرہ ہو۔ (۳) وہ جمع غیر محصور بھی ہو یعنی اس کے افراد غیر متناہی ہوں۔
جیسے لَوْ كَانَ فِيهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللهُ لَفَسَدَتَا اس مثال میں اِلَّا غیر یعنی صفت کے معنیٰ میں ہے کیونکہ وہ جمع کے بعد بھی واقع ہے، اور اس جمع کے بعد بھی واقع ہے جو نکرہ محصور ہے اور وہ اٰلِهَةٌ ہے اور یہاں استثناء متعذر ہے کیونکہ اللہ کا اٰلِهَةٌ میں نہ دخول یقینی ہے اور نہ ہی عدمِ دخول یقینی ہے لہٰذا استثناء کی شرط متحقق نہیں، جب استثناء متحقق نہیں تو اِلَّا غیر کے معنیٰ میں ہوگا۔
وَضَعُفَ فِيْ غَيْرِهٖ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ اگر اِلَّا میں شرائطِ مذکورہ نہ پائی جائیں تو اِلَّا کا غیر کے معنیٰ میں مستعمل ہونا ضعیف ہے۔
وَاِعْرَابُ سِوٰى الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ لفظ سِوٰى، سَوَاءٌ کا اعراب بیان کرنا ہے کہ یہ صحیح ترین مذہب کے مطابق ظرفیت کی بناء پر منصوب ہوتے ہیں، لفظ سِوٰی میں نصب تقدیری ہوتا ہے اور سَوَاءٌ میں نصب لفظی ہوتا ہے۔

﴿عبارت﴾

خَبَرُ كَانَ وَاَخَوَاتِهَا هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا مِثْلُ كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا وَاَمْرُهٗ كَاَمْرِ خَبَرِ الْمُبْتَدَاِ وَيَتَقَدَّمُ مَعْرِفَةً وَقَدْ يُحْذَفُ عَامِلُهٗ فِيْ نَحْوِ النَّاسُ مَجْزِيُّوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ اِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَاِنْ شَرًّا فَشَرٌّ وَيَجُوْزُ فِيْ مِثْلِهَا اَرْبَعَةُ اَوْجُهٍ وَيَجِبُ الْحَذْفُ فِيْ مِثْلِ اَمَّا اَنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ اَيْ لِاَنْ كُنْتَ مُنْطَلِقًا اِسْمُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا مِثْلُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ

﴿ترجمہ﴾: كَانَ اور اس کے نظائر کی خبر وہ مسند ہوتی ہے ان کے داخل ہونے کے بعد جیسے كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا اور اس کا حکم مبتدا کی خبر کے حکم کی طرح ہے اور یہ معرفہ ہونے کی صورت میں مقدم ہوسکتی ہے اور کبھی اس کے عامل کو حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے: اَلنَّاسُ مَجْزِيُّوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ اِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَاِنْ شَرًّا فَشَرٌّ جیسی ترکیب میں، اور اس جیسی ترکیب میں چار وجوہ جائز ہیں اور اَمَّا اَنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ اَيْ لِاَنْ كُنْتَ مُنْطَلِقًا جیسی ترکیب میں كَانَ کو حذف کرنا واجب ہے اور اِنَّ اور اس کے نظائر کا اسم ان حروف کے داخل ہونے بعد مسند الیہ ہوتا ہے۔ جیسے: اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ

﴿تشریح﴾:

خَبَرُ كَانَ وَاَخَوَاتِهَا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ منصوبات میں سے نویں قسم کا بیان کرنا ہے جو كَانَ اور اس کے نظائر کی خبر ہے جو کہ كَانَ اور اس کے نظائر کے داخل ہونے بعد مسند ہوتی ہے۔
﴿اعتراض﴾: كَانَ اور اس کے نظائر کی خبر کی تعریف اپنے افراد میں سے کسی بھی فرد پر صادق نہیں آتی کیونکہ كَانَ اور اس

کے نظائر میں سے کوئی فرد بھی ایسا نہیں جو کَانَ اور اس کے نظائر کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو بلکہ ان میں سے ایک ایک کے داخل ہونے کے بعد خبر مسند ہوتی ہے۔

﴿جواب﴾: یہاں مراد یہ ہے کہ ان میں سے ایک ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو۔

وَاَمْرُهٗ كَاَمْرِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ کَانَ کی خبر کا حکم بیان کرنا ہے کہ کَانَ کی خبر کا حکم اقسام، احوال اور شرائط میں مبتدأ کی خبر کی طرح ہے کہ جس طرح مبتدأ کی خبر کی یہ اقسام ہیں مفرد، جملہ، معرفہ اور نکرہ اسی طرح اس کی بھی یہی اقسام ہونگی، اور جس طرح مبتدأ کی خبر کے یہ احوال ہیں واحد ہونا، متعدد ہونا، مذکور ہونا اور محذوف ہونا اسی طرح اس کے بھی یہی احوال ہیں اور جس طرح مبتدأ کی خبر اگر جملہ ہو تو اس کے لئے عائد کا ہونا ضروری ہے اسی طرح اس کی خبر کے لئے جملہ ہونے کی صورت میں عائد کا ہونا ضروری ہے۔

وَيَتَقَدَّمُ مَعْرِفَةً سے غرض مصنف علیہ ایک وہم کا ازالہ کرنا ہے۔

﴿وہم اور اس کا ازالہ﴾:

مصنف علیہ الرحمۃ نے کہا اَمْرُهٗ كَاَمْرِ خَبَرِ الْمُبْتَدَاءِ جس سے وہم یہ ہوا کہ جب کَانَ اور اس کے نظائر کی خبر کا معاملہ مبتدأ کی خبر کی طرح ہے تو جب مبتدأ کی خبر معرفہ ہو تو اس کو مبتدأ پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح جب کَان اور اسکے نظائر کی خبر معرفہ ہو تو اس کو اس کے اسم پر مقدم کرنا جائز نہیں ہوگا تو مصنف علیہ الرحمۃ نے يَتَقَدَّمُ مَعْرِفَةً کہہ کر اس وہم کا ازالہ کر دیا کہ کَانَ اور اس کے نظائر کی خبر معرفہ ہو تو وہ اس کے اسم پر مقدم ہوسکتی ہے۔

وَقَدْ يُحْذَفُ عَامِلُهٗ فِي الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ کَانَ کی خبر کا ایک اور حکم بیان کرنا ہے۔ جو مبتدا کی خبر کے لئے نہیں تھا کہ کبھی کبھی خبر کَانَ کے عامل کو یعنی کَانَ کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے۔ جیسے: اَلنَّاسُ مَجْزِيُّوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ اِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَاِنْ شَرًّا فَشَرٌّ جو کہ اصل میں اِنْ كَانَ عَمَلُهُمْ خَيْرًا فَجَزَائُهُمْ خَيْرٌ وَاِنْ كَانَ عَمَلُهُمْ شَرًّا فَجَزَائُهُمْ شَرٌّ۔

فِيْ نَحْوِ النَّاسُ مَجْزِيُّوْنَ: مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں اِنْ شرطیہ کے بعد اسم ہو اور اس کے بعد فاء ہو اور فاء کے بعد اسم ہو۔ جیسے: اِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَاِنْ شَرًّا فَشَرٌّ۔

وَيَجُوْزُ فِيْ مِثْلِهَا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ ایسی ترکیب (کہ جس میں اِنْ شرطیہ کے بعد اسم ہو اور اس کے بعد فاء ہو اور فاء کے بعد اسم ہو۔ جیسے: اِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَاِنْ شَرًّا فَشَرٌّ) میں چار وجہیں جائز ہیں۔

1: شرط و جزا دونوں میں نصب پڑھا جائے۔ جیسے اِنْ خَيْرًا فَخَيْرًا، اس صورت میں شرط میں کَانَ فعل اپنے اسم کے ساتھ محذوف ہوگا اور خَيْرًا اس کی خبر ہوگی اور جزا میں بھی کَانَ فعل اپنے اسم کے ساتھ محذوف ہوگا اور خَيْرًا اس کی خبر ہو

گی، پس تقدیری عبارت یوں ہوگی اِنْ کَانَ عَمَلُهٗ خَیْرًا فَکَانَ جَزَاءُ هٗ خَیْرًا

2 : شرط و جزا دونوں میں رفع پڑھا جائے۔ جیسے اِنْ خَیْرٌ فَخَیْرٌ اس صورت میں شرط میں کَانَ فعل محذوف ہوگا اور خَیْرٌ اس کا اسم مؤخر ہوگا اور فِیْ عَمَلِهٖ اس کی خبر مقدم ہوگی اور جزا میں خَیْرٌ خبر ہوگی اور اس کا مبتدا جَزَائُهٗ محذوف ہوگا پس تقدیری عبارت یوں ہوگی کہ اِنْ کَانَ فِیْ عَمَلِهٖ خَیْرٌ فَجَزَائُهٗ خَیْرٌ

3 شرط میں نصب پڑھا جائے اور جزا میں رفع پڑھا جائے جیسے اِنْ خَیْرًا فَخَیْرٌ اس صورت میں شرط میں کَانَ فعل اپنے اسم کے ساتھ محذوف ہوگا اور خَیْرًا اس کی خبر ہوگی اور جزا میں خَیْرٌ خبریت کی بناء پر مرفوع ہوگا اور اس کا مبتدا جَزَائُهٗ محذوف ہوگا، تقدیری عبارت یوں ہوگی اِنْ کَانَ عَمَلُهٗ خَیْرًا فَجَزَائُهٗ خَیْرٌ ۔

4 : شرط میں رفع اور جزا میں نصب پڑھی جائے۔ جیسے: اِنْ خَیْرٌ فَخَیْرًا، اس صورت میں شرط میں کَانَ فعل اپنی خبر کے ساتھ محذوف ہوگا اور خَیْرٌ اس کا اسم ہوگا، اور جزا میں کَانَ فعل اپنے اسم کے ساتھ محذوف ہوگا اور خَیْرًا اس کی خبر ہو گی، تقدیری عبارت یوں ہوگی کہ اِنْ کَانَ فِیْ عَمَلِهٖ خَیْرٌ فَکَانَ جَزَاءُ هٗ خَیْرًا ۔

وَیَجِبُ الْحَذْفُ فِی الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ خبر کان کے عامل کو اَمَّا اَنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ جیسی ترکیب میں وجوبی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے اور اَمَّا اَنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ جیسی ترکیب سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں کان کو حذف کر کے اس کے عوض کسی دوسری چیز کو لایا گیا ہو تو ایسی ترکیب میں کان کو حذف کرنا واجب ہے کیونکہ اگر کان کو حذف نہ کیا گیا تو عوض و معوض کا اجتماع لازم آئیگا جو کہ ناجائز ہے۔

❁ اَمَّا اَنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ اصل میں لِاَنْ کُنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ تھا لَاَنْ کی لام جارہ کو قیاساً حذف کر دیا کیونکہ اَنْ اور اَنَّ سے پہلے لام کو قیاسی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے پھر اختصار کی غرض سے کَانَ کو بھی حذف کر دیا تو ضمیر متصل! منفصل ہوگئی اور اَنْ کے بعد کَانَ کے عوض مَا کو زائدہ کیا گیا اور نون کو میم میں ادغام کر دیا اور خبر کو اپنے حال پر باقی رکھا تو اَمَّا اَنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ ہوگیا یاد رہے یہ تفصیل اس وقت ہے جب اَمَّا بفتح الھمزہ ہو۔

اور اِمَّا کا ہمزہ مکسور ہو تو تقدیر اِنْ کُنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ ہوگی، ابتداءً اختصار کی غرض سے کَان کو حذف کر دیا تو ضمیر متصل! منفصل ہوگئی پس اِنْ اَنْتَ ہوگیا پھر اِنْ کے بعد کَانَ کے عوض مَا کو زیادہ کیا اور نون کا میم میں ادغام کر دیا اور خبر کو اپنے حال پر باقی رکھا تو اِمَّا اَنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں لام کو حذف کرنا پڑتا ہے اور دوسری صورت میں لام کو حذف نہیں کرنا پڑتا کیونکہ دوسری صورت کی تقدیر میں لام ہوتا ہی نہیں۔

﴿سوال﴾: جب اما میں دو احتمال تھے تو مصنف علیہ الرحمۃ نے ایک احتمال یعنی بفتح الھمزہ پر ہی کیوں اکتفاء کیا؟

﴿جواب﴾: اس لئے کہ یہ احتمال بکسر الھمزہ والے احتمال کی بنسبت زیادہ مشہور تھا، پس اس کی شہرت کی وجہ سے اکتفاء کر لیا گیا۔

اِسْمُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ منصوبات میں سے دسویں قسم کا بیان کرنا ہے جو کہ اِنَّ اور اس کے اخوات کا اسم ہے، یہ اسم ان حروف کے داخل ہونے کے بعد منصوب ہوتا ہے اور مسند الیہ ہوتا ہے۔ جیسے: اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ

﴿عبارت﴾:

اَلْمَنْصُوْبُ بِلَا الَّتِىْ لِنَفْيِ الْجِنْسِ هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا يَلِيْهَا نَكِرَةً مُضَافًا اَوْ مُشَبَّهًا بِهٖ مِثْلُ لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِيْفٌ فِيْهَا وَلَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا لَكَ اِنْ كَانَ مُفْرَدًا فَهُوَ مَبْنِىٌّ عَلٰى مَا يُنْصَبُ بِهٖ اِنْ كَانَ مَعْرِفَةً اَوْ مَفْصُوْلًا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ لَا وَجَبَ الرَّفْعُ وَالتَّكْرِيْرُ وَمِثْلُ قَضِيَّةٌ وَلَا اَبَا حَسَنٍ لَهَا مُتَاَوَّلٌ وَفِيْ مِثْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ خَمْسَةُ اَوْجُهٍ فَتْحُهُمَا وَفَتْحُ الْاَوَّلِ وَنَصْبُ الثَّانِىْ وَرَفْعُهٗ وَرَفْعُهُمَا وَرَفْعُ الْاَوَّلِ عَلٰى ضُعْفٍ وَفَتْحُ الثَّانِىْ

﴿ترجمہ﴾: منصوب بلائے نفی جنس ایسا اسم منصوب ہے جو لائے نفی جنس کے داخل ہونے کی وجہ سے مسند الیہ ہوتا ہے اس طرح کہ اس کے ساتھ ایک اسم نکرہ مضاف یا مشابہ بہ مضاف ملا ہوتا ہے۔ جیسے: لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِيْفٌ فِيْهَا اور لَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا لَكَ ،تو اگر لائے نفی جنس کا اسم مفرد ہو تو علامتِ نصب پر مبنی ہوگا اور اگر معرفہ ہو یا اس اسم اور لا کے درمیان فاصلہ کیا گیا ہو تو رفع اور تکرار واجب ہے، قضیہ اور لَا اَبَا حَسَنٍ لَهَا جیسی مثال میں تاویل کی گئی ہے اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کی مثل میں پانچ صورتیں جائز ہیں (۱) دونوں کا فتحہ ہو (۲) پہلے کا فتحہ ہو اور دوسرے کا نصب ہو (۳) پہلے کا فتحہ اور دوسرے کا رفع ہو (۴) دونوں کا رفع ہو (۵) پہلے کا رفع ضعیف طریقے پر ہو اور دوسرے کا فتح ہو۔

﴿تشریح﴾:

اَلْمَنْصُوْبُ بِلَا الَّتِىْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ منصوبات میں سے گیارویں قسم کا بیان کرنا ہے اور وہ لائے نفی جنس کا اسم ہے جو لائے نفی جنس کے داخل ہونے کے بعد منصوب ہوتا ہے اور مسند الیہ ہوتا ہے جبکہ وہ لائے نفی جنس کے ساتھ متصل ہو، نکرہ ہو، اور مضاف ہو جیسے لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِيْفٌ فِيْهَا...... یا مشابہ بہ مضاف ہو جیسے لَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا لَكَ

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے اس مقام پر اپنا انداز کیوں بدلا ہے کہ اَلْمَنْصُوْبُ بِلَا الَّتِىْ لِنَفْيِ الْجِنْسِ کہہ دیا ہے حالانکہ ما قبل میں اِسْمُ اِنَّ اور اسی طرح خَبَرُ كَانَ وغیرہ کہا ہے۔

﴿جواب﴾: لائے نفی جنس کے اسم کو مطلقاً منصوبات میں شمار درست نہیں کیونکہ یہ ہر حال میں منصوب نہیں ہوتا بلکہ بعض صورتوں میں مبنی بھی ہوتا ہے اس لئے اسے مبنی سے ممتاز کرنے کے لئے تین شرطیں بیان کی گئیں ہیں۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) نکرہ ہو۔ (۲) لائے نفی جنس کے بعد بلا فاصلہ واقع ہو۔ (۳) مضاف یا مشابہ مضاف ہو۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کی بیان کردہ مثال (لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِیْفٌ) سے مقصود تو حاصل ہو جاتا ہے تو پھر بعد میں فِیْهَا کا اضافہ کیوں کیا ہے؟

﴿جواب﴾: اس مثال میں اگر فِیْهَـا کا اضافہ نہ کیا جائے تو یہ مثال جھوٹے مفہوم پر مشتمل ہو جائیگی کیونکہ پھر معنیٰ یہ ہوگا کہ ''کسی کا بھی غلام خوش طبع نہیں'' حالانکہ بعض غلام خوش طبع ہوتے ہیں پس کذب کے لزوم سے بچانے کے لئے فِیْهَـا کا اضافہ کر دیا تو اب معنیٰ یہ ہوا کہ گھر میں کوئی خوش طبع غلام نہیں ہے اور یہ ممکن ہے کہ خوش طبع غلام گھر میں نہ ہو۔

اِنْ کَـانَ مُـفْـرَدًا فَهُوَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ اگر لائے نفی جنس کا اسم مفرد ہو یعنی پہلی دو شرطیں (نکرہ ہو، لائے نفی جنس کے ساتھ بلا فاصلہ متصل ہو) اس میں پائی جائیں اور تیسری شرط (مضاف اور مشابہ مضاف نہ ہو) نہ پائی جارہی ہو تو علامتِ نصب پر مبنی ہوگا۔ جیسے لَا رَجُلَ فِی الدَّارِ، لَا رَجُلَیْنِ فِی الدَّارِ، لَا مُسْلِمِیْنَ فِی الدَّارِ، لَا مُسْلِمَاتِ فِی الدَّارِ

اِنْ کَـانَ مَـعْرِفَةً الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ شرط اول اور شرط ثانی کا فائدہ بیان کرنا ہے کہ اگر لائے نفی جنس کا اسم نکرہ نہ ہو بلکہ معرفہ ہو، لائے نفی جنس کے ساتھ متصل نہ ہو بلکہ لائے نفی جنس اور اس کے درمیان فاصلہ ہو تو ایسی صورت میں لائے نفی جنس کے اسم کو مرفوع پڑھنا اور اسے مکرر لانا ضروری ہوگا۔

❁ رہی بات ایسا کیوں؟ اس لئے کہ لائے نفی جنس میں تعدد اور عموم ہوتا جبکہ معرفہ میں خصوص ہوتا ہے تو اسم کو معرفہ لانے سے لائے نفی جنس کا عمل باطل ہو گیا پس اس لئے معرفہ ابتداً کی وجہ سے مرفوع ہوگا، اسی طرح اگر لائے نفی جنس اور اس کے اسم کے درمیان فاصلہ ہو جائے تو لائے نفی جنس اپنے ضعیف ہونے کی وجہ سے عمل نہیں کر سکتا پس ایسی صورت میں بھی اسم ابتدا کی وجہ سے مرفوع ہوگا۔

❁ رہی بات تکرار کی! اسم کے معرفہ ہونے کی صورت میں تکرار اس لئے ضروری ہے چونکہ لانفی جنس کے لئے ہوتا ہے اور جنس میں تعدد ہوتا ہے اور معرفہ میں تعدد نہیں ہوتا لہٰذا تکرار کو تعددِ جنس کے قائم مقام کرنے کے لئے ضروری قرار دے دیا گیا۔ اور فاصلے کی صورت میں تکرار کو اس لئے ضروری قرار دیا گیا کہ یہ کلام چونکہ اَفِیْهَـا رَجُلٌ اَمْ اِمْرَأَةٌ کے جواب میں لایا جاتا ہے پس سوال کی مطابقت سے جواب میں بھی تکرار ضروری قرار دے دیا گیا۔

وَمِثْلُ قَضِیَّةٌ وَّلَا اَبَاحَسَنٍ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے کہا کہ جب لائے نفی جنس کا اسم معرفہ ہو تو پھر اس کا مرفوع ہونا اور اس کا تکرار کرنا ضروری ہوگا، آپ کا یہ بیان کردہ قاعدہ قَـضِیَّةٌ وَّلَا اَبَـا حَسَـنٍ لَهَـا (یہ مقولہ صحابہ کرام کا تھا جسے وہ کسی مشکل مسئلہ کے لئے فرماتے کہ اس

مشکل مسئلہ کے لئے حضرت مولا علی شیر خدا ہی مناسب ہیں یعنی وہ ہی اس کا حل کر سکتے ہیں، قَضِيَّةٌ اهٰذِهٖ مبتدأ محذوف کی خبر ہے اور لَهَا میں هَا ضمیر کا مرجع قَضِيَّةٌ ہے) سے ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ اس میں اَبَا حَسَنٍ معرفہ ہے کیونکہ اَبُوْحَسَنٍ! سیدنا مولا علی شیر خدا کی کنیت ہے حالانکہ نہ اس پر رفع ہے اور نہ ہی اس کا تکرار ہے بلکہ اس پر نصب ہے۔

﴿جواب﴾: اس اعتراض کی دو طرح سے تاویل کی جاسکتی ہے۔

1: اَبَا حَسَنٍ! لَا کا اسم ہی نہیں بلکہ اس سے پہلے مِثْلَ مضاف محذوف ہے وہ لَا کا اسم ہے اصل میں لَا مِثْلَ اَبِیْ حَسَنٍ لَهَا تھا ☆ رہی یہ بات کہ مِثْلَ کی اضافت معرفہ کی طرف ہونے کی وجہ سے وہ معرفہ نہیں ہوگا؟ تو جواباً عرض یہ ہے کہ لفظ مِثْل کے لئے قاعدہ یہ ہے کہ اگر یہ معرفہ کی طرف مضاف ہو بھی جائے تو پھر بھی یہ نکرہ رہتا ہے۔ پس لَا کا اسم نکرہ ہوا لہٰذا نہ اس کے لئے رفع ضروری ہوا اور نہ ہی اس کا تکرار ضروری ہوا۔

2: اَبَا حَسَنٍ سے مراد وہ وصف ہے جس کے ساتھ مولا علی شیر خدا مشہور تھے یعنی "حق و باطل کے درمیان فاصل" پس اصل عبارت یوں ہوئی هٰذه قَضِيَّةٌ وَلَا فَيْصَلَ لَهَا اب لَا کا اسم نکرہ ہو جائے گا اس لئے کہ جب علم سے مشہور وصف مراد لیا جائے تو وہ علم معرفہ نہیں رہتا بلکہ نکرہ ہو جاتا ہے۔

وَفِیْ مِثْلِ لَا حَوْلَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ جیسی ترکیب میں پانچ صورتیں جائز ہیں اور اس سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں لَا عَلٰی سَبِیْلِ الْعَطْف مکرر ہو اور ان میں سے ہر لَا کا مابعد نکرہ مفردہ بلا فصل ہو، اور وہ پانچ صورتیں یہ ہیں۔

1: دونوں کا فتحہ ہو جیسے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ اس صورت میں دونوں جگہ لائے نفی جنس ہوگا اور اس کے بعد نکرہ مفردہ ہوگا اور جب لائے نفی جنس کا اسم نکرہ مفردہ بلا فصل ہو تو مبنی بر نصب ہوتا ہے، رہی یہ بات کہ یہ دو جملے ہونگے یا ایک جملہ ہو گا؟ یعنی مفرد کا مفرد پر عطف ہوگا یا جملے کا جملے پر عطف ہوگا؟ یہاں دونوں کا احتمال ہوگا اگر دونوں کے لئے خبر ایک محذوف مانی جائے تو پھر مفرد کا عطف مفرد پر ہوگا جیسے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ مَوْجُوْدَانِ اِلَّا بِاللهِ اور اگر دونوں کے لئے علیحدہ علیحدہ خبر مانی جائے تو پھر جملے کا جملے پر عطف ہوگا جیسے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ مَوْجُوْدٌ اِلَّا بِاللهِ

2: اول کا فتحہ ہو اور ثانی کا نصب ہو۔ جیسے: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةً اِلَّا بِاللهِ اس ترکیب میں دوسرا لا زائدہ ہے نفی کی تاکید کے لئے ہے اور یہ معطوف ہے اول پر اور معطوف علیہ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے اس کو منصوب پڑھا گیا ہے۔

3: اول کا فتحہ ہو اور ثانی کا رفع ہو۔ جیسے: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةٌ اِلَّا بِاللهِ اول کا فتحہ لائے نفی جنس کی وجہ سے ہے اور ثانی کا رفع دوسرے لا کے زائدہ ہونے کی وجہ سے ہے لہٰذا دوسرے اسم کا عطف پہلے اسم کے محل پر ہے اس لئے کہ یہ محلاً مرفوع ہے مبتدا ہونے کی وجہ سے، اس صورت میں عطف کی دو صورتیں جائز ہیں اگر خبر ایک محذوف مانی جائے تو مفرد کا مفرد پر عطف ہو

گا اور اگر علیحدہ علیحدہ خبریں مانی جائیں تو جملے کا جملے پر عطف ہوگا جیسا کہ ابھی ما قبل میں گزرا ہے۔

4: دونوں مرفوع ہوں۔ اور یہ دونوں کا رفع مبتدا ہونے کی وجہ سے ہوگا جیسے لَاحَوْلٌ وَلَاقُوَّةٌ اِلَّا بِاللّٰهِ کیونکہ یہ قائل کے قول اَبِغَيْرِ اللّٰهِ حَوْلٌ وَقُوَّةٌ کا جواب ہے، چونکہ سوال میں بھی یہ دونوں مرفوع ہیں تو جواب میں یہ دونوں مرفوع ہونگے، تا کہ سوال و جواب میں مطابقت ہو جائے، اس میں بھی مذکورہ دونوں صورتیں جائز ہیں یعنی مفرد کا عطف مفرد پر ہو یا جملے کا عطف جملے پر ہو۔

5: اول کا رفع ہو اور ثانی کا نصب ہو جیسے لَاحَوْلٌ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اول کا رفع اس لئے ہے کہ پہلا لَا بمعنیٰ لَيْسَ ہے یہ ضعیف ہے کیونکہ لَا بمعنیٰ لَيْسَ کا عمل نادر و قلیل ہے دوسرے کا فتحہ اس بنا پر کہ وہ لائے نفی جنس ہے۔

﴿عبارت﴾:

وَاِذَا دَخَلَتِ الْهَمْزَةُ لَمْ يَتَغَيَّرِ الْعَمَلُ وَمَعْنَاهَا الْاِسْتِفْهَامُ وَالْعَرْضُ وَالتَّمَنِّيْ وَنَعْتُ الْمَبْنِيِّ الْاَوَّلُ مُفْرَدًا يَلِيْهِ مَبْنِيٌّ وَمُعْرَبٌ رَفْعًا وَنَصْبًا مِثْلُ لَا رَجُلَ ظَرِيْفَ وَظَرِيْفٌ وَظَرِيْفًا وَاِلَّا فَالْاِعْرَابُ وَالْعَطْفُ عَلَى اللَّفْظِ وَعَلَى الْمَحَلِّ جَائِزٌ فِيْ مِثْلِ لَا اَبَ وَابْنًا وَابْنٌ وَمِثْلُ لَا اَبَا لَهٗ وَلَا غُلَامَيْ لَهٗ جَائِزٌ تَشْبِيْهًا لَهٗ بِالْمُضَافِ لِمُشَارِكَتِهٖ لَهٗ فِيْ اَصْلِ مَعْنَاهُ وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يَجُزْ لَا اَبَا فِيْهَا وَلَيْسَ بِمُضَافٍ لِفَسَادِ الْمَعْنٰى خِلَافًا لِسِيْبَوَيْهِ وَيُحْذَفُ كَثِيْرًا فِيْ مِثْلِ لَا عَلَيْكَ اَيْ لَا بَأْسَ عَلَيْكَ

﴿ترجمہ﴾: جب لائے نفی جنس پر ہمزہ داخل ہو تو لَا کا عمل متغیر نہیں ہوگا اور ہمزہ کا معنیٰ کبھی استفہام، کبھی عرض اور کبھی تمنی وہ جاتا ہے اور لائے نفی جنس کے اسم مبنی کی اول صفت جو مفرد ہو اور اسم لَا کے ساتھ متصل ہو وہ مبنی اور معرب، مرفوع اور منصوب دونوں طرح ہو سکتی ہے۔ جیسے: لَا رَجُلَ ظَرِيْفَ وَظَرِيْفٌ وَظَرِيْفًا ورنہ اس کا حکم معرب ہونا ہے اور لَا اَبَ وَابْنًا وَابْنٌ کی مثل میں لفظ اور محل پر عطف جائز ہے لَا اَبَا لَهٗ وَلَا غُلَامَيْ لَهٗ کی مثل جائز ہے اس کو مشابہ مضاف قرار دینے کی بناء پر کیونکہ وہ مشارک ہے مضاف کے ساتھ اصل معنیٰ میں، اسی وجہ سے لَا اَبَا فِيْهَا جائز نہیں اور مضاف بھی نہیں معنیٰ کے فاسد ہونے کی وجہ سے امام سیبویہ کا اس میں اختلاف ہے اور اسم لَا کو بکثرت حذف کر دیا جاتا ہے لَا عَلَيْكَ اَيْ لَا بَأْسَ عَلَيْكَ جیسی ترکیب میں۔

﴿تشریح﴾:

وَاِذَا دَخَلَتِ الْهَمْزَةُ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔ کہ جب لائے نفی جنس پر ہمزہ داخل ہو تو اگرچہ لائے نفی جنس کا عمل متغیر نہیں ہوتا یعنی اگر لائے نفی جنس کا اسم مبنی تھا تو مبنی ہی رہیگا اور اگر معرب تھا تو معرب ہی رہیگا لیکن معنیٰ بدل

جائے گا کبھی وہ استفہام کے معنیٰ پر مشتمل ہوگا جیسے اَلَا رَجُلَ فِی الدَّارِ (کیا گھر میں کوئی آدمی ہے؟) اور کبھی عرض کے معنیٰ پر مشتمل ہوگا جیسے اَلَا تَنْزِلُ لَکَ بِنَا فَتُحْسِنُ اِلَیْکَ (تو ہمارے ساتھ کیوں نہیں اترتا تاکہ ہم تیرے ساتھ بھلائی کریں) اور کبھی تمنی کے معنیٰ پر مشتمل ہوجاتا ہے۔ جیسے: اَلَا اِتْیَانَ مِنْکَ فَتُبَشِّرُنَا (کاش آپ کی آمد ہو اور آپ ہمیں خوشخبری دیں)۔

وَنَعْتُ الْمَبْنِیِّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے کہ لائے نفی جنس کے اسم مبنی کی صفت! معرب اور مبنی دونوں کا احتمال رکھتی ہے۔ یعنی اس کو مبنی برفتحہ پڑھنا بھی جائز ہے اور معرب پڑھنا بھی جائز ہے پھر معرب پڑھنے کی صورت میں اس کو منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں اور مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں بشرطیکہ اس صفت میں تین شرطیں پائی جائیں۔

1: صفتِ اول ہو۔ 2: مفرد ہو یعنی مضاف اور مشابہ مضاف نہ ہو۔

3: اسم کے ساتھ متصل ہو۔ جیسے لَا رَجُلَ ظَرِیْفَ وَظَرِیْفٌ وَظَرِیْفًا اس مثال میں رَجُلَ لائے نفی جنس کا اسم ہے اور مبنی برفتح ہے اور ظَرِیْفَ اس کی صفتِ اول ہے، مفرد بھی ہے اور اسم لَا کے ساتھ متصل بھی ہے لہٰذا ظَرِیْف پر تینوں اعراب پڑھ سکتے ہیں، فتحہ اس لئے تاکہ موصوف وصفت میں موافقت ہوجائے، اور رفع اس لئے تاکہ اس کا حمل اسم لائے نفی جنس کے محل پر کیا جائے اور اسم لائے نفی جنس ابتداً کی وجہ سے محلاً مرفوع ہوتا ہے اور نصب اس لئے تاکہ اس کا عطف اسم لائے نفی جنس کے لفظ پر کیا جائے۔ وَاِلَّا فَالْاِعْرَابُ اگر وہ صفت! مذکورہ اوصاف کی حامل نہ ہوئی تو پھر اسے مبنی نہیں پڑھ سکتے وہ صرف معرب مرفوع یا منصوب ہوگی۔ وَالْعَطْفُ عَلَی اللَّفْظِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ لائے نفی جنس کے اسم مبنی پر عطف کا ایک قاعدہ بیان کرنا ہے کہ لائے نفی جنس کے اسم مبنی کے معطوف میں دو وجہیں جائز ہیں۔

1: اس کو محل پر محمول کرتے ہوئے مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے۔

2: لفظ پر محمول کرتے ہوئے منصوب پڑھنا بھی جائز ہے۔ جیسے لَا اَبَ وَابْنًا وَابْنٌ

❁ یہ دو وجہیں تب جائز ہونگی جب معطوف میں دو شرطیں پائی جائینگی۔

(۱) معطوف نکرہ ہو۔ (۲) لا کا تکرار نہ ہو۔

کیونکہ اگر معطوف معرفہ ہو تو اس پر رفع واجب ہے۔ جیسے: لَا غُلَامَ لَکَ وَالْفَرَسُ اور اگر لَا کا تکرار ہوا تو وہاں پانچ صورتیں جائز ہونگیں لیکن جب مذکورہ دو شرطیں پائی جائینگی تو پھر دو وجہیں جائز ہونگی لیکن مبنی پڑھنا جائز نہیں ہوگا کیونکہ واؤ عاطفہ کے ذریعے معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان فاصل پایا جاتا ہے جبکہ مبنی ہونے کے لئے اتصال ضروری ہے۔

وَمِثْلُ لَا اَبَالَهٗ وَلَا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: ماقبل میں آپ نے کہا کہ جب لائے نفی جنس کا اسم نکرہ مفردہ ہو تو مبنی برفتحہ ہوتا ہے آپ کا یہ بیان کردہ قاعدہ لَا اَبَالَهٗ وَلَا غُلَامَیْ لَهٗ کی مثل کے ساتھ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ پہلی مثال میں لَا کا اسم یعنی اَبَا نکرہ مفردہ ہے حالانکہ یہ مبنی برفتح نہیں کیونکہ اگر یہ مبنی برفتح ہوتا تو لَا اَبَ لَهٗ الف کے بغیر کہا جاتا اور لَا غُلَامَیْ لَهٗ میں لَا کا اسم یعنی غُلَامَیْنِ نکرہ مفردہ ہے

حالانکہ یہ مبنی بر فتح نہیں کیونکہ اگر مبنی بر فتح ہوتا تو لَا غُلَامَيْنِ لَہٗ نون کے اثبات کے ساتھ ہوتا۔

﴿جواب﴾: اگر چہ ان دونوں مثالوں میں لَا کا اسم حقیقۃً مضاف نہیں لیکن اس کو مضاف کے ساتھ تشبیہ دیکر اس پر مضاف والے احکام جاری کر دیئے گئے ہیں، اور تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مضاف کے ساتھ اس کے اصل معنیٰ میں شریک ہے جو کہ اختصاص ہے۔

وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يَجُزْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ماقبل پر تفریع کا بیان کرنا ہے کہ چونکہ اس جیسی ترکیبوں کا جواز اس وجہ سے ہے کہ ان میں غیر مضاف کو مضاف کے ساتھ معنیٰ اختصاص میں تشبیہ دی گئی ہے پس اسی وجہ لَا اَبَا فِيْهَا جیسی ترکیب جائز نہیں کیونکہ اس میں اختصاص نہیں پایا جا رہا۔

وَلَيْسَ بِمُضَافٍ لِفَسَادِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ لَا اَبَا لَہٗ اور لَا غُلَامَيْ لَہٗ کو حقیقۃً مضاف نہیں بنا سکتے کیونکہ ایسی صورت میں معنیٰ مقصودی فاسد ہو جائینگے کیونکہ ان کا معنیٰ یہ ہے کہ فلاں شخص ثابت النسب ہی نہیں، اور فلاں شخص کے مطلقاً غلام ہی نہیں اور اضافت کی صورت میں معنیٰ یہ ہوگا کہ متکلم کے نزدیک فلاں شخص کا باپ تو معلوم ہے لیکن موجود نہیں یا فلاں شخص کے دو غلام تو معلوم ہیں لیکن موجود نہیں دونوں معانی میں فرق واضح ہے۔

خِلَافًا لِسِيْبَوَيْهِ لیکن سیبویہ کے نزدیک ان جیسی ترکیبوں میں اضافت حقیقۃً پائی جاتی ہے۔

وَيُحْذَفُ كَثِيْرًا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے کہ ہر وہ ترکیب کہ جس میں لائے نفی جنس کے اسم کے حذف پر کوئی قرینہ پایا جائے وہاں لائے نفی جنس کے اسم کو اکثر حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے: لَا عَلَيْكَ اس میں لَا کا اسم محذوف ہے جو کہ بَأْسَ ہے اصل میں لَا بَأْسَ عَلَيْكَ تھا، اس کے حذف پر قرینہ یہ ہے کہ لَا حرف ہے اور عَلٰی بھی حرف ہے اور حرف! حرف پر داخل نہیں ہوتا تو ثابت ہوا لَا کا اسم محذوف ہے۔

﴿عبارت﴾:

خَبَرُ مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهِمَا وَهِيَ لُغَةٌ حِجَازِيَّةٌ وَاِذَا زِيْدَتْ اِنْ مَعَ مَا اَوِ انْتَقَضَ النَّفْيُ بِاِلَّا اَوْ تَقَدَّمَ الْخَبَرُ بَطَلَ الْعَمَلُ وَاِذَا عُطِفَ عَلَيْهِ بِمُوْجَبٍ فَالرَّفْعُ

﴿ترجمہ﴾: مَا اور لَا کی خبر جو لَيْسَ کے مشابہ ہیں وہ ان دونوں کے دخول کے بعد مسند ہوتی ہے یہ اہل حجاز کی لغت ہے جب اِنْ کو مَا کے بعد زیادہ کر دیا جائے یا لَا کے ساتھ نفی ٹوٹ جائے یا اسم پر خبر مقدم ہو جائے تو دونوں کا عمل باطل ہو جائے گا اور جب ان کی خبر پر کسی عاطف موجب کے ساتھ عطف کیا جائے تو رفع واجب ہوگا۔

﴿تشریح﴾:

خَبَرُ مَاوَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ منصوبات میں سے بارھویں قسم کا بیان کرنا ہے اور وہ مَاوَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ کی خبر ہے جو منصوب اور مسند ہوتی ہے۔

وَهِيَ لُغَةٌ حِجَازِيَّةٌ مَاوَلَا کا عامل ہونا اہل حجاز کی لغت کے مطابق ہے جبکہ بنوتمیم کی لغت کے مطابق مَاوَلَا عامل نہیں ہیں، لیکن قرآن پاک سے اہل حجاز کی لغت کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ قرآن پاک میں ہے مَاهٰذَا بَشَرًا ،اس میں بَشَرًا کا منصوب ہونا مَا کی خبریت کی بناء پر ہے، اسی طرح دوسرے مقام پر مَاهُنَّ اُمَّهَاتِهِمْ ہے جس میں اُمَّهَاتِ کی حالتِ نصبی مَا کی خبر ہونے کی وجہ سے ہے۔

وَاِذَازِيْدَتْ اِنْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ان چیزوں کا بیان کرنا ہے کہ جن کی وجہ سے مَااور لَا کا عمل باطل ہو جاتا ہے وہ تین چیزیں ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1: اِنْ !جب یہ مَا کے بعد واقع ہو، جیسے مَااِنْ زَيْدٌقَائِمٌ چونکہ مَا اور اس کے معمول میں فاصلہ آجاتا ہے اور مَاعامل ضعیف ہے جو فاصلے سے عمل نہیں کرسکتا، لَا کا ذکر نہیں کیا کیونکہ کلام عرب میں لَا کے بعد اِنْ نہیں پایا گیا۔

2: اِلَّا استثنائیہ! جس سے ان (مَااور لَا) کی نفی ٹوٹ جائے جیسے مَازَيْدٌاِلَّا قَائِمٌ کیونکہ ان کا عمل نفی میں لَيْسَ کے ساتھ مشابہت رکھنے کی وجہ سے ہے جب نفی ہی جاتی رہی تو ان کا عمل کیسے باقی بچے گا؟۔

3: خبر کا اسم پر مقدم ہونا! جیسے مَاقَائِمٌ زَيْدٌ کیونکہ ان کے عمل میں ترتیب بھی شرط ہے کہ اسم مقدم ہو اور خبر مؤخر ہو، تاکہ فرع یعنی مَااور لَا کا مرتبہ اصل یعنی لَيْسَ کے مرتبہ سے کم رہے۔

وَاِذَاعُطِفَ عَلَيْهِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے کہ جب مَااور لَا کی خبر پر ایسے حرف کے ذریعے عطف کیا جائے جو نفی کے بعد اثبات کا معنیٰ دے تو معطوف پر رفع پڑھنا واجب ہوگا کیونکہ وہ خبر پر باعتبار محل عطف ہوگا اور محل خبر مرفوع ہے۔ جیسے: مَازَيْدٌ قَائِمًابَلْ قَاعِدٌ،مَازَيْدٌ مُقِيْمًالٰكِنْ مُسَافِرٌ۔

❁ عاطف موجب اس حرفِ عطف کو کہتے ہیں جو نفی کے بعد ایجاب کا فائدہ دے جیسے بَلْ اور لٰكِنْ۔

تَمَّتِ الْمَنْصُوْبَاتُ بِحَمْدِاللهِ

مجرورات کا بیان

﴿عبارت﴾:

اَلْمَجْرُوْرَاتُ هُوَمَاشْتَمَلَ عَلٰى عَلَمِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ وَالْمُضَافُ اِلَيْهِ كُلُّ اِسْمٍ نُسِبَ اِلَيْهِ شَيْءٌ بِوَاسِطَةِ حَرْفِ الْجَرِّ لَفْظًا اَوْتَقْدِيْرًا مُرَادًا فَالتَّقْدِيْرُ شَرْطُهٗ اَنْ يَكُوْنَ الْمُضَافُ اِسْمًا مُّجَرَّدًا تَنْوِيْنُهٗ لِاَجْلِهَا وَهِيَ مَعْنَوِيَّةٌ وَلَفْظِيَّةٌ فَالْمَعْنَوِيَّةُ اَنْ يَكُوْنَ الْمُضَافُ غَيْرَ صِفَةٍ مُضَافَةٍ اِلٰى مَعْمُوْلِهَا وَهِيَ اِمَّا بِمَعْنَى اللَّامِ فِيْ مَاعَدَاجِنْسِ الْمُضَافِ وَظَرْفِهٖ وَاِمَّا بِمَعْنٰى مِنْ فِيْ جِنْسِ الْمُضَافِ اَوْبِمَعْنٰى فِيْ فِيْ ظَرْفِهٖ وَهُوَ قَلِيْلٌ مِثْلُ غُلَامُ زَيْدٍ وَخَاتَمُ فِضَّةٍ وَضَرْبُ الْيَوْمِ وَتُفِيْدُ تَعْرِيْفًا مَعَ الْمَعْرِفَةِ وَتَخْصِيْصًا مَعَ النَّكِرَةِ وَشَرْطُهَا تَجْرِيْدُ الْمُضَافِ مِنَ التَّعْرِيْفِ وَمَا اَجَازَهُ الْكُوْفِيُّوْنَ مِنَ الثَّلَاثَةِ الْاَثْوَابِ وَشِبْهِهٖ مِنَ الْعَدَدِ ضَعِيْفٌ

﴿ترجمہ﴾: یہ مجرورات کی بحث ہے، مجرور وہ اسم ہے جو علامتِ مضاف الیہ پر مشتمل ہو، اور مضاف الیہ! ہر وہ اسم ہے کہ جس کی طرف حرف جر کے واسطے سے کسی چیز کی نسبت کی جائے، حرف جر خواہ لفظی ہو یا تقدیری مراد ہو، حرف جر تقدیری کی شرط یہ ہے کہ مضاف ایسا اسم ہو کہ جس سے تنوین اضافت کی وجہ سے زائل ہوگئی ہو اور اضافت معنوی بھی ہوتی ہے اور لفظی بھی ہوتی ہے اور اضافتِ معنوی یہ ہے کہ مضاف ایسا صیغہ صفت نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اور یہ اضافتِ معنوی یا تو بمعنیٰ لام ہوگی جبکہ مضاف الیہ مضاف کی جنس میں سے نہ ہو اور نہ ہی اس کا ظرف ہو یا بمعنیٰ مِنْ ہوگی جبکہ مضاف الیہ مضاف کی جنس میں سے ہو یا بمعنیٰ فِیْ ہوگی جبکہ مضاف الیہ مضاف کے لئے ظرف ہو اور یہ (اضافتِ فوی) کلام عرب میں قلیل الاستعمال ہے۔ جیسے: غُلَامُ زَيْدٍ اور خَاتَمُ فِضَّةٍ اور ضَرْبُ الْيَوْمِ اور اضافت معنوی تعریف کا فائدہ دیتی ہے معرفہ کے ساتھ اور تخصیص کا فائدہ دیتی ہے نکرہ کے ساتھ، اور اضافتِ معنوی کی شرط یہ ہے کہ مضاف تعریف سے خالی ہو اور وہ جسے کوفیوں نے جائز قرار دیا ہے یعنی اَلثَّلَاثَةُ الْاَثْوَابِ اور اس کے مشابہ عدد معرف باللام کو ضعیف ہے۔

﴿تشریح﴾:

هُوَمَاشْتَمَلَ عَلٰى الخ: سے مجرور کی تعریف کی جارہی ہے کہ مجرور وہ اسم ہے جو مضاف الیہ کی علامت پر مشتمل ہو، اور علامتِ مضاف الیہ جر ہے، اور یہ کبھی کسرہ کے ساتھ ہوتی ہے اور کبھی فتحہ کے ساتھ جیسے غیر منصرف میں، کبھی یا ماقبل مفتوح کے ساتھ جیسے تثنیہ میں اور کبھی یا ماقبل مکسور کے ساتھ جیسے جمع مذکر سالم میں، پھر اس میں یہ بھی عمومیت ہے کہ خواہ لفظی ہو جیسے مَرَرْتُ بِزَيْدٍ یا تقدیری ہو جیسے مَرَرْتُ بِعِيْسٰى یا محلی ہو جیسے مَرَرْتُ بِهٰؤُلَاءِ .

وَالْمُضَافُ اِلَيْهِ كُلُّ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ مضاف الیہ کی تعریف کرنا ہے کہ مضاف الیہ ہر وہ اسم ہے جس کی طرف کسی چیز کی نسبت کی گئی ہو حرفِ جر کے واسطہ سے، حرفِ جر خواہ لفظوں مین مذکور ہو یا مقدر ہو۔

فَالتَّقْدِيْرُ شَرْطُهٗ اَنْ الخ : سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ حرف جر کے مقدر ہونے کی شرائط بیان کرنی ہیں کہ حرفِ جر کے مقدر ہونے کی دو شرطیں ہیں۔(۱) مضاف اسم ہو، کیونکہ تعریف، تخصیص اور تخفیف اضافت کے لوازم ہیں اور اور یہ اسم کے ساتھ مخصوص ہیں۔

(۲) مضاف کو تنوین اور قائم مقام تنوین یعنی نونِ تثنیہ اور نونِ جمع سے خالی کر دیا گیا ہو، کیونکہ اضافت اور تنوین میں منافات ہے۔

وَهِيَ مَعْنَوِيَّةٌ وَلَفْظِيَّةٌ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ اضافت کی تقسیم کرنی ہے کہ اضافت کی دو قسمیں ہیں۔معنویہ، لفظیہ۔

فَالْمَعْنَوِيَّةُ اَنْ يَكُوْنَ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ اضافتِ معنویہ کی تعریف کرنی ہے کہ اضافتِ معنویہ وہ اضافت ہے کہ جس میں مضاف ایسا صیغہ صفت نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو، یعنی مضاف صفت ہی نہ ہو جیسے غُلَامُ زَيْدٍ یا صفت تو ہو لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو۔ جیسے كَرِيْمُ الْبَلَدِ

❁ صیغہ صفت سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول، صفتِ مشبہ، اسم تفضیل اور اسم منسوب ہے۔

وَهِيَ اِمَّا بِمَعْنٰى اللَّامِ الخ : سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ اضافتِ معنویہ کی تقسیم کرنی ہے کہ اضافتِ معنویہ کی تین قسمیں ہیں۔

1 : اضافت بمعنیٰ لام! یہ اس وقت ہوگی کہ جب مضاف الیہ مضاف کی جنس سے نہ ہو اور نہ اس کے لئے ظرف ہو جیسے غُلَامُ زَيْدٍ

اس اضافت میں لام مقدر ہوتا ہے، جیسے غُلَامُ زَيْدٍ اصل میں غُلَامٌ لِزَيْدٍ تھا اسے اِضَافَتِ لَامِیْ بھی کہتے ہیں۔

﴿فائدہ﴾: مضاف الیہ! مضاف کی جنس ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مضاف الیہ مضاف پر بھی صادق آئے اور غیر

مضاف پر بھی صادق آئے اور مضاف بھی مضاف الیہ پر بھی صادق آئے اور غیر مضاف الیہ پر بھی صادق آئے جیسے خَاتَمُ فِضَّةٍ میں فِضَّة! خَاتَم پر بھی صادق آتا ہے اور غَیْرِ خَاتَم یعنی کسی اور زیور پر بھی صادق آتا ہے، اور اسی طرح خَاتَم اِفِضَّة پر بھی صادق آتا ہے اور غَیْرِ فِضَّة یعنی سونے وغیرہ پر بھی صادق آتا ہے کیونکہ انگوٹھی چاندی کی بھی ہوتی ہے اور سونے وغیرہ کی بھی ہوتی ہے۔

2: اضافت بمعنیٰ مِنْ! یہ اس وقت ہوگی کہ جب مضاف الیہ مضاف کے لئے جنس ہو۔ جیسے خَاتَمُ فِضَّةٍ اس میں مِنْ مقدر ہوتا ہے، جیسے خَاتَمُ فِضَّةٍ اصل میں خَاتَمٌ مِنْ فِضَّةٍ تھا اسے اضافتِ مِنِّیْ بھی کہتے ہیں۔

3: اضافت بمعنیٰ فِیْ! یہ اس وقت ہوگی کہ مضاف الیہ مضاف کے لئے ظرف ہو۔ جیسے: ضَرْبُ الْيَوْمِ، اس اضافت میں فِیْ مقدر ہوتا ہے، جیسے ضَرْبُ الْيَوْمِ اصل میں ضَرْبٌ فِی الْيَوْمِ تھا اسے اِضَافَتِ فِوِّی بھی کہتے ہیں۔

وَتُفِيْدُ تَعْرِيْفًا الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اضافتِ معنویہ کے فوائد بیان کرنے ہیں کہ اس کے دو فائدے ہیں۔

1: نکرہ کو معرفہ بنا دیتی ہے جب اس کا مضاف الیہ معرفہ ہو۔ جیسے: غُلَامُ زَيْدٍ میں غُلَام نکرہ تھا مگر اب معرفہ ہو گیا۔

2: نکرہ میں تخصیص پیدا کر دیتی ہے جب مضاف الیہ نکرہ ہو جیسے غُلَامُ رَجُلٍ میں غُلَام عام نہیں بلکہ خاص ہے۔

وَشَرْطُهَا تَجْرِيْدُ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اضافتِ معنوی کے تحقق کے لئے شرط بیان کرنی ہے کہ اگر مضاف قبل از اضافت معرفہ ہو تو اسے معرفہ ہونے سے خالی کیا جائے۔ ورنہ تحصیل حاصل کی خرابی لازم آئیگی۔

وَمَا اَجَازَهُ الْكُوْفِيُّوْنَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ کا اضافتِ معنوی کے لئے یہ شرط لگانا کہ مضاف پہلے سے معرفہ نہ ہو درست نہیں کیونکہ اَلثَّلَاثَةُ الْاَثْوَابِ

جیسی مثالیں کوفیوں کے نزدیک درست ہیں، حالانکہ ان میں مضاف معرفہ ہے اسی طرح اَلْاَرْبَعَةُ الدَّرَاهِمِ میں عدد معرفہ ہے اور وہ الدَّرَاهِمِ کی طرف مضاف ہو رہا ہے۔

﴿جواب﴾: کوفیوں کا اس کو جائز قرار دینا ضعیف ہے کیونکہ ایسا کرنے سے تحصیل حاصل کی خرابی لازم آئیگی۔

﴿عبارت﴾:

وَاللَّفْظِيَّةُ اَنْ يَكُوْنَ الْمُضَافُ صِفَةً مُضَافَةً اِلٰى مَعْمُوْلِهَا مِثْلُ ضَارِبُ زَيْدٍ وَحَسَنُ الْوَجْهِ وَلَا تُفِيْدُ اِلَّا تَخْفِيْفًا فِي اللَّفْظِ وَمِنْ ثَمَّ جَازَ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حَسَنِ الْوَجْهِ وَامْتَنَعَ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ حَسَنِ الْوَجْهِ وَجَازَ الضَّارِبَا زَيْدٍ وَالضَّارِبُوْ زَيْدٍ وَامْتَنَعَ الضَّارِبُ زَيْدٍ

خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ وَضَعُفَ ع اَلْوَاهِبُ الْمِأَةِ الْهِجَانِ وَ عَبْدِهَا وَاِنَّمَا جَازَ الضَّارِبُ الرَّجُلُ حَمْلًا عَلٰی الْمُخْتَارِ فِی الْحَسَنِ الْوَجْهِ وَالضَّارِبُكَ وَشِبْهُهٗ فِیْ مَنْ قَالَ اِنَّهٗ مُضَافٌ حَمْلًا عَلٰی ضَارِبُكَ

﴿ترجمہ﴾: اور اضافتِ لفظیہ یہ ہے کہ مضاف ایسی صفت ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے ضَارِبُ زَیْدٍ وَحَسَنُ الْوَجْهِ یہ صرف تخفیف لفظی کا ہی فائدہ دیتی ہے اسی وجہ سے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حَسَنُ الْوَجْهِ جائز ہے اور مَرَرْتُ بِزَیْدٍ حَسَنُ الْوَجْهِ

ناجائز ہے اور اَلضَّارِبَا زَیْدٍ اور الضَّارِبُوْ زَیْدٍ جائز ہے اور اَلضَّارِبُ زَیْدٍ ناجائز ہے امام فراء اس کے خلاف ہیں، اَلْوَاهِبُ الْمِأَةِ الْهِجَانِ وَ عَبْدِهَا (میرا ممدوح سو سفید اونٹنیاں مع اس کے خادم کے عطا کرنے والا ہے) ضعیف قول ہے، اور اَلضَّارِبُ الرَّجُلُ صرف اس لئے جائز ہے کہ اَلْحَسَن الْوَجْهِ کی وجہ مختار پر محمول ہے اور الضَّارِبُكَ اور اسکے ہم مثل جائز ہے اس شخص کے قول کے مطابق کہ جس نے اسے مضاف قرار دیا ضَارِبُكَ پر محمول کرتے ہوئے۔

﴿تشریح﴾:

وَاللَّفْظِیَّةُ اَنْ یَكُوْنَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اضافتِ لفظیہ کی تعریف کرنی ہے کہ اضافتِ لفظیہ وہ اضافت ہے کہ جس میں صیغہ صفت اپنے معمول کی طرف مضاف ہو۔ جیسے: ضَارِبُ زَیْدٍ، حَسَنُ الْوَجْهِ

وَلَا تُفِیْدُ اِلَّا تَخْفِیْفًا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اضافت لفظی کا فائدہ بیان کرنا ہے کہ اضافتِ لفظی صرف تخفیفِ لفظی کا فائدہ دیتی ہے۔

❁ یہ تخفیفِ لفظی کبھی تو مضاف سے تنوین حذف ہونے کی صورت میں ہوگی جیسے ضَارِبُ زَیْدٍ کہ اصل میں ضَارِبٌ زَیْدٍ تھا۔

☆ کبھی قائم مقام تنوین یعنی نونِ تثنیہ اور نون جمع کے حذف ہونے کی صورت میں ہوگی جیسے ضَارِبَا زَیْدٍ، ضَارِبُوْا زَیْدٍ کہ اصل میں ضَارِبَانِ زَیْدٍا اور ضَارِبُوْنَ زَیْدٍا تھا۔

☆ اور کبھی مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہونے کی صورت میں ہوگی جیسے اَلْقَائِمُ الْغُلَامِ جو کہ اصل میں اَلْقَائِمُ غُلَامُهٗ تھا۔

☆ اور کبھی مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں تخفیف ہوتی ہے۔ جیسے: زَیْدٌ قَائِمُ الْغُلَامِ جو کہ اصل میں زَیْدٌ قَائِمٌ غُلَامُهٗ

وَمِنْ ثَمَّ جَازَ مَرَرْتُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ماقبل پر تفریع کا بیان کرنا ہے کہ کہ چونکہ اضافت لفظیہ صرف تخفیف کا ہی فائدہ دیتی ہے پس اس لئے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حَسَنِ الْوَجْهِ جائز ہے کیونکہ حَسَنِ الْوَجْهِ نکرہ ہونے کی وجہ سے رجل نکرہ کی صفت بن سکتی ہے جبکہ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ حَسَنِ الْوَجْهِ کی ترکیب درست نہیں کیونکہ حَسَنِ الْوَجْهِ نکرہ ہونے کی وجہ سے زید کی صفت نہیں بن سکتی۔

وَجَازَ الضَّارِبَا زَيْدٍ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ چونکہ اضافت لفظیہ تخفیف کا فائدہ دیتی ہے اسی وجہ سے اَلضَّارِبَا زَيْدٍ اور الضَّارِبُوْ زَيْدٍ کی تراکیب جائز ہیں کیونکہ ان میں نون تثنیہ اور نون جمع اضافت کی وجہ سے گر گئے ہیں لہٰذا تخفیف حاصل ہوگئی لیکن اَلضَّارِبُ زَيْدٍ کہنا درست نہیں کیونکہ اس میں اَلضَّارِبُ سے تنوین اضافت کی وجہ سے نہیں گری بلکہ الف ولام کی وجہ سے گری ہے، لہٰذا اضافت کی وجہ تخفیف نہیں پائی گئی اس لئے یہ کہنا درست نہیں۔

خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ امام فراء کا اختلاف بیان کرنا ہے کہ ان کے نزدیک یہ ترکیب (اَلضَّارِبُ زَيْدٍ) درست ہے، وہ کہتے ہیں کہ الضارب میں الف ولام کا دخول اضافت کے بعد ہوا ہے لہٰذا اس میں تنوین اضافت کی وجہ سے گری ہے نہ کہ الف ولام کی وجہ سے، لہٰذا یہاں تخفیف پائی گئی بناء بریں یہ ترکیب درست ہوئی۔

وَضَعُفَ ع اَلْوَاهِبُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے اَلضَّارِبُ زَيْدٍ والی مثال غلط قرار دی ہے حالانکہ اَلْوَاهِبُ الْمِأَةِ الْهِجَانِ وَ عَبْدِهَا میں بھی ایسا ہوا ہے کہ اَلْوَاهِبُ کی تنوین اضافت کی وجہ سے ساقط ہوئی ہے جبکہ اس پر الف ولام بھی داخل ہے یہی چیز اَلضَّارِبُ زَيْدٍ میں بھی تسلیم کر لینی چاہیئے کہ اس میں بھی تنوین اضافت کی وجہ سے ساقط ہوئی ہے۔

﴿جواب﴾: یہ قول ضعیف ہے، اس لائق نہیں کہ اس سے استدلال کیا جائے۔

وَاِنَّمَا جَازَ الضَّارِبُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے اَلضَّارِبُ الرَّجُلِ والی مثال درست قرار دی ہے اس میں اسم فاعل کی مفعول کی طرف اضافت ہے لہٰذا اَلضَّارِبُ زَيْدٍ والی مثال بھی درست ہونی چاہیئے کیونکہ اس میں بھی اسم فاعل کی اضافت مفعول کی طرف ہے۔

﴿جواب﴾: اصولاً تو اَلضَّارِبُ الرَّجُلِ والی مثال بھی ناجائز ہونی چاہیئے تھی کیونکہ اس میں تنوین اضافت کی وجہ سے نہیں ساقط ہوئی بلکہ الف ولام کی وجہ سے ساقط ہوئی ہے لیکن اسے اَلْحَسَنُ الْوَجْهِ کی وجہ مختار پر قیاس کرتے ہوئے جائز قرار دیا گیا ہے اور وجہ شبہ یہ ہے کہ اَلْحَسَنُ الْوَجْهِ میں مضاف اور مضاف الیہ دونوں معرف باللام اور مضاف صیغہ صفت ہے اور اَلضَّارِبُ الرَّجُلِ میں بھی ایسے ہے۔

وَالضَّارِبُكَ وَشِبْهُهُ الخ: سے غرض مصنف ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ اَلضَّارِبُكَ میں اضافت کے قائل ہیں تو اَلضَّارِبُ زَيْدٍ میں اضافت کو تسلیم کیوں نہیں کرتے؟

﴿جواب﴾: اولاً تو نحوی اس بات کے قائل ہی نہیں کہ اَلضَّارِبُكَ میں اضافت ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس میں الف ولام بمعنیٰ اَلَّذِیْ ہے اسم موصول ہے اور ضَارِب بمعنیٰ ضَرَبَ ہے اور کاف ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے اور ضَارِبٌ کی تنوین کا سقوط ضمیر کے اتصال کی وجہ سے ہے نہ کہ اضافت کیوجہ سے لہٰذا اَلضَّارِبُ زَيْدٍ کو اَلضَّارِبُكَ پر قیاس نہیں کرنا چاہیئے۔

اور اگر بالفرض اضافت تسلیم کر ہی لیجائے جیسا کہ سیبویہ کا مذہب ہے تو پھر بھی اَلضَّارِبُ زَيْدٍ کو اَلضَّارِبُكَ پر قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ قیاس کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مقیس علیہ خلافِ قیاس نہ ہو اور یہاں مقیس علیہ یعنی اَلضَّارِبُكَ خلاف قیاس ہے اس لیئے کہ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ اَلضَّارِبُكَ کی ترکیب جائز نہ ہوتی کیونکہ اس میں اضافتِ لفظیہ ہے اور اضافتِ لفظیہ تخفیفِ لفظی کا فائدہ دیتی ہے جو کہ یہاں سے حاصل نہیں ہو رہا کیونکہ اس میں تنوین کا سقوط الف ولام وجہ سے ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے، لیکن اسے نحویوں نے ضَارِبُكَ پر محمول کرتے ہوئے خلاف قیاس جائز قرار دیا ہے۔

﴿عبارت﴾:

وَلَايُضَافُ مَوْصُوْفٌ اِلٰى صِفَةٍ وَلَاصِفَةٌ اِلٰى مَوْصُوْفِهَا وَمِثْلُ مَسْجِدُ الْجَامِعِ وَجَانِبُ الْغَرْبِيِّ وَصَلٰوةُ الْاُوْلٰى وَبَقْلَةُ الْحَمْقَاءِ مُتَأَوَّلٌ وَمِثْلُ جَرْدُ قَطِيْفَةٍ وَاَخْلَاقُ ثِيَابٍ مُتَأَوَّلٌ وَلَايُضَافُ اِسْمٌ مُمَاثِلٌ لِلْمُضَافِ اِلَيْهِ فِي الْعُمُوْمِ وَالْخُصُوْصِ كَلَيْثٍ وَاَسَدٍ وَحَبْسٍ وَمَنْعٍ لِعَدْمِ الْفَائِدَةِ بِخِلَافِ كُلِّ الدَّرَاهِمِ وَعَيْنِ الشَّيْءِ فَاِنَّهٗ يُخْتَصُّ بِهٖ وَقَوْلُهُمْ سَعِيْدُ كُرْزٍ وَنَحْوُهٗ مُتَأَوَّلٌ

﴿ترجمہ﴾: موصوف کو صفت کی طرف اور صفت کو موصوف کی طرف مضاف نہیں کیا جائے گا، اور مَسْجِدُ الْجَامِعِ، جَانِبُ الْغَرْبِيِّ، صَلٰوةُ الْاُوْلٰى اور بَقْلَةُ الْحَمْقَاءِ جیسی مثالیں مؤول ہیں اور جَرْدُ قَطِيْفَةٍ اور اَخْلَاقُ ثِيَابٍ جیسی مثالیں مؤول ہیں وہ اسم جو عموم وخصوص میں مضاف الیہ کے برابر ہو اسے مضاف نہیں کیا جائے گا جیسے لَيْثٌ اور اَسَدٌ، حَبْسٌ اور مَنْعٌ فائدہ نہ ہونے کی وجہ سے بخلاف كُلُّ الدَّرَاهِمِ اور عَيْنُ الشَّيْءِ کے کہ اس میں مضاف! مضاف الیہ سے خاص ہو جاتا ہے اور اہل عرب کے قول سَعِيْدُ كُرْزٍ اور اس کی مثل میں تاویل کی گئی ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَلَايُضَافُ مَوْصُوْفٌ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ دو قاعدے بیان کرنے ہیں۔

1: موصوف! صفت کی طرف مضاف نہیں ہو سکتا، ورنہ اعراب میں مطابقت نہیں ہو سکے گی۔

2: صفت! موصوف کی طرف مضاف نہیں ہوسکتی کیونکہ صفت! موصوف کے تابع ہوتی ہے، اس کے مضاف ہونے کی صورت میں تابع کا متبوع پر مقدم ہونا لازم آئیگا جو کہ درست نہیں۔

وَمِثْلُ مَسْجِدُ الْجَامِعِ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ پہلے قاعدے پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ کا بیان کردہ قاعدہ درست نہیں کیونکہ ایسا تو کلام عرب میں ہوتا رہتا ہے کہ موصوف! صفت کی طرف مضاف ہو۔ جیسے مَسْجِدُ الْجَامِعِ، جَانِبُ الْغَرْبِيِّ، صَلٰوةُ الْاُوْلٰى اور بَقْلَةُ الْحَمْقَاءِ، ان چاروں مثالوں میں موصوف کی صفت کی اضافت ہے۔

﴿جواب﴾: یہ مثالیں مؤول ہیں بظاہر ان میں موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے در حقیقت ایسا نہیں ہے بلکہ ان کا موصوف محذوف ہے چنانچہ مَسْجِدُ الْجَامِعِ اصل میں مَسْجِدُ الْوَقْتِ الْجَامِعِ ہے، جَامِعِ ! مَسْجِد کی صفت نہیں بلکہ الْوَقْتِ کی ہے، اسی طرح جَانِبُ الْغَرْبِيِّ اصل میں جَانِبُ الْمَكَانِ الْغَرْبِيِّ ہے الْغَرْبِيِّ ! جَانِبُ کی صفت نہیں بلکہ الْمَكَانِ کی صفت ہے، صَلٰوةُ الْاُوْلٰى اصل میں صَلٰوةُ السَّاعَةِ الْاُوْلٰى ہے الْاُوْلٰى ! صَلٰوة کی صفت نہیں بلکہ السَّاعَةِ کی ہے اور بَقْلَةُ الْحَمْقَاءِ اصل میں بَقْلَةُ الْحَبَّةِ الْحَمْقَاءِ ہے، الْحَمْقَاءِ ! بَقْلَة کی صفت نہیں بلکہ الْحَبَّةِ کی ہے۔

وَمِثْلُ جَرْدُ قَطِيْفَةٍ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ دوسرے قاعدے پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ کا بیان کردہ قاعدہ درست نہیں کیونکہ ایسا کلام میں ہوتا رہتا ہے کہ صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہو جائے، جیسے جَرْدُ قَطِيْفَةٍ اور اَخْلَاقُ ثِيَابٍ ان دونوں مثالوں میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہو رہی ہے۔

﴿جواب﴾: یہ دونوں مثالیں بھی مؤول ہیں بظاہر ان میں صفت کی موصوف کی طرف اضافت ہے لیکن در حقیقت ایسا نہیں ہے چنانچہ جَرْدُ قَطِيْفَةٍ اور اَخْلَاقُ ثِيَابٍ دونوں مثالیں اصل میں قَطِيْفَةٌ جَرْدٌ اور ثِيَابٌ اَخْلَاقٌ مرکب توصیفی تھیں، پس ان کے موصوف کو حذف کر دیا پس باقی جَرْد اور اَخْلَاق رہ گیا جن میں عمومیت کی وجہ سے ابہام تھا تو اس ابہام کو دور کرنے کے لئے جَرْد کی اضافت قَطِيْفَة کی طرف اور اَخْلَاق کی اضافت ثِيَاب کی طرف کر دی گئی تاکہ ابہام دور ہو جائے اور تخصیص حاصل ہو جائے الغرض یہ عام کی اضافت خاص کی طرف ہے نہ کہ صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے۔

وَلَا يُضَافُ اِسْمٌ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک قاعدہ بیان کرنا ہے۔ کہ جب دو اسم عموم وخصوص میں ایک دوسرے کے مماثل ہوں تو ان میں سے ایک کی اضافت دوسرے کی طرف کرنا درست نہیں، جیسے لَيْث اور اَسَد، حَبْس اور مَنْع ہیں، کیونکہ اس اضافت کا کوئی فائدہ نہیں، ہاں! اگر عام کی اضافت خاص کی طرف جیسے كُلُّ الدَّرَاهِم، عَيْنُ الشَّيْءِ

چونکہ یہ اضافت تخصیص کا فائدہ دیتی ہے لہذا یہ صحیح ہے۔

وَقَوْلُهُمْ سَعِيْدٌ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ کا یہ کہنا کہ ''خاص کی اضافت خاص کی طرف نہیں ہو سکتی'' یہ درست نہیں کیونکہ سَعِيْدُ كُرْزٍ کہا جاتا ہے یہ مرکب اضافی ہے حالانکہ یہ دونوں خاص ہیں کیونکہ سَعِيْدُ علم ہے اور كُرْز لقب ہے، نام اور لقب دونوں خاص ہوتے ہیں۔

﴿جواب﴾: ہمارے اس قول کہ ''خاص کی اضافت خاص کی طرف نہیں ہو سکتی'' سے، مراد یہ ہے کہ دونوں میں تغایر ہو اور تغایر سَعِيْدُ كُرْزٍ میں پایا جاتا ہے کیونکہ سَعِيْدُ سے مراد دال ہے اور كُرْزٍ سے مراد مدلول ہے اور یہ بات بدیہی ہے کہ دال اور چیز ہوتی ہے اور مدلول اور چیز ہوتی ہے۔

﴿عبارت﴾:

وَاِذَا اُضِيْفَ الْاِسْمُ الصَّحِيْحُ اَوِ الْمُلْحَقُ بِهٖ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ كُسِرَ اٰخِرُهٗ وَالْيَاءُ مَفْتُوْحَةٌ اَوْسَاكِنَةٌ فَاِنْ كَانَ اٰخِرُهٗ اَلِفًا تُثْبَتُ وَهُذَيْلٌ تَقْلِبُهَا لِغَيْرِ التَّثْنِيَةِ يَاءً وَاِنْ كَانَ يَاءً اُدْغِمَتْ وَاِنْ كَانَ وَاوًا قُلِبَتْ يَاءً وَاُدْغِمَتْ اَوْ فُتِحَتِ الْيَاءُ لِلسَّاكِنَيْنِ وَاَمَّا الْاَسْمَاءُ السِّتَّةُ فَاَخِيْ وَاَبِيْ وَاَجَازَ الْمُبَرِّدُ اَخِيَّ وَاَبِيَّ وَتَقُوْلُ حَمِيْ وَهَنِيْ وَيُقَالُ فِيَّ فِي الْاَكْثَرِ وَفَمِيْ وَاِذَا قُطِعَتْ قِيْلَ اَخٌ وَاَبٌ وَحَمٌ وَهَنٌ وَفَمٌ وَفَتْحُ الْفَاءِ اَفْصَحُ مِنْهُمَا وَجَاءَ حَمٌ مِثْلُ يَدٍ وَخَبْءٍ وَدَلْوٍ وَعَصًا مُطْلَقًا وَجَاءَ هَنٌ مِثْلُ يَدٍ مُطْلَقًا وَذُوْ لَا يُضَافُ اِلٰى مُضْمَرٍ وَلَا يُقْطَعُ

﴿ترجمہ﴾: اور جب اسم صحیح کی یا اس کے ملحق کی اضافت یائے متکلم کی طرف کی جائے تو اس کا آخر مکسور ہوگا اور یائے متکلم مفتوح ہوگی یا ساکن ہوگی اور اگر مضاف کے آخر میں الف ہو تو ثابت رکھا جائے گا اور قبیلہ ہذیل الف کو جبکہ تثنیہ کا نہ ہو یاء سے تبدیل کر دیتے ہیں اور اگر اس اسم مضاف کے آخر میں یاء ہو تو اس کو یائے متکلم میں مدغم ہو جائیگی، اور اگر واؤ ہو تو اسے یاء سے بدل ادغام کیا جائے گا اور یاء کو فتحہ دیا جائے گا ساکنین کے جمع ہونے کی وجہ سے اور اسمائے ستہ جب یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں تو اَخٌ اور اَبٌ کو اَخِيْ اور اَبِيْ کہیں گے، اور امام مبرد نے اَخِيَّ اور اَبِيَّ کہنا جائز قرار دیا ہے اور عورت کہے گی حَمٌ میں حَمِيْ اور هَنِيْ اور اکثر استعمال میں فَمٌ میں فِيَّ کہا جاتا ہے، اور بعض استعمال میں فَمِيْ کہا جاتا ہے اور جب یہ پانچوں اضافت سے منقطع ہوں تو اَخٌ، اَبٌ، حَمٌ، هَنٌ اور فَمٌ کہا جائے گا فَمٌ میں فا کا فتحہ ضمہ اور کسرہ کی بنسبت افصح ہے اور حَمٌ اِيَدٌ، خَبْءٌ، دَلْوٌ اور عَصًا مطلقاً کی طرح استعمال ہوا ہے اور هَنٌ! مطلقاً يَدٌ کی طرح ہے، اور ذُوْ ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ اضافت سے منقطع ہوتا ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَإِذَا أُضِيْفَ الْإِسْمُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ جب کسی اسم صحیح یا ملحق بہ صحیح کی اضافت یائے متکلم کی طرف کی جائے تو اس اسم کے آخر میں یائے متکلم کی مناسبت سے کسرہ دیا جائے گا خود یاء پر دو اعراب درست ہیں۔
(۱) یاء کا سکون۔ (۲) یاء کا فتحہ۔

فَإِنْ كَانَ آخِرُهُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اس اسم کا حکم بیان کرنا ہے جس کے آخر میں الف ہو اور وہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو فصیح لغت کے مطابق اس الف کو باقی رکھا جائے گا خواہ الف تثنیہ کا ہو جیسے غُلَامَایَ یا غیر تثنیہ کا ہو جیسے عَصَایَ لیکن قبیلہ ہذیل غیر تثنیہ کے الف کو یاء سے تبدیل کر کے یاء کا یاء میں ادغام کر دیتے ہیں۔ جیسے: عَصَایَ سے عَصَيَّ، رَحَایَ سے رَحَيَّ۔ وَإِنْ كَانَ يَاءً أُدْغِمَتْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اس اسم کا حکم بیان کرنا ہے جس کے آخر میں یاء ہو اور مضاف ہو یائے متکلم کی طرف تو یاء کا یاء میں ادغام کر دیا جائے گا۔

وَإِنْ كَانَ وَاوًا قُلِبَتْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اس اسم کا حکم بیان کرنا ہے جس کے آخر میں واؤ ہو اور وہ مضاف ہو یائے متکلم کی طرف تو اس واؤ کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا جائے گا اور ماقبل کو کسرہ دے دیا جائے گا، اور یاء پر فتحہ پڑھا جائے گا اور یہ فتحہ اس لئے ہوگا تاکہ ساکنین کا اجتماع لازم نہ آئے۔

وَأَمَّا الْأَسْمَاءُ السِّتَّةُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسمائے ستہ مکبرہ کا بیان کرنا ہے کہ اسمائے ستہ میں اَبٌ اور اَخٌ کو جب یائے متکلم کی طرف مضاف کیا جائے تو اَخِيْ اور اَبِيْ کہا جائے گا اَبٌ اور اَخٌ (جو کہ اصل میں اَبَوٌ اور اَخَوٌ تھے) کالام کلمہ جو کہ واؤ ہے اسے واپس نہیں لوٹایا جائے گا۔

وَأَجَازَ الْمُبَرِّدُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مذکورہ مسئلہ میں امام مبرد کا اختلاف بیان کرنا ہے کہ امام مبرد کہتے ہیں اَبٌ اور اَخٌ کو جب یائے متکلم کی طرف مضاف کریں گے تو ان کا لام کلمہ جو کہ واؤ ہے اسے واپس لوٹا کر یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا جائے گا۔

وَتَقُوْلُ حَمِيْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ عورت حَمٌ (دیور) اور هَنٌ (شرمگاہ) کو یائے متکلم کی طرف اضافت کے وقت لام کلمہ واپس لائے بغیر حَمِيْ اور هَنِيْ کہہ سکتی ہے۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے حَمِيْ اور هَنِيْ کو اَخِيْ اور اَبِيْ سے الگ بیان کیا ہے ان کے ساتھ ذکر کیوں نہیں کیا یعنی اختصاراً یوں کہہ دیا جاتا کہ ان تمام کو یائے متکلم کی طرف مضاف ہونے کے وقت ان کا آخری حرف محذوف واپس نہیں لایا جائے گا؟

﴿جواب﴾: حَمِيْ اور هَنِيْ میں جمہور کے ساتھ مبرد کا اختلاف مشہور نہیں جبکہ اَبِيْ اور اَخِيْ میں جمہور کے ساتھ مبرد کا

اختلاف مشہور ہے پس اسی وجہ سے الگ الگ ذکر کیا ہے۔
وَيُقَالُ فِيَّ فِيْ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ جب فَمٌ کو یائے متکلم کی طرف مضاف کیا جائے تو اکثر استعمال میں واؤ محذوف جو کہ عین کلمہ ہے (کیونکہ فَمٌ اصل میں فَوْهٌ تھا) اسے واپس لوٹا کر یاء سے تبدیل کر کے یاء کا یاء میں ادغام کر دیتے ہیں اور پھر یاء کی مناسبت سے فاء کلمہ کو کسرہ دیکر فِي پڑھتے ہیں، لیکن بعض نحوی واؤ کو میم سے بدل دیتے ہیں کہ دونوں قریب المخرج ہیں اور فَمِيْ پڑھتے ہیں۔
وَاِذَاقُطِعَتْ قِيْلَ اَخٌ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے اسمائے ستہ میں سے ذُوْ کے علاوہ بقیہ پانچ اسماء جب مَقْطُوْع عَنِ الْاِضَافَة ہوں تو انہیں اَخٌ، اَبٌ، حَمٌ، هَنٌ اور فَمٌ کہا جائے گا یعنی ان پر اعراب بالحرکت جاری ہوگا۔
وَفَتْحُ الْفَاءِ اَفْصَحُ مِنْهُمَا سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ بیان کرنا ہے کہ فَمٌ کی فاء پر تینوں اعراب (ضمہ، فتحہ، کسرہ) درست ہیں لیکن فتحہ ! ضمہ اور کسرہ کی بنسبت زیادہ فصیح ہے۔
وَجَاءَ حَمٌ مِثْلُ يَدٍالخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ حَمٌ میں لغتِ مذکورہ کے علاوہ چار لغتیں اور بھی ہیں۔

1: اسے مطلقاً يَدٌ کی طرح پڑھا جائے یعنی حالتِ اضافت وعدم اضافت دونوں میں محذوف واپس نہ آئے۔

2: اسے مطلقاً خَبْءٌ کی طرح پڑھا جائے یعنی حالتِ اضافت وعدم اضافت دونوں میں لام کلمہ جو کہ واؤ اسے واپس لوٹا کر ہمزہ سے تبدیل کر دیا جائے۔ جیسے: حَمْؤٌ۔

3: اسے مطلقاً دَلْوٌ کی طرح پڑھا جائے یعنی دونوں حالتوں میں واؤ کے ساتھ پڑھا جائے۔ جیسے: حَمْوٌ۔

4: اسے مطلقاً عَصًا کی طرح پڑھا جائے یعنی دونوں حالتوں میں واؤ محذوفہ کو واپس لوٹا کر الف مقصورہ سے تبدیل کر دیا جائے۔

وَجَاءَ هَنٌ مِثْلُ يَدٍالخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ هَنٌ میں لغتِ مذکورہ کے علاوہ ایک اور لغت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اسے حالتِ اضافت وغیر اضافت میں يَدٌ کی طرح پڑھا جائے یعنی جیسے يَدٌ میں محذوف حرف واپس نہیں آتا اسی طرح هَنٌ میں بھی نہیں آئیگا اور اس پر تینوں حرکتیں جاری ہونگی۔
وَذُوْلَايُضَافُ اِلٰى الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسمائے ستہ مکبرہ میں سے ذُوْ کے متعلق دو ضابطے بیان کرنا ہیں۔

1: ذُوْ ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا کیونکہ اس کی وضع ہی اس لئے ہوئی کہ یہ اسم جنس کی طرف مضاف ہو کر اس کو ماقبل کی صفت بنائے اور ضمیر اسم جنس نہیں ہوتی پس اگر یہ ضمیر کی طرف مضاف ہو جائے تو اس کی وضع کے خلاف ہوگا۔

2: ذُوْ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے۔

تَمَّتْ مَجْرُوْرَاتٌ بِحَمْدِاللهِ

توابع کا بیان

﴿عبارت﴾:

اَلتَّوَابِعُ كُلُّ ثَانٍ بِاِعْرَابِ سَابِقِهٖ مِنْ جِهَةٍ وَاحِدَةٍ اَلنَّعْتُ تَابِعٌ يَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ مَتْبُوْعِهٖ مُطْلَقًا وَفَائِدَتُهٗ تَخْصِيْصٌ اَوْتَوْضِيْحٌ وَقَدْ يَكُوْنُ لِمُجَرَّدِ الثَّنَاءِ اَوِالذَّمِّ اَوِالتَّوْكِيْدِ نَحْوُنَفْخَةٍ وَّاحِدَةٍ وَلَا فَصْلَ بَيْنَ اَنْ يَكُوْنَ مُشْتَقًّااَوْ غَيْرَهٗ اِذَاكَانَ وَضْعُهٗ لِغَرْضِ الْمَعْنٰى عُمُوْمًا نَحْوُتَمِيْمِيٌّ وَذِيْ مَالٍ اَوْخُصُوْصًامِثْلُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَيِّ رَجُلٍ وَ مَرَرْتُ بِهٰذَاالرَّجُلِ وَبِزَيْدٍ هٰذَا وَتُوْصَفُ النَّكِرَةُ بِالْجُمْلَةِ الْخَبْرِيَّةِ وَيَلْزَمُ الضَّمِيْرُ

﴿ترجمہ﴾: تابع ہر وہ دوسرا لفظ ہے جو اپنے سے پہلے لفظ کے ساتھ اعراب میں موافق ہو ایک ہی جہت سے صفت وہ تابع ہے جو اپنے متبوع میں پائے جانے والے معنیٰ پر مطلقاً دلالت کرے اس کا معنیٰ تخصیص یا توضیح ہے اور کبھی صفت تعریف، یا مذمت یا تاکید کے لئے بھی ہوتی ہے اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ صفت مشتق ہو یا غیر مشتق ہو جب اس کی وضع تمام استعمالات میں معنیٰ کی غرض کے لئے ہو جیسے تمیمی اور ذومال یا بعض استعمالات میں جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَيِّ رَجُلٍ اور مَرَرْتُ بِهٰذَاالرَّجُلِ اور بِزَيْدٍ هٰذَااور نکرہ کی صفت جملہ خبریہ بھی لائی جاتی اس وقت جملہ میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے۔

﴿تشریح﴾:

اَلتَّوَابِعُ كُلُّ ثَانٍ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ تابع کی تعریف کرنی ہے کہ تابع وہ دوسرا لفظ ہے جو اعراب میں ایک ہی جہت سے پہلے لفظ کے مطابق ہوتا ہے، یعنی اگر پہلا لفظ فاعلیت کی بناء پر مرفوع ہو تو دوسرا لفظ بھی فاعلیت کی بناء پر مرفوع ہوگا۔

تابع کی پانچ قسمیں ہیں۔(۱) صفت۔(۲) تاکید۔(۳) بدل۔(۴) عطف بحرف۔(۵) عطف بیان۔

اَلنَّعْتُ تَابِعٌ الخ: سے صفت کی تعریف کر رہے ہیں کہ صفت وہ تابع ہے جو اپنے متبوع میں موجود معنیٰ پر بغیر کسی قید کے دلالت کرے، اس تعریف سے ان نحویوں کا رد کر دیا جو کہتے ہیں کہ صفت وہ تابع ہے جو متبوع کی اچھی یا بری حالت کو ظاہر

کرے۔

وَفَائِدَتُهُ تَخْصِيْصٌ الخ: سے صفت کے فوائد بیان کر رہے ہیں کہ صفت کثیر فوائد پر مشتمل ہوتی ہے۔ کبھی تخصیص کا فائدہ دیتی ہے جب نکرہ کی صفت ہو، کبھی توضیح کا فائدہ دیتی ہے جب معرفہ کی صفت ہو، کبھی مدح وثناء کے لیئے آتی ہے۔ اور کبھی مذمت کے لئے آتی ہے، اور کبھی تاکید کے لئے لائی جاتی ہے۔

وَلَا فَصْلَ بَيْنَ الخ: سے ان نحویوں کا رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ صفت کے لئے مشتق ہونا ضروری ہے، مصنف فرماتے ہیں صفت مشتق بھی ہوسکتی ہے اور غیر مشتق بھی ہوسکتی ہے بشرطیکہ غیر مشتق کی وضع اس معنیٰ پر دلالت کرنے کے لئے ہو جو اس کے متبوع میں پایا جاتا ہے خواہ بطریق عموم ہو یا بطریق خصوص ہو۔

بطریق عموم کا مطلب یہ ہے کہ جمیع استعمالات میں ہو جیسے تمیمی اور ذو مال، تمیمی یہ اس شخص پر دلالت کرتا ہے جو بنو تمیم سے ہو اور لفظِ ذو مال ہر مال والے پر دلالت کرتا ہے، اور بطریق خصوص کا مطلب یہ ہے کہ بعض استعمالات میں ہو کہ بعض جگہوں میں وہ لفظ ایسے معنیٰ پر دلالت کرے جو متبوع میں پائے جائیں اور بعض جگہوں میں وہ ایسے معنیٰ پر دلالت نہ کرے، تو جہاں وہ !معنیٰ حاصل فی المتبوع پر دلالت کریگا وہاں اس کا صفت ہونا درست ہوگا اور جہاں نہ کرے وہاں اس کا صفت ہونا درست نہیں ہوگا جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَيِّ رَجُلٍ اس میں اَيِّ رَجُلٍ کا معنیٰ کمال فی الرجولیت ہے اور یہ معنیٰ اس کے متبوع میں پایا جاتا ہے لہٰذا اس کا صفت بننا درست ہے اور اَيُّ رَجُلٍ عِنْدَ كَ میں اَيُّ رَجُلٍ ایسے معنیٰ پر دلالت نہیں کرتا جو اس کے متبوع میں پایا جائے کیونکہ اس سے پہلے ایسی کوئی چیز ہی نہیں جو موصوف بننے کی صلاحیت رکھے لہٰذا اس کا صفت بننا درست نہیں ہوگا، اور مَرَرْتُ بِزَيْدٍ هٰذَا میں چونکہ هٰذَا اس معنیٰ پر دلالت کرتا ہے جو زَيْد میں پائے جاتے ہیں لہٰذا اس کو زَيْد کی صفت بنانا درست ہے۔

وَتُوْصَفُ النَّكِرَةُ الخ: سے غرض مصنف ایک فائدہ کا بیان کرنا ہے کہ کبھی کبھی نکرہ کی صفت جملہ خبریہ بھی آتی ہے لیکن ایسی صورت میں جملہ خبریہ کے اندر ایک ایسی ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو نکرہ کی طرف لوٹے، تا کہ موصوف وصفت میں ربط قائم ہو جائے۔

﴿عبارت﴾:

وَتُوْصَفُ بِحَالِ الْمَوْصُوْفِ وَبِحَالِ مُتَعَلِّقِهٖ نَحْوُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حَسَنٍ غُلَامُهٗ فَالْاَوَّلُ يَتْبَعُهٗ فِي الْاِعْرَابِ وَالتَّعْرِيْفِ وَالتَّنْكِيْرِ وَالْاِفْرَادِ وَالتَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ وَالتَّذْكِيْرِ وَالتَّاْنِيْثِ وَالثَّانِيْ يَتْبَعُهٗ فِي الْخَمْسَةِ الْاُوَلِ وَفِي الْبَوَاقِيْ كَالْفِعْلِ وَمِنْ ثَمَّ حَسُنَ قَامَ رَجُلٌ قَاعِدٌ غِلْمَانُهٗ وَضَعُفَ قَاعِدُوْنَ غِلْمَانُهٗ وَيَجُوْزُ قُعُوْدٌ غِلْمَانُهٗ

وَالْمُضْمَرُ لَایُوْصَفُ وَلَایُوْصَفُ بِهٖ وَالْمَوْصُوْفُ اَخَصُّ اَوْمُسَاوٍوَمِنْ ثَمَّ لَمْ یُوْصَفْ ذُو اللَّامِ اِلَّا بِمِثْلِهٖ اَوْبِالْمُضَافِ اِلٰی مِثْلِهٖ وَاِنَّمَاالْتُزِمَ وَصْفُ بَابِ هٰذَا بِذِی اللَّامِ لِلْاِبْهَامِ وَمِنْ ثَمَّ ضَعُفَ مَرَرْتُ بِهٰذَاالْاَبْیَضِ وَحَسُنَ بِهٰذَاالْعَالِمِ

﴿ترجمہ﴾ اور موصوف کی حالت بیان کی جاتی ہے اور موصوف کے متعلق کی حالت بیان کی جاتی ہے۔ جیسے: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حَسَنٍ غُلَامُهٗ پس پہلی قسم موصوف کے تابع ہوتی ہے اعراب، تعریف وتنکیر، افراد وتثنیہ وجمع اور تذکیر وتانیث میں اور دوسری قسم تابع ہوتی ہے پہلی پانچ چیزوں میں، اور باقی میں فعل کی طرح ہے اسی وجہ سے قَامَ رَجُلٌ قَاعِدٌ غِلْمَانُهٗ کی مثال حسن ہے اور قَاعِدُوْنَ غِلْمَانُهٗ ضعیف ہے اور قُعُوْدٌ غِلْمَانُهٗ کی مثال جائز ہے اور ضمیر نہ تو موصوف ہوتی اور نہ ہی اس کے ساتھ صفت لائی جاسکتی ہے اور موصوف اخص ہوگا یا مساوی ہوگا اور اسی وجہ سے معرف باللام کی صفت نہیں لائی جائیگی مگر اس کی مثل کے ساتھ یا اس کی مثل کی طرف مضاف کے ساتھ اور بَابِ هٰذَا کے وصف کا ذی اللام کے ساتھ التزام کیا گیا ہے اور اسی وجہ سے مَرَرْتُ بِهٰذَا الْاَبْیَضِ ضعیف ہے اور مَرَرْتُ بِهٰذَاالْعَالِمِ حَسَن ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَتُوْصَفُ بِحَالِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ صفت کی تقسیم کرنی ہے کہ صفت کی دو قسمیں ہیں۔

1: وہ صفت جو متبوع میں پائے جانے والے معنیٰ پر دلالت کرے اسے صفت بحالہٖ کہتے ہیں جیسے جَاءَنِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ۔

2: وہ صفت جو متبوع کے متعلق میں پائے جانے والے معنیٰ پر دلالت کرے اسے صفت بحال متعلقہٖ کہتے ہیں جیسے جَاءَنِیْ رَجُلٌ اَبُوْهُ عَالِمٌ، پہلی قسم! دس چیزوں میں متبوع کے موافق ہوتی ہے، وہ دس چیزیں یہ ہیں۔

(۱) رفع۔ (۲) نصب۔ (۳) جر۔ (۴) تعریف۔ (۵) تنکیر۔ (۶) تذکیر۔ (۷) تانیث۔ (۸) افراد۔ (۹) تثنیہ۔ (۱۰)

ان میں سے بیک وقت چار چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے، اعراب میں سے ایک کا، افراد، تثنیہ وجمع میں سے ایک کا، تعریف وتنکیر میں سے ایک کا، اور تذکیر وتانیث میں سے ایک کا۔

اور دوسری قسم! پانچ چیزوں میں متبوع کے موافق ہوتی ہے۔

(۱) رفع۔ (۲) نصب۔ (۳) جر۔ (۴) تعریف۔ (۵) تنکیر۔

ان میں سے بیک وقت دو کا پایا جانا ضروری ہے یعنی اعراب میں سے ایک کا، اور تعریف وتنکیر میں سے ایک کا۔

وَفِی الْبَوَاقِیْ كَالْفِعْلِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا کہ صفت کی دوسری قسم پانچ چیزوں

(رفع،نصب جر،تعریف،تنکیر) میں متبوع کے مطابق ہوگی بقیہ پانچ چیزوں (افراد،تثنیہ،جمع،تذکیر،تانیث) میں صفت! فعل کے مطابق ہوگی۔

☆ یعنی جسطرح فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل کو ہر حال میں مفرد لانا ضروری ہوتا ہے خواہ فاعل تثنیہ ہو یا جمع ہو، اسی طرح صفت کا فاعل اسم ظاہر ہونے کی صورت میں ہر حال میں صفت مفرد ہی لائی جائیگی خواہ اس کا فاعل تثنیہ ہو یا جمع ہو۔

☆ جس طرح فاعل کے مذکر ہونے کی صورت میں فعل کو مذکر اور فاعل کے مؤنث ہونے کی صورت میں فعل کو مؤنث لایا جاتا ہے اسی طرح فاعل کے مذکر ہونے کی صورت میں صفت کو مذکر اور فاعل کے مؤنث ہونے کی صورت میں صفت کو مؤنث لایا جائے گا۔

☆ پس قَامَ رَجُلٌ قَاعِدٌ غِلْمَانُهٗ کہنا درست ہے کیونکہ غِلْمَان! فاعل اسم ظاہر ہے اس کے جمع ہونے کے باوجود اس کی صفت قَاعِد مفرد ہے لیکن قَامَ رَجُلٌ قَاعِدُوْنَ غِلْمَانُهٗ کہنا ضعیف ہے کیونکہ صفت کا فاعل اسم ظاہر ہے لہٰذا اس صفت کو مفرد لایا جانا چاہیئے تھا لیکن یہ یہاں صفت جمع ہے۔

☆ اور قَامَ رَجُلٌ قُعُوْدٌ غِلْمَانُهٗ کہنا جائز ہے کیونکہ قُعُوْدٌ جمع مکسر ہے اور جمع مکسر واحد کے حکم میں ہوتی ہے لہٰذا یہ صفت حکماً واحد ہی ہوئی۔

وَالْمُضْمَرُ لَایُوْصَفُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ دو قاعدے بیان کرنے ہیں۔

1: ضمیر موصوف نہیں بن سکتی، کیونکہ ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب اعرف المعارف اور اوضح ہونے کی وجہ سے کسی بھی وضاحت کی محتاج نہیں اور ضمیر غائب کو ان دونوں پر محمول کرلیا گیا ہے۔

2: ضمیر کسی کی صفت بھی نہیں بن سکتی، کیونکہ صفت کی وضع اس معنیٰ پر دلالت کرنے کے لئے ہوتی ہے جو ذاتِ موصوف کے ساتھ قائم ہو اور ضمیر فقط ذات پر دلالت کرتی ہے کسی معنیٰ وصفی پر دلالت نہیں کرتی جو ذاتِ موصوف کے ساتھ قائم ہو۔

وَالْمَوْصُوْفُ اَخَصُّ اَوْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک قاعدہ کا بیان کرنا ہے کہ موصوف کا صفت سے اخص یا اس کے مساوی ہونا ضروری ہے پس اسی وجہ سے معرف باللام کی صفت معرف باللام ہو سکتی ہے یا وہ چیز ہو سکتی ہے جو درجہ میں معرف باللام کے مساوی ہو جیسے اسمائے موصولات، یا وہ اسم جو معرف باللام کی طرف مضاف ہو۔

وَاِنَّمَا الْتُزِمَ وَصْفُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: جس طرح معرف باللام کی صفت! معرف باللام یا مضاف الی المعرف باللام دونوں طرح ہو سکتی ہے اسی طرح چاہیئے تھا کہ اسم اشارہ کی صفت! بھی معرف باللام یا معرف باللام کی طرف مضاف ہو جاتی، کیونکہ معرف باللام اور مضاف الی المعرف باللام درجے میں مساوی ہیں، لیکن اسم اشارہ کی صفت معرف باللام تو ہو سکتی ہے مضاف الی المعرف باللام نہیں ہو سکتی

ایسا کیوں؟

﴿جواب﴾: اسم اشارہ میں ابہام ہوتا ہے اور مضاف الیٰ المعرف باللام میں بھی ابہام ہوتا ہے، مضاف الیٰ المعرف باللام اپنا ابہام تو اضافت کی وجہ سے زائل کر لیتا ہے لیکن اسم اشارہ کے ابہام کو کیسے دور کر سکتا ہے۔

وَمِنْ ثَمَّ ضَعُفَ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ماقبل پر تفریع بیان کرنی ہے چونکہ اسم اشارہ کے لئے معرف باللام صفت کا جواز اس لئے ہوا تھا کہ وہ اسم اشارہ کے ابہام کو زائل کر سکتی ہے لیکن اگر معرف باللام صفت اسم اشارہ کا ابہام نہ زائل کر سکے تو پھر اسم اشارہ کے لیئے معرف باللام صفت کا بیان درست نہیں ہوگا۔ جیسے: مَرَرْتُ بِهٰذَا الْاَبْيَضِ کہنا درست نہیں کیونکہ اس میں ابہام ہے کہ سفید چیز کیا ہے، آدمی ہے، جن ہے، برف ہے؟ لیکن مَرَرْتُ بِهٰذَا الْعَالِمِ کہنا درست ہے کیونکہ یہاں معرف باللام صفت نے اسم اشارہ کے ابہام کو زائل کر دیا ہے۔

﴿عبارت﴾:

اَلْعَطْفُ تَابِعٌ مَقْصُوْدٌ بِالنِّسْبَةِ مَعَ مَتْبُوْعِهٖ وَيَتَوَسَّطُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مَتْبُوْعِهٖ اَحَدُ الْحُرُوْفِ الْعَشَرَةِ وَسَيَاْتِيْ مِثْلُ قَامَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ اُكِّدَ بِمُنْفَصِلٍ مِثْلُ ضَرَبْتُ اَنَا وَزَيْدٌ اِلَّا اَنْ يَقَعَ فَصْلٌ فَيَجُوْزُ تَرْكُهٗ مِثْلُ ضَرَبْتُ الْيَوْمَ وَزَيْدٌ وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَجْرُوْرِ اُعِيْدَ الْخَافِضُ نَحْوُ مَرَرْتُ بِكَ وَبِزَيْدٍ وَالْمَعْطُوْفُ فِيْ حُكْمِ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يَجُزْ فِيْ مَا زَيْدٌ قَائِمٌ اَوْ قَائِمًا وَلَا ذَاهِبٌ عَمْرٌو اِلَّا الرَّفْعُ وَاِنَّمَا جَازَ اَلَّذِيْ يَطِيْرُ فَيَغْضِبُ زَيْدُنِ الذُّبَابُ لِاَنَّهَا فَاءُ السَّبَبِيَّةِ وَاِذَا عُطِفَ عَلٰى عَامِلَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ لَمْ يَجُزْ خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ اِلَّا فِيْ نَحْوُ فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَالْحُجْرَةِ عَمْرٌو خِلَافًا لِسِيْبَوَيْهِ

﴿ترجمہ﴾: عطف بحرف وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے ساتھ مقصود بالنسبۃ ہو اور اس تابع اور متبوع کے درمیان دس حروف عاطفہ میں سے کوئی حرف ہو، جس کا عنقریب ذکر آئیگا جیسے قَامَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو اور جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف کیا جائے تو اس کی تاکید ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ لائی جائیگی جیسے ضَرَبْتُ اَنَا وَزَيْدٌ مگر یہ کہ درمیان میں کوئی فاصلہ ہو تو تاکید چھوڑنا جائز ہے، جیسے ضَرَبْتُ الْيَوْمَ وَزَيْدٌ اور جب ضمیر مجرور پر عطف کیا جائے تو حرف جار کو دوبارہ لایا جائے جیسے مَرَرْتُ بِكَ وَبِزَيْدٍ اور معطوف! معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے اسی وجہ سے جائز نہیں مَا زَيْدٌ بِقَائِمٍ اَوْ قَائِمًا وَلَا ذَاهِبٌ عَمْرٌو میں مگر رفع ہی، اور اَلَّذِيْ يَطِيْرُ فَيَغْضِبُ زَيْدُنِ الذُّبَابُ جائز ہے کیونکہ

فاسیت کے لئے ہے اور جب عطف کیا جائے دو مختلف عاملوں پر تو جائز نہیں امام فرا کا اختلاف ہے مگر فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَالْحُجْرَةِ عَمْرٌو کی مثل میں امام سیبویہ کا اختلاف ہے۔

﴿تشریح﴾:

اَلْعَطْفُ تَابِعٌ مَقْصُوْدٌ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ عطف بحرف کی تعریف کرنی ہے کہ عطف بحرف وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے ساتھ مقصود بالنسبۃ ہو یعنی جو نسبت متبوع کی طرف ہو وہی نسبت تابع کی طرف ہو اور تابع و متبوع کے درمیان حروف عاطفہ میں سے کوئی ایک حرف ہو جیسے جَاءَنِيْ زَيْدٌ وَعَمْرٌو

وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے کہ جب ضمیر مرفوع متصل پر کسی لفظ کا عطف ڈالا جائے تو ابتداء ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ اس کی تاکید لائی جائیگی پھر عطف کیا جائے گا جیسے ضَرَبْتُ اَنَا وَزَيْدٌ

لیکن جب ضمیر مرفوع متصل اور معطوف کے درمیان فصل آجائے تو پھر ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ تاکید لانا ضروری نہیں کیونکہ فصل تاکید کے قائم مقام ہو جائے گا، ضَرَبْتُ الْيَوْمَ وَزَيْدٌ۔

وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے کہ جب ضمیر مجرور پر کسی لفظ کا عطف کیا جائے تو معطوف مجرور پر حرفِ جار کا اعادہ ضروری ہے۔ جیسے مَرَرْتُ بِكَ وَبِزَيْدٍ

وَالْمَعْطُوْفُ فِيْ حُكْمِ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک فائدہ بیان کرنا ہے کہ معطوف! معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی وہ امور جو معطوف علیہ کے لئے جائز ہیں وہ معطوف کے لئے بھی جائز ہونگے اور جو امور معطوف علیہ کے لئے ممتنع ہوں وہ معطوف کے لئے بھی ممتنع ہونگے پس اسی وجہ سے مَا زَيْدٌ بِقَائِمٍ اَوْ قَائِمًا وَلَا ذَاهِبٌ عَمْرٌو میں ذَاهِبٌ کا جر اور نصب دونوں ناجائز ہیں صرف رفع درست ہے کیونکہ اگر اس کو مجرور یا منصوب پڑھیں تو اس کا عطف بِقَائِمٍ یا قَائِمًا پر ہوگا اور یہ جائز نہیں کیونکہ قَائِمًا میں هُوَ ضمیر ہے جو زَيْدٌ کی طرف راجع ہے لیکن ذَاهِبٌ میں ضمیر نہیں ہے کیونکہ اس کا فاعل عَمْرٌو بظاہر موجود ہے حالانکہ اگر معطوف علیہ میں ضمیر ہو تو معطوف میں بھی ضمیر ہونا ضروری ہے پس اسی لئے ذَاهِبٌ کو مجرور یا منصوب پڑھنا درست نہیں صرف رفع ہی درست ہے۔

وَاِنَّمَا جَازَ الَّذِيْ يَطِيْرُ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾ : آپ کا بیان کردہ ضابطہ کہ معطوف! معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے درست نہیں کیونکہ یہ اَلَّذِيْ يَطِيْرُ فَيَغْضِبُ زَيْدُ ن الذُّبَابُ پر منطبق نہیں ہو رہا اس لئے کہ يَطِيْرُ میں ضمیر ہے جو موصول کی طرف راجع ہے اور يَغْضِبُ

اَیَطِیْرُ پر معطوف ہے لیکن یہ ضمیر سے خالی ہے کیونکہ اس کا فاعل اسم ظاہر زَیْدٌ ہے۔

﴿جواب﴾: فَیَغْضِبُ پر فاء عاطفہ نہیں بلکہ سببیہ ہے لہٰذا یہ اعتراض وارد ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ ہماری بحث عطف میں ہے نہ کہ سبب میں۔

وَاِذَا عُطِفَ عَلٰی عَامِلَیْنِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے کہ دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف ایک حرف عطف کے ذریعہ ناجائز ہے اس قاعدے سے فِی الدَّارِ زَیْدٌ وَالْحُجْرَةِ عَمْرٌو جیسی مثال کو استثناء حاصل ہے اور اس مثال سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں معطوف علیہ مجرور ہو اور اس کا مابعد مرفوع ہو یا منصوب ہو جیسا کہ مثال مذکور میں الدَّارِ مجرور ہے اور اس کے بعد زَیْدٌ مبتدائے مؤخر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور معطوف کی جانب میں اَلْحُجْرَةِ مجرور ہے جس کا عطف الدَّارِ پر ہے اور عَمْرٌو مرفوع ہے جس کا عطف زَیْدٌ پر ہے اس مثال میں معطوف علیہ اور معطوف مجرور ہے اور مقدم ہے۔ اور اِنَّ فِی الدَّارِ زَیْدًا وَالْحُجْرَةِ عَمْرًوا میں معطوف علیہ اور معطوف مجرور ہے اور مقدم ہے اور دونوں کے بعد والا اسم منصوب ہے۔

خِلَافًا لِسِیْبَوَیْهِ مذکورہ قاعدے کے متعلق امام سیبویہ کا نظریہ بیان کرنا ہے کہ امام سیبویہ قاعدہ مذکورہ کو ناجائز قرار دیتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ اس سے کوئی بھی ترکیب مستثنیٰ نہیں حتیٰ کہ اس قاعدے سے فِی الدَّارِ زَیْدٌ وَالْحُجْرَةِ عَمْرٌو جیسی مثال کو بھی استثناء حاصل نہیں ہے۔

﴿عبارت﴾:

اَلتَّاکِیْدُ تَابِعٌ یُقَرِّرُ اَمْرَ الْمَتْبُوْعِ فِی النِّسْبَةِ اَوِ الشُّمُوْلِ وَهُوَ لَفْظِیٌّ وَمَعْنَوِیٌّ فَاللَّفْظِیُّ تَکْرِیْرُ اللَّفْظِ الْاَوَّلِ نَحْوُ جَاءَنِیْ زَیْدٌ زَیْدٌ وَیَجْرِیْ فِی الْاَلْفَاظِ کُلِّهَا وَالْمَعْنَوِیُّ بِاَلْفَاظٍ مَّحْصُوْرَةٍ وَهِیَ نَفْسُهٗ وَعَیْنُهٗ وَکِلَاهُمَا وَکُلُّهٗ وَاَجْمَعُ وَاَکْتَعُ وَاَبْتَعُ وَاَبْصَعُ فَالْاَوَّلَانِ یَعُمَّانِ بِاخْتِلَافِ صِیْغَتِهِمَا وَضَمِیْرِهِمَا تَقُوْلُ نَفْسُهٗ وَنَفْسُهَا وَاَنْفُسُهُمَا وَاَنْفُسُهُمْ وَاَنْفُسُهُنَّ وَالثَّانِیْ لِلْمُثَنّٰی تَقُوْلُ کِلَاهُمَا وَکِلْتَاهُمَا وَالْبَاقِیْ لِغَیْرِ الْمُثَنّٰی بِاخْتِلَافِ الضَّمِیْرِ فِیْ کُلِّهٖ وَکُلِّهَا وَکُلِّهِمْ وَکُلِّهِنَّ وَالصِّیَغِ فِی الْبَاقِیْ تَقُوْلُ اَجْمَعُ وَجَمْعَاءُ وَاَجْمَعُوْنَ وَجُمَعُ وَلَا یُؤَکَّدُ بِکُلٍّ وَاَجْمَعَ اِلَّا ذُوْ اَجْزَاءٍ یَصِحُّ افْتِرَاقُهَا حِسًّا اَوْ حُکْمًا مِثْلُ اَکْرَمْتُ الْقَوْمَ کُلَّهُمْ وَاشْتَرَیْتُ الْعَبْدَ کُلَّهٗ بِخِلَافِ جَاءَ زَیْدٌ کُلُّهٗ وَاِذَا اُکِّدَ الضَّمِیْرُ الْمَرْفُوْعُ الْمُتَّصِلُ بِالنَّفْسِ وَالْعَیْنِ اُکِّدَ بِمُنْفَصِلٍ مِثْلُ ضَرَبْتَ اَنْتَ نَفْسَکَ وَاَکْتَعَ وَاَخَوَاهُ اَتْبَاعٌ لِاَجْمَعَ فَلَا تَتَقَدَّمُ عَلَیْهِ وَذِکْرُهَا دُوْنَهٗ ضَعِیْفٌ

﴿ترجمہ﴾: تاکید وہ تابع ہے جو متبوع کے حال کو نسبت میں یا شمولیت میں پختہ کرے، تاکید لفظی بھی ہوتی ہے اور معنوی بھی، تاکید لفظی پہلے لفظ کا تکرار ہے۔ جیسے: جَاءَنِیْ زَیْدٌ زَیْدٌ اور یہ تمام الفاظ میں جاری ہوتی ہے اور تاکید معنوی الفاظ معدودہ کے ساتھ مخصوص ہے وہ یہ ہیں نَفْسٌ، عَیْنٌ، کِلَاهُمَا، کُلُّهٗ اَجْمَعُ، اَکْتَعُ، اَبْصَعُ، پس پہلے دو عام ہیں ان کے صیغوں اور ضمیروں کے بدلنے کے ساتھ تو کہے نَفْسُهٗ، نَفْسُهَا، اَنْفُسُهُمَا، اَنْفُسُهُمْ، اَنْفُسُهُنَّ اور دوسری قسم تثنیہ کے لئے ہے تو کہے گا کِلَاهُمَا، کِلْتَاهُمَا اور باقی غیر تثنیہ کے لئے ہیں ضمیر کے بدلنے کے ساتھ کُلُّهٗ، کُلُّهَا، کُلُّهُمْ، کُلُّهُنَّ میں اور باقیوں میں صرف صیغوں کے بدلنے کے ساتھ تو کہے اَجْمَعُ، جُمَعَاءُ، اَجْمَعُوْنَ، جُمَعُ، کُلٌّ اور اَجْمَعُ کے ساتھ تاکید نہیں لائی جاتی مگر ایسے ذو اجزا کی جنکا جدا ہونا حساً یا حکماً صحیح ہو جیسے اَکْرَمْتُ الْقَوْمَ کُلَّهُمْ، اِشْتَرَیْتُ الْعَبْدَ کُلَّهٗ بخلاف جَاءَ زَیْدٌ کُلُّهٗ، جب ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لائی جائے نَفْسٌ اور عَیْنٌ کے ساتھ تو اس کی تاکید منفصل کے ساتھ کی جائیگی جیسے ضَرَبْتَ اَنْتَ نَفْسُكَ اور اَکْتَعُ اور دو اس کے ہم مثل اَجْمَعُ کے تابع ہیں پس یہ اَجْمَعُ پر مقدم نہیں ہو سکتے اور اَجْمَعُ کے بغیر ان کا ذکر کرنا ضعیف ہے۔

﴿تشریح﴾:

اَلتَّاکِیْدُ تَابِعٌ یُقَرِّرُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ تاکید کی تعریف وتقسیم کرنی ہے کہ تاکید وہ تابع ہے جو متبوع کے حال کو نسبت میں یا شمولیت میں پختہ کرے تاکہ سننے والے کو کوئی شک نہ رہے، تاکید کی دو قسمیں ہیں۔

1: تاکید لفظی: وہ تاکید ہے جس میں لفظِ اول کو مکرر لایا گیا ہو۔ جیسے جَاءَنِیْ زَیْدٌ زَیْدٌ۔

2: تاکید معنوی: وہ تاکید ہے جو چند مخصوص گنے چنے الفاظ سے ہو۔ جیسے: جَاءَنِیْ زَیْدٌ نَفْسُهٗ۔

وَیَجْرِیْ فِی الْاَلْفَاظِ الخ: سے تاکید لفظی اور تاکید معنوی کا حکم بیان کر رہے ہیں کہ تاکید لفظی تمام الفاظ میں جاری ہوتی ہے خواہ وہ اسم ہو یا نہ ہو، مفرد ہو یا نہ ہو جبکہ تاکید معنوی صرف اسماء میں جاری ہوتی ہے۔

۞ تاکید معنوی کے لئے آٹھ الفاظ ہیں۔ نَفْسٌ، عَیْنٌ، کِلَا، کُلٌّ، اَجْمَعُ، اَکْتَعُ، اَبْتَعُ، اَبْصَعُ۔

ان میں سے پہلے دو (نَفْسٌ، عَیْنٌ) یہ عام ہیں مفرد، تثنیہ، جمع مذکر، جمع مؤنث ہر ایک کے لئے استعمال ہو جاتے ہیں، بس متبوع کے اعتبار سے ان کے صیغے اور ضمیریں بدلتی رہینگی یعنی اگر متبوع مفرد ہے تو ضمیر بھی مفرد لائی جائیگی، اور اگر متبوع تثنیہ ہے تو ضمیر بھی تثنیہ کی ہوگی، عَلٰی هٰذَا لْقِیَاسِ جیسے جَاءَنِیْ زَیْدٌ نَفْسُهٗ وَعَیْنُهٗ۔ جَاءَنِیْ زَیْدَانِ اَنْفُسُهُمَا وَاَعْیُنُهُمَا۔

کِلَاهُمَا، کِلْتَاهُمَا: یہ دونوں تثنیہ کے لئے ہیں کِلَاهُمَا تثنیہ مذکر کے لئے ہے اور کِلْتَاهُمَا تثنیہ مؤنث کے لئے ہے۔

❁ تاکید معنوی کے بقیہ تمام الفاظ تثنیہ کے علاوہ واحد اور جمع کے لئے استعمال ہوتے ہیں، لیکن لفظ کل میں متبوع کے اعتبار سے ضمیر بدلتی رہتی ہیں۔ جیسے اِشْتَرَیْتُ الْعَبْدَ کُلَّهٗ، اِشْتَرَیْتُ الْجَارِیَةَ کُلَّهَا، جَاءَ الْقَوْمُ کُلُّهُمْ، جَاءَتْنِی النِّسَاءُ کُلُّهُنَّ ۔

❁ اَجْمَعُ، اَکْتَعُ وغیرہ میں صیغے تبدیل ہوتے رہینگے۔

جیسے اِشْتَرَیْتُ الْعَبْدَ اَجْمَعَ اَکْتَعَ اَبْتَعَ اَبْصَعَ ۔ اِشْتَرَیْتُ الْجَارِیَةَ جُمْعَاءَ کُتْعَاءَ بُتْعَاءَ بُصْعَاءَ ۔
جَاءَ الْقَوْمُ اَجْمَعُوْنَ اَکْتَعُوْنَ اَبْتَعُوْنَ اَبْصَعُوْنَ، جَاءَتِ النِّسْوَةُ جُمَعُ کُتَعُ بُتَعُ بُصَعُ

وَلَایُؤَکَّدُ بِکُلٍّ وَاَجْمَعَ الخ: سے غرض مصنف ایک ضابطہ بیان کرنا ہے کہ کُلٌّ اور اَجْمَعُ اس چیز کی تاکید کے لئے آئیں گے جس کے اجزاء ہوں خواہ حسی ہوں۔ جیسے اَکْرَمْتُ الْقَوْمَ کُلَّهُمْ یا حکمی ہوں جیسے اِشْتَرَیْتُ الْعَبْدَ کُلَّهٗ

وَاِذَااُکِّدَ الضَّمِیْرُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک قاعدہ بیان کرنا ہے۔ کہ جب ضمیر مرفوع متصل کی تاکید نَفْسٌ اور عین کے لائی ہو تو ابتداء ضمیر مرفوع متصل کی تاکید ضمیر مرفوع منفصل لانا ضروری ہوگا جیسے ضَرَبْتَ اَنْتَ نَفْسَكَ

☆ ورنہ بعض مقامات پر تاکید کا فاعل کے ساتھ التباس لازم آیگا جیسے زَیْدٌ اَکْرَمَنِیْ هُوَ نَفْسُهٗ اگر اس مقام پر ضمیر منفصل (هُوَ) کے ساتھ تاکید نہ لائی جائے اور یوں کہا جائے زَیْدٌ اَکْرَمَنِیْ نَفْسُهٗ تو نَفْسُهٗ کے فاعل ہونے کا مغالطہ لگے گا حالانکہ نَفْسُهٗ فاعل نہیں بلکہ فاعل کی تاکید ہے۔

﴿عبارت﴾:

اَلْبَدَلُ تَابِعٌ مَقْصُوْدٌ بِمَا نُسِبَ اِلَى الْمَتْبُوْعِ دُوْنَهٗ وَهُوَ بَدَلُ الْكُلِّ وَالْبَعْضِ وَالْاِشْتِمَالِ وَالْغَلَطِ فَالْاَوَّلُ مَدْلُوْلُهٗ مَدْلُوْلُ الْاَوَّلِ وَالثَّانِیْ جُزْءُهٗ وَالثَّالِثُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْاَوَّلِ مُلَابَسَةٌ بِغَیْرِهِمَا وَالرَّابِعُ اَنْ تَقْصِدَ اِلَیْهِ بَعْدَ اَنْ غَلِطْتَ بِغَیْرِهٖ وَیَكُوْنَانِ مَعْرِفَتَیْنِ وَنَكِرَتَیْنِ وَمُخْتَلِفَتَیْنِ وَاِذَا كَانَ نَكِرَةً مِنْ مَعْرِفَةٍ فَالنَّعْتُ مِثْلُ بِالنَّاصِیَةِ نَاصِیَةٍ كَاذِبَةٍ وَیَكُوْنَانِ ظَاهِرَیْنِ وَمُضْمَرَیْنِ وَمُخْتَلِفَیْنِ وَلَا یُبْدَلُ ظَاهِرٌ مِنْ مُضْمَرٍ بَدَلَ الْكُلِّ اِلَّا مِنَ الْغَائِبِ نَحْوُ ضَرَبْتُهٗ زَیْدًا عَطْفُ الْبَیَانِ تَابِعٌ غَیْرُ صِفَةٍ یُوْضِحُ مَتْبُوْعَهٗ مِثْلُ اَقْسَمَ بِاللّٰهِ اَبُوْحَفْصٍ عُمَرُ وَفَصْلُهٗ مِنَ الْبَدَلِ لَفْظًا فِیْ مِثْلِ اَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبَكْرِیِّ بِشْرٍ

﴿ترجمہ﴾: بدل وہ تابع ہے جو اس نسبت سے مقصود ہو جو اس کے متبوع کی طرف کی گئی ہو لیکن اس کا متبوع مقصود نہ ہو اور بدل الکل، بدل البعض، بدل الاشتمال اور بدل الغلط ہے پس پہلا وہ ہے جس کا مدلول اول (مبدل

منہ) کا مدلول ہو اور دوسرا وہ ہے جو مبدل منہ کا جز ہو اور تیسرا وہ ہے کہ اس کے اور اول (مبدل منہ) کے درمیان کلیت اور جزئیت کے علاوہ ایک تعلق ہو اور چوتھا وہ ہے کہ جس کی طرف تم قصد کرو بعد اس کے کہ تم نے اس کے غیر کے ساتھ غلطی کی ہو یہ دونوں کبھی معرفہ ہوتے ہیں، کبھی نکرہ ہوتے ہیں، اور کبھی مختلف ہوتے ہیں، پس جب بدل نکرہ ہو معرفہ سے تو صفت لانا ضروری ہوگا جیسے بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ اور دونوں اسم ظاہر ہونگے اور ضمیر ہونگے اور مختلف ہونگے، اسم ظاہر سوائے ضمیر غائب کے کسی اور ضمیر (متکلم ومخاطب) سے بدل الکل نہیں بن سکتا جیسے ضَرَبْتُهُ زَيْدًا۔ اور عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت تو نہ ہو لیکن اپنے متبوع کو واضح کردے جیسے اُقْسِمُ بِاللهِ اَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ اور اس کا فرق لفظی طور پر اَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبَكْرِيِّ بِشْرٍ کی مثل میں ہے۔

﴿تشریح﴾:

اَلْبَدَلُ تَابِعٌ مَقْصُوْدٌ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ بدل کی تعریف وتوضیح کرنی ہے، کہ بدل وہ تابع ہے جس کی طرف اس چیز کی نسبت کی گئی ہو جس کی نسبت اس کے متبوع کی طرف کی گئی ہو اور وہ نسبت سے خود مقصود ہو اس کا متبوع مقصود نہ ہو۔ جیسے جَاءَنِيْ زَيْدٌ اَخُوْكَ

بدل کی چار قسمیں ہیں۔(۱) بدل الکل۔(۲) بدل البعض۔(۳) بدل الاشتمال۔(۴) بدل الغلط۔

1: بدل الکل: وہ بدل ہے جس کا مدلول مبدل منہ کا مدلول ہو یعنی دونوں سے ایک ہی چیز مراد ہو۔ جیسے: جَاءَنِيْ زَيْدٌ اَخُوْكَ

2: بدل البعض: وہ بدل جس کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا جزء ہو یعنی بدل اور مبدل منہ کے درمیان کلیت وجزئیت کا تعلق ہو، مبدل منہ کل ہو اور بدل اس کی جزء ہو۔ جیسے: ضَرَبْتُ زَيْدًا رَأْسَهُ

3: بدل الاشتمال: وہ بدل ہے جس کا مدلول مبدل منہ کا متعلق ہو یعنی بدل اور مبدل منہ کے درمیان کلیت وجزئیت کے علاوہ کوئی اور تعلق ہو۔ جیسے: سُلِبَ زَيْدٌ ثَوْبُهُ۔

4: بدل الغلط وہ بدل ہے جس کا کسی چیز کے ذریعے غلطی کے بعد ارادہ کیا گیا ہو یعنی جو غلطی کے بعد کسی دوسرے لفظ سے ذکر کیا جائے جیسے جَاءَنِيْ زَيْدٌ خَالِدٌ

وَيَكُوْنَانِ مَعْرِفَتَيْنِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ بدل کا تعریف وتنکیر میں مبدل منہ کے موافق ہونا ضروری نہیں بلکہ بدل اور مبدل منہ کبھی دونوں معرفہ ہوتے ہیں، کبھی دونوں نکرہ ہوتے ہیں، کبھی ایک نکرہ اور دوسرا معرفہ ہوتا ہے۔

وَاِذَا كَانَ نَكِرَةً الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے کہ اگر بدل نکرہ ہو اور مبدل منہ معرفہ ہو تو بدل کی صفت لانا ضروری ہے تا کہ مقصود کا غیر مقصود سے کم تر ہونا لازم نہ آئے۔

وَيَكُوْنَانِ ظَاهِرَيْنِ وَمُضْمَرَيْنِ الخ : سے غرض مصلیہ الرحمۃ یہ بتلانا ہے کہ بدل اور مبدل منہ کبھی دونوں اسم ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی دونوں اسم ضمیر ہوتے ہیں اور کبھی مختلف ہوتے ہیں یعنی ایک اسم ضمیر ہوتا اور دوسرا اسم ظاہر ہوتا ہے۔

وَلَا يُبْدَلُ ظَاهِرٌ مِنْ مُّضْمَرٍ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے کہ اگر ہم اسم ظاہر کو ضمیر سے بدل الکل بنانا چاہیں تو اس کو صرف ضمیر غائب سے بدل الکل بنا سکتے ہیں، ضمیر متکلم یا ضمیر مخاطب سے بدل الکل نہیں بنا سکتے کیونکہ ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب اسم ظاہر سے اقویٰ اور اخص ہوتی ہیں تو اس سے مقصود کا غیر مقصود سے کم تر ہونا لازم آئیگا۔

❁ اسم ظاہر کو ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب سے بدل البعض، بدل الاشتمال اور بدل الغلط بنانا جائز ہے۔

عَطْفُ الْبَيَانِ تَابِعٌ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ عطفِ بیان کا بیان کرنا ہے کہ وہ ایسا تابع ہے جو صفت کے علاوہ ہو اور اپنے متبوع کی وضاحت کرے۔ جیسے: اَقْسَمَ بِاللهِ اَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ اس مثال میں عمر عطفِ بیان ہے اور یہ صفت کے علاوہ ہے اور اپنے متبوع ابو حفص کی توضیح کر رہا ہے، کیونکہ کسی کے دو ناموں میں سے جو زیادہ مشہور ہو اسی کو عطفِ بیان بنایا جاتا ہے۔

وَفَصْلُهٗ مِنَ الْبَدَلِ الخ : سے غرض مصنف ایک ضابطہ بیان کرنا ہے کہ عطفِ بیان اور بدل کے درمیان معنیٰ کے اعتبار سے تو فرق واضح ہے کہ بدل نسبت سے مقصود ہوتا ہے اور عطفِ بیان مقصود نہیں ہوتا بلکہ اپنے متبوع کی وضاحت کرتا ہے البتہ لفظوں کے اعتبار سے عطفِ بیان اور بدل کے درمیان کوئی نمایاں فرق نہیں کہ جہاں مبین اور عطفِ بیان کی ترکیب ہو سکتی ہے وہاں مبدل منہ اور بدل کی بھی ترکیب ہو سکتی ہے لیکن اگر صیغہ صفت معرف باللام کسی دوسرے معرف باللام کی طرف مضاف ہو اور اس مضاف الیہ سے کوئی عطفِ بیان واقع ہو تو وہاں لفظوں کے اعتبار سے بھی عطفِ بیان اور بدل کے درمیان فرق ہوتا ہے۔

اَنَاابْنُ التَّارِكِ الْبِكْرِيِّ بِشْرٍ عَلَيْهِ الطَّيْرُ تَرْقُبُهٗ وُقُوْعًا

(ترجمہ) میں بِکْرِیّ بِشْرٍ کو قتل کر کے اس حال میں چھوڑنے والے کا بیٹا ہوں کہ اس پر پرندے گرتے ہوئے اس کی موت کا انتظار کر رہے ہیں) اس شعر میں التَّارِك اسم فاعل البِکْرِی معرف باللام کی طرف مضاف ہے اور الْبِكْرِيّ مبین اور بِشْر عطف بیان ہے، یہاں الْبِكْرِيّ کو مبدل منہ اور بِشْر کو بدل قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ بدل تکرارِ عامل کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جو عامل مبدل منہ کا ہوتا ہے وہی عامل بدل کا ہوتا ہے پس اگر یہاں الْبِكْرِيّ کو مبدل منہ اور بِشْر کو بدل قرار دے دیں تو ایسی صورت میں التَّارِك جو کہ عامل الْبِكْرِيّ کا ہے وہی التَّارِك عامل بِشْرٍ کا ہو جائے گا اور یہ درست نہیں کیونکہ صیغہ صفت معرف باللام کی اضافت معرف باللام کی طرف تو درست ہے لیکن غیر معرف باللام کی طرف درست نہیں لہٰذا یہاں پر بِشْر الْبِكْرِيّ کا عطف بیان تو ہو سکتا ہے بدل نہیں ہو سکتا۔

تَمَّتْ بَحْثُ التَّوَابِعِ بِحَمْدِاللهِ

مبنی کا بیان

﴿عبارت﴾:

اَلْمَبْنِيُّ مَانَاسَبَ مَبْنِيَّ الْاَصْلِ اَوْوَقَعَ غَيْرَمُرَكَّبٍ وَاَلْقَابُهُ ضَمٌّ وَفَتْحٌ وَكَسْرٌ وَوَقْفٌ وَحُكْمُهُ اَنْ لَايَخْتَلِفَ اٰخِرُهُ لِاِخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ وَهِيَ الْمُضْمَرَاتُ وَاَسْمَاءُ الْاِشَارَةِ وَالْمَوْصُوْلَاتُ وَالْمُرَكَّبَاتُ وَالْكِنَايَاتُ وَاَسْمَاءُ الْاَفْعَالِ وَالْاَصْوَاتِ وَبَعْضُ الظُّرُوْفِ اَلْمُضْمَرُمَاوُضِعَ لِمُتَكَلِّمٍ اَوْمُخَاطَبٍ اَوْغَائِبٍ تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ لَفْظًااَوْمَعْنًى اَوْ حُكْمًاوَهُوَمُتَّصِلٌ اَوْمُنْفَصِلٌ فَالْمُنْفَصِلُ الْمُسْتَقِلُّ بِنَفْسِهٖ وَالْمُتَّصِلُ غَيْرُ الْمُسْتَقِلِّ بِنَفْسِهٖ وَهُوَمَرْفُوْعٌ وَمَنْصُوْبٌ وَمَجْرُوْرٌ فَالْاَوَّلَانِ مُتَّصِلٌ وَمُنْفَصِلٌ وَالثَّالِثُ مُتَّصِلٌ فَقَطْ فَذَالِكَ خَمْسَةُ اَنْوَاعٍ اَلْاَوَّلُ ضَرَبْتُ وَضُرِبْتُ اِلٰى ضَرَبْنَ وَضُرِبْنَ وَالثَّانِيْ اَنَااِلٰى هُنَّ وَالثَّالِثُ ضَرَبَنِيْ اِلٰى ضَرَبَهُنَّ وَاِنَّنِيْ اِلٰى اِنَّهُنَّ وَالرَّابِعُ اِيَّايَ اِلٰى اِيَّاهُنَّ وَالْخَامِسُ غُلَامِيْ وَلِيْ اِلٰى غُلَامِهِنَّ وَلَهُنَّ

﴿ترجمہ﴾: مبنی وہ اسم ہے جو مبنی الاصل کے مناسب ہو یا غیر مرکب واقع ہو اور مبنی کے القاب ضم، فتح، کسرا اور وقف ہیں، اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے اختلاف سے بدلتا نہیں، اور اسمائے مبنی یہ ہیں مضمرات، اسمائے اشارات، موصولات، مرکبات، کنایات، اسمائے افعال، اسمائے اصوات، اور کچھ ظروف ہیں، ضمیر وہ اسم ہے جو متکلم یا مخاطب یا ایسے غائب کے لئے وضع کیا گیا ہو جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو، خواہ لفظاً، یا معنیً یا حکماً اور وہ متصل یا منفصل ہو تی ہے پس ضمیر منفصل وہ ضمیر ہے جو خود مستقل ہو اور ضمیر متصل وہ ضمیر ہے جو خود مستقل نہ ہو اور ضمیر مرفوع، منصوب، اور مجرور ہوتی ہے پس مرفوع اور منصوب تو متصل اور منفصل ہوتی ہیں اور مجرور صرف متصل ہوتی ہے پس یہ پانچ قسمیں ہیں پہلی قسم ضَرَبْتُ اور ضُرِبْتُ سے ضَرَبْنَ اور ضُرِبْنَ تک اور دوسری قسم اَنَا سے هُنَّ تک اور تیسری قسم ضَرَبَنِيْ سے ضَرَبَهُنَّ تک اور اِنَّنِيْ سے اِنَّهُنَّ تک اور چوتھی قسم اِيَّايَ سے اِيَّاهُنَّ تک اور پانچویں قسم غُلَامِيْ اور لِيْ سے غُلَامُهُنَّ اور لَهُنَّ تک۔

﴿تشریح﴾:

اَلْـمَبْنِـیُّ مَااَنَاسَبَ الخ: معرب کی تعریف اوراس کی اقسام واحکام سے فارغ ہوکر یہاں سے مصنف علیہ الرحمۃ اسم مبنی کی تعریف اوراس کی اقسام واحکام بیان فرمارہے ہیں کہ اسم مبنی وہ اسم ہے جو مبنی الاصل (تمام حروف، فعل ماضی، امرحاضر معروف) کے ساتھ مشابہت رکھے یا اپنے علاوہ کے ساتھ مرکب نہ ہو گویا مبنی کی دوقسمیں ہوئیں۔

1: وہ اسم جو مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت رکھے اسے اسم غیر متمکن کہتے ہیں، اسم مبنی کی یہ قسم ہمیشہ مبنی ہوتی ہے کبھی معرب نہیں ہوتی

2: وہ اسم جو کسی غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو۔اسم مبنی کی یہ قسم بِالْفِعْل سکون پرمبنی ہوتی ہے اور بالقوۃ معرب ہوتی ہے،اور بِـالْـقُـوَّةِ معرب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں معرب ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے پس اگراس پرکوئی عامل آجائے تو یہ معرب ہوجاتی ہے۔

❁ اسم مبنی کے القاب یعنی اسم مبنی پر جوحرکات آتی ہیں ان کوضم، فتح،اور کسر کہتے ہیں اوراسم مبنی کے سکون کو وقف کہتے ہیں۔

وَحُکْمُهٗ اَنْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسم مبنی کا حکم بیان کرنا ہے کہ اسم مبنی کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے اختلاف سے بدلتا نہیں۔جیسے:جَاءَ هٰؤُلَاءِ،رَءَیْتُ هٰؤُلَاءِ،مَرَرْتُ بِهٰؤُلَاءِ۔

وَهِیَ الْمُضْمَرَاتُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسم مبنی (غیر متمکن) کی تقسیم کرنا ہے کہ اسم مبنی (غیر متمکن) کی آٹھ قسمیں ہیں۔(۱)مضمرات۔(۲)اسمائے اشارات(۳)اسمائے موصولات۔(۴)مرکبات۔(۵)اسمائے کنایہ۔(۶)اسمائے افعال۔ (۷)اسمائے اصوات۔(۸)بعض ظروف۔

اَلْـمُـضْـمَـرُمَـاوُضِعَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ضمیر کی تعریف وتقسیم کرنی ہے کہ ضمیر وہ اسم مبنی ہے جو متکلم، مخاطب یا ایسے غائب پردلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو جس کا ذکر لفظاً یا معنیً یا حکماً پہلے ہو چکا ہو۔ضمیر کی دوقسمیں ہیں۔(۱)متصل(۲)منفصل۔

1:ضمیر منفصل: وہ ضمیر ہے جوخود مستقل ہواس طرح کہ وہ تنہا استعمال کی جاسکتی ہو۔جیسے:اَنَا،نَحْنُ ۔

2:ضمیر متصل: وہ ضمیر ہے جوخود مستقل نہ ہواس طرح کہ وہ تنہا استعمال نہ کی جاسکتی ہو۔جیسے:ضَرَبْتُ. میں تُ

فَـالْاَوَّلَانِ مُتَّصِلٌ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اعراب کی انواع کے اعتبار سے ضمیر کی اقسام بیان کرنی ہیں کہ اس اعتبار سے ضمیر کی تین قسمیں ہیں (۱)مرفوع (۲)منصوب (۳)مجرور۔ان تینوں میں پہلی دو یعنی مرفوع اور منصوب!یہ متصل بھی ہوتی ہیں اور منفصل بھی ہوتی ہیں یعنی مرفوع متصل،مرفوع منفصل،منصوب متصل اور منصوب منفصل اورتیسری قسم ضمیر مجرور صرف متصل ہوتی ہے منفصل نہیں ہوتی،پس ضمیر کی اتصال وانفصال کے اعتبار سے پانچ قسمیں ہیں۔

اَلْاَوَّلُ ضَرَبْتُ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ضمیر کی ان پانچ قسموں کی تفصیل کرنا ہے۔کہ ضمیر مرفوع متصل وہ ضمیر ہے جو محل رفع میں واقع ہو اور اپنے عامل کے ساتھ ملی ہوئی ہو جیسے ضَرَبْتُ، ضَرَبْنَا، ضَرَبْتَ، ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُمْ وغیرہ ضمیر مرفوع منفصل: وہ ضمیر ہے جو محل رفع میں واقع ہو لیکن اپنے عامل کے ساتھ ملی ہوئی نہ ہو۔جیسے: اَنَا، نَحْنُ، اَنْتَ وغیرہ۔

ضمیر منصوب متصل: وہ ضمیر ہے جو محل نصب میں واقع اور اپنے عامل کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔جیسے: ضَرَبَنِیْ، ضَرَبَكَ، ضَرَبَكُمَا وغیرہ۔

ضمیر منصوب منفصل: وہ ضمیر ہے جو محل نصب میں واقع ہو اور اپنے عامل کے ساتھ ملی ہوئی نہ ہو۔جیسے: اِیَّایَ، اِیَّانَا، اِیَّاكَ وغیرہ۔ضمیر مجرور متصل: وہ ضمیر ہے جو محل جر میں واقع ہو اور اپنے عامل کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔جیسے: لِیْ، لَنَا، لَكَ، لَكُمَا وغیرہ۔

﴿عبارت﴾:

فَالْمَرْفُوْعُ الْمُتَّصِلُ خَاصَّةً يَسْتَتِرُ فِي الْمَاضِيْ لِلْغَائِبِ وَالْغَائِبَةِ وَالْمُضَارِعِ لِلْمُتَكَلِّمِ مُطْلَقًا وَالْمُخَاطَبِ وَالْغَائِبِ وَالْغَائِبَةِ فِي الصِّفَةِ مُطْلَقًا وَلَا يَسُوْغُ الْمُنْفَصِلُ اِلَّا لِتَعَذُّرِ الْمُتَّصِلِ وَذَالِكَ بِالتَّقْدِيْمِ عَلٰى عَامِلِهٖ اَوْ بِالْفَصْلِ لِغَرْضٍ اَوْ بِالْحَذْفِ اَوْ بِكَوْنِ الْعَامِلِ مَعْنَوِيًّا اَوْ حَرْفًا وَالضَّمِيْرُ مَرْفُوْعٌ اَوْ بِكَوْنِهٖ مُسْنَدًا اِلَيْهِ صِفَةً جَرَتْ عَلٰى غَيْرِ مَنْ هِيَ لَهٗ مِثْلُ اِيَّاكَ ضَرَبْتُ وَمَا ضَرَبَكَ اِلَّا اَنَا وَاِيَّاكَ وَالشَّرَّ وَاَنَا زَيْدٌ وَمَا اَنْتَ قَائِمًا وَهِنْدٌ زَيْدٌ ضَارِبَتُهٗ هِيَ وَاِذَا اجْتَمَعَ ضَمِيْرَانِ وَلَيْسَ اَحَدُهُمَا مَرْفُوْعًا فَاِنْ كَانَ اَحَدُهُمَا اَعْرَفَ وَقَدَّمْتَهٗ فَلَكَ الْخِيَارُ فِي الثَّانِيْ نَحْوُ اَعْطَيْتُكَهٗ وَاَعْطَيْتُكَ اِيَّاهُ وَضَرَبِيْكَ وَضَرَبِيْ اِيَّاكَ وَاِلَّا فَهُوَ مُنْفَصِلٌ نَحْوُ اَعْطَيْتُهٗ اِيَّاهُ وَاِيَّاكَ وَالْمُخْتَارُ فِيْ خَبَرِ بَابِ كَانَ الْاِنْفِصَالُ وَالْاَكْثَرُ لَوْلَا اَنْتَ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَعَسَيْتَ اِلٰى اٰخِرِهَا وَجَاءَ لَوْلَاكَ وَعَسَاكَ اِلٰى اٰخِرِهِمَا

﴿ترجمہ﴾: پس ضمیر مرفوع متصل بطور خاص فعل ماضی کے صیغہ واحد مذکر غائب اور واحد مؤنث غائب کے صیغوں میں، اور فعل مضارع کے متکلم کے صیغوں میں مطلقاً (واحد، اور تثنیہ، جمع کے دونوں صیغوں میں) اور واحد مذکر حاضر اور واحد مذکر غائب اور واحد مؤنث غائب کے صیغوں میں اور نیز صفت کے صیغوں میں مستتر ہوتی ہے اور ضمیر منفصل کو استعمال کرنا جائز نہیں ہوتا مگر ضمیر متصل کے متعذر ہونے کے وقت، اور ضمیر متصل کا متعذر ہونا یا تو اس کو اس کے عامل

پر مقدم کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے یا کسی غرض کی وجہ سے ضمیر اور اس کے عامل کے درمیان فصل کرنے کی وجہ سے یا عامل کو حذف کر دینے کی وجہ سے یا عامل کے معنوی یا حرف ہونے کی وجہ درانحالیکہ ضمیر مرفوع ہو یا ضمیر کی طرف ایسی صفت کے مسند ہونے کی وجہ سے جو اس ذات کے علاوہ پر محمول ہے کہ وہ صفت جس ذات کے لئے ہے۔ جیسے: اِيَّاكَ ضَرَبْتُ، مَاضَرَبَكَ اِلَّا اَنَا، اِيَّا كَ وَالشَّرَّ، اَنَازَيْدٌ، مَااَنْتَ قَائِمًا، هِنْدٌ زَيْدٌ ضَارِبَتُهُ هِيَ (ہندہ وہ زید کو مارنے والی ہے) اور جب دو ضمیریں جمع ہو جائیں اور ان میں سے کوئی بھی مرفوع نہ ہو تو اگر ان میں ایک دوسری سے اعرف ہو اور آپ نے اسے مقدم کیا ہو تو آپ کو اختیار ہے دوسری ضمیر کے متصل اور منفصل لانے میں جیسے اَعْطَيْتُكَهُ، اَعْطَيْتُكَ اِيَّاهُ، ضَرَبِيْكَ، ضَرَبِيْ اِيَّاكَ ورنہ وہ دوسری ضمیر منفصل ہوگی جیسے اَعْطَيْتُهُ اِيَّاهُ یا اَعْطَيْتُهُ اِيَّاكَ اور بابِ کان کی خبر میں ضمیر منفصل لانا مختار ہے۔ اور اکثر استعمال میں (لَوْلَا کے بعد ضمیر منفصل ہوتی ہے) لَوْلَا اَنْتَ آخر تک اور عَسَيْتَ آخر تک ہے، اور لَوْلَاكَ اور عَسَاكَ بھی آخر تک آیا ہے۔

﴿تشریح﴾:

فَالْمَرْفُوْعُ الْمُتَّصِلُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ضمیر مستتر کے مواقع بیان کرنے ہیں،

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ضمیر کی مذکورہ پانچوں قسموں (مرفوع متصل، مرفوع منفصل، منصوب متصل، منصوب منفصل، اور مجرور متصل) میں سے صرف ضمیر مرفوع متصل ہی پوشیدہ ہوتی ہے ضمیر کی بقیہ اقسام پوشیدہ نہیں ہوتیں، بلکہ وہ ہمیشہ لفظوں میں موجود ہوتی ہیں۔

❁ ضمیر مرفوع متصل مندرجہ ذیل مواقع مستتر ہوتی ہے۔

1: ماضی کے دو صیغوں میں، یعنی واحد مذکر غائب اور واحد مؤنث غائب میں بشرطیکہ ان کا فاعل یا نائب فاعل اسمِ ظاہر نہ ہو۔ جیسے ضَرَبَ میں هُوَ اور ضَرَبَتْ میں هِيَ ۔

2: مضارع کے پانچ صیغوں میں، یعنی واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، واحد مذکر حاضر، واحد متکلم اور جمع متکلم میں، جیسے يَضْرِبُ میں هُوَ، تَضْرِبُ میں هِيَ، اور تَضْرِبُ میں اَنْتَ، اِضْرِبُ میں اَنَا اور نَضْرِبُ میں نَحْنُ ۔

3: امر حاضر اور نہی حاضر کے ایک صیغہ واحد مذکر حاضر میں۔ جیسے: اِضْرِبْ میں اَنْتَ، اور لَاتَضْرِبْ میں بھی اَنْتَ۔

4: صیغہ صفت یعنی اسمِ فاعل، اسمِ مفعول، اسمِ تفضیل اور صفتِ مشبہ کے تمام صیغوں میں بشرطیکہ ان کا فاعل یا نائب فاعل اسمِ ظاہر نہ ہو، جیسے ضَارِبٌ میں هُوَ، مَضْرُوْبٌ میں هُوَ، اور كَرِيْمٌ میں هُوَ ضمیر مرفوع متصل مستتر ہے۔

وَلَا يَسُوْغُ الْمُنْفَصِلُ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک قاعدہ بیان کرنا ہے کہ ضمیر منفصل کو لانا اس وقت جائز ہے جب ضمیر متصل کو لانا متعذر ہو کیونکہ ضمیر کی وضع اختصار کے لئے ہوئی ہے اور اختصار متصل میں بنسبت منفصل کے زیادہ پایا

جاتا ہے۔ وَذَالِكَ بِالتَّقْدِيْمِ عَلٰى الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ان مقامات ستہ کو بیان کرنا ہے کہ جہاں ضمیر متصل کے استعمال کے متعذر ہونے کی وجہ سے ضمیر منفصل کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔

1: حصر کی غرض سے ضمیر منصوب کو اس کے عامل پر مقدم کر دیا جائے جیسے اِيَّاكَ نَعْبُدُ۔

2: کسی غرض سے ضمیر اور اس کے عامل کے درمیان کسی چیز کا فصل کر دیا جائے جیسے مَاضَرَبَكَ اِلَّا اَنَا۔

3: ضمیر کا عامل محذوف ہو۔ جیسے: اِيَّاكَ وَالشَّرَّ۔

4: ضمیر مرفوع کا عامل معنوی ہو۔ جیسے: اَنَازَيْدٌ۔

5: ضمیر مرفوع کا عامل حرف ہو۔ جیسے: مَااَنْتَ قَائِمًا۔

6: ضمیر کی طرف ایسی صفت کا اسناد کیا گیا ہو جس کا حمل اس ذات کے علاوہ پر ہو جس کے لئے وہ صفت ہے۔

جیسے هِنْدٌ زَيْدٌ ضَارِبَتُهُ هِيَ یہاں اگر چہ ضمیر متصل کو استعمال کرنا متعذر نہیں ہے کیونکہ یہاں ضمیر متصل کو استعمال کرنے کی صورت التباس لازم نہیں آتا لیکن چونکہ اس کی بعض صورتوں میں مثلا زَيْدٌ عَمْرٌو ضَارِبُهُ هُوَ (زید وہ عمرو کو مارنے والا ہے) میں ضمیر متصل استعمال کرنا متعذر ہے کیونکہ اگر یہاں هُوَ ضمیر منفصل نہ لائی جائے تو التباس لازم آئیگا یہ نہیں معلوم ہو سکے گا کہ مارنے والا زید ہے یا عمرو؟ بلکہ ابتداءً ذہن اس طرف منتقل ہوگا کہ ضمیر کا مرجع عمرو ہے کیونکہ عموماً جو اسم ضمیر کے زیادہ قریب ہو وہی مرجع ہوتا ہے حالانکہ یہ خلاف مقصد ہے، اس لئے کہ اس صورت میں مارنے والا عَمْرو ہوگا جب کہ مقصد یہ بتلانا ہے کہ زید! عمرو کو مارنے والا ہے، لیکن جب ضمیر منفصل کو استعمال کیا جائے گا تو اس صورت میں التباس لازم نہیں آئیگا کیونکہ ضمیر منفصل خلاف ظاہر ہوتی ہے لہٰذا اس کا مرجع بھی خلاف ظاہر یعنی اَقْرَبْ نہیں بلکہ اَبْعَدْ ہوگا۔

وَاِذَااجْتَمَعَ ضَمِيْرَانِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔ کہ جب دو ضمیریں جمع ہوں اور ان میں سے کوئی بھی مرفوع متصل نہ ہو بلکہ یا تو وہ دونوں منصوب ہوں یا ایک مجرور ہو اور دوسری منصوب ہو، اب اگر ان دونوں میں سے ایک اَعْرَفْ ہو یعنی متکلم یا مخاطب کی ضمیر اور وہ اَعْرَفْ دوسری سے مقدم بھی ہو تو دوسری ضمیر میں اختیار ہوگا خواہ اسے متصل لائیں جیسے اَعْطَيْتُكَهُ

یا منفصل لائیں جیسے اَعْطَيْتُكَ اِيَّاهُ، اور اگر دونوں ضمیروں میں سے کوئی بھی ضمیر اَعْرَفْ نہ ہو یا اَعْرَفْ مقدم نہ ہو تو پھر ضمیر ثانی صرف منفصل لائی جائیگی۔ جیسے اَعْطَيْتُهُ اِيَّاهُ یا اَعطَيْتُهُ اِيَّاكَ۔

وَالْمُخْتَارُ فِيْ خَبَرِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اس ضمیر کا حکم بیان کرنا ہے جو افعال ناقصہ کی خبر واقع ہو کہ اگر افعال ناقصہ کی خبر ضمیر ہو تو اگر چہ اسے ضمیر متصل لانا بھی جائز ہے لیکن مختار مذہب یہ ہے کہ اس کو منفصل لایا جائے۔

وَالْاَكْثَرُلَوْلَااَنْتَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ لَوْلَا اور عَسٰی کے بعد آنے والی ضمیر کا حکم بیان کرنا ہے کہ اہل عرب اکثر لَوْلَا کے بعد ضمیر منفصل لاتے ہیں جیسے لَوْلَا اَنْتَ، لَوْلَا اَنْتُمَا، لَوْلَا اَنْتُمْ الخ اور عَسٰی کے بعد ضمیر متصل لاتے

ہیں جیسے عَسَیْتَ ،عَسَیْتُمَا عَسَیْتُمْ الخ:اور کبھی ان دونوں کے بعد ضمیر متصل ذکر کر دیتے ہیں جیسے لَوْلَاكَ،لَوْلَا كُمَا،لَوْلَا كُمْ ......اور عَسَاكَ، عَسَا كُمَا،عَسَا كُمْ......

﴿عبارت﴾:

وَنُوْنُ الْوِقَايَةِ مَعَ الْيَاءِ لَازِمَةٌ فِي الْمَاضِيْ وَفِي الْمُضَارِعِ عَرِيًّا عَنْ نُوْنِ الْإِعْرَابِ وَاَنْتَ مَعَ النُّوْنِ فِيْهِ وَلَدُنْ وَاِنَّ اَخَوَاتِهَا مُخَيَّرٌ وَيُخْتَارُ فِيْ لَيْتَ وَمِنْ وَعَنْ وَقَدْ وَقَطُّ وَعَكْسُهَا لَعَلَّ وَيُتَوَسَّطُ بَيْنَ الْمُبْتَدَأ وَالْخَبَرِ قَبْلَ الْعَوَامِلِ وَبَعْدَهَا صِيْغَةُ مَرْفُوْعٍ مُنْفَصِلٍ مُطَابِقٍ لِلْمُبْتَدَأ وَيُسَمّٰى فَصْلًا لِيُفَصِّلَ بَيْنَ كَوْنِهٖ خَبَرًا وَنَعْتًا وَشَرْطُهٗ اَنْ يَكُوْنَ الْخَبَرُ مَعْرِفَةً اَوْ اَفْعَلَ مِنْ كَذَا مِثْلُ كَانَ زَيْدٌ هُوَ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو وَلَا مَوْضِعَ لَهٗ عِنْدَ الْخَلِيْلِ وَبَعْضُ الْعَرَبِ يَجْعَلُهٗ مُبْتَدَأً وَمَا بَعْدَهٗ خَبَرُهٗ وَيَتَقَدَّمُ قَبْلَ الْجُمْلَةِ ضَمِيْرٌ غَائِبٌ يُسَمّٰى ضَمِيْرُ الشَّانِ وَالْقِصَّةِ يُفَسَّرُ بِالْجُمْلَةِ بَعْدَهٗ يَكُوْنُ مُنْفَصِلًا وَمُتَّصِلًا مُسْتَتِرًا اَوْ بَارِزًا عَلٰى حَسْبِ الْعَوَامِلِ نَحْوُ هُوَ زَيْدٌ قَائِمٌ وَكَانَ زَيْدٌ قَائِمٌ وَاِنَّهٗ زَيْدٌ قَائِمٌ وَحَذْفُهٗ مَنْصُوْبًا ضَعِيْفٌ اِلَّا مَعَ اَنْ اِذَا خُفِّفَتْ فَاِنَّهٗ لَازِمٌ

﴿ترجمہ﴾: اور نون وقایہ کو یائے متکلم کے ساتھ ماضی میں لانا لازم ہے،اور مضارع میں تب لازم ہے! جب مضارع نون اعرابی سے خالی ہو،اور آپ کو نون وقایہ لانے یا نہ لانے کا اختیار ہے اس نون اعرابی کے ساتھ جو مضارع میں ہو،لَدُنْ اور اِنَّ اور اس کے نظائر میں اختیار ہے اور لَيْتَ،مِنْ،عَنْ،قَدْ اور قَطُّ میں نون وقایہ مختار ہے اور لَعَلَّ ان کے برعکس ہے۔

اور مبتدأ اور خبر کے درمیان عوامل سے پہلے اور اس عوامل کے بعد ضمیر مرفوع منفصل کو لایا جائے گا جو مبتدأ کے مطابق ہو گی اور اس کا نام فصل رکھا جاتا ہے تا کہ وہ اس کے خبر اور صفت ہونے کے درمیان فرق کر دے اور اس کی شرط یہ ہے کہ خبر معرفہ ہو یا اسم تفضیل مُسْتَعْمَل بِمِنْ ہو جیسے كَانَ زَيْدٌ اَفْضَلَ مِنْ عَمْرٍو اور اس کا کوئی محل اعراب نہیں ہے خلیل کے نزدیک،اور بعض اہل عرب اس کو مبتدأ اور اس کے مابعد کو اس کی خبر قرار دیتے ہیں اور جملہ سے پہلے ایک ضمیر غائب ہوتی ہے جس کا نام ضمیر شان اور ضمیر قصہ رکھتے ہیں جس کی اس کے بعد واقع ہونے والے جملے سے تفسیر کیا جاتی ہے اور وہ ضمیر! منفصل،متصل،مستتر،بارز ہوگی عوامل کے مطابق،جیسے هُوَ زَيْدٌ قَائِمٌ وَكَانَ زَيْدٌ قَائِمٌ وَاِنَّهٗ زَيْدٌ قَائِمٌ اور اس ضمیر شان کو منصوب ہونے کی حالت میں حذف کرنا ضعیف ہے مگر یہ کہ وہ اَنْ مُخَفَّفَه مِنَ الْمُثَقَّلَة کے ساتھ ہو تو پھر ضمیر شان کو حذف کرنا لازم ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَنُوْنُ الْوِقَايَةِ مَعَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ نون وقایہ کولانے یا نہ لانے کے مقامات بیان کرنے ہیں۔
نون وقایہ: جو فعل اور حرف کے آخر کو کسرہ سے بچانے کے لئے لایا گیا ہو۔ جیسے: ضَرَبَنِيْ، اِنَّنِيْ

دو مقامات ایسے ہیں کہ جہاں نون وقایہ کولانا ضروری ہے۔

1: فعل ماضی کے آخر میں یائے متکلم آجائے۔ جیسے: ضَرَبَنِيْ، ضَرَبَانِيْ، ضَرَبُوْنِيْ

2: فعل مضارع کے وہ صیغے جو نون اعرابی سے خالی ہوں اگر ان کے آخر میں یائے متکلم آجائے تو ان میں بھی یائے متکلم سے پہلے نون وقایہ کولانا ضروری ہے۔ جیسے: يَضْرِبُنِيْ، تَضْرِبُنِيْ، اَضْرِبُنِيْ

تین مقامات ایسے ہیں کہ جہاں نون وقایہ کولانا بھی جائز ہے اور نہ لانا بھی جائز ہے۔

1: فعل مضارع کے جن صیغوں میں نون اعرابی آتا ہے اگر ان کے آخر میں بھی یائے متکلم آجائے تو ان میں بھی یائے متکلم سے پہلے نون وقایہ کولانے یا نہ لانے کا اختیار ہے۔ جیسے: يَضْرِبَانِنِيْ يا يَضْرِبَانِيْ۔

2: لَدُنْ کی یائے متکلم کی طرف اضافت کردی جائے تو پھر وہاں بھی یائے متکلم سے پہلے نونِ وقایہ کولانے یا نہ لانے کا اختیار ہے، جیسے لَدُنِّيْ، لَدُنِيْ

3: اِنَّ اور اس کے اخوات کا اسم یائے متکلم ہو تو وہاں بھی یائے متکلم سے پہلے نون وقایہ کولانے یا نہ لانے کا اختیار ہے۔ جیسے: اِنَّنِيْ یا اِنِّيْ، كَأَنَّنِيْ یا كَاَنِّيْ۔

4: لَيْتَ، مِنْ، عَنْ، قَدْ اور قَطُّ کے آخر میں یائے متکلم آجائے تو نون وقایہ کو نہ لانا بھی جائز ہے لیکن نون وقایہ کولانا اولیٰ ہے۔ جیسے لَيْتَنِيْ، مِنِّيْ، عَنِّيْ

لَعَلَّ کی صورتِ حال اس کے برعکس ہے یعنی اگر لَعَلَّ کا اسم یائے متکلم ہو تو وہاں اگر چہ یائے متکلم سے پہلے نون وقایہ کولانا بھی جائز ہے۔ جیسے: لَعَلَّنِيْ مگر نون وقایہ کو نہ لانا مختار ہے۔ جیسے: لَعَلِّيْ۔

وَيَتَوَسَّطُ بَيْنَ الْمُبْتَدَا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ضمیر فصل کا بیان کرنا ہے کہ ضمیر فصل وہ ضمیر منفصل ہے جو عامل لفظی کے داخل ہونے سے پہلے یا عامل لفظی کے داخل ہونے کے بعد مبتدأ اور خبر کے درمیان میں لائی جائے، اور وہ ضمیر واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث، مخاطب اور غائب ہونے میں مبتدأ کے مطابق ہو بشرطیکہ خبر معرفہ ہو یا اسم تفضیل ہو جو مِنْ کے ساتھ استعمال کیا گیا ہو۔

وَلَا مَوْضِعَ لَهٗ عِنْدَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ ضمیر فصل کا ترکیب میں اعتبار ہوگا یا نہیں ہوگا، اس میں اختلاف ہے، امام خلیل کہتے ہیں کہ یہ ضمیر فصل! حرف ہوتی ہے لہٰذا اس کی ترکیب کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، جبکہ بعض اہل عرب کا نظریہ یہ ہے کہ دیگر ضمائر کی طرح ضمیر فصل بھی اسم ہوتی ہے لہٰذا اس کی ترکیب کا اعتبار رہوگا اسے مبتدائے ثانی بنا کر

مابعد کواس کی خبر بنائینگے پھر جملے کومبتدائے اول کی خبر بنائیں گے۔

وَيَتَقَدَّمُ قَبْلَ الْجُمْلَةِ الخ : سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ ضمیر شان اور ضمیر قصہ کا بیان کرنا ہے، کہ ضمیر شان وہ ضمیر مذکر ہے جس کا ماقبل میں کوئی مرجع نہ ہواور اس کے بعد جملہ خبریہ ہو جواس کی تفسیر کر رہا ہو جیسے هُوَ زَيْدٌ قَائِمٌ ۔اور ضمیر قصہ وہ ضمیر مؤنث ہے جس کا ماقبل میں کوئی مرجع نہ ہواور اس کے بعد ایک جملہ خبریہ ہو جواس کی تفسیر کر رہا ہو۔ جیسے: هِيَ زَيْنَبُ جَالِسَةٌ۔

يَكُوْنُ مُنْفَصِلًا وَمُتَّصِلًا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ ضمیر شان اور ضمیر قصہ! منفصل بھی ہوگی جیسے هُوَ زَيْدٌ قَائِمٌ یا متصل ہوگی، پھر متصل ہو کر دوصورتیں ہونگی یا مستتر ہوگی جیسے كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا اس میں هُو ضمیر ہے جو متصل بھی ہے اور اس میں مستتر بھی ہے یا وہ ضمیر بارز ہوگی عامل کے مطابق جیسے اِنَّهٗ زَيْدٌ قَائِمٌ ۔

وَحَذْفُهٗ مَنْصُوْبًا الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ضمیر شان اور ضمیر قصہ کو حذف کرنے کا حکم بیان کرنا ہے کہ ضمیر شان اور ضمیر قصہ منصوب ہو تو اسے حذف کرنا جائز تو ہے لیکن ہے ضعیف!

لیکن اگر وہ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب ہواور اَنَّ کی تشدید ختم کر کے اس میں تخفیف کر لی گئی ہو تو وہاں ضمیر شان اور ضمیر قصہ کو حذف کرنا ضروری ہے۔ جیسے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، اس میں اَنْ مُخَفَّفَة مِنَ الْمُثَقَّلَة ہے اور اس کا اسم ضمیر شان یہاں حذف کر دی گئی ہے۔

﴿عبارت﴾:

اَسْمَاءُ الْاِشَارَةِ مَاوُضِعَ لِمُشَارٍ اِلَيْهِ وَهِيَ ذَا لِلْمُذَكَّرِ وَلِمُثَنَّاهُ ذَانِ وَذَيْنِ وَلِلْمُؤَنَّثِ تَا وَذِيْ وَتِيْ وَتِهْ وَذِهْ وَتِهِيْ وَذِهِيْ وَلِمُثَنَّاهُ تَانِ وَتَيْنِ وَلِجَمْعِهِمَا اُوْلَاءِ مَدًّا وَقَصْرًا وَيَلْحَقُهَا حَرْفُ التَّنْبِيْهِ وَيَتَّصِلُ بِهَا حَرْفُ الْخِطَابِ وَهِيَ خَمْسَةٌ فِيْ خَمْسَةٍ فَيَكُوْنُ خَمْسَةً وَّعِشْرِيْنَ وَهِيَ ذَاكَ اِلٰى ذَاكُنَّ وَذَانِكَ اِلٰى ذَانِكُنَّ وَكَذَالِكَ الْبَوَاقِيْ وَيُقَالُ ذَا لِلْقَرِيْبِ وَذَالِكَ لِلْبَعِيْدِ وَذَاكَ لِلْمُتَوَسِّط وَتِلْكَ وَتَانِّكَ وَذَانِّكَ مُشَدَّدَتَيْنِ وَاُوْلَائِكَ مِثْلُ ذٰلِكَ وَاَمَّا ثَمَّ وَهُنَا وَهِنَّا فَلِلْمَكَانِ خَاصَّةً

﴿ترجمہ﴾: اسم اشارہ وہ اسم ہے جو مشار الیہ کے لئے وضع کیا گیا ہو اور وہ یہ ہیں کہ ذَا واحد مذکر کے لئے ہے، اور اس کی تثنیہ ذَانِ اور ذَيْنِ ہے اور مؤنث کے لئے تَا، ذِيْ، تِيْ، تِهْ، ذِهْ، تِهِيْ، ذِهِيْ آتے ہیں اور اس کے تثنیہ کے لئے تَانِ اور تَيْنِ ہے ان دونوں کی جمع اُوْلَاءِ مد اور قصر کے ساتھ ہے اسم اشارہ کے ساتھ حرف تنبیہ لاحق ہوتا ہے اور اس کے ساتھ حرف خطاب متصل ہوتا ہے اور پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے پچیس حاصل ہو جائینگے اور وہ ذَاكَ سے ذَاكُنَّ تک اور ذَانِكَ سے ذَانِكُنَّ تک اسی طرح باقی ہیں اور ذَا مشار الیہ قریب کے لئے بولا جاتا ہے اور ذَالِكَ بعید

کے لئے ، اور ذَاكَ متوسط کے لئے ہے اور تِلْكَ اور تَانِّكَ اور ذَانِّكَ تشدید کے ساتھ اور اُولَائِكَ، ذَالِكَ کی طرح ہیں اور بہرحال ثَمَّ، هُنَا اور هِنَّا تو یہ خاص طور پر مکان کے لئے ہیں۔

﴿تشریح﴾:

سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسم اشارہ کا بیان کرنا ہے کہ اسم اشارہ وہ اسم ہے جو مشار الیہ پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو اور مشار الیہ وہ اسم ہے جس کی طرف اشارہ حسیہ کیا جائے جیسے هٰذَا الْكِتَابُ ۔

اسمائے اشارات پانچ طرح کے الفاظ ہیں جو چھ معانی کے لئے مستعمل ہوتے ہیں۔

1 ذَا واحد مذکر کے لئے۔

2: ذَانِ اور ذَيْنِ تثنیہ مذکر کے لئے۔

3: تَا، ذِیْ، تِیْ، تِهْ، ذِهْ، تِهِیْ، ذِهِیْ واحد مؤنث کے لئے۔

4: تَانِ اور تَيْنِ تثنیہ، مؤنث کے لئے۔

5: اُوْلَاءِ مد کے ساتھ اور اُوْلٰی قصر کے ساتھ یعنی مد کے بغیر جمع مذکر اور جمع مؤنث کے لئے۔

وَيَلْحَقُهَا حَرْفُ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بتانا ہے کہ کبھی کبھی اسمائے اشارہ کے شروع میں مخاطب کو خبردار کرنے کے لئے ہائے تنبیہ بھی داخل کر دی جاتی ہے۔ جیسے: هٰذَا، هٰذَان، هٰؤُلَاءِ

وَيَتَّصِلُ بِهَا الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بتلانا ہے کہ کبھی اسمائے اشارہ کے آخر میں مخاطب کے احوال یعنی افراد، تثنیہ، جمع، مذکر و مؤنث پر دلالت کرنے کے لئے حرف خطاب کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ جیسے: ذَاكَ واحد مذکر مخاطب کے لئے، ذَاكِ واحد مؤنث مخاطب کے لئے، ذَاكُمَا تثنیہ مخاطب مذکر و مؤنث کے لئے عَلٰی هٰذَا الْقِيَاسُ الغرض حروف خطاب (كَ، كُمَا، كُمْ، كِ، كُنَّ) بھی پانچ ہیں اور اسمائے اشارات کی انواع بھی پانچ ہیں تو پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے 25 قسمیں بن جائینگی، وہ اس طرح کہ ہر اسم اشارہ کی نوع کے ساتھ پانچ ضمیریں ملائی جائیں مثلاً ذَاكَ سے ذَاكُنَّ تک 5! اور ذَانِكَ سے ذَانِكُنَّ تک 10 ہوگئیں، اور تَاكَ سے تَاكُنَّ تک 15 ہوگئیں، اور تَانِكَ سے تَانِكُنَّ تک 20 ہوگئیں، اور اُولَاءِ كَ سے اُولَائِكُنَّ تک 25 ہوگئیں۔

وَيُقَالُ ذَا لِلْقَرِيْبِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک فائدہ بیان کرنا ہے کہ

☆ ذَا مشار الیہ قریب کے لئے، ذَالِكَ مشار الیہ بعید کے لئے۔

☆ ذَاكَ متوسط مشار الیہ کے لئے آتا ہے یعنی جو نہ تو قریب ہو اور نہ ہی دور ہو۔

☆ تِلْكَ، ذَانِكَ، تَانِكَ اور اُولَائِكَ مشار الیہ بعید کے لئے آتے ہیں۔

☆ تَانِكَ، ذَانِكَ اور اُولَاكَ متوسط مشار الیہ کے لئے آتے ہیں۔

❁ جو اسمائے اشارات متوسط کے لئے آتے ہیں اگر ان میں سے حرف خطاب کو حذف کر دیا جائے تو وہ مشار الیہ قریب کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

﴿عبارت﴾:

اَلْمَوْصُوْلُ مَالَايَتِمُّ جُزْءً اِلَّابِصِلَةٍ وَعَائِدٍ وَصِلَتُهُ جُمْلَةٌ خَبْرِيَّةٌ وَالْعَائِدُ ضَمِيْرٌ لَهُ وَصِلَةُ الْاَلِفِ وَاللَّامِ اِسْمُ الْفَاعِلِ اَوِالْمَفْعُوْلِ وَهِيَ الَّذِيْ وَالَّتِيْ وَالَّذَانِ وَاللَّتَانِ بِالْاَلِفِ وَالْيَاءِ وَالْاُلٰى وَالَّذِيْنَ وَاللَّائِيْ وَاللَّاءِ وَاللَّاىِ وَ اللَّاتِيْ وَاللَّوَاتِيْ وَمَنْ وَمَاوَاَيٌّ وَاَيَّةٌ وَذُوْالطَّائِيَّةُ وَذَا بَعْدَمَالِلْاِسْتِفْهَامِ وَالْاَلِفُ وَاللَّامُ وَالْعَائِدُ الْمَفْعُوْلُ يَجُوْزُحَذْفُهُ وَاِذَااَخْبَرْتَ بِالَّذِيْ صَدَّرْتَهَاوَجَعَلْتَ مَوْضِعَ الْمُخْبَرِعَنْهُ ضَمِيْرًالَهَاوَاَخَّرْتَهُ خَبَرًاعَنْهُ فَاِذَااَخْبَرْتَ عَنْ زَيْدٍ مِنْ ضَرَبْتُ زَيْدًا قُلْتُ اَلَّذِيْ ضَرَبْتُهُ زَيْدٌ وَكَذَالِكَ الْاَلِفُ وَاللَّامُ فِي الْجُمْلَةِ الْفِعْلِيَّةِ خَاصَّةً لِيَصِحَّ بِنَاءُ اِسْمِ الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ

﴿ترجمہ﴾: اسم موصول وہ اسم ہے جو صلہ اور عائد کے بغیر جملے کا جزء تام نہ بن سکے، اور اس کا صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور عائد اسم موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہے اور الف ولام بمعنیٰ اَلَّذِيْ کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے اور اسمائے موصولہ یہ ہیں اَلَّذِيْ، اَلَّتِيْ، اَلَّذَانِ، اَللَّتَانِ الف اور یاء کے ساتھ، اَلْاُلٰى، اَلَّذِيْنَ، اَللَّائِيْ، اَللَّاءِ، اَللَّاىِ، اَللَّاتِيْ، اَللَّوَاتِيْ، مَنْ، مَا، اَيٌّ، اَيَّةٌ، ذُوْ وہ جو قبیلہ بنو طے کی طرف منسوب ہے اور وہ ذَا جو مَا استفہامیہ کے بعد واقع ہو اور الف و لام بمعنیٰ اَلَّذِيْ اور عائد جب مفعول ہو تو اسے حذف کرنا جائز ہے اور جب آپ اَلَّذِيْ کے ذریعہ خبر دیں تو آپ اس کو شروع میں لے آئیں، اور مخبر عنہ کی جگہ اس کلمہ اَلَّذِيْ کی ضمیر کو رکھ دیں اور اس مخبر عنہ کو اسم موصول کی خبر بنا کر مؤخر کر دیں اور جب آپ زَيْد کے بارے میں ضَرَبْتُ زَيْدًا کی ترکیب میں خبر دینا چاہیں تو کہیں اَلَّذِيْ ضَرَبْتُهُ زَيْدٌ اور اسی طرح الف ولام بمعنیٰ اَلَّذِيْ ہے جملہ فعلیہ میں خاص طور پر، تاکہ اسم فاعل یا اسم مفعول کا وزن بنانا صحیح ہو جائے۔

﴿تشریح﴾:

اَلْمَوْصُوْلُ مَالَايَتِمُّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسم موصول کا بیان کرنا ہے کہ اسم موصول وہ اسم ہے جو صلہ اور عائد کے بغیر جملے کا جزء تام نہ بن سکے۔

❁ صلہ وہ جملہ خبریہ ہے جو اسم موصول کے بعد اسم موصول کے معنیٰ کو پورا کرنے کے لئے لایا گیا ہو، صلہ میں اسم

موصول کی طرف لوٹنے والی ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے۔

وَصِلَةُ الْاَلِفِ وَاللَّامِ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمہ اَلِفُ ولَامُ بمعنیٰ اَلَّذِیْ کے صلہ کے بارے میں بیان کرنا ہے کہ اَلِفُ ولَامُ بمعنیٰ اَلَّذِیْ اسمِ موصول کا صلہ بھی دیگر اسمائے موصولہ کی طرح ہے لیکن فرق یہ ہے دیگر اسمائے موصولہ کا صلہ جملہ خبریہ حقیقۃً ہوتا ہے اور اَلِفُ ولَامُ بمعنیٰ اَلَّذِیْ اسم موصول کا صلہ ہمیشہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے جو کہ درحقیقت جملہ خبریہ نہیں ہوتا بلکہ حکماً جملہ خبریہ ہوتا ہے۔

وَهِيَ الَّذِیْ وَالَّتِیْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسمائے موصولات کا بیان کرنا ہے۔ کہ

اَلَّذِیْ واحد مذکر کے لئے۔ اَلَّذَانِ، اَلَّذَیْنِ تثنیہ مذکر کے لئے۔

اَلَّتِیْ واحد مؤنث کے لئے۔ اَللَّتَانِ، اَللَّتَیْنِ تثنیہ مؤنث کے لئے۔

اَلْاُلٰی، اَلَّذِیْنَ جمع مذکر کے لئے۔ اَللَّاتِیْ، اَللَّاءِ، اَللَّایِ، اَللَّاتِیْ، اَللَّوَاتِیْ جمع مؤنث کے لئے۔

مَنْ، مَا بمعنیٰ اَلَّذِیْ یہ دونوں واحد، تثنیہ، جمع، مذکر و مؤنث کے لئے استعمال ہوتے ہیں لیکن مَنْ اکثر ذوی العقول کے لئے اور مَا اکثر غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے۔

اَیٌّ، اَیَّةٌ اَیٌّ واحد، تثنیہ اور جمع، مذکر کے لیئے آتا ہے اور اَیَّةٌ واحد، تثنیہ اور جمع، مؤنث کے لیئے آتا ہے۔

ذُو بھی قبیلہ بنو طے کی لغت میں اَلَّذِیْ کے معنی میں اسم موصول ہے۔

ذَا بھی اسم موصول ہے جو مَا استفہامیہ کے بعد واقع ہو۔

اَلِفُ ولَام بمعنیٰ اَلَّذِیْ یا اَلَّتِیْ بھی اسم موصول ہوتا ہے بشرطیکہ اسم فاعل یا اسم مفعول پر داخل ہو۔

وَالْعَائِدُ الْمَفْعُوْلُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ضمیر کو حذف کرنے کا حکم بیان کرنا ہے کہ اگر صلہ میں عائد مفعول بہ ہو تو اسے حذف کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ ایسی ضمیر منصوب متصل نہ ہو جو اِلَّا کے بعد واقع ہو۔

وَإِذَا اَخْبَرْتَ بِالَّذِی الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسم موصول کے ذریعے خبر دینے کا طریقہ بیان کرنا ہے کہ اگر آپ اسم موصول کے ذریعے جملے کی کسی جزء کی خبر دینا چاہیں تو امورِ ثلاثہ بجا لائیں۔

1: اسم موصول کو اس جملے کے شروع میں لے آئیں۔

2: جملے کی جس جزء کے بارے میں آپ خبر دینا چاہیں اس کی جگہ اسم موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر لے آئیں۔

3: مخبر عنہ کو اسم موصول کی خبر بنا کر مؤخر کر دیں۔ مثلاً ضَرَبْتُ زَیْدًا سے اَلَّذِیْ ضَرَبْتُهٗ زَیْدٌ

وَكَذٰلِكَ الْاَلِفُ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ دیگر اسمائے موصولہ کی طرح الف ولام بمعنیٰ الذی کے ذریعے بھی مذکورہ طریقہ کے مطابق خبر دینا درست ہے جبکہ تین شرطیں پائی جائیں۔

1: جس جملہ کی جزء کے بارے میں خبر دینا چاہتے ہیں وہ جملہ اسمیہ نہ ہو بلکہ فعلیہ ہو۔

2: اس جملہ فعلیہ میں آنے والا فعل متصرف ہو یعنی اس سے ماضی، مضارع، امر اور اسمائے مشتقہ کی گردانیں ہو سکتی ہوں۔

3: اس فعل کے شروع میں کوئی ایسا حرف نہ ہو جو اسم فاعل و مفعول میں اپنے معنیٰ کا فائدہ نہ دے سکے۔ جیسے: سین، سوف۔

﴿عبارت﴾:

فَاِنْ تَعَذَّرَ اَمْرٌ مِنْهَا تَعَذَّرَ الْاَخْبَارُ وَمِنْ ثَمَّ اِمْتَنَعَ فِیْ ضَمِیْرِ الشَّانِ وَالْمَوْصُوْفِ وَالصِّفَةِ وَالْمَصْدَرِ الْعَامِلِ وَالْحَالِ وَالضَّمِیْرِ الْمُسْتَحِقِّ لِغَیْرِ هَا وَالْاِسْمِ الْمُشْتَمِلِ عَلَیْهِ وَمَا الْاِسْمِیَّةُ مَوْصُوْلَةٌ وَاِسْتِفْهَامِیَّةٌ وَشَرْطِیَّةٌ وَمَوْصُوْفَةٌ وَتَامَّةٌ بِمَعْنٰی شَیْءٍ وَصِفَةٌ وَمَنْ كَذَالِكَ اِلَّا فِی التَّامَّةِ وَالصِّفَةِ وَاَیٌّ وَاَیَّةٌ كَمَنْ وَهِیَ مُعْرَبَةٌ وَحْدَهَا اِلَّا اِذَا حُذِفَ صَدْرُ صِلَتِهَا وَفِیْ مَاذَا صَنَعْتَ وَجْهَانِ اَحَدُهُمَا مَا الَّذِیْ وَجَوَابُهٗ رَفْعٌ وَالْاٰخَرُ اَیُّ شَیْءٍ وَجَوَابُهٗ نَصَبٌ

﴿ترجمہ﴾: پس اگر ان میں سے کوئی بات ناممکن ہو جائے تو اسم موصول کے ذریعہ خبر دینا بھی ناممکن ہو جائے گا، اسی وجہ سے وہ ممتنع ہے ضمیر شان میں اور موصوف، صفت مصدر عامل، حال اور اس ضمیر میں جو اسم موصول کے علاوہ کی مستحق ہو اور اس اسم میں جو ضمیر مستحق پر مشتمل ہو اور مَا اسمیہ، موصولہ، استفہامیہ، شرطیہ، موصوفہ، تامہ بمعنیٰ شَیْءٍ اور صفت ہوتا ہے اور مَنْ بھی اسی طرح ہوتا ہے سوائے تامہ اور صفت کے اور اَیٌّ اور اَیَّةٌ مَنْ کی طرح ہیں اور یہ تنہاء معرب ہوتے ہیں مگر اس وقت جب کہ ان کا صدر صلہ حذف کر دیا جائے اور مَاذَا صَنَعْتَ میں دو صورتیں جائز ہیں ان میں سے ایک مَا الَّذِیْ ہے اور اس کا جواب مرفوع ہوگا اور دوسری صورت اَیُّ شَیْءٍ ہے اس کا جواب منصوب ہوگا۔

﴿تشریح﴾:

فَاِنْ تَعَذَّرَ اَمْرٌ مِنْهَا الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ اگر امورِ ثلاثہ (جملے کے شروع میں اسم موصول کو لانا، مخبر عنہ کی جگہ اسم موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر لانا، اور مخبر عنہ کو خبر بنا کر مؤخر کر دینا) میں سے کوئی امر متعذر ہو جائے تو وہاں اسم موصول کے ذریعے خبر دینا متعذر ہو جائے گا۔

وَمِنْ ثَمَّ اِمْتَنَعَ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ان سات مقامات کا بیان کرنا ہے کہ جہاں امور ثلاثہ میں سے کسی امر کے متعذر ہو جانے کی وجہ سے اسم موصول کے ساتھ خبر دینا متعذر رہے۔

1: جس جملہ میں کوئی ضمیر شان واقع ہو تو اس کے بارے میں اسم موصول کے ساتھ خبر دینا درست نہیں کیونکہ وہاں ضمیر شان کو مؤخر کرنا پڑیگا اور یہ جائز نہیں۔

2: جملے میں کوئی موصوف ہو تو صفت کے بغیر محض اس موصوف کے بارے میں اسم موصول کے ذریعے خبر دینا جائز نہیں کیونکہ ایسی صورت میں موصوف کی جگہ ضمیر لائی جائیگی جو بمنزلہ موصوف ہوگی جبکہ ضمیر موصوف نہیں بن سکتی۔

3: جملہ کوئی صفت ہو تو موصوف کے بغیر محض اس صفت کے متعلق اسم موصول کے ذریعے خبر دینا درست نہیں کیونکہ یہاں مخبر عنہ کی جگہ اسم موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر لانا متعذر ہے کیونکہ ایسی صورت میں ضمیر کا صفت بننا لازم آئیگا اور ضمیر کا صفت ہونا درست نہیں۔

4: جملے میں کوئی مصدر عامل ہو تو اس کے معمول کے بغیر محض اس مصدر کے عامل کے متعلق اسم موصول کے ذریعے خبر دینا درست نہیں کیونکہ یہاں ضمیر کا عامل ہونا لازم آئیگا حالانکہ ضمیر عامل نہیں ہوتی۔

5: جملے میں کوئی حال ہو تو اس کے متعلق اسم موصول کے ذریعے خبر دینا جائز نہیں کیونکہ ایسی صورت میں ضمیر لانے کی صورت میں حال کا معرفہ ہونا لازم آئیگا جو کہ درست نہیں۔

6: جملے میں کوئی ایسی ضمیر جو پہلے سے اسم موصول کے علاوہ کسی اور اسم کی طرف لوٹ رہی ہو تو اس ضمیر کے متعلق اسم موصول کے ذریعے خبر دینا درست نہیں کیونکہ اس صورت میں اسم موصول کا عائد سے خالی ہونا لازم آئیگا جو کہ درست نہیں۔

7: جملے میں کوئی اسم ایسی ضمیر کی طرف مضاف ہو جو پہلے اسم موصول کے علاوہ کسی اور اسم کی طرف راجع ہو تو اس اسم کے متعلق اسم موصول کے ذریعے خبر دینا درست نہیں کیونکہ اس صورت میں اسم موصول کا عائد سے خالی ہونا لازم آئیگا جو کہ درست نہیں۔

وَمَا الْاِسْمِيَّةُ مَوْصُوْلَةٌ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مَا اسمیہ کی اقسام بیان کرنی ہیں۔ کہ ما اسمیہ کی چھ قسمیں ہیں۔

1: موصولہ: جیسے عَرَفْتُ مَاشْتَرَیْتُہٗ
2: استفہامیہ: جیسے مَاعِنْدَكَ
3: شرطیہ: جیسے مَاتَصْنَعْ اَصْنَعْ
4: موصوفہ: جیسے مَرَرْتُ بِمَا مُعْجِبٍ لَكَ
5: تامہ: جیسے فَنِعِمَّاهِیَ
6: صفت: جیسے اِضْرِبْهُ ضَرْبًا مَّا

وَمَنْ كَذَالِكَ اِلَّا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مَنْ کی اقسام بیان کرنی ہیں۔

کہ من سوائے آخری دو قسموں (تامہ، صفت) کے بقیہ چار اقسام میں مَا اسمیہ کی طرح ہے۔

1: موصولہ جیسے اَكْرَمْتُ مَنْ جَاءَنِیْ
2: استفہامیہ جیسے مَنْ جَاءَكَ
3: شرطیہ: جیسے مَنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ
4: موصوفہ جیسے رُبَّ مَنْ جَاءَكَ قَدْ اَكْرَمْتُهٗ

وَاَیٌّ وَاَیَّۃٌ کَمَنْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اَیٌّ وَاَیَّۃٌ کی اقسام بیان کرنی ہیں۔
کہ ان کی بھی من کی طرح چار قسمیں ہیں۔

1: موصولہ: جیسے اَضْرِبُ اَیُّھُمْ لَقِیْتُ 2: استفہامیہ: جیسے اَیُّھُمْ اَخُوْکَ

3: شرطیہ: جیسے اَیًّامَّاتَدْعُوْفَلَہُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی 4: موصوفہ: جیسے یٰاَیُّھَاالرَّجُلُ

وَھِیَ مُعْرَبَۃٌ وَحْدَھَاالخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اَیٌّ وَاَیَّۃٌ کا حکم بیان کرنا ہے۔
کہ اسمائے موصولات تمام احوال میں مبنی ہوتے ہیں لیکن یہ دونوں (اَیٌّ وَاَیَّۃٌ) ایسے اسمائے موصولہ ہیں کہ یہ تمام احوال میں مبنی نہیں ہوتے بلکہ چار حالتوں میں سے ایک ہی حالت میں مبنی ہوتے ہیں۔

1: یہ مضاف ہوں اور صدر صلہ مذکور نہ ہو۔ 2: مضاف نہ ہوں صدر صلہ مذکور ہو۔

3: نہ مضاف ہوں اور نہ ہی صدر صلہ مذکور ہو۔ 4: مضاف ہوں اور ان کا صدر صلہ محذوف منوی ہو۔

❁ پہلی تین صورتوں میں یہ (اَیٌّ وَاَیَّۃٌ) معرب ہوتے ہیں اور آخری (4) صورت میں یہ مبنی برضم ہوتے ہیں۔

وَفِیْ مَاذَاصَنَعْتَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مَاذَا کی ترکیبی ممکنہ وجوھات بیان کرنی ہیں۔

1: مَا استفہامیہ، مبتدأ۔ اور ذَا بمعنیٰ اَلَّذِیْ اسم موصول۔ اور صَنَعْتَ اس کا صلہ، موصول مل کر خبر۔

2: مَا استفہامیہ خبر مقدم۔ اور ذَاصَنَعْتَ موصول وصلہ مل کر مبتدائے مؤخر، ان دونوں صورتوں میں اس کا جواب مبتدا محذوف کی خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہوگا مثلاً جب کہا جائے گا مَاذَاصَنَعْتَ؟ تو جواباً کہا جائے گا اَلْاِکْرَامُ جو کہ اصل اَلَّذِیْ صَنَعْتَہٗ ھُوَالْاِکْرَامُ ہوگا۔

3: مَاذَا اَیُّ شَیْءٍ کے معنیٰ میں ہو، خواہ مَا اَیُّ شَیْءٍ کے معنیٰ میں ہو اور ذَا زائدہ ہو، یا مَاذَا پورا لفظ ہی اَیُّ شَیْءٍ کے معنیٰ میں ہو، اس صورت میں اَیُّ شَیْءٍ مفعول بہ ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہوگا لہٰذا یہ جملہ فعلیہ ہوگا اور اس کا جواب فعل محذوف کا مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہوگا مثلاً جب کہا جائے گا مَاذَاصَنَعْتَ تو اس کے جواب میں اَلْاِکْرَامَ کہا جائے گا جو کہ اصل میں صَنَعْتُ الْاِکْرَامَ ہوگا۔

﴿نوٹ﴾: پہلی صورت میں جواب کو فعل محذوف کا مفعول بہ مان کر منصوب پڑھنا اور دوسری صورت میں مبتدأ محذوف کی خبر مان کر مرفوع پڑھنا جائز ہے لیکن ایسے سوال وجواب میں مطابقت نہیں ہوگی، پس اس صورت کی غیر اولویت کی بناء پر مصنف علیہ الرحمۃ نے اسے ذکر نہیں کیا۔

﴿عبارت﴾:

اَسْمَاءُ الْاَفْعَالِ مَاکَانَ بِمَعْنَی الْاَمْرِ اَوِالْمَاضِیْ نَحْوُرُوَیْدَزَیْدًااَیْ اَمْھِلْہُ وَھَیْھَاتَ

ذَالِكَ اَیْ بَعُدَ وَفَعَالِ بِمَعْنَی الْاَمْرِ مِنَ الثُّلَاثِیْ قِیَاسٌ كَنَزَالِ بِمَعْنٰی اِنْزِلْ وَفَعَالِ مَصْدَرًا مَعْرِفَةً كَفَجَارِ وَصِفَةً مِثْلُ یَافَسَاقِ مَبْنِیٌّ لِمُشَابَهَتِهٖ لَهٗ عَدْلًا وَزِنَةً وَفَعَالِ عَلَمًا لِلْاَعْیَانِ مُؤَنَّثًا كَقَطَامِ وَغَلَابِ مَبْنِیٌّ فِی الْحِجَازِ وَمُعْرَبٌ فِیْ تَمِیْمٍ اِلَّا مَا كَانَ فِیْ اٰخِرِهٖ رَاءٌ نَحْوُ حَضَارِ

﴿ترجمہ﴾: اسمائے افعال جو امر یا ماضی کے معنیٰ میں ہوں جیسے رُوَیْدَ زَیْدًا جو کہ اَمْهِلْهُ کے معنیٰ میں ہے اور هَیْهَاتَ ذَالِكَ یعنی بَعُدَ اور فَعَالِ بمعنیٰ فعل امر ثلاثی مجرد سے قیاسی ہے۔ جیسے: نَزَالِ بمعنیٰ اِنْزِلْ اور فَعَالِ جو مصدر معرفہ ہو جیسے فَجَارِ اور صفت ہو جیسے یَافَسَاقِ مبنی ہے اس کے فَعَالِ بمعنیٰ امر بمعنی حاضر کے ساتھ مشابہہ ہونے کی وجہ سے عدل اور وزن میں، اور فَعَالِ جو نام ہو کسی مؤنث ذات کا جیسے قَطَامِ اور غَلَابِ (دو عورتوں کے نام) مبنی ہے اہل حجاز کی لغت میں اور معرب ہے بنو تمیم کی لغت میں سوائے اس کے جس کے آخر میں را ہو جیسے حَضَارِ (ایک ستارے کا نام)۔

﴿تشریح﴾:

اَسْمَاءُ الْاَفْعَالِ مَاالخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسمائے افعال کا بیان کرنا ہے کہ اسم فعل وہ اسم مبنی ہے جو فعل کے معنیٰ میں ہو اور اس میں فعل کی علامتیں نہ پائی جائیں جیسے رُوَیْدَ زَیْدًا

❁ اسم فعل کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) بمعنیٰ امر حاضر معروف۔ (۲) بمعنیٰ فعل ماضی۔ (۳) جو فعال بمعنیٰ امر حاضر کے وزن پر ہو۔

1: اسم فعل بمعنیٰ امر حاضر معروف: وہ اسم فعل جو امر حاضر کے معنیٰ میں ہو، اور اس کا مابعد اسم مفعولیت کی بناء پر منصوب ہو۔

جیسے رُوَیْدَ بمعنیٰ اَمْهِلْ (تو مہلت دے)، بَلْهَ بمعنیٰ اُتْرُكْ (تو چھوڑ دے)، حَیَّهَلْ بمعنیٰ اَقْبِلْ (تو متوجہ ہو) عَلَیْكَ بمعنیٰ اَلْزِمْ (تو لازم پکڑ) دُوْنَكَ اور هَا بمعنیٰ خُذْ (تو پکڑ)۔

2: اسم فعل بمعنیٰ فعل ماضی: وہ اسم فعل جو فعل ماضی کے معنیٰ میں ہو اور اس کا مابعد اسم فاعلیت کی بناء پر مرفوع ہو۔ جیسے هَیْهَاتَ بمعنیٰ بَعُدَ (وہ دور ہوا)، شَتَّانَ بمعنیٰ اِفْتَرَقَ (وہ جدا ہوا)، سَرْعَانَ بمعنیٰ سَرِعَ (اس نے جلدی کی)۔

3: وہ اسم فعل جو فَعَالِ امر حاضر کے وزن پر ہو یہ ثلاثی مجرد سے قیاس کے مطابق آتا ہے یعنی ثلاثی مجرد کے افعال سے اکثر فَعَالِ کے وزن پر اسم فعل بمعنیٰ امر حاضر بنایا جا سکتا ہے۔ جیسے: نَزَالِ بمعنیٰ اِنْزِلْ (تو، اتر) تَرَاكِ بمعنیٰ اُتْرُكْ (تو چھوڑ) ضَرَابِ بمعنیٰ اِضْرِبْ (تو مار) كِتَابِ بمعنیٰ اُكْتُبْ (تو لکھ)۔

وَفَعَالِ مَصْدَرًاالخ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فَعَالِ کے اس وزن کا بیان کرنا ہے جو اگرچہ اسمائے افعال میں سے تو نہیں لیکن ان کو فَعَالِ بمعنیٰ امر حاضر کے ساتھ وزن میں اور مبنی ہونے میں مناسبت ومشابہت حاصل ہے، ایسے وزن کی تین اقسام ہیں۔

1: ایسا فَعَالِ جو مصدر معرفہ کے معنیٰ میں ہو۔ جیسے: فَجَارِ! یہ مصدر معرفہ یعنی اَلْفُجُوْرُ کے معنیٰ میں ہے۔

2: ایسا فَعَالِ جو کسی مؤنث کی صفت ہو۔ جیسے: یَافَسَاقِ (اے فاسقہ! عورت)۔

❁ یہ دونوں قسمیں بالاتفاق مبنی ہیں کیونکہ ان کو وزن اور معدول ہونے میں فَعَالِ بمعنیٰ امر حاضر کے ساتھ مشابہت حاصل ہے یعنی جس طرح فَعَالِ بمعنیٰ امر حاضر فَعَالِ کے وزن پر ہے اور امر حاضر سے معدول ہے اسی طرح یہ بھی فَعَالِ کے وزن پر بھی ہیں اور امر حاضر سے معدول بھی ہیں بناء بریں ان دونوں قسموں کو مبنی قرار دے دیا گیا ہے۔

3: ایسا فَعَالِ جو مؤنث ذاتوں کا علم ہو اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) جس کے آخر میں را نہ ہو۔ جیسے: قَطَامِ، غَلَابِ۔ (۲) جس کے آخر میں را ہو۔ جیسے: حَضَارِ

❁ مذکورہ تیسری قسم میں اختلاف ہے کہ حجازی لغت میں اس تیسری قسم کی دونوں قسمیں ہی مبنی ہیں، جبکہ تمیمی لغت میں تیسری قسم کی پہلی قسم معرب ہے اور دوسری قسم (جس کے آخر میں را نہ ہو) مبنی ہے۔

﴿عبارت﴾:

اَلْاَصْوَاتُ کُلُّ لَفْظٍ حُکِیَ بِہٖ صَوْتٌ اَوْصُوِّتَ بِہٖ الْبَھَائِمُ فَالْاَوَّلُ کَغَاقِ وَالثَّانِیْ کَنَخٍّ اَلْمُرَکَّبَاتُ کُلُّ اِسْمٍ مِنْ کَلِمَتَیْنِ لَیْسَ بَیْنَھُمَانِسْبَۃٌ فَاِنْ تَضَمَّنَ الثَّانِیْ حَرْفًا بُنِیَا کَخَمْسَۃَ عَشَرَ وَحَادِیَ عَشَرَ وَاَخَوَاتِھَااِلَّااِثْنَیْ عَشَرَ وَاِلَّا اُعْرِبَ الثَّانِیْ کَبَعْلَبَکَّ وَبُنِیَ الْاَوَّلُ عَلٰی الْاَصَحِّ

﴿ترجمہ﴾: اسم صوت ہر وہ لفظ ہے جس کے ذریعے کسی کی آواز کی نقل کی جائے یا وہ لفظ ہے جس کے ذریعے کسی جانور کو آواز دی جائے پہلی صورت کی مثال جیسے غَاقِ اور دوسری صورت کی مثال جیسے نَخٍّ، مرکب ہر وہ اسم ہے جو ایسے دو کلموں سے بنا ہو جن کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو اگر وہ اسم کسی حرف کو متضمن ہو تو دونوں جزء مبنی ہونگے جیسے خَمْسَۃَ عَشَرَ، حَادِیَ عَشَرَ اور اس کے اخوات سوائے اِثْنَیْ عَشَرَ کے ورنہ دوسری جزء معرب ہوگی جیسے بَعْلَبَکُّ اور پہلی جزء صحیح ترین قول کے مطابق مبنی ہوگی۔

﴿تشریح﴾:

اَلْاَصْوَاتُ کُلُّ لَفْظٍالخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسمائے اصوات کا بیان کرنا ہے کہ اسم صوت ہر وہ لفظ ہے جس

کے ذریعے کسی کی آواز کی نقل کی جائے یا کسی چوپائے کو آواز دی جائے۔

❁ پہلی صورت کی مثال: جیسے غَاقِ غَاقِ (کوے کی آواز) اُخ اُخ (کھانسی کی آواز)۔

❁ دوسری صورت کی مثال: جیسے نَخٍّ نَخٍّ (اونٹ کو بٹھانے کے لئے)۔

اَلْمُرَكَّبَاتُ كُلُّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مرکب کا بیان کرنا ہے، کہ مرکب ہر وہ اسم ہے جو ایسے دو کلموں سے ملا ہوا ہو جن کے درمیان نسبت نہ ہو۔ یعنی ترکیب اضافی، ترکیب اسنادی اور ترکیب توصیفی نہ ہو۔

فَإِنْ تَضَمَّنَ الثَّانِيُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مرکب کی تقسیم کرنی ہے کہ مرکب کی دو قسمیں ہیں۔

1: جس میں دوسرا کلمہ کسی حرف کو شامل ہو۔ جیسے: اَحَدَ عَشَرَ، حَادِيَ عَشَرَ ان کا دوسرا جزء واؤ کو شامل ہے کیونکہ یہ اصل میں اَحَدٌ وَعَشَرٌ، اور حَادِي وَعَشَرٌ تھے، ایسے مرکب کی دونوں جزئیں مبنی بر فتح ہوتی ہیں سوائے اِثْنَاعَشَرَ اور اِثْنَتَاعَشَرَ کے کہ ان کا صرف دوسرا جزء ہی مبنی ہے جبکہ پہلا جزء معرب ہے

2: جس میں دوسرا کلمہ کسی حرف کو شامل نہ ہو۔ جیسے: بَعْلَبَكُّ جو کہ اصل میں بَعْلُ اور بَكٌّ تھے، اس میں چار لغتیں ہیں۔

(۱) اس کا پہلا جزء مبنی بر فتح اور دوسرا جزء معرب غیر منصرف ہوگا اسے مصنف علیہ الرحمۃ نے اصح قرار دیا ہے۔

(۲) دونوں جزء معرب ہونگے پہلا جزء معرب منصرف ہوگا اور دوسرا جزء معرب غیر منصرف ہوگا۔

(۳) دونوں جزء معرب منصرف ہونگے پہلا جزء مضاف اور دوسرا جزء مضاف الیہ ہوگا۔

(۴) دونوں جزء مبنی بر فتح ہونگے۔

﴿عبارت﴾:

اَلْكِنَايَاتُ كَمْ وَكَذَا لِلْعَدَدِ وَكَيْتَ وَذَيْتَ لِلْحَدِيْثِ فَكَمِ الْاِسْتِفْهَامِيَّةُ مُمَيِّزُهَا مَنْصُوْبٌ مُفْرَدٌ وَالْخَبَرِيَّةُ مَجْرُوْرٌ مُفْرَدٌ وَمَجْمُوْعٌ وَتَدْخُلُ مِنْ فِيْهِمَا وَلَهُمَا صَدْرُ الْكَلَامِ وَكِلَاهُمَا يَقَعُ مَرْفُوْعًا وَمَنْصُوْبًا وَمَجْرُوْرًا فَكُلُّ مَا بَعْدَهُ فِعْلٌ غَيْرُ مُشْتَغِلٍ عَنْهُ بِضَمِيْرِهٖ كَانَ مَنْصُوْبًا مَعْمُوْلًا عَلٰى حَسْبِهٖ وَكُلُّ مَاقَبْلَهُ حَرْفُ جَرٍّ اَوْ مُضَافٌ فَمَجْرُوْرٌ وَاِلَّا فَمَرْفُوْعٌ مُبْتَدَاً اِنْ لَمْ يَكُنْ ظَرْفًا وَخَبَرًا اِنْ كَانَ ظَرْفًا وَكَذَالِكَ اَسْمَاءُ الْاِسْتِفْهَامِ وَالشَّرْطِ وَفِيْ مِثْلِ ع كَمْ عَمَّةٍ لَكَ يَا جَرِيْرُ وَخَالَةٍ ثَلَاثَةُ اَوْجُهٍ وَقَدْ يُحْذَفُ فِيْ مِثْلِ كَمْ مَالُكَ وَكَمْ ضَرَبْتَ

﴿ترجمہ﴾: اسمائے کنایات وہ کَمْ اور کَذَا ہیں، عدد کے لئے، اور کَيْتَ اور ذَيْتَ بات کے لئے، پس کَمْ استفہامیہ کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے اور کم خبریہ کی تمیز مفرد اور جمع مجرور ہوتی ہے اور ان دونوں کی تمیز پر مِنْ

داخل ہوتا ہے اور ان دونوں کے لئے صدارت کلام ہوتی ہے اور یہ دونوں مرفوع، منصوب اور مجرور واقع ہوتے ہیں، پس ہر وہ کَمْ جس کے بعد ایسا فعل ہو جو اس کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اس میں عمل کرنے سے اعراض نہ کر رہا ہو تو وہ منصوب ہوگا اور اسے اس کے عامل کے اعتبار سے عمل دیا جائے گا اور ہر وہ کَمْ جس سے پہلے حرف جر ہو یا مضاف ہو پس وہ مجرور ہوگا ورنہ وہ کَمْ مرفوع ہوگا، مبتدأ ہوگا اگر تمییز ظرف نہ ہو اور خبر ہوگا اگر تمییز ظرف ہو۔ اور کَمْ کی طرح ہی اسمائے استفہام اور اسمائے شرط مرفوع، منصوب اور مجرور ہوتے ہیں اور کَمْ عَمَّةٍ لَكَ يَا جَرِيرُ وَخَالَةٍ (اے جریر! تیری کسقدر پھوپھیاں اور خالائیں ہیں) جیسی مثالوں میں تین صورتیں جائز ہیں، اور کبھی تمییز کو حذف کر دیا جاتا ہے کَمْ مَالُكَ اور کَمْ ضَرَبْتَ کی مثل میں۔

﴿تشریح﴾:

اَلْكِنَايَاتُ كَمْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسمائے کنایات کا بیان کرنا ہے کہ اسم کنایہ وہ اسم ہے جو مبہم عدد یا مبہم کلام کے لئے وضع کیا گیا ہو، اسمائے کنایات چار ہیں۔ (۱) کَمْ . (۲) كَذَا۔ (۳) كَيْتَ . (۴) ذَيْتَ۔ کَمْ اور كَذَا :عدد مبہم پر دلالت کرتے ہیں، اور كَيْتَ اور ذَيْتَ ! مبہم بات پر دلالت کرتے ہیں۔

یاد رہے کیت اور ذیت تنہاء استعمال نہیں ہوتے بلکہ تکرار کے ساتھ اور واؤ عاطفہ کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے كَيْتَ وَكَيْتَ یا ذَيْتَ وَذَيْتَ

فَكَمِ الْاِسْتِفْهَامِيَّةُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ کَمْ کے احکام بیان کرنے ہیں، کہ کم کی دو قسمیں ہیں۔

1: کَمْ استفہامیہ۔ وہ کَمْ ہے جس کے ذریعے مبہم طور پر کسی چیز کی تعداد کا پوچھا جائے، اس کی تمییز مفرد منصوب ہوتی ہے۔

جیسے کَمْ رَجُلًا عِنْدَكَ

2: کَمْ خبریہ: وہ کَمْ ہے جس کے ذریعے مبہم طور پر کسی چیز کی تعداد کی کثرت بیان کی جائے، اس کی تمییز اضافت کی وجہ سے مجرور ہوتی ہے، کبھی مفرد مجرور ہوتی ہے۔ جیسے: کَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُهُ (میں نے کتنا ہی مال خرچ کیا) اور کبھی جمع مجرور ہوتی ہے۔ جیسے: کَمْ رِجَالٍ لَقِيْتُهُمْ (میں کتنے ہی مردوں سے ملاقات کی)۔

وَتَدْخُلُ مِنْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ کبھی کبھی کَمْ استفہامیہ اور کَمْ خبریہ کی تمییز پر مِنْ جارہ بھی داخل ہو جاتا ہے، کَمْ استفہامیہ کی مثال، جیسے کَمْ مِنْ رَجُلٍ لَقِيْتَ (تو نے کتنے مردوں سے ملاقات کی؟) کَمْ خبریہ کی مثال: جیسے کَمْ مِنْ مَالٍ اَنْفَقْتُهُ، یاد رہے یہ مِنْ معنیٰ کے اعتبار سے زائد ہوتا ہے۔

وَلَهُمَا صَدْرُ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ کَمْ استفہامیہ اور کَمْ خبریہ ہمیشہ کلام کے شروع میں آتے ہیں، درمیان کلام میں یا آخر کلام میں نہیں آسکتے۔

وَكِلَاهُمَا يَقَعُ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ کَمْ استفہامیہ اور کَمْ خبریہ کے محل اعراب کو بیان کرنا ہے کہ ان میں سے ہر ایک محلاً مرفوع، منصوب اور مجرور ہوتا ہے۔

فَكُلُّ مَابَعْدَهُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ کَمْ کے منصوب ہونے کا موقع بیان کرنا ہے کہ اگر کَمْ کے بعد کوئی ایسا فعل یا شبہ فعل ہو جو کَمْ کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے کَمْ میں عمل کرنے سے اعراض نہ کررہا ہو تو وہاں کَمْ محلاً منصوب ہوتا ہے یعنی اگر وہ فعل مفعول بہ کی وجہ سے نصب کا تقاضا کر رہا ہے تو وہاں کَمْ محلاً مفعول بہ ہوگا۔ اور اگر وہ ظرفیت کی وجہ سے نصب کا تقاضا کر رہا ہے تو وہاں مفعول فیہ ہوگا اور اگر وہ فعل مفعول مطلق کی بناء پر نصب کا متمنی ہے تو وہاں وہ مفعول مطلق ہوگا۔ جیسے (کم استفہامیہ کی مثال) كَمْ رَجُلًا ضَرَبْتُ، كَمْ يَوْمًا سِرْتُ ، (کم خبریہ کی مثال) كَمْ رَجُلٍ مَلَكْتُ، كَمْ يَوْمٍ صُمْتُ

وَكُلُّ مَاقَبْلَهُ حَرْفُ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ کم کے مجرور ہونے کا موقع بیان کرنا ہے کہ اگر کم کے ماقبل حرف جر یا مضاف ہو تو وہاں کم مجرور ہوگا کیونکہ حرف جر اپنے مدخول کو اور مضاف اپنے مضاف الیہ کو جر دیتے ہیں۔ جیسے: بِكَمْ دِرْهَمٍ اِشْتَرَيْتُ، غُلَامُ كَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُ ۔

وَإِلَّا فَمَرْفُوعٌ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ کم کے محلاً مرفوع ہونے کا موقع بیان کرنا ہے کہ اگر کم کے بعد کوئی عامل ناصب یعنی فعل یا شبہ فعل بھی نہ ہو اور نہ ہی اس سے پہلے حرف جر یا مضاف ہو تو اس صورت میں کم محلاً مرفوع ہوتا ہے اور اس کے مرفوع ہونے کی دو صورتیں ہیں۔

1: مبتدأ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو، یہ اس وقت ہوگا جب تمیز ظرف نہ ہو۔

(کَمْ استفہامیہ کی مثال) جیسے كَمْ رَجُلًا اَخُوْكَ اور (کَمْ خبریہ کی مثال) جیسے كَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُهُ

2: خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو، یہ اس وقت ہوگا جب تمیز ظرف ہو۔ (کَمْ استفہامیہ کی مثال) جیسے كَمْ يَوْمًا سَفَرُكَ اور (کَمْ خبریہ کی مثال) جیسے كَمْ شَهْرٍ صَوْمِيْ

وَكَذَالِكَ اَسْمَاءُ الْإِسْتِفْهَامِ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ اسمائے استفہام اور اسمائے شرط محل اعراب میں کم کی طرح ہی ہیں جس طرح کَمْ محلاً مرفوع ہوتا ہے مبتدأ اور خبر ہونے کی وجہ سے اور منصوب و مجرور ہوتا ہے اسی طرح اسمائے استفہام اور اسمائے شرط بھی مرفوع منصوب اور مجرور ہوتے ہیں۔

(مرفوع کی مثال) جیسے مَنْ ضَرَبْتَهُ، مَنْ تَضْرِبْهُ اَضْرِبْهُ

(منصوب ہونے کی مثال) جیسے مَنْ ضَرَبْتَ، مَنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ

(مجرور ہونے کی مثال) بِمَنْ مَرَرْتَ، غُلَامُ مَنْ ضَرَبْتَ، غُلَامُ مَنْ تَضْرِبْهُ اَضْرِبْهُ

وَفِىْ مِثْلِ ع كَمْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ كَمْ عَمَّةٍ لَكَ الخ کی مثل میں تین وجوہ جائز

ہیں اوراس مثل سے مراد ہروہ ترکیب ہے جو کَمْ استفہامیہ اور کَمْ خبریہ کا احتمال رکھتی ہو اوراس کی تمییز ذکراور حذف کا احتمال رکھتی ہو پس وہاں کَمْ اوراس کے مابعد میں تین وجہیں جائز ہیں۔

1: کم اپنی تمییز سے مل کر مبتدا ہونے کی وجہ سے محلا مرفوع ہوایسی صورت میں اس کی تمییز عَمّة ہوگی۔

2: کَمْ اپنی تمییز سے مل کراپنے مابعد فعل کا مفعول فیہ ہونے کی بناء پر محلا منصوب ہوایسی صورت میں اس کی تمییز مَرّة محذوف ہوگی یعنی اصل عبارت یوں ہوگی کَمْ مَرّةٍ عمّةٌ لَکَ یاجَرِیْرُ ۔

3: کَمْ اپنی تمییز سے مل کراپنے مابعد فعل کا مفعول مطلق ہونے کی بناء پر محلا منصوب ہواس صورت میں اس کی تمییز حَلْبَة محذوف ہوگی، اصل عبارت یوں ہوگی کَمْ حَلْبَةٌ عَمّةٌ لَکَ یاجَرِیْرُ ۔

❁ کَمْ کے مابعد(عَمّة، خَالَة) میں مندرجہ ذیل تین صورتیں جائز ہیں۔

1: انہیں مبتدا ہونے کی بناء پر مرفوع پڑھا جائے ایسی صورت میں کَمْ (خواہ خبریہ ہو یا استفہامیہ ہو) کی تمییز مَرّة یا حَلبة ہوگی

2: کَمْ کو استفہامیہ مان کران کو اس کی تمییز کی بناء پر منصوب پڑھا جائے۔

3: کَمْ کو خبریہ مان کران کو اس کی تمییز ہونے کی بناء پر مجرور پڑھا جائے۔

وَقَدْ یُحْذَفُ فِیْ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ کَمْ کی تمییز کو قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے کبھی کبھی حذف بھی کردیا جاتا ہے۔ جیسے: کَمْ مَالُکَ اس میں حذف کا قرینہ یہ ہے کہ مَالُکَ معرفہ ہے اور کَمْ معرفہ پرداخل نہیں ہوتا۔

جیسے کَمْ ضَرَبْتَ اس میں تمییز کے حذف کا قرینہ یہ ہے کہ کَمْ فعل پرداخل ہے حالانکہ کَمْ فعل پرداخل نہیں ہوتا پس ثابت ہوا یہاں ان دونوں جگہوں پر تمییز محذوف ہے(کَمْ مَرّةً ضَرَبْتُ)

﴿عبارت﴾:

اَلظُّرُوْفُ مِنْهَا مَاقُطِعَ عَنِ الْاِضَافَةِ كَقَبْلُ وَبَعْدُ وَاُجْرِیَ مَجْرَاهُ لَاغَيْرُ وَلَيْسَ غَيْرُ وَحَسْبُ وَمِنْهَا حَيْثُ وَلَا يُضَافُ اِلَّا اِلَى الْجُمْلَةِ فِي الْاَكْثَرِ وَمِنْهَا اِذَا وَهِيَ لِلْمُسْتَقْبِلِ وَفِيْهَا مَعْنَى الشَّرْطِ وَلِذَالِكَ اُخْتِيْرَ بَعْدَهَا الْفِعْلُ وَقَدْ تَكُوْنُ لِلْمُفَاجَاةِ فَيَلْزَمُ الْمُبْتَدَأُ بَعْدَهَا وَمِنْهَا اِذْ لِلْمَاضِيْ وَيَقَعُ بَعْدَهَا الْجُمْلَتَانِ وَمِنْهَا اَيْنَ وَاَنّٰى لِلْمَكَانِ اِسْتِفْهَامًا وَ شَرْطًا وَمَتٰى لِلزَّمَانِ فِيْهِمَا وَاَيَّانَ لِلزَّمَانِ اِسْتِفْهَامًا وَكَيْفَ لِلْحَالِ اِسْتِفْهَامًا

﴿ترجمہ﴾: ظروف میں سے کچھ ظروف وہ ہیں جن کو اضافت سے الگ کر دیا جاتا ہے۔جیسے: قَبْلُ اور بَعْدُ اور ان کے قائم مقام کیا گیا ہے لَاغَیْرُ، لَیْسَ غَیْرُ اور حَسْبُ کو، اور ان ظروف میں سے ایک حَیْثُ ہے جو اکثر استعمال میں جملے کی طرف مضاف ہوتا ہے اور ان میں سے ایک اِذَا ہے جو مستقبل کے لئے آتا ہے اور اس میں شرط کے معنی بھی ہوتے ہیں اسی وجہ سے اس کے بعد فعل کو لانا مختار ہے اور کبھی وہ مفاجاۃ کے لئے ہوتا ہے پس ایسی صورت میں اس کے بعد مبتدأ کو لانا ضروری ہے

اور ان میں سے اِذْ ہے جو ماضی کے لئے آتا ہے اور اس کے بعد دو جملے واقع ہوتے ہیں، اور ان میں سے اَیْنَ اور اَنّٰی ہے جو مکان کے لئے آتے ہیں درانحالیکہ وہ استفہام اور شرط ہوں اور ان میں سے مَتٰی ہے جو زمان کے لئے آتا ہے استفہام اور شرط میں اور ان میں سے اَیَّانَ ہے جو زمان کے لئے آتا ہے حالتِ استفہام میں، اور کَیْفَ حالت معلوم کرنے کے لئے آتا ہے حالتِ استفہام میں۔

﴿تشریح﴾:

اَلظُّرُوْفُ مِنْهَا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ظروف مبنی کا بیان کرنا ہے، اسم ظروف وہ اسم ہے جو کسی کام کے وقت یا جگہ پر دلالت کرے۔ظروفِ مبنی کی متعدد اقسام ہیں۔

1: ان کے مضاف الیہ کو لفظاً حذف کر دیا گیا ہو مگر وہ متکلم کے ذہن میں پایا جائے جیسے قَبْلُ، بَعْدُ فَوْقُ، تَحْتُ پس ایسی صورت میں یہ مبنی بر ضم ہونگے جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ، یہاں قَبْلُ اور بَعْدُ کا مضاف الیہ کُلُّ شَیْءٍ نیت میں ہے۔

2: ان کا مضاف الیہ لفظوں میں مذکور ہو جیسے من قبلہ ایسی صورت میں یہ معرب ہونگے۔

3: ان کا مضاف الیہ نہ لفظوں میں ہو اور نہ ہی نیت میں ہو تو پھر بھی معرب ہونگے۔

وَاُجْرِیَ مَجْرَاهُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ غیر اور حسب جو اگر چہ اسمائے ظروف میں سے تو نہیں ہیں لیکن اگر یہ لیس یا لائے نفی کے بعد واقع ہوں اور ان کا مضاف لفظوں میں نہ ہو بلکہ نیت میں ہو تو ایسی صورت میں ان کو بھی قبل اور بعد وغیرہ کے قائم مقام کر کے مبنی بر ضم پڑھا جاتا ہے۔

وَمِنْهَا حَیْثُ وَلَا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ظروف مبنیہ میں سے حیث کا بیان کرنا ہے جو مکان کے لئے مستعمل ہوتا ہے اس کو اضافت لازم ہے اور یہ اکثر جملے کی طرف مضاف ہوتا ہے۔جیسے: فرمان باری تعالیٰ سنستدرجهم من حیث لا یعلمون، اس میں حیث جملے کی طرف مضاف ہے، اور کبھی کبھی مفرد کی طرف بھی مضاف ہوتا ہے۔

وَمِنْهَا اِذَا وَهِیَ لِلْمُسْتَقْبِلِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ظروف مبنیہ میں سے اذا کا بیان کرنا ہے جس کا استعمال

تین طرح سے ہوتا ہے۔

1: کبھی شرط کے لئے آتا ہے، تب یہ مستقبل کے لئے ہوتا ہے اگر چہ ماضی پر ہی داخل ہو، ایسی صورت میں یہ جملہ فعلیہ پر ہی داخل ہوتا ہے، جملہ اسمیہ پر داخل نہیں ہوتا۔ جیسے: اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۔

2: کبھی مفاجاۃ (کسی واقعے کے اچانک پیش آنے کو بتلانے) کے لئے آتا ہے، ایسی صورت میں اس کے بعد جملہ اسمیہ کا ہونا مختار ہے۔ جیسے: خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبُعُ ۔

3: کبھی ظرفیت کے لئے آتا ہے ایسی صورت میں اس کے بعد جملہ اسمیہ بھی آسکتا ہے اور جملہ فعلیہ بھی آسکتا ہے۔ جیسے: اٰتِیْكَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ ۔

وَمِنْهَا اِذْ لِلْمَاضِیْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ظروف مبنیہ میں سے اِذْ کا بیان کرنا ہے جو زمانہ ماضی کے لئے آتا ہے خواہ مضارع پر داخل ہو جائے، اور اس کے بعد جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ دونوں آسکتے ہیں۔

جیسے جِئْتُكَ اِذْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ، جِئْتُكَ اِذِ الشَّمْسُ طَالِعَةٌ

وَمِنْهَا اَیْنَ وَاَنّٰی لِلْمَكَانِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ظروف مبنیہ میں سے اَیْنَ اور اَنّٰی کا بیان کرنا ہے کہ یہ مکان کے لئے آتے ہیں اور ان کا استعمال دو طرح سے ہوتا ہے۔

(۱) کبھی استفہام کیلئے۔ جیسے: اَیْنَ زَیْدٌ، اَنّٰی زَیْدٌ۔

(۲) کبھی شرط کے لئے۔ جیسے: اَیْنَ تَكُنْ اَكُنْ، اَنّٰی تَجْلِسْ اَجْلِسْ ۔ اس صورت میں ان کے بعد دو جملے ہوتے ہیں۔

وَمَتٰی لِلزَّمَانِ فِیْهِمَا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ظروف مبنیہ میں سے مَتٰی کا بیان کرنا ہے کہ یہ زمان کے لئے آتا ہے اور اس کے استعمال کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) کبھی استفہام کیلئے۔ جیسے: مَتٰی تَذْهَبُ (۲) کبھی شرط کے لئے۔ جیسے: مَتٰی تَقُمْ اَقُمْ

وَاَیَّانَ لِلزَّمَانِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ظروف مبنیہ میں سے اَیَّانَ کا بیان کرنا ہے کہ یہ کسی چیز کے وقت کو معلوم کرنے کے لئے آتا ہے۔ جیسے: اَیَّانَ یَوْمُ الْعِیْدِ

وَكَیْفَ لِلْحَالِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ظروف مبنیہ میں سے كَیْفَ کا بیان کرنا ہے کہ كَیْفَ کسی چیز کی حالت معلوم کرنے کے لئے آتا ہے۔ جیسے: كَیْفَ اَنْتَ ۔

﴿عبارت﴾:

وَمُذْ وَمُنْذُ بِمَعْنٰی اَوَّلِ الْمُدَّةِ فَیَلِیْهِمَا الْمُفْرَدُ الْمَعْرِفَةُ وَبِمَعْنَی الْجَمِیْعِ فَیَلِیْهِمَا الْمَقْصُوْدُ بِالْعَدَدِ وَقَدْ یَقَعُ الْمَصْدَرُ اَوِ الْفِعْلُ اَوْ اَنَّ اَوْ اَنْ فَیُقَدَّرُ زَمَانٌ مُضَافٌ

وَهُوَ مُبْتَدَأٌ وَخَبَرُهُ مَابَعْدَهُ خِلَافًا لِلزَّجَاجِ وَمِنْهَا لَدٰی وَلَدُنْ وَقَدْ جَاءَ لَدْنِ وَلَدِنْ وَلُدْنِ وَلَدْ وَلُدْ وَلَدُ وَمِنْهَا قَطُّ لِلْمَاضِي الْمَنْفِيِّ وَعَوْضُ لِلْمُسْتَقْبِلِ الْمَنْفِيِّ وَالظُّرُوْفُ الْمُضَافَةُ اِلَى الْجُمْلَةِ وَاِذْ يَجُوْزُ بِنَاءُ هَا عَلَى الْفَتْحِ وَكَذَالِكَ مِثْلُ وَغَيْرُ مَعَ مَاوَاَنْ وَاَنَّ

﴿ترجمہ﴾: مُذْ، مُنْذُ اول مدت کے معنیٰ میں آتے ہیں اس صورت میں ان دونوں کے ساتھ مفرد معرفہ متصل ہوتا ہے اور جمیع مدت کے معنیٰ میں آتے ہیں اس صورت میں ان کے ساتھ وہ چیز متصل ہوتی جو عدد سے مقصود ہو اور کبھی ان کے بعد مصدر یا فعل یا اَنَّ یا اَنْ واقع ہوتے ہیں اس صورت میں ان کے بعد زَمَـــــــان مضاف محذوف ہوتا ہے اور مُذْ اور مُنْذُ مبتدا واقع ہوتے ہیں اور ان کا مابعد ان کی خبر ہوتی ہے بخلاف امام زجاج کے، اور ظروف مبنیہ میں سے لَدٰی اور لَدُنْ ہیں اور ان میں اور لغات بھی آئی ہیں لَـدْنِ وَلَدِنْ وَلُدْنِ وَلَدْ وَلُدْ وَلَدُ اور ظروف مبنیہ میں سے ایک قَـطُّ ہے جو ماضی منفی کے لئے آتا ہے اور عَـوْضُ مستقبل منفی کے لئے آتا ہے اور وہ ظروف جو مضاف ہوں جملے اور اِذْ کی طرف ان کا مبنی بر فتح ہونا جائز ہے اسی طرح مِثْلُ اور غیر جبکہ مَا، اَنْ اور اَنَّ کے ساتھ ہوں۔

﴿تشریح﴾:

وَمُذْوَمُنْذُ بِمَعْنٰى الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ظروف مبنیہ میں سے مُذْ اور مُنْذُ کا بیان کرنا ہے کہ مُذْ اور مُنْذُ دو معنیٰ کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

1: کام کی ابتدائی مدت بیان کرنے کے لئے آتے ہیں، اس صورت میں ان کے بعد مفرد معرفہ ہوتا ہے، تثنیہ، جمع اور نکرہ نہیں ہوتا جیسے کوئی پوچھے کہ تونے کب سے زید کو نہیں دیکھا؟ تو جوابًا کہا جائے گا کہ مَارَأَيْتُهُ مُذْ اَوْمُنْذُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ کہ میں نے اسے جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا یعنی میرے اسے نہ دیکھنے کی ابتدائی مدت جمعہ کا دن ہے۔

2: کام کی پوری مدت بیان کرنے کے لئے آتے ہیں، اس صورت میں ان کے بعد وہ اسم زمان ہوتا ہے جو وقت کی اس مقدار کو بیان کرے جسے بیان کرنا وہاں مقصود ہو، جیسے کوئی سوال کرے کہ تونے کب سے زید کو نہیں دیکھا؟ تو جوابًا کہا جائے گا کہ مَارَأَيْتُهُ مُذْ اَوْ مُنْذُ يَوْمَانِ کہ میں نے اسے دو دن سے نہیں دیکھا یعنی یعنی میرے اسے نہ دیکھنے کی کل مدت دو دن ہے۔

وَقَدْ يَقَعُ الْمَصْدَرُ اَوِ الْفِعْلُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ کبھی کبھی مُذْ اور مُنْذُ کے بعد مصدر، فعل، اَنَّ، اور اَنْ واقع ہوتے ہیں اس صورت میں ان کے بعد زَمَان مضاف محذوف ہوگا۔

مصدر کی مثال: جیسے مَاخَرَجْتُ مُذْ یا مُنْذُ ذِهَابُكَ

فعل کی مثال: جیسے مَارَأَيْتُهُ مُذْ یا مُنْذُ ذَهَبْتَ

اَنَّ کی مثال: جیسے مَارَأَيْتُهُ مُذْ یا مُنْذُ اَنَّكَ ذَاهِبٌ

اَنْ کی مثال: جیسے مَاخَرَجْتُ مُذْ یا مُنْذُ اَنْ ذَهَبْتَ

وَهُوَ مُبْتَدَأٌ وَ خَبَرُهٗ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مُذْ اور مُنْذُ کی ترکیب کا طریقہ بیان کرنا ہے کہ یہ دونوں ترکیب میں مبتدأ واقع ہوتے ہیں اور ان کا مابعد ان کی خبر ہوتا ہے، اس ترکیب میں امام زجاج کا اختلاف ہے، ان کے نزدیک یہ دونوں (مُذْ اور مُنْذُ) خبر مقدم واقع ہوتے ہیں اور ان کا مابعد مبتدائے مؤخر واقع ہوتا ہے۔

وَمِنْهَا لَدٰی وَ لَدُنْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ظروف مبنیہ میں سے لَدٰی اور لَدُنْ کا بیان کرنا ہے، یہ عِنْدَ کے معنیٰ میں ہوتے ہیں لیکن عِنْدَ اور لَدٰی اور لَدُنْ میں فرق یہ ہے کہ عِنْدَ میں شی ٔ کا قبضہ اور ملکیت میں ہونا ہی کافی ہے ہمہ وقت پاس رہنا کوئی ضروری نہیں اور لَدٰی اور لَدُنْ میں صرف قبضہ اور ملکیت ہی کافی نہیں بلکہ پاس ہونا بھی ضروری ہے۔

وَقَدْ جَاءَ لَدْنِ وَ لَدَنْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ لَدٰی اور لَدُنْ کے تلفظ میں دیگر لغات کا بیان کرنا ہے۔

لَدِنْ لام کا فتحہ اور دال کا کسرہ اور نون کا سکون ہے۔

لَدْنِ لام کا فتحہ، دال کا سکون اور نون کے کسرہ کے ساتھ ہے۔

لُدْنِ لام کا ضمہ اور دال کا سکون اور نون کا کسرہ ہے۔

اور ایک لغت میں لَدْ لام کا فتحہ اور دال کا سکون ہے۔

لُدْ دال کا ضمہ اور دال کا سکون ہے۔

لَدُ لام کا فتحہ اور دال کا ضمہ ہے۔

وَمِنْهَا قَطُّ لِلْمَاضِی الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ظروف مبنیہ میں سے قَطُّ کا بیان کرنا ہے کہ یہ ماضی منفی کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس میں بھی کئی لغات ہیں۔

(۱) قَطُّ قاف کے فتحہ اور طا مشددہ کے ضمہ کے ساتھ۔

(۲) قُطُّ قاف کے ضمہ اور طاء مشددہ کے ضمہ کے ساتھ۔

(۳) قُطِّ قاف کے ضمہ اور طاء مشددہ کے کسرہ کے ساتھ۔

(۴) قُطَّ قاف کے ضمہ اور طاء مشددہ کے فتحہ کے ساتھ۔

(۵) قَطُ قاف کے فتحہ اور طاء مخففہ کے ضمہ کے ساتھ۔

(۶) قُطُ قاف اور طاء مخففہ کے ضمہ کے ساتھ

وَعَوْضُ لِلْمُسْتَقْبِلِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ظروف مبنی میں سے عَوْضُ کا بیان کرنا ہے یہ مستقبل منفی کے لئے آتا ہے۔ جیسے: لَا اَضْرِبُهٗ عَوْضُ کہ میں اسے کبھی نہیں مارونگا، یہ قَبْلُ اور بَعْضُ کی طرح ہے یعنی جس طرح وہ مضاف الیہ کے محذوف منوی ہونے کی صورت میں مبنی ہوتے ہیں اسی طرح یہ (عَوْضُ) بھی مضاف الیہ کے محذوف منوی

ہونے کی صورت میں مبنی ہوتا ہے، جس طرح وہ (قَبْلُ اور بَعْضُ) مضاف الیہ کے مذکور ہونے کی صورت میں یا مضاف الیہ کے نسیاً منسیاً محذوف ہونے کی صورت میں معرب ہوتے ہیں اسی طرح یہ (عَوْضُ) بھی ان دونوں صورتوں میں معرب ہوتا ہے۔

وَالظُّرُوْفُ الْمُضَافَةُ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ظروفِ غیر مبنیہ (یَوْمٌ، لَیْلٌ، حِیْنٌ) کا حکم بیان کرنا ہے کہ اگر وہ جملے یا اِذْ کی طرف مضاف ہوجائیں تو انہیں مبنی بر فتح پڑھنا جائز ہے۔ جیسے: هٰذَا يَوْمَ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ، يَوْمَئِذٍ

وَكَذَالِكَ مِثْلُ وَغَيْرُ مَعَ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مِثْل اور غَیْر کا حکم بیان کرنا ہے کہ جس طرح ظروفِ غیر مبنیہ کو جملہ یا اِذْ کی طرف مضاف کرنے کی صورت میں مبنی بر فتح پڑھنا جائز ہے اسی طرح لفظِ مِثْل اور غَیْر اگر مَا، اَنْ (خفیفہ) یا اَنَّ (ثقیلہ) کے ساتھ ہوں تو ان کو بھی مبنی بر فتح پڑھنا جائز ہے۔ جیسے: ضَرَبْتُهٗ مِثْلَ مَاضَرَبَ زَيْدٌ، ضَرَبْتُهٗ غَيْرَ اَنْ ضَرَبَ زَيْدٌ، مِثْلَ مَااَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ

﴿عبارت﴾:

اَلْمَعْرِفَةُ وَالنَّكِرَةُ وَالْمَعْرِفَةُ مَاوُضِعَ لِشَيْءٍ بِعَيْنِهٖ وَهِيَ الْمُضْمَرَاتُ وَالْاَعْلَامُ وَالْمُبْهَمَاتُ وَمَاعُرِّفَ بِاللَّامِ وَالنِّدَاءِ وَالْمُضَافُ اِلٰى اَحَدِهِمَا مَعْنًى اَلْعَلَمُ مَاوُضِعَ لِشَيْءٍ بِعَيْنِهٖ غَيْرُ مُتَنَاوِلٍ غَيْرَهٗ بِوَضْعٍ وَّاحِدٍ وَاَعْرَفُهَاالْمُضْمَرُ الْمُتَكَلِّمِ ثُمَّ الْمُخَاطَبُ اَلنَّكِرَةُ مَاوُضِعَ لِشَيْءٍ لَا بِعَيْنِهٖ

﴿ترجمہ﴾: معرفہ اور نکرہ کا بیان! معرفہ وہ اسم ہے جو معین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو اور وہ مضمرات، اعلام، مبہمات (اسمائے اشارہ، واسمائے موصولہ) اور جو اسم لام تعریف یا نداء کے ذریعے معرفہ کیا گیا ہو، اور وہ اسم جو ان مذکورہ اقسام میں سے کسی کی طرف مضاف ہو اضافتِ معنویہ کے طور پر، علم وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو کسی متعین چیز کے لئے جو اپنے علاوہ کو وضع واحد کے ساتھ شامل نہ ہو، تمام معارف میں سب سے اعرف ضمیر متکلم ہے پھر ضمیر مخاطب ہے، نکرہ ایسے اسم کو کہتے ہیں جو غیر متعین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

﴿تشریح﴾:

اَلْمَعْرِفَةُ وَالنَّكِرَةُ والخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ معرفہ اور نکرہ کی بحث کرنا ہے معرفہ وہ اسم ہے جو کسی معین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو، اس کی چھ قسمیں ہیں۔ (۱) مضمرات۔ (۲) اعلام۔ (۳) مبہمات یعنی اسمائے اشارات اور اسمائے موصولات۔ (۴) معرف باللام۔ (۵) وہ اسم جو ان میں سے کسی ایک کی طرف اضافتِ معنویہ کے طور پر مضاف ہو۔ (۶) معرفہ بندا۔

مضمرات: مضمر کی جمع ہے اور مضمر ضمیر کو کہتے ہیں جس کی تعریف ہو چکی ہے۔

علم کی تعریف: وہ اسم ہے جو کسی متعین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو، اور اس وضع میں وہ کسی اور کو شامل نہ ہو۔ جیسے: زید، عمرو، بکر، خالد، زاہد وغیرہ۔

معرف باللام کی تعریف: وہ اسم ہے جس کو الف ولام کے ساتھ معرفہ کیا گیا ہو۔ جیسے: اَلْكِتَابُ۔

معرفہ بندا کی تعریف: وہ اسم ہے جو حرف ندا کے ذریعے پکارے جانے کی وجہ سے معرفہ ہو گیا ہو۔ جیسے: يَارَجُلُ

﴿نوٹ﴾: حرف ندا کے ساتھ پکارنے سے صرف نکرہ مقصودہ ہی معرفہ ہوتا ہے نکرہ غیر مقصودہ معرفہ نہیں ہوتا۔

وَاَعْرَفُهَا الْمُضْمَرُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسمائے معرفہ کی درجہ بندی کرنی ہے کہ معرفہ ہونے کے اعتبار سے سب سے زیادہ کامل اور اکمل ضمیر متکلم ہے پھر ضمیر مخاطب ہے، پھر ضمیر غائب ہے اور پھر عَلَم، پھر اسمائے اشارہ پھر معرف باللام اور اسمائے موصولہ، پھر معرفہ بندا اور مضاف الی المعرفہ مضاف الیہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جس درجے کا معرفہ مضاف الیہ ہوگا اسی درجے کا معرفہ مضاف ہوگا۔

﴿عبارت﴾:

اَسْمَاءُ الْعَدَدِ مَاوُضِعَ لِكَمِيَّةِ الْاٰحَادِ الْاَشْيَاءِ اُصُوْلُهَااِثْنَتَاعَشَرَةَ كَلِمَةً وَاحِدٌ اِلٰى عَشَرَةٍ وَمِأَةٌ وَاَلْفٌ تَقُوْلُ وَاحِدٌ اِثْنَانِ وَاحِدَةٌ اِثْنَتَانِ وَثِنْتَانِ وَثَلَاثَةٌ اِلٰى عَشَرَةٍ وَثَلَاثٌ اِلٰى عَشَرٍ وَاَحَدَ عَشَرَ، اِثْنَاعَشَرَ وَاِحْدٰى عَشَرَ اِثْنَتَاعَشَرَةَ وَثِنْتَاعَشَرَةَ وَثَلَاثَةَ عَشَرَ اِلٰى تِسْعَةَ عَشَرَ وَثَلَاثَ عَشَرَةَ اِلٰى تِسْعَ عَشَرَةَ وَتَمِيْمٌ تُكَسِّرُ الشِّيْنَ فِي الْمُؤَنَّثِ وَعِشْرُوْنَ وَاَخَوَاتُهَا فِيْهِمَا وَاحِدٌ وَّعِشْرُوْنَ وَاِحْدٰى وَعِشْرُوْنَ وَثُمَّ بِالْعَطْفِ بِلَفْظِ مَاتَقَدَّمَ اِلٰى تِسْعَةٍ وَتِسْعِيْنَ وَمِائَةٌ وَاَلْفٌ، مِائَتَانِ وَاَلْفَانِ فِيْهِمَا ثُمَّ بِالْعَطْفِ عَلٰى مَاتَقَدَّمَ وَفِيْ ثَمَانِيَ عَشَرَةَ فَتْحُ الْيَاءِ وَجَازَ اِسْكَانُهَا وَشَذَّ حَذْفُهَا بِفَتْحِ النُّوْنِ

﴿ترجمہ﴾: اسمائے عدد وہ اسماء ہیں جو اشیاء کے افراد کی مقدار پر دلالت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں، اعداد کے اصول بارہ کلمات ہیں وَاحِدٌ (ایک) سے عَشَرَةٌ (دس) تک، مِائَةٌ (سو) اور اَلْفٌ (ایک ہزار) آپ کہیں گے وَاحِدٌ (ایک مرد)، اِثْنَانِ (دو مرد)، وَاحِدَةٌ (ایک عورت) اِثْنَتَانِ اور ثِنْتَانِ (دو عورتیں) اور ثَلَاثَةٌ (تین مرد) سے عَشَرَةٌ (دس مرد) تک، اور ثَلَاثٌ (تین عورت) سے عَشَرٌ (دس عورت) تک، اَحَدَ عَشَرَ (گیارہ

مرد)، اِثْنَاعَشَرَ (بارہ مرد) اِحْدٰی عَشَرَۃَ (گیارہ عورتیں) اِثْنَتَا عَشَرَۃَ، ثِنْتَاعَشَرَۃَ (بارہ عورتیں) اور ثَلَاثَۃَ عَشَرَۃَ (تیرہ مرد) سے تِسْعَۃَ عَشَرَ (انیس مرد) تک اور ثَلَاثَ عَشَرَۃَ (تیرہ عورتیں) سے تِسْعَ عَشَرَۃَ (انیس عورتیں) تک۔

اور قبیلہ بنوتمیم مؤنث میں (عَشَرٌ اور عَشَرَۃٌ کے) شین کو کسرہ دیتے ہیں اور عِشْرُوْنَ اور اس کے ہم مثل ان دونوں (مذکر ومؤنث) میں برابر استعمال ہوتے ہیں اور اَحَدٌ وَّعِشْرُوْنَ (اکیس مرد)، اِحْدٰی وَعِشْرُوْنَ (اکیس عورتیں) پھر دہائیوں کا مذکورہ اسمائے اعداد کے لفظ پر عطف ہوگا تِسْعَۃٌ وَّتِسْعُوْنَ (ننانوے) تک، اور مِائَۃٌ (سو)، اَلْفٌ (ایک ہزار)، مِائَتَانِ (دوسو)، اَلْفَانِ (دو ہزار) مذکر ومؤنث دونوں میں برابر ہیں اور پھر عطف کرینگے ویسے ہی جیسے ماقبل میں گزرا، اور ثَمَانِیَ عَشَرَۃَ میں یاء کا فتحہ ہے اور یاء کو ساکن پڑھنا بھی جائز ہے نون کو فتحہ دیکر یاء کو حذف کرنا شاذ ہے۔

﴿تشریح﴾:

اَسْمَاءُ الْعَدَدِ مَاالخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسمائے عدد کی تعریف اور ان کے احکام بیان کرنے ہیں کہ اسم عدد وہ اسم ہے جو اشیاء کے افراد کی تعداد پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو، اور معدود وہ اسم ہے جس کی تعداد بیان کی جائے، اسے تمیز بھی کہتے ہیں۔

اُصُوْلُهَا اِثْنَتَاعَشَرَۃَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ اسمائے عدد کی اصل بارہ کلمات ہیں، وَاحِدٌ سے لیکر عَشَرَۃٌ تک دس کلمے ہوئے گیارھواں مِائَۃٌ اور بارھواں اَلْفٌ ہے۔ بقیہ تمام اعداد انہیں کلمات سے بنتے ہیں۔

تَقُوْلُ وَاحِدٌ اِثْنَانِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسمائے عدد کا طریقہ استعمال بیان کرنا ہے کہ ان کے استعمال کا طریقہ ایک سے دو تک قیاس کے مطابق ہوگا یعنی اگر معدود مذکر ہو تو عدد بھی مذکر ہوگا جیسے رَجُلٌ وَّاحِدٌ وَرَجُلَانِ اِثْنَانِ، اور اگر معدود مؤنث ہو تو عدد بھی مؤنث ہوگا جیسے اِمْرَاَۃٌ وَّاحِدَۃٌ، اِمْرَاَتَانِ اِثْنَتَانِ۔

ثَلَاثَۃٌ اِلٰی عَشَرَۃٍ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ تین سے لیکر دس تک اعداد خلاف قیاس استعمال ہوتے ہیں یعنی اگر معدود مذکر ہو تو عدد مؤنث ہوگا جیسے ثَلَاثَۃُ رِجَالٍ، عَشَرَۃُ رِجَالٍ اور اگر معدود مؤنث ہو تو عدد مذکر ہوگا جیسے ثَلَاثُ نِسْوَۃٍ، عَشَرُ نِسْوَۃٍ۔

وَاَحَدَ عَشَرَ، اِثْنَاعَشَرَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ گیارہ اور بارہ میں اسم عدد کا استعمال قیاس کے مطابق ہوگا یعنی اگر معدود مذکر ہوگا تو عدد بھی مذکر ہوگا۔ جیسے اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا، اِثْنَاعَشَرَ رَجُلًا اور اگر معدود مؤنث ہوگا تو عدد بھی مؤنث ہوگا۔ جیسے اِحْدٰی عَشَرَۃَ اِمْرَاَۃً، اِثْنَتَاعَشَرَۃَ اِمْرَاَۃً، ثِنْتَاعَشَرَۃَ اِمْرَاَۃً۔

وَثَلَاثَۃَ عَشَرَ اِلٰی تِسْعَۃَ عَشَرَ الخ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ تیرہ سے لیکر انیس تک کے

استعمال میں پہلا جزء خلاف قیاس اور دوسرا جزء قیاس کے مطابق لایا جائے گا، یعنی اگر معدود مذکر ہے تو عدد کا پہلا جزء مؤنث ہوگا اور دوسرا جزء مذکر ہوگا جیسے ثَلاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا، تِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا، اور اگر معدود مؤنث ہو تو عدد کا پہلا جزء مذکر ہوگا اور دوسرا جزء مؤنث ہوگا جیسے ثَلاثَ عَشَرَةَ اِمْرَأَةً، تِسْعَ عَشَرَةَ اِمْرَأَةً

وَتَمِيْمٌ تُكَسِّرُ الشِّيْنَ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ بنوتمیم عَشَرَةَ (جب وہ مؤنث کے لئے استعمال ہو تو اس کی شین) کو کسرہ دیتے ہیں، کیونکہ وہ کہتے ہیں عَشَرَةَ بِفَتْحِ التَّاءِ پڑھنے کی صورت میں ایک کلمہ میں چار حرکتوں کا پے در پے آنا لازم آئیگا جو کہ درست نہیں، جبکہ اہل حجاز اسے دو طرح سے پڑھتے ہیں (۱) کبھی تو شین کو ساکن کر کے پڑھتے ہیں، جیسے عَشْرَةَ (۲) اور کبھی اس پر فتحہ ہی پڑھتے ہیں۔ اور بنوتمیم کے اعتراض کا جواب یوں دیتے ہیں کہ یہاں ایک کلمہ میں چار حرکتوں کا پے در پے آنا لازم نہیں آتا کیونکہ یہاں دو کلمے ہیں (۱) عَشَرَ ۔ (۲) ةَ ۔

وَعِشْرُوْنَ وَاَخَوَاتُهَا الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ دہائیوں کو استعمال کرنے کا طریقہ بیان کرنا ہے کہ تمام دہائیوں کا استعمال مذکر و مؤنث کے لئے یکساں ہوگا جیسے عِشْرُوْنَ رَجُلًا، عِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً، تِسْعُوْنَ رَجُلًا، تِسْعُوْنَ اِمْرَأَةً

وَاحِدٌ وَّعِشْرُوْنَ وَاِحْدٰى الخ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ 20 کے بعد تمام دہائیوں کے بعد والے دو عدد (21,22,31,32,41,42,51,52,61,62,71,72,81,82,91,92) کے استعمال کا طریقہ بیان کرنا ہے کہ ان کا استعمال قیاس کے مطابق ہوگا یعنی پہلا جزء مذکر کے لئے مذکر اور مؤنث کے لئے مؤنث ہوگا اور دوسرا جزء مذکر و مؤنث دونوں کے لئے یکساں رہیگا، جیسے اَحَدٌ وَعِشْرُوْنَ رَجُلًا، اِحْدٰى وَعِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً، اِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ رَجُلًا، اِثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً

ثُمَّ بِالْعَطْفِ بِلَفْظِ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ 23 سے 29 تک، پھر 33 سے 39 تک، پھر 43 سے 49 تک، پھر 53 سے 59 تک، پھر 63 سے 69 تک، پھر 73 سے 79 تک، پھر 83 سے 89 تک، پھر 93 سے 99 تک کے استعمال کا طریقہ بیان کرنا ہے کہ ان کے استعمال میں پہلا عدد خلاف قیاس ہوگا اور دوسرا عدد اپنی حالت پر رہیگا یعنی اگر معدود مذکر ہے تو پہلا عدد مؤنث ہوگا اور دوسرا عدد اپنی حالت پر رہیگا۔ جیسے: ثَلاثَةٌ وَعِشْرُوْنَ رَجُلًا سے تِسْعَةٌ وَعِشْرُوْنَ رَجُلًا تک اور ثَلاثَةٌ وَثَلاثُوْنَ رَجُلًا سے تِسْعَةٌ وَّثَلاثُوْنَ رَجُلًا تک عَلٰى هٰذَا الْقِيَاسُ، اور اگر معدود مؤنث ہے تو پہلا عدد مذکر ہوگا اور دوسرا جزء اپنی حالت پر رہیگا جیسے ثَلاثٌ وَعِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً سے تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً تک ۔عَلٰى هٰذَا الْقِيَاسُ ۔

❁ 20 کے بعد دہائیوں کے علاوہ بقیہ اعداد میں دہائیوں کا اکائیوں پر عطف کر کے اسم عدد بنایا جائے گا۔ جیسے: اَحَدٌ وَعِشْرُوْنَ رَجُلًا، اِحْدٰى وَعِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً ۔

وَمِائَةٌ وَاَلْفٌ،مِائَتَانِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مِائَةٌ، اَلْفٌ اوران کے تثنیہ مِائَتَانِ اور اَلْفَانِ کے استعمال کا طریقہ بیان کرنا ہے کہ مِائَةٌ اور اَلْفٌ، اوران کے تثنیہ یعنی مِائَتَانِ اور اَلْفَانِ مذکر ومؤنث کے لئے یکساں استعمال ہوتے ہیں یعنی جیسے یہ مذکر کے لئے استعمال ہونگے ویسے ہی مؤنث کے لئے بھی استعمال ہونگے۔ جیسے مِائَةُ رَجُلٍ،مِائَةُ اِمْرَأَةٍ،اَلْفُ رَجُلٍ،اَلْفُ اِمْرَأَةٍ،مِائَتَارَجُلٍ،مِائَتَاامْرَأَةٍ،اَلْفَارَجُلٍ،اَلْفَاامْرَأَةٍ

ثُمَّ بِالْعَطْفِ عَلٰى الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اس عدد کا طریقہ استعمال بیان کرنا ہے جو مِائَةٌ وَاَلْفٌ اور مِائَتَانِ وَاَلْفَانِ پر زائد ہے، کہ عددِ زائد کا ان (مِائَةٌ وَاَلْفٌ اور مِائَتَانِ وَاَلْفَانِ) پر عطف ہو۔ جیسے عِنْدِیْ اَلْفٌ وَّمِائَةٌ وَاَحَدٌ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلًا

یاان (مِائَةٌ وَاَلْفٌ اور مِائَتَانِ وَاَلْفَانِ) کا عددِ زائد پر عطف ہو۔ جیسے عِنْدِیْ اَحَدٌ وَّعِشْرُوْنَ وَمِائَةٌ وَاَلْفُ رَجُلٍ

وَفِیْ ثَمَانِیَ عَشَرَةَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ ثمانی عشر کی جزء اول کی یاء پر کتنی اور کونسی صورتیں جائز ہیں، اس میں تین صورتیں جائز ہیں۔

1: اس کی یاء پر فتحہ پڑھا جائے۔ جیسے ثَمَانِیَ عَشَرَةَ اِمْرَأَةً

2: یاء پر سکون پڑھا جائے۔ جیسے ثَمَانِیْ عَشَرَةَ اِمْرَأَةً

3: یاء کو حذف کر کے نون پر کسرہ پڑھا جائے۔ جیسے ثَمَانِ عَشَرَةَ اِمْرَأَةً

❁ لیکن یاء کو حذف کر کے نون پر فتحہ پڑھنا شاذ ہے۔ جیسے ثَمَانَ عَشَرَةَ اِمْرَأَةً

﴿عبارت﴾:

وَمُمَیِّزُ الثَّلَاثَةِ اِلَى الْعَشَرَةِ مَخْفُوْضٌ مَجْمُوْعٌ لَفْظًا اَوْمَعْنًى اِلَّا فِیْ ثَلَاثِ مِائَةٍ اِلٰى تِسْعِ مِائَةٍ وَكَانَ قِیَاسُهَا مِئَاتٍ اَوْمِئِیْنَ وَمُمَیِّزُ اَحَدَعَشَرَ اِلٰى تِسْعَةٍ وَّتِسْعِیْنَ مَنْصُوْبٌ مُفْرَدٌ وَمُمَیِّزُ مِائَةٍ وَاَلْفٍ وَ تَثْنِیَتِهِمَا وَجَمْعِهٖ مَخْفُوْضٌ مُفْرَدٌ وَاِذَا كَانَ الْمَعْدُوْدُ مُؤَنَّثًا وَاللَّفْظُ مُذَكَّرًا اَوْبِالْعَكْسِ فَوَجْهَانِ وَلَا یُمَیَّزُ وَاحِدٌ وَاثْنَانِ اِسْتِغْنَاءً بِلَفْظِ التَّمْیِیْزِ عَنْهُمَا مِثْلُ رَجُلٌ وَرَجُلَانِ لِاِفَادَةِ النَّصِّ الْمَقْصُوْدَ بِالْعَدَدِ

﴿ترجمہ﴾: ثَلَاثَةٌ (تین) سے عَشَرَةٌ (دس) تک کی تمیز جمع مجرور ہوتی ہے خواہ جمع لفظاً ہو یا معنیً مگر ثَلَاثُ مِائَةٍ (تین سو) سے تِسْعُ مِائَةٍ (نوسو) تک (تمیز مفرد مجرور ہوتی ہے) قیاس کے مطابق اس کی تمیز مِئَات اور مِئِیْنَ آنی چاہیئے تھی، اور اَحَدَ عَشَرَ (گیارہ) سے تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ (ننانوے) تک کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے اور مِائَةٌ (سو)، اَلْفٌ (ایک ہزار) اوران کے تثنیہ (مِائَتَانِ، اَلْفَانِ) اور الف کی جمع کی تمیز مفرد مجرور ہوتی ہے اور جب معدود

معنیٰ کے اعتبار سے مؤنث ہو اور لفظوں کے اعتبار سے مذکر ہو یا اس کا برعکس ہو تو وہاں دوصورتیں جائز ہیں، اور وَاحِدٌ، اِثْنَانِ کی تمیز نہیں آتی، لفظ تمیز کے ان دونوں سے بے نیاز کردینے کی وجہ سے جیسے رَجُلٌ (ایک مرد)، رَجُلَانِ (دو مرد)، لفظِ تمیز کے اس صراحت کا فائدہ دینے کی وجہ سے جو عدد سے مقصود ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَمُمَيِّزُ الثَّلَاثَةِ اِلَى الخ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسمائے عدد کی تمیز کا بیان کرنا ہے، چونکہ وَاحِد اور اِثْنَانِ کی تمیز نہیں آتی اس لئے ثَلَاثَةٌ کی تمیز سے شروع کیا کہ ثَلَاثَةٌ سے لیکر عَشَرٌ تک تمیز جمع مجرور ہوگی جیسے ثَلَاثُ رِجَالٍ، ثَلَاثُ نِسْوَةٍ

اِلَّا فِیْ ثَلَاثِ مِائَةٍ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ اگر تین سے لیکر دس تک تمیز مِائَةٌ ہو تو اس صورت میں وہ تمیز خلاف قیاس مفرد مجرور ہوگی، جیسے ثَلَاثُ مِائَةٍ، تِسْعُ مِائَةٍ قیاس تو اس امر کا مقتضی تھا کہ ان کی تمیز بھی جمع مجرور ہو یعنی یوں کہا جائے ثَلَاثُ مِئِيْنَ، ثَلَاثُ مِئَاتٍ

وَمُمَيِّزُ اَحَدَ عَشَرَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ گیارہ سے لیکر ننانوے تک کی تمیز کا بیان کرنا ہے کہ گیارہ سے لیکر ننانوے تک کی تمیز مفرد منصوب ہوگی۔ جیسے اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا، اِحْدٰی عَشَرَةَ اِمْرَاَةً، تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ رَجُلًا، تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ اِمْرَاَةً

وَمُمَيِّزُ مِائَةٍ وَاَلْفٍ الخ: مَائَةٌ، اَلْفٌ اور ان دونوں کے تثنیہ مِائَتَانِ، اَلْفَانِ اور اَلْفٌ کی جمع آلَافٌ اور اُلُوْفٌ کی تمیز کا بیان کرنا ہے کہ ان کی تمیز مفرد مجرور ہوگی۔ جیسے: مِائَةُ رَجُلٍ، مِائَةُ اِمْرَاَةٍ، اَلْفُ رَجُلٍ، اَلْفُ اِمْرَاَةٍ، مِائَتَا رَجُلٍ، مِائَتَا اِمْرَاَةٍ،

اَلْفَا رَجُلٍ، اَلْفَا اِمْرَاَةٍ، ثَلَاثَةُ آلَافِ رَجُلٍ، ثَلَاثُ آلَافِ اِمْرَاَةٍ

وَاِذَا كَانَ الْمَعْدُوْدُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایسی دو صورتوں کا بیان کرنا ہے کہ جہاں اسم عدد کو مذکر و مؤنث دونوں طرح لانا جائز ہے۔

1: جب مؤنث تمیز کو مذکر لفظ سے تعبیر کیا گیا ہو۔ جیسے: عِنْدِیْ ثَلَاثَةُ اَشْخَاصٍ مِنَ النِّسَاءِ۔

2: جب مذکر تمیز کو مؤنث لفظ سے تعبیر کیا گیا ہو۔ جیسے: عِنْدِیْ ثَلَاثَةُ نُفُوْسٍ مِنَ الرِّجَالِ۔

وَلَا يُمَيَّزُ وَاحِدٌ وَاثْنَانِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ وَاحِدٌ اور اِثْنَانِ کی تمیز کے نہ آنے کی وجہ بیان کرنی ہے کہ وَاحِدٌ اور اِثْنَانِ کی تمیز اس لئے نہیں آتی کیونکہ تمیز اس کی لائی جاتی ہے جس میں ابہام ہو جبکہ وَاحِدٌ اور اِثْنَانِ خود اپنے مقصود پر دلالت کرتے ہیں لہٰذا ان کی تمیز کی ضرورت ہی نہیں، پس اگر ان کی تمیز لائی جائے تو وہ تمیز کے لئے لایا جانے والا اسم ایک اور دو کے عدد کا ہی فائدہ دیگا، حالانکہ وہ فائدہ وَاحِدٌ اور اِثْنَانِ بھی دے رہے ہونگے، پس وَاحِدٌ اور اِثْنَانِ کی تمیز کی ضرورت نہ رہی۔

﴿عبارت﴾:

وَ تَقُوْلُ فِي الْمُفْرَدِ مِنَ الْمُتَعَدِّدِ بِاِعْتِبَارِ تَصْيِيْرِهٖ الثَّانِيْ وَالثَّانِيَةُ اِلٰى الْعَاشِرِ وَالْعَاشِرَةِ لَاغَيْرُ، وَبِاِعْتِبَارِ حَالِهٖ اَلْاَوَّلُ وَالثَّانِيْ وَالْاُوْلٰى وَالثَّانِيَةُ اِلٰى الْعَاشِرِ وَالْحَادِيَ عَشَرَ وَالْحَادِيَةَ عَشْرَةَ وَالثَّانِيَ عَشَرَ وَالثَّانِيَةَ عَشْرَةَ اِلٰى التَّاسِعِ عَشَرَ وَالتَّاسِعَةَ عَشْرَةَ وَمِنْ ثَمَّ قِيْلَ فِي الْاَوَّلِ ثَالِثُ اِثْنَيْنِ اَيْ مُصَيِّرُهُمَا ثَلٰثَةً مِنْ ثَلَّثْتُهُمَا وَفِي الثَّانِيْ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ اَيْ اَحَدُهُمَا وَتَقُوْلُ حَادِيْ عَشَرَ اَحَدَعَشَرَ عَلٰى الثَّانِيْ خَاصَّةً وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ حَادِيْ اَحَدَعَشَرَ اِلٰى تَاسِعِ تِسْعَةَ عَشَرَ فَتُعْرَبُ الْاَوَّلُ

﴿ترجمہ﴾: اورآپ کہیں متعدد کے مفرد میں اس کی تصییر کا اعتبار کرتے ہوئے الثَّانِيْ وَالثَّانِيَةُ سے الْعَاشِرُ تک نہ کہ اس کے علاوہ میں، اور اسکی حالت کا اعتبار سے اَلْاَوَّلُ، الثَّانِي، اَلْاُوْلٰى اور اَلثَّانِيَةُ سے اَلْعَاشِرُ اور اَلْعَاشِرَةُ تک اور اَلْحَادِيَ عَشَرَ، اَلْحَادِيَةَعَشَرَةَ، اَلثَّانِيَ عَشَرَ اور اَلثَّانِيَةَ عَشَرَةَ سے اَلتَّاسِعَ عَشَرَ اور التَّاسِعَةَعَشَرَةَ تک اور اسی وجہ سے کہا جائے گا پہلی صورت (تصییر کا اعتبار کرنے کی صورت) میں ثَالِثُ اِثْنَيْنِ یعنی دوکوتین بنانے والا اور یہ ثَلَّثْتُهُمَا سے مشتق ہے یعنی میں نے ان دونوں کوتین کر دیا اور دوسری صورت (مرتبے کا اعتبار کرنے کی صورت) میں ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ یعنی تین میں سے ایک، اور آپ کہیں حَادِيَ عَشَرَ اَحَدَعَشَرَ یعنی گیارہ میں سے گیارھواں دوسری صورت کی بناء پر، اور اگر آپ چاہیں تو کہیں حَادِيْ اَحَدَ عَشَرَ سے تَاسِعُ تِسْعَةَعَشَرَ تک پس اس صورت میں پہلا جزء معرب ہوگا۔

﴿تشریح﴾:

وَ تَقُوْلُ فِي الْمُفْرَدِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ تصییر اور حال کا بیان کرنا ہے۔

❁ یادرکھ لیں! اسمائے اعداد کی اصل وضع تو اس لئے ہوئی ہے تاکہ وہ اشیاء کے افراد کی تعداد پر دلالت کریں، لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسم عدد سے معدود کے وہ تمام افراد مراد نہیں کہ جن پر اسم عدد دلالت کرتا ہے، بلکہ ان میں سے ایک فرد مراد ہوتا ہے، پس اس کام کے لئے اسم عدد کو فاعل کے وزن پر لایا جاتا ہے جس کا استعمال دو طرح سے ہوتا ہے۔

1: استعمال اول باعتبار تصییر : یعنی وہ اسم فاعل جو قلیل عدد پر ایک عدد کا اضافہ کر دیتا ہے۔ جیسے: اَلثَّانِيْ (ایک کو دو بنانے والا) اَلثَّانِيَةُ (ایک کو دو بنانے والی) اَلثَّالِثُ (دو کو تین بنانے والا)۔ اَلثَّالِثَةُ (دو کو تین بنانے والی)۔ اَلْخَامِسُ (چار کو پانچ بنانے والا)۔ اَلْخَامِسَةُ (چار کو پانچ بنانے والی)۔ اَلْعَاشِرُ (نو کو دس بنانے والا)۔ اَلْعَاشِرَةُ (نو کو دس بنانے والی)۔

2:**استعمال دوم باعتبار حال** : یعنی وہ اسم فاعل جو اس عدد کا مرتبہ بیان کرنے کے لئے آتا ہے۔ جیسے: اَلثَّانِیْ (دوسرے مرتبے والا)۔ اَلثَّانِیَۃُ (دوسرے مرتبے والی)۔ اَلثَّالِثُ (تیسرے مرتبے والا)۔ اَلثَّالِثَۃُ (تیسرے مرتبے والی)۔

❁ اور اعدادِ مرکبہ میں پہلی جزء کو فاعل کے وزن پر لایا جائے گا اور دوسری جزء کو اپنی حالت پر چھوڑ دیتے ہیں جیسے اَلثَّالِثُ عَشَرَ (تیرھویں مرتبے والا)۔

❁ دس کے بعد دہائیوں میں سے جو اسم ! عدد کے لئے آتا ہے وہی اسم مرتبے کے لئے بھی آتا ہے مثلاً ثَلاثُوْنَ کا معنیٰ ہے تیس، اسی ثَلاثُوْنَ کا معنیٰ تیسویں درجے والا بھی ہے۔

وَمِنْ ثَمَّ قِیْلَ فِی الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ جب اعتبارِ تصییر اور اعتبارِ حال میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں پس ان کی اضافت کی نوعیت بھی مختلف ہوگی، تصییر کی صورت میں عدد کے ماتحت کی طرف اضافت کرتے ہوئے یوں کہیں گے ثَالِثُ اِثْنَیْنِ یعنی دو کو تین کرنے والا عدد، اور یہ ثَلَّثْتُ الْاِثْنَیْنِ سے ماخوذ ہے، اور حال کی صورت میں عدد یا تو اپنے ہم جنس اسم عدد کی طرف مضاف ہوگا جیسے ثَالِثُ ثَلاثَۃٍ (تین میں سے تیسرا)۔ یا اوپر والے عدد کی طرف مضاف ہوگا جیسے اَوَّلُ الْعَشَرَۃِ (دس میں سے پہلا)۔

❁ وہ عدد جو مرتبے کے لئے آتا ہے وہ دس سے اوپر بھی ہوتا ہے اس لئے دس سے اوپر والے عدد برائے مرتبہ کی بھی اضافت کرنا جائز ہے جس کی دو صورتیں ہوں گی۔

1: عدد برائے مرتبہ کے دوسرے جزء کو حذف کئے بغیر پورے عدد کی اس کے ہم جنس عدد کی طرف اضافت کی جائے پس ایسی صورت میں دس سے انیس تک عدد برائے مرتبہ کے دونوں جزء مبنی بر فتح ہونگے۔
جیسے حَادِیَ عَشَرَ اَحَدَعَشَرَ سے تَاسِعَ عَشَرَ تِسْعَۃَ عَشَرَ تک۔

2: عدد برائے مرتبہ کے دوسرے جزء کو حذف کر کے صرف پہلے جزء کی اس کے ہم جنس عدد کی طرف اضافت کی جائے، اس صورت میں مضاف معرب ہوگا اور اس پر عامل کے اعتبار سے اعراب آئیگا۔ جیسے: حَادِیْ اَحَدَعَشَرَ سے تَاسِعَ تِسْعَۃَ عَشَرَ تک۔

﴿عبارت﴾:

اَلْمُذَکَّرُ وَالْمُؤَنَّثُ مَافِیْهِ عَلَامَةُ التَّانِیْثِ لَفْظًا اَوْتَقْدِیْرًا وَالْمُذَکَّرُ مَابِخِلَافِهِ وَعَلَامَةُ التَّانِیْثِ اَلتَّاءُ وَالْاَلِفُ مَقْصُوْرَةٌ اَوْمَمْدُوْدَةٌ وَهُوَ حَقِیْقِیٌّ وَلَفْظِیٌّ فَالْحَقِیْقِیُّ مَابِاَزَائِهٖ ذَکَرٌ مِّنَ الْحَیَوَانِ کَاِمْرَاَةٍ وَنَاقَةٍ وَاللَّفْظِیُّ بِخِلَافِهٖ کَظُلْمَةٍ وَعَیْنٍ وَاِذَااُسْنِدَالْفِعْلُ اِلَیْهِ فَالتَّاءُ وَاَنْتَ فِیْ غَیْرِالْحَقِیْقِیِّ بِالْخِیَارِ وَحُکْمُ ظَاهِرِالْجَمْعِ غَیْرَالْمُذَکَّرِالسَّالِمِ

مُطْلَقًا حُكْمُ ظَاهِرِ غَيْرِ الْحَقِيقِيِّ وَضَمِيرُ الْعَاقِلِيْنَ غَيْرَ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ فَعَلَتْ وَفَعَلُوْا وَالنِّسَاءُ وَالْاَيَّامُ فَعَلَتْ وَفَعَلْنَ

﴿ترجمہ﴾: مذکر ومؤنث کا بیان: مؤنث وہ اسم ہے جس میں علامت تانیث لفظاً یا تقدیراً پائی جائے، اور مذکر وہ اسم ہے جو اس کے خلاف ہو، تانیث کی علامت! تاء اور الف ہیں خواہ الف مقصورہ ہو، یا ممدودہ ہو، اور مؤنث حقیقی اور لفظی ہے، پس حقیقی وہ مؤنث ہے جس کے مقابلے میں حیوان مذکر ہو جیسے اِمْرَأَةٌ، نَاقَةٌ، اور لفظی وہ مؤنث ہے جو اس کے خلاف ہو جیسے ظُلْمَةٌ اور عَيْنٌ، اور جب فعل کی نسبت کی گئی ہو مؤنث کی طرف تو فعل میں تاءِ تانیث کا لانا واجب ہے، اور آپ کو اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی میں (فعل کو مذکر ومؤنث لانے میں) اختیار ہے۔ اور اسم ظاہر جمع کا حکم جبکہ وہ جمع مذکر سالم نہ ہو مطلقاً اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی کے حکم کی طرح ہے اور اس جمع مذکر کی ضمیر جو ذوی العقول میں سے ہو جبکہ وہ جمع مذکر سالم کے علاوہ ہو فَعَلَتْ اور فَعَلُوْا کی ضمیر ہے اور اَلنِّسَاءُ اور اَلْاَيَّامُ کی ضمیر فَعَلَتْ اور فَعَلْنَ کی ضمیر ہے۔

﴿تشریح﴾:

اَلْمُذَكَّرُ وَالْمُؤَنَّثُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ باعتبارِ جنس کے اسم کی تقسیم کرنی ہے کہ جنس کے اعتبار سے اسم کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مذکر۔ (۲) مؤنث۔

مؤنث کی تعریف: وہ اسم ہے جس میں لفظاً یا تقدیراً علامت تانیث پائی جائے۔ جیسے فَاطِمَةُ

مذکر کی تعریف: وہ اسم ہے جس میں لفظاً یا تقدیراً کسی بھی اعتبار سے علامت تانیث نہ پائی جائے۔ جیسے زَيْدٌ۔

وَعَلَامَةُ التَّانِيْثِ اَلتَّاءُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ علامات تانیث بیان کرنی ہیں، جو کہ تین ہیں۔

1: ایسی تاء جو حالتِ وقف میں ھا بن جائے۔ خواہ یہ لفظاً ہو جیسے اِمْرَأَةٌ یا تقدیراً ہو جیسے اَرْضٌ جو کہ اصل میں اَرْضَةٌ ہے کیونکہ اس کی تصغیر اُرَيْضَةٌ آتی ہے اور تصغیر! اسماء کو ان کی اصل کی طرف لوٹا دیتی ہے۔

2: الف مقصورہ وہ الف لازمہ ہے جس کو ایک الف کے برابر لمبا کر کے پڑھا جائے جیسے حُبْلٰی۔

﴿نوٹ﴾: الف مقصورہ! تانیث کے لئے اس وقت ہوتا ہے کہ جب اس میں تین چیزیں پائی جائیں۔

(۱) تین حروف کے بعد ہو۔ (۲) محض زیادتی کے لئے نہ ہو۔ (۳) الحاق کے لئے نہ ہو۔

3: الف ممدودہ! وہ الف جس کے بعد ہمزہ ہو۔ جیسے: حمراء، یہ الف ممدودہ بھی ہر مقام پر تانیث کے لئے نہیں ہوا کرتا۔

وَهُوَ حَقِيْقِيٌّ وَلَفْظِيٌّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ باعتبارِ ذات کے مؤنث کی تقسیم کرنی ہے کہ ذات کے اعتبار سے مؤنث کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مؤنث حقیقی۔ (۲) مؤنث لفظی۔

مؤنث حقیقی: وہ مؤنث ہے جس کے مقابلے میں کوئی حیوان مذکر پایا جائے۔ جیسے: اِمْرَأَۃٌ کے مقابلے میں رَجُلٌ! حیوان مذکر پایا جاتا ہے اور نَاقَۃٌ کے مقابلے میں جَمَلٌ! حیوان مذکر پایا جاتا ہے۔

مؤنث لفظی: وہ مؤنث ہے جس کے مقابلے میں کوئی حیوان مذکر نہ پایا جائے۔ جیسے: ظُلْمَۃٌ اور عَیْنٌ مؤنث ہیں لیکن ان کے مقابلے میں کوئی حیوان مذکر نہیں پایا جاتا۔

وَاِذَا اُسْنِدَ الْفِعْلُ اِلَیْہِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ چند قواعد کا بیان کرنا ہے۔

1: جب فعل کا اسناد مؤنث حقیقی کی طرف ہو تو پھر فعل کو مؤنث لانا ضروری ہے۔ جیسے: قَامَتْ ہِنْدٌ۔

2: جب فعل کا اسناد اسم ظاہر کی طرف ہو جو کہ مؤنث غیر حقیقی ہو تو پھر آپ کو اختیار ہے کہ خواہ فعل کو مذکر لائیں یا مؤنث لائیں۔

جیسے طَلَعَ الشَّمْسُ یا طَلَعَتِ الشَّمْسُ۔

3: جب فعل کا اسناد جمع کی طرف ہو اور وہ جمع! جمع مذکر سالم کے علاوہ ہو خواہ جمع مکسر ہو یا جمع سالم (الف اور تاء کے ساتھ) ہو تو اس کا حکم اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی کی طرح ہے یعنی آپ کو اختیار ہے کہ خواہ فعل کو مذکر لائیں یا مؤنث لائیں۔ جیسے: قَامَ الرِّجَالُ یا قَامَتِ الرِّجَالُ ۔قَامَ ہِنْدَاتٌ، قَامَتْ ہِنْدَاتٌ

4: جب فعل کا فاعل ایسی جمع کی ضمیر ہو جو جمع مذکر سالم کے علاوہ ہو یعنی جمع مکسر کی ضمیر ہو تو وہاں دو صورتیں ہیں۔

(ا) جمع مکسر! مذکر ذوی العقول میں سے ہو تو ایسی صورت میں فعل کو واؤ کے ساتھ مذکر اور تائے تانیث کے ساتھ مؤنث دونوں طرح لانا جائز ہے۔ اَلرِّجَالُ جَلَسُوْا، اَلرِّجَالُ جَلَسَتْ ۔

(۲) جمع مکسر! مذکر ذوی العقول کے علاوہ ہو یعنی یا تو مؤنث ذوی العقول میں سے ہو جیسے نِسَاءٌ یا مذکر غیر ذوی العقول میں سے ہو، جیسے اَیَّامٌ ان دونوں صورتوں میں فعل کا تائے تانیث کے ساتھ بھی لا سکتے ہیں جیسے اَلنِّسَاءُ جَلَسَتْ، اَلْاَیَّامُ مَضَتْ، اور نون جمع مؤنث کے ساتھ بھی لا سکتے ہیں۔ جیسے اَلنِّسَاءُ جَلَسْنَ، اَلْاَیَّامُ مَضَیْنَ ۔

﴿عبارت﴾:

اَلْمُثَنّٰی مَا لَحِقَ اٰخِرَہٗ اَلِفٌ اَوْ یَاءٌ مَفْتُوْحٌ مَا قَبْلَہَا وَنُوْنٌ مَکْسُوْرَۃٌ لِیَدُلَّ عَلٰی اَنَّ مَعَہٗ مِثْلَہٗ مِنْ جِنْسِہٖ فَالْمَقْصُوْرُ اِنْ کَانَتْ اَلِفُہٗ عَنْ وَاوٍ وَھُوَ ثُلَاثِیٌّ قُلِبَتْ وَاوًا وَاِلَّا فَبِالْیَاءِ وَالْمَمْدُوْدُ اِنْ کَانَتْ ہَمْزَتُہٗ اَصْلِیَّۃً ثَبَتَتْ وَاِنْ کَانَتْ لِلتَّانِیْثِ قُلِبَتْ وَاوًا وَاِلَّا فَالْوَجْہَانِ وَیُحْذَفُ نُوْنُہٗ لِلْاِضَافَۃِ وَحُذِفَتْ تَاءُ التَّانِیْثِ فِیْ خُصْیَانِ وَاَلْیَانِ

﴿ترجمہ﴾: تثنیہ وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف یا! یا ماقبل مفتوح ہو اور نون مکسور لاحق ہو، تاکہ وہ اس بات پر

دلالت کرے کہ اس کے ساتھ اسی کی جنس سے اسی کی مثل (دوسرا بھی) ہے پس اگر اسم مقصور کا الف واؤ سے بدلا ہوا ہے اور وہ اسم ثلاثی ہو تو اس الف کو واؤ سے بدل دیا جائے گا ورنہ اسے یاء سے بدل دیا جائے گا اور الف ممدودہ کا ہمزہ اگر اصلی ہو تو وہ اپنی حالت پر برقرار رہیگا اور اگر وہ تانیث کے لئے ہو تو اسے واؤ سے بدل دیا جائے گا ورنہ پس اس میں دو وجہیں جائز ہیں، نون تثنیہ کو اضافت کی وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے، خُصْیَانِ اور اَلْیَانِ میں تائے تانیث بھی حذف کر دی جاتی ہے۔

﴿تشریح﴾:

اَلْمُثَنّٰی مَا لَحِقَ اٰخِرَهُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ تثنیہ کی تعریف اور اس کے احکام بیان کرنے ہیں۔

تثنیہ کی تعریف: تثنیہ وہ اسم ہے جس کے واحد کے آخر میں الف یا یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسور لگا دیا گیا ہو تا کہ وہ اس بات پر دلالت کرے کہ اس واحد کے ساتھ اسی جیسا ایک اور بھی ہے۔ جیسے: رَجُلَانِ، رَجُلَیْنِ۔

فَالْمَقْصُوْرُ اِنْ کَانَتْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسم مقصورہ کا تثنیہ بنانے کا طریقہ بیان کرنا ہے، کہ اسم مقصورہ کا الف اگر واؤ سے بدلا ہوا ہو اور وہ اسم ثلاثی بھی ہو تو تثنیہ بناتے وقت اس الف کو واؤ سے بدل دینگے۔ جیسے عَصًا جو کہ اصل میں عَصَوٌ تھا پس اس کا تثنیہ عَصَوَانِ ہوگا۔

☆ اور اگر وہ الف واؤ سے بدلا ہوا نہ ہو بلکہ یاء سے بدلا ہو جیسے رَحٰی جو کہ اصل میں رَحَیٌ تھا۔

☆ یا واؤ سے تو بدلا ہوا ہو مگر وہ ثلاثی ہی نہ ہو جیسے مَلْهٰی جو کہ اصل میں مَلْهَوٌ تھا۔

☆ یا وہ الف کسی سے بدلا ہوا ہی نہ ہو جیسے حُبْلٰی

❁ ان تینوں صورتوں میں تثنیہ بناتے ہوئے الف مقصورہ کو یاء سے بدل دیا جائے گا، جیسے رَحٰی سے رَحَیَانِ، مَلْهٰی سے مَلْهَیَانِ، اور حُبْلٰی سے حُبْلَیَانِ

وَالْمَمْدُوْدُ اِنْ کَانَتْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسم ممدود کا تثنیہ بنانے کا طریقہ بیان کرنا ہے کہ اسم کے آخر میں موجود ہمزہ

☆ اگر اصلی ہو تو تثنیہ بناتے وقت اس ہمزہ کو باقی رکھیں گے۔ جیسے: قُرَّاءٌ سے قُرَّاءَانِ۔

☆ اور اگر وہ ہمزہ تانیث کے لئے ہو تو تثنیہ بناتے وقت اسے واؤ سے بدل دینگے۔ جیسے: حَمْرَاءُ سے حَمْرَاوَانِ۔

☆ اور اگر وہ ہمزہ واؤ یا یاء سے بدلا ہوا ہے تو پھر دو صورتیں جائز ہیں۔

1: ہمزہ کو واؤ سے بدل دیا جائے۔ جیسے: کِسَاءٌ سے کِسَاوَانِ، رِدَاءٌ سے رِدَاوَانِ۔

2: ہمزہ کو اپنی حالت پر برقرار رکھا جائے۔ جیسے: کِسَاءٌ سے کِسَاءَانِ، رِدَاءٌ سے رِدَاءَانِ

وَیُحْذَفُ نُوْنُهُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اضافت کا حکم بیان کرنا ہے کہ اضافت کی وجہ سے نون تثنیہ گر جاتا

ہے۔ جیسے: غُلَامَانِ کی زَیْد کی طرف اضافت کی جائے تو غُلَامَا زَیْدٍ ہوگا۔

حُذِفَتْ تَاءُ التَّانِیْثِ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک کلیہ میں سے دومثالوں کا استثناء کرنا ہے، کلیہ یہ ہے کہ جس اسم کا تثنیہ بنانا ہے اگر اس کے آخر میں تائے تانیث ہوتو اسے گرائے بغیر تثنیہ بنایا جاتا ہے۔ جیسے: ضَارِبَةٌ سے ضَارِبَتَانِ لیکن خصیۃ اور الیۃ یہ دو ایسے کلمے ہیں جو اس ضابطے سے مستثنیٰ ہیں یعنی ان کا جب تثنیہ بنایا جاتا ہے تو ان کی تائے تانیث کو حذف کردیا جاتا ہے۔

جیسے خُصْیَةٌ سے خُصْیَانِ ۔ اِلْیَةٌ سے اِلْیَانِ ۔

﴿عبارت﴾:

اَلْمَجْمُوْعُ مَادَلَّ عَلٰی آحَادٍ مَقْصُوْدَةٍ بِحُرُوْفِ مُفْرَدِهٖ بِتَغَیُّرٍ مَّافَنَحْوُتَمْرٍ وَرَکْبٍ لَیْسَ بِجَمْعٍ عَلَی الْاَصَحِّ وَنَحْوُفُلْكٍ جَمْعٌ وَهُوَصَحِیْحٌ وَمُکَسَّرٌ فَالصَّحِیْحُ لِمُذَکَّرٍ وَلِمُؤَنَّثٍ فَالْمُذَکَّرُمَالَحِقَ اٰخِرَهٗ وَاوٌمَّضْمُوْمٌ مَاقَبْلَهَااَوْ یَاءٌ مَّکْسُوْرٌمَاقَبْلَهَاوَنُوْنٌ مَّفْتُوْحَةٌ لِیَدُلَّ عَلٰی اَنَّ مَعَهٗ اَکْثَرَمِنْهُ فَاِنْ کَانَ اٰخِرُهٗ یَاءً قَبْلَهَا کَسْرَةٌ حُذِفَتْ مِثْلُ قَاضُوْنَ وَاِنْ کَانَ اٰخِرُهٗ مَقْصُوْرًاحُذِفَتِ الْاَلِفُ وَبَقِیَ مَاقَبْلَهَامَفْتُوْحًامِثْلُ مُصْطَفَوْنَ وَشَرْطُهٗ اِنْ کَانَ اِسْمًافَمُذَکَّرٌعَلَمٌ یَّعْقِلُ وَاِنْ کَانَ صِفَةً فَمُذَکَّرٌ یَعْقِلُ وَاَنْ لَایَکُوْنَ اَفْعَلَ فَعْلَاءَ مِثْلُ اَحْمَرَحَمْرَاءَ وَلَافَعْلَانَ فَعْلٰی نَحْوُسَکْرَانَ سَکْرٰی وَلَا مُسْتَوِیًافِیْهِ مَعَ الْمُؤَنَّثِ مِثْلُ جَرِیْحٍ وَصَبُوْرٍوَلَابِتَاءِ التَّانِیْثِ مِثْلُ عَلَّامَةٍ وَتُحْذَفُ نُوْنُهٗ بِالْاِضَافَةِ وَقَدْ شَذَّ نَحْوُسِنِیْنَ وَ اَرَضِیْنَ ۔

﴿ترجمہ﴾: جمع وہ اسم ہے جو ان افراد پر دلالت کرے کہ جن کا اس کے واحد کے حروف سے قصد کیا گیا ہو جبکہ واحد کے حروف میں کچھ تغیر کیا گیا ہو پس صحیح ترین قول کے مطابق تَمْرٌ اور رَکْبٌ جیسے اسماء جمع نہیں ہیں، اور فُلْكٌ جیسے اسماء جمع ہیں، جمع کی دو قسمیں ہیں جمع صحیح اور جمع مکسر، پس جمع صحیح مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے ہوتی ہے پس جمع مذکر صحیح وہ جمع ہے جس کے آخر میں واؤ ماقبل مضموم ہو یا یاء ماقبل مکسور ہو اور نون مفتوح ہو، تا کہ وہ اس بات پر دلالت کرے کہ اس کے ساتھ اور بھی بہت سے افراد ہیں، پس اگر اس کے آخر میں یاء ہو اور اس کا ماقبل مکسور ہو تو اس یاء کو حذف کردیا جائیگا جیسے قَاضُوْنَ ۔

اور اگر اس کا آخری حرف الف مقصوریٰ ہو تو الف کو حذف کر دیا جائے گا اور اس کا ماقبل مفتوح باقی رہیگا جیسے مُصْطَفَوْنَ ، اور جمع مذکر سالم کی شرط یہ ہے کہ اگر وہ اسم ہے تو وہ ایسا مذکر علم ہو جو ذوی العقول میں سے ہو اور اگر وہ

صفت ہےتو مذکر ذوی العقول ہواور فَعْلَاءُ کے اَفْعَلُ کے وزن پر نہ ہوجیسے حَمْرَاءُ کا مذکر اَحْمَرُ ہےاور فَعْلٰی کے فَعْلَانٌ کےوزن پر نہ ہوسَکْرٰی کا مذکر سَکْرَانَ ہے،اوراس میں مذکر مؤنث کے ساتھ مساوی نہ ہوجیسے جَرِیْحٌ اور صَبُوْرٌ اوروہ تائے تانیث کے ساتھ نہ ہوجیسے عَلَّامَةٌ،جمع مذکر سالم کا نون!اضافت کی وجہ سے گر جاتا ہے،سِنُوْنَ اوراَرَضُوْنَ جیسی امثلہ شاذ ہیں۔

﴿تشریح﴾:

اَلْمَجْمُوْعُ مَادَلَّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ جمع کی تعریف اوراس کی تقسیم کرنی ہے۔

جمع کی تعریف: وہ اسم ہے جودویادو سے زیادہ افراد پر دلالت کرے جواس کے واحد کے حروف سے مقصود ہوں اس طور پر کہ اس کے واحد میں لفظاً یا تقدیراً تبدیلی ہوجائے۔لفظی تبدیلی کی مثال:جیسے رِجَالٌ !رَجُلٌ کی جمع ہےاور رَجُلٌ میں لفظاً تبدیلی واقع ہوئی ہے

اور تقدیراً تبدیلی کی مثال: جیسے فُلْكٌ!اُسُدٌ کے وزن پر جمع ہے اگر اسے قُفْلٌ کے وزن پر مانا جائے تو واحد ہوگا۔

فَنَحْوُتَمْرٍوَرَكْبٍ الخ: غرض مصنف علیہ الرحمۃ تعریفِ جمع میں بیان کردہ قید" مَقْصُوْدَةٍ بِحُرُوْفِ مُفْرَدِهٖ "کا فائدہ بیان کرنا ہے کہ اس قید سے اسم جمع،اسم جنس اوراسمائے اعداد تعریفِ جمع سے خارج ہوگئے ہیں کیونکہ اگر چہ یہ افراد پر تو دلالت کرتے ہیں لیکن یہ جمع نہیں ہیں کیونکہ جمع وہ ہوتی ہے جس کا کوئی واحد ہو اسم جمع اوراسمائے اعداد کا واحد ہی نہیں ہوتا اور اسم جنس کا واحد تو ہوتا ہے لیکن وہ صرف دو سے زائد پر دلالت نہیں بلکہ اس کا اطلاق ایک،دو،اوردو سے زیادہ،سب ہوتا ہے۔

﴿نوٹ﴾: اسم جمع: وہ اسم ہے جو افرادِ کثیرہ پر دلالت کرے لیکن اس کا واحد نہ ہوجیسے قَوْمٌ،رَكْبٌ،نَاسٌ۔

اسم جنس: وہ اسم ہے جو قلیل وکثیر سب پر بولا جاسکے یعنی ایک پر بھی بولا جائے اور کثیر پر بھی بولا جائے لیکن اس کا واحد ہو۔ جیسے تَمْرٌ اس کا واحد تَمْرَةٌ ہے۔

وَهُوَصَحِيْحٌ وَمُكَسَّرٌ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ جمع کی تقسیم کرنی ہے۔(ا) جمع تصحیح۔ (ا) جمع تکسیر۔

1: جمع تصحیح وہ جمع ہے جس کا واحد کا وزن سلامت رہے،اسے جمع سالم بھی کہتے ہیں۔جیسے:مُسْلِمٌ کی جمع مُسْلِمُوْنَ ۔

2: جمع تکسیر وہ جمع جس کا واحد کا وزن سلامت نہ رہےاسے جمع مکسر بھی کہتے ہیں۔جیسے:رَجُلٌ کی جمع رِجَالٌ ۔

فَالصَّحِيْحُ لِمُذَكَّرٍ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ جمع تصحیح کی تقسیم کرنی ہے کہ جمع تصحیح کی دو قسمیں ہیں۔

1: جمع مذکر سالم: وہ جمع ہے کہ جس کے آخر میں واؤ ماقبل مضموم یا!یا ماقبل مکسوراورنون مفتوح ہوتا کہ اس بات پر دلالت ہو کہ اس کے واحد کے ساتھ اسی کی جنس کے اور بھی افراد ہیں۔جیسے مُسْلِمُوْنَ،مُسْلِمِيْنَ ۔

2: جمع مؤنث سالم: وہ جمع ہے جس کے آخر میں الف اور تاء ہو۔جیسے:مُسْلِمَاتٌ ۔

فَاِنْ كَانَ اٰخِرُهٗ يَاءً الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسم منقوص (وہ اسم جس کے آخر میں یاء ہو اس کا ماقبل مکسور ہو جیسے قَاضِي) کی جمع مذکر سالم بنانے کا طریقہ بیان کرنا ہے۔

کہ اسم منقوص کی جمع مذکر سالم بناتے وقت یا کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دے دینگے پھر یاء اور واؤ میں اجتماع ساکنین کی وجہ سے پہلا ساکن یعنی یاء گرا دینگے۔ جیسے: قَاضِيْ سے قَاضُوْنَ، دَاعِيْ سے دَاعُوْنَ ۔

وَاِنْ كَانَ اٰخِرُهٗ مَقْصُوْرًا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسم مقصور (وہ اسم جس کے آخر میں الف مقصوری ہو جیسے حُبْلٰی) کی جمع مذکر سالم بنانے کا طریقہ بیان کرنا ہے۔

کہ اسم مقصورہ کی جمع مذکر سالم بناتے وقت اس کے آخر سے الف مقصورہ کو اجتماع ساکنین کی وجہ گرا دیا جائے گا اور ماقبل کے فتحہ کو برقرار رکھا جائے گا تا کہ وہ الف مقصورہ کی حذفیت پر دلالت کرے۔ جیسے: مُصْطَفٰی سے مُصْطَفَوْنَ ۔

وَشَرْطُهٗ اِنْ كَانَ اِسْمًا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ جمع مذکر سالم لانے کی شرائط بیان کرنی ہیں۔

❁ جس اسم کی جمع مذکر سالم لائی جارہی ہے اس کی دو صورتیں ہیں کہ وہ اسم یا تو ذات ہوگا یا صفت ہوگا۔

☆ اگر وہ اسم ذات ہو تو اس کی جمع مذکر سالم لانے کی تین مندرجہ ذیل شرائط ہیں۔

1: مذکر ہو۔ 2: علم ہو۔ 3: ذوی العقول میں سے ہو۔ جیسے: زَيْدٌ کی جمع زَيْدُوْنَ ۔

☆ اور اگر وہ اسم صفت ہو تو اس کی جمع مذکر سالم لانے کی پانچ شرطیں ہیں۔

1: مذکر عاقل ہو۔

2: اس اَفْعَلُ کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فَعْلَاءُ کے وزن پر آتی ہو۔ جیسے: اَحْمَرُ اس کی مؤنث حَمْرَاءُ بروزن فَعْلَاءُ آتی ہے لہٰذا اس کی جمع مذکر سالم نہیں لا سکتے۔

3: ایسے فَعْلَانٌ کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فَعْلٰی کے وزن پر آتی ہو۔ جیسے: سَكْرَانَ کہ اس کی مؤنث سَكْرٰی بروزن فَعْلٰی آتی ہے لہٰذا اس کی جمع مذکر سالم نہیں آسکتی۔

4: وہ اسم کسی ایسے وزن پر نہ ہو کہ جس کا استعمال مذکر و مؤنث دونوں کے لئے یکساں ہوتا ہو۔ جیسے: جَرِيْحٌ، صَبُوْرٌ یہ دونوں اسم مذکر و مؤنث دونوں کے لئے برابر استعمال ہوتے ہیں۔

5: اس اسم کے آخر میں تائے تانیث نہ ہو۔ جیسے: عَلَّامَةٌ ۔

وَتُحْذَفُ نُوْنُهٗ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ اضافت کی وجہ سے نون جمع مذکر سالم کو گرانا واجب ہے۔ جیسے: مُسْلِمُوْ بَاكِسْتَانَ

وَقَدْ شَذَّ نَحْوُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے کہا کہ جمع مذکر سالم لانے کی شرط یہ ہے کہ وہ اسم مذکر ہو اور ذوی العقول ہو، علم ہو، جبکہ

اَرْضُوْنَ، سِنُوْنَ میں یہ شرائط پائی بھی نہیں جاتیں مگر پھر بھی وہ جمع مذکر سالم ہیں ایسا کیوں؟

﴿جواب﴾: ان اسماء کی جمع !واؤاور نون کے ساتھ آنا شاذ ہے۔

﴿عبارت﴾:

اَلْمُؤَنَّثُ مَالَحِقَ اٰخِرَهُ اَلِفٌ وَتَاءٌ وَشَرْطُهُ اِنْ كَانَ صِفَةً وَلَهُ مُذَكَّرٌ فَاَنْ يَكُوْنَ مُذَكَّرُهُ بِالْوَاوِ وَالنُّوْنِ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مُذَكَّرٌ فَاَنْ لَّايَكُوْنَ مُجَرَّدًا كَحَائِضٍ وَاِلَّا جُمِعَ مُطْلَقًا جَمْعُ التَّكْسِيْرِ مَاتَغَيَّرَ بِنَاءُ وَاحِدِهٖ كَرِجَالٍ وَاَفْرَاسٍ جَمْعُ الْقِلَّةِ اَفْعُلٌ وَاَفْعَالٌ وَاَفْعِلَةٌ وَفِعْلَةٌ وَالصَّحِيْحُ مَاعَدَاذَالِكَ جَمْعُ كَثْرَةٍ

﴿ترجمہ﴾: جمع مؤنث سالم وہ جمع ہے جس کے آخر میں الف اور تاء ہو اس کی شرط یہ ہے کہ اگر وہ اسم صفت ہو تو اس کا کوئی ایسا مذکر ہو جس کی جمع واؤ اور نون کے ساتھ ہو اور اگر اس کا ایسا مذکر نہ ہو تو پھر تاء سے خالی نہ ہو جیسے حائض ورنہ اس کی جمع مطلقاً لائی جائیگی، اور جمع تکسیر وہ جمع ہے جس میں اس کے واحد کا وزن سلامت نہ رہے۔ جیسے: رجال اور افراس، جمع قلت کے اوزان یہ ہیں افعل، افعال، افعلة، فعلة اور ان کے علاوہ تمام اوزان جمع کثرت کے ہیں۔

﴿تشریح﴾:

اَلْمُؤَنَّثُ مَالَحِقَ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ جمع مؤنث سالم کا بیان کرنا ہے۔

جمع مؤنث سالم کی تعریف: جمع مؤنث سالم وہ جمع ہے جس کے آخر میں الف اور لمبی تاء کا اضافہ کیا گیا ہو۔ جیسے: مسلمات

وَشَرْطُهُ اِنْ كَانَ صِفَةً وَلَهُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ جمع مؤنث سالم لانے کی شرائط بیان کرنی ہیں۔

- جس اسم کی جمع مؤنث سالم لائی جا رہی ہے اس کی دو صورتیں ہیں کہ وہ اسم یا تو ذات ہوگا یا صفت ہوگا۔

اگر ذات ہو تو اس کی جمع مؤنث سالم بغیر کسی شرط کے لائی جا سکتی ہے۔ جیسے: ھند کی جمع ھندات

اور اگر وہ اسم !صفت ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اس کا کوئی مذکر ہوگا یا نہیں، اگر ہو تو اس کی جمع مؤنث لانے کی شرط یہ ہے کہ اس کے مذکر کی جمع مذکر سالم لائی جاتی ہو جیسے مسلمة کا مذکر مسلم ہے اور مسلم کی جمع مذکر سالم مسلمون لائی جاتی ہے۔ اور اگر اس کا مذکر ہی نہ ہو تو اس کی جمع مؤنث سالم لانے کی شرط یہ ہے کہ وہ اسم تاء سے خالی نہ ہو۔ جیسے: حائض کا مذکر ہی نہیں لیکن یہ چونکہ تاء سے خالی ہے لہٰذا اس کی جمع مؤنث سالم نہیں آسکتی۔

جَمْعُ التَّكْسِيْرِ مَاالخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ جمع تکسیر کی تعریف کرنی ہے۔ کہ جمع تکسیر وہ جمع جس کے واحد کا

وزن سلامت نہ رہے اسے جمع مکسر بھی کہتے ہیں۔ جیسے: رَجُلٌ کی جمع رِجَالٌ ۔

جَمْعُ الْقِلَّةِ اَفْعُلٌ وَاَفْعَالٌ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ جمع کی باعتبار مصداق تقسیم کرنی ہے۔

کہ باعتبار مصداق جمع کی دو قسمیں ہیں۔(۱) جمع قلت۔ (۲) جمع کثرت۔

جمع قلت کی تعریف: وہ جمع ہے جو دس یا دس سے کم افراد پر بولی جائے۔اس کے چار اوزان ہیں۔

1:اَفْعُلٌ جیسے اَکْلُبٌ : 2:اَفْعَالٌ جیسے اَقْوَالٌ 3:اَفْعِلَةٌ جیسے اَعْوِنَةٌ

4فِعْلَةٌ جیسے غِلْمَةٌ

جمع کثرت کی تعریف: وہ جمع ہے جو دس سے زیادہ افراد پر بولی جائے۔جمع قلت کے مذکورہ اوزان کے علاوہ بقیہ تمام اوزان جمع کثرت کے ہیں۔

﴿عبارت﴾:

اَلْمَصْدَرُ اِسْمٌ لِلْحَدَثِ الْجَارِیْ عَلَی الْفِعْلِ وَھُوَمِنَ الثُّلَاثِیِّ الْمُجَرَّدِ سَمَاعٌ وَمِنْ غَیْرِہٖ قِیَاسٌ وَیَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِہٖ مَاضِیًّا وَغَیْرَہٗ اِذَالَمْ یَکُنْ مَفْعُوْلًا مُطْلَقًا وَلَایَتَقَدَّمُ مَعْمُوْلُہٗ عَلَیْہِ وَلَایُضْمَرُفِیْہِ وَلَایَلْزَمُ ذِکْرُالْفَاعِلِ وَیَجُوْزُ اِضَافَتُہٗ اِلَی الْفَاعِلِ وَقَدْیُضَافُ اِلَی الْمَفْعُوْلِ وَاِعْمَالُہٗ بِاللَّامِ قَلِیْلٌ فَاِنْ کَانَ مُطْلَقًافَالْعَمَلُ لِلْفِعْلِ وَاِنْ کَانَ بَدَلًامِنْہُ فَوَجْھَانِ

﴿ترجمہ﴾: مصدر اس معنیٰ حدثی کا نام ہے جو فعل پر جاری ہوتا ہے اور وہ ثلاثی مجرد سے سماعی ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے قیاسی ہے اور یہ اپنے فعل والا عمل کرتا ہے خواہ ماضی کے معنیٰ میں ہو یا غیر ماضی کے معنیٰ میں ہو بشرطیکہ مفعول مطلق نہ ہو، اور اس کا معمول اس پر مقدم نہیں ہوتا اور اس میں ضمیر بھی مستتر نہیں ہوتی اور اس کے فاعل کا ذکر کرنا لازمی نہیں، اور اس کی اضافت اس کے فاعل کی طرف کرنا جائز ہے اور کبھی یہ مفعول کی طرف بھی مضاف ہو جاتا ہے، اس کو لام تعریف کے ساتھ عمل دلانا قلیل ہے پس اگر مصدر مفعول مطلق ہو تو عمل فعل کے لئے ہوگا اور اگر مفعول مطلق! فعل سے بدل ہو تو دو صورتیں ہیں۔

﴿تشریح﴾:

اَلْمَصْدَرُ اِسْمٌ لِلْحَدَثِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مصدر کی تعریف اور اس کے احکام بیان کرنے ہیں۔

مصدر کی تعریف: مصدر اس نو پید چیز کا نام ہے کہ جس کو فعل (لغوی) کا نام دیا جاتا ہے۔ مثلاً ضَرْبٌ جس کا معنیٰ مارنا ہے

اور مارنا یہ ایک نو پید چیز ہے جس کو فعل (لغوی) کہتے ہیں۔

وَهُوَ مِنَ الثُّلاثِيِّ الْمُجَرَّدِ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مصدر کے اوزان کا بیان کرنا ہے کہ اس کے ثلاثی مجرد سے آنے والے اوزان غیر قیاسی یعنی سماعی ہیں، جن کے لئے کوئی قاعدہ مقرر نہیں جبکہ غیر ثلاثی مجرد سے اوزان مصادر قیاسی ہیں یعنی ان کے لئے قاعدہ مقرر ہے کہ باب افعال کا مصدر! افعال کے وزن پر ہوگا، باب تفعیل کا مصدر تفعیل کے وزن پر ہوگا **عَلٰى هٰذَا الْقِيَاسُ** ۔

وَيَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مصدر کا عمل بیان کرنا ہے

کہ مصدر اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے خواہ وہ فعل ماضی کے معنیٰ میں ہو یا غیر فعل ماضی یعنی حال واستقبال کے معنیٰ میں ہو بشرطیکہ مفعول مطلق نہ ہو کیونکہ مصدر کے مفعول مطلق ہونے کی صورت میں فعل کا ذکر ضروری ہے اور فعل کے ہوتے ہوئے مفعول مطلق عمل نہیں کرسکتا کیونکہ مصدر عامل ضعیف ہے اور فعل! عامل قوی ہے اور عامل قوی کے ہوتے ہوئے عامل ضعیف کو عمل دینا غیر مستحسن ہے۔

وَلَايَتَقَدَّمُ مَعْمُوْلُهُ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مصدر کے بارے میں چند ضروری قواعد کا بیان کرنا ہے۔

1: کہ مصدر کے معمول کو مصدر پر مقدم نہیں کرسکتے، کیونکہ مصدر عامل ضعیف ہے اور عامل ضعیف! اپنے معمول مقدم کو عمل دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

2: مصدر میں ضمیر مستتر نہیں ہوسکتی کیونکہ اس صورت میں تکرارِ فاعل لازم آئیگا، ایک ضمیر فاعل ہوگی، اور دوسرا ظاہر اس کا فاعل۔

3: مصدر کے فاعل کو ذکر کرنا ضروری نہیں خواہ وہ مذکور ہو یا محذوف ہو۔

4: مصدر کی اضافت اس کے معمول یعنی فاعل یا مفعول بہ کی طرف کرنا جائز ہے۔

وَاِعْمَالُهُ بِاللَّامِ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ مصدر معرف باللام بھی عامل ہوتا ہے لیکن اس کا عامل ہونا شاذ ونادر ہوتا ہے، اکثر وبیشتر مصدر کا عامل ہونا اس وقت ہوتا ہے کہ جب وہ الف ولام سے مجرد ہو۔

فَاِنْ كَانَ مُطْلَقًا فَالْعَمَلُ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے کہ اگر مصدر مفعول مطلق ہو تو ایسی صورت میں وہ اپنے مابعد میں عمل نہیں کریگا بلکہ مابعد اسم میں عامل ماقبل فعل ہوگا۔ جیسے: ضَرَبْتُ ضَرْبًا عَمْرًوا میں ضَرْبًا مفعول مطلق ہے یہ عَمْرًو میں عامل نہیں بلکہ عَمْرًو میں عامل ضَرَبْتُ ہے۔

وَاِنْ كَانَ بَدَلًا مِنْهُ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔

کہ اگر مصدر مفعول مطلق ہو اور اس کے فعل کو وجوباً حذف کرکے اس مصدر کو ہی اس کے قائم مقام کردیا گیا ہو تو وہاں دو صورتیں جائز ہیں۔

1: فعل کو عمل دلایا جائے کیونکہ وہی اصلاً عامل ہے۔
2: مصدر کو عمل دلایا جائے۔ کیونکہ وہ فعل کا نائب ہے۔

﴿عبارت﴾:

اِسْمُ الْفَاعِلِ مَا اشْتُقَّ مِنْ فِعْلٍ لِمَنْ قَامَ بِهٖ بِمَعْنَى الْحُدُوْثِ وَصِيْغَتُهٗ مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ عَلٰى فَاعِلٍ وَمِنْ غَيْرِهٖ عَلٰى صِيْغَةِ الْمُضَارِعِ بِمِيْمٍ مَّضْمُوْمَةٍ وَكَسْرِ مَاقَبْلَ الْاٰخِرِ نَحْوُ مُدْخِلٍ وَمُسْتَغْفِرٍ وَيَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهٖ بِشَرْطِ مَعْنَى الْحَالِ اَوِ الْاِسْتِقْبَالِ وَالْاِعْتِمَادِ عَلٰى صَاحِبِهٖ اَوِ الْهَمْزَةِ اَوْمَا فَاِنْ كَانَ لِلْمَاضِيْ وَجَبَتِ الْاِضَافَةُ مَعْنًى خِلَافًا لِلْكِسَائِيِّ فَاِنْ كَانَ لَهٗ مَعْمُوْلٌ آخَرُ فَبِفِعْلٍ مُّقَدَّرٍ نَحْوُ زَيْدٌ مُعْطِي عَمْرٍو دِرْهَمًا اَمْسِ فَاِنْ دَخَلَتِ اللَّامُ اِسْتَوَى الْجَمِيْعُ وَمَا وُضِعَ مِنْهُ لِلْمُبَالَغَةِ كَضَرَّابٍ وَضَرُوْبٍ وَمِضْرَابٍ وَعَلِيْمٍ وَحَذِرٍ مِثْلُهٗ وَالْمُثَنّٰى وَالْمَجْمُوْعُ مِثْلُهٗ وَيَجُوْزُ حَذْفُ النُّوْنِ مَعَ الْعَمَلِ وَالتَّعْرِيْفِ تَخْفِيْفًا

﴿ترجمہ﴾: اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو اس ذات پر دلالت کرنے کے لئے جس کے ساتھ فعل (معنیٰ وصفی) قائم ہو حدوث کے معنیٰ کے ساتھ، اس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے فاعل کے وزن پر آتا ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے فعل مضارع معروف کے وزن پر آتا ہے شروع میں میم مضموم اور آخری حرف کے ماقبل کے کسرہ کیساتھ، جیسے مُدْخِلٌ اور مُسْتَغْفِرٌ اور یہ اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے بشرطیکہ حال یا استقبال کے معنیٰ میں ہو اور ذوالحال یا ہمزہ استفہام یا ماحرف نفی پر اس نے اعتماد کیا ہو۔

پس اگر اسم فاعل ماضی کے لئے ہو تو اس کی اضافت معنوی کرنا واجب ہے بخلاف امام کسائی کے، پس اگر اسم فاعل کا (مضاف الیہ کے علاوہ) کوئی دوسرا معمول ہو تو وہ فعل مقدر کا معمول ہوگا جیسے زَیْدٌ مُعْطِي عَمْرٍو دِرْهَمًا اَمْسِ، اگر اسم فاعل پر الف ولام داخل ہو تو اس میں تمام زمانے برابر ہونگے، اور اسم فاعل کے وہ صیغے جو مبالغہ کے لئے وضع کئے گئے ہیں جیسے ضَرَّابٌ وَضَرُوْبٌ وَمِضْرَابٌ وَعَلِيْمٌ وَحَذِرٌ وہ اسم فاعل کی طرح ہی ہیں، اسم فاعل کے تثنیہ و جمع کے صیغے اس کے واحد کے صیغوں کی طرح ہیں اور نون کو حذف کرنا عمل کے ساتھ اور لام تعریف کے ساتھ تخفیف کی غرض جائز ہے۔

﴿تشریح﴾:

اِسْمُ الْفَاعِلِ مَا اشْتُقَّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسم فاعل کا بیان کرنا ہے۔

اسم فاعل کی تعریف: اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو اور اس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل (معنیٰ وصفی) بطورِ حدوث (تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے میں) قائم ہو۔ جیسے: قَائِمٌ

وَصِيْغَتُهُ مِنَ الثُّلَاثِيِّ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ اسم فاعل کے اوزان بیان کرنے ہیں۔

کہ اسم فاعل! ثلاثی مجرد سے فاعل کے وزن پر آتا ہے۔ جیسے: ضَارِبٌ، قَائِمٌ غیر ثلاثی مجرد سے اس کا وزن حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ فعلِ مضارع سے علامتِ مضارع کو حذف کر کے اس کی جگہ میم مضموم لائی جائے اور آخر کے ماقبل کو کسرہ دیا جائے اگر کسرہ نہ ہو تو اور آخر میں تنوین لگا دی جائے۔ جیسے: مُكْرِمٌ، مُدْخِلٌ، مُسْتَغْفِرٌ ۔

وَيَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ اسم فاعل کا عمل بیان کرنا ہے کہ یہ اپنے فعل معروف جیسا عمل کرتا ہے لیکن اس کے عمل کی دو شرطیں ہیں کہ حال واستقبال کے معنیٰ میں ہو اور پانچ چیزوں میں سے کسی ایک چیز پر اعتماد ہو۔

❁ یاد رہے یہاں صَاحِب سے مراد تین چیزیں ہیں۔(۱) مبتدا۔(۲) ذوالحال۔(۳) موصوف۔ اور بقیہ دو چیزیں (۴) ہمزہ استفہام۔(۵) حرفِ نفی ہیں۔ اور اعتماد سے مراد یہ ہے کہ اسم فاعل سے پہلے ان پانچ چیزوں میں سے کوئی چیز پائی جائے۔

جیسے: مبتدأ کی مثال۔	زَيْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ ۔
ذوالحال کی مثال۔	جَاءَنِيْ زَيْدٌ ضَارِبًا اَبُوْهُ خَالِدًا
موصوف کی مثال۔	عِنْدِيْ رَجُلٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ بَكْرًا
ہمزہ استفہام کی مثال	أَقَائِمٌ زَيْدٌ
حرفِ نفی کی مثال	مَاضَارِبٌ زَيْدٌ

فَاِنْ كَانَ لِلْمَاضِيْ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ اگر اسم فاعل میں مذکورہ دونوں شرطوں میں سے کوئی شرط مفقود ہوئی یعنی نہ پائی گئی تو اس وقت اسم فاعل عمل نہیں کریگا بلکہ ایسی صورت میں اسم فاعل کی مابعد کی طرف اضافتِ معنویہ لازم ہوگی۔

لیکن امام کسائی کے نزدیک ایسی صورت میں بھی اضافتِ معنوی واجب نہیں ہے بلکہ اسم فاعل خواہ فعلِ ماضی کے معنیٰ میں بھی ہو وہ پھر بھی عمل کریگا لہٰذا اگر اضافت کریں گے تو وہ اضافتِ لفظیہ ہوگی۔

فَاِنْ كَانَ لَهُ مَعْمُوْلٌ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ ایک قاعدہ بیان کرنا ہے کہ اگر اسم فاعل بمعنیٰ فعلِ ماضی ہو اور وہاں اس اسم کے علاوہ کہ جس کی طرف اسم فاعل کی اضافتِ معنوی ہوئی ہے کوئی اور معمول ہو تو وہاں فعل محذوف ہوگا اور وہ معمول اس فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہوگا اسم فاعل کی وجہ سے منصوب نہیں ہوگا۔ جیسے: زَيْدٌ مُعْطِيْ عَمْرٍو دِرْهَمًا اَمْسِ یہاں دِرْهَمًا سے پہلے اَعْطٰی فعل محذوف ہے پس اسی کی وجہ سے یہ منصوب ہے۔

فَاِنْ دَخَلَتِ اللّامُ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ اسم فاعل کی مذکورہ تفصیلات اس وقت ہے کہ جب وہ نکرہ ہو لیکن اگر وہ الف ولام کے ساتھ معرفہ ہو تو پھر ہر حال میں عمل کریگا خواہ ماضی کے معنیٰ میں ہو، اور خواہ اس کا پانچ چیزوں میں سے کسی چیز پر اعتماد ہو یا نہ ہو۔

وَمَاوُضِعَ مِنْهُ لِلْمُبَالَغَةِ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسم فاعل کی دوسری قسم کا بیان کرنا ہے کہ وہ اسم فاعل جو مبالغہ کے لئے وضع کیا گیا ہو جیسے ضَرَّابٌ، ضَرُوْبٌ، مِضْرَابٌ، عَلِيْمٌ، حَذِرٌ وغیرہ عمل اور شرائط میں اسم فاعل کی طرح ہیں یعنی جو عمل اور شرائط اسم فاعل کے لئے ہیں وہی عمل اور شرائط اسم فاعل کی اس دوسری قسم کے لئے ہیں۔

وَالْمُثَنّٰى وَالْمَجْمُوْعُ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ اسم فاعل کے تثنیہ وجمع کے صیغے عمل اور شرائط میں اسم فاعل کے واحد کے صیغے کی طرح ہیں۔ یعنی جس طرح اسم فاعل کے واحد کے صیغے شرائط پائے جانے کی وجہ سے عمل کرتے ہیں اسی طرح اسم فاعل کے تثنیہ وجمع کے صیغے شرائط پائے جانے کی وجہ سے عمل کرتے ہیں۔

وَيَجُوْزُ حَذْفُ النُّوْنِ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک فائدہ بیان کرنا ہے کہ اسم فاعل کے صیغہ تثنیہ اور جمع سے نون کا حذف کرنا جائز ہے جبکہ دو شرائط پائی جائیں۔

1: مابعد کو مفعول بہ کی بناء پر نصب دے۔

2: اس پر الف ولام بمعنیٰ الذی داخل ہو۔

❁ پس ان دونوں کی بناء پر اسم فاعل کے آخر سے نونِ تثنیہ ونونِ جمع کو حذف کرنا جائز ہے۔

﴿عبارت﴾:

اِسْمُ الْمَفْعُوْلِ مَاشْتُقَّ مِنْ فِعْلٍ لِمَنْ وَقَعَ عَلَيْهِ وَصِيْغَتُهُ مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ عَلٰى مَفْعُوْلٍ وَمِنْ غَيْرِهٖ عَلٰى صِيْغَةِ الْفَاعِلِ بِفَتْحِ مَاقَبْلَ الْاٰخِرِ كَمُسْتَخْرَجٍ وَاَمْرُهٗ فِي الْعَمَلِ وَالْاِشْتِرَاطِ كَاَمْرِ الْفَاعِلِ مِثْلُ زَيْدٌ مُعْطًى غُلَامُهٗ دِرْهَمًا اَلصِّفَةُ الْمُشَبَّهَةُ مَاشْتُقَّ مِنْ فِعْلٍ لَازِمٍ لِمَنْ قَامَ بِهٖ عَلٰى مَعْنَى الثُّبُوْتِ وَصِيْغَتُهَا مُخَالِفَةٌ لِصِيْغَةِ الْفَاعِلِ عَلٰى حَسْبِ السَّمَاعِ كَحَسَنٍ وَصَعْبٍ وَشَدِيْدٍ وَتَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهَا مُطْلَقًا

﴿ترجمہ﴾: اسم مفعول وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا کہ اس ذات پر دلالت کرے جس پر فاعل کا فعل واقع ہوا ہو، اس کا ثلاثی مجرد سے مفعول کے وزن پر آتا ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کے صیغے کی طرح آتا ہے آخری حرف کے ماقبل کے فتحہ کے ساتھ جیسے مُسْتَخْرَجٌ، اسم مفعول کا حکم عمل میں اور شرائط میں اسم فاعل کے حکم کی طرح ہے۔ جیسے: زَيْدٌ مُعْطًى غُلَامُهٗ دِرْهَمًا ۔

صِفَتِ مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازم سے مشتق ہوتا کہ اس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل قائم ہو ثبوت کے معنیٰ میں، اور اس کے صیغے اسم فاعل کے صیغوں کے مخالف ہیں، سماع پر موقوف ہیں۔ جیسے حَسَنٌ وَصَعْبٌ وَشَدِيْدٌ صفتِ مشبہ مطلقاً اپنے فعل جیسا عمل کرتی ہے۔

﴿تشریح﴾:

اِسْمُ الْمَفْعُوْلِ مَاالخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسم مفعول کا بیان کرنا ہے۔

اسم مفعول کی تعریف: اسم مفعول وہ اسم ہے جو فعل متعدی سے مشتق ہو اور اس ذات پر دلالت کرے جس پر فعل واقع ہو۔ جیسے مَضْرُوْبٌ مارا ہوا۔

وَصِيْغَتُهٗ مِنَ الثُّلَاثِيِّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسم مفعول کے اوزان بیان کرنے ہیں۔ کہ اسم مفعول کا صیغہ ثلاثی مجرد سے مفعول کے وزن پر آتا ہے۔ جیسے: مَضْرُوْبٌ اور غیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کے وزن پر آتا ہے لیکن فرق اتنا ہے کہ غیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کے آخر کا ماقبل مکسور ہوتا ہے اور جبکہ اسم مفعول کے آخر کا ماقبل مفتوح ہوتا ہے۔ جیسے: مُكْرَمٌ

وَاَمْرُهٗ فِي الْعَمَلِ وَالخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسم مفعول کا عمل اور اس کی شرائط کا بیان کرنا ہے۔

کہ اسم مفعول! اسم فاعل کی طرح عمل کرتا ہے انہی شرائط کے ساتھ کہ جن کے ساتھ اسم فاعل عمل کرتا ہے، یعنی حال و استقبال کے معنیٰ میں ہو اور پانچ چیزوں (مبتدأ، موصوف، ذوالحال، ہمزہ استفہام، حرف نفی) میں سے کسی ایک چیز پر اعتماد ہو۔ جیسے زَيْدٌ مُعْطًى غُلَامُهٗ دِرْهَمًا، کہ اگر اسم مفعول میں مذکورہ دونوں شرطوں میں سے کوئی شرط مفقود ہوئی یعنی نہ پائی گئی تو اس وقت اسم مفعول عمل نہیں کریگا بلکہ ایسی صورت میں اسم مفعول کی مابعد کی طرف اضافتِ معنویہ لازم ہوگی۔ جیسے زَيْدٌ مَضْرُوْبُ غُلَامِهٖ اَمْسِ

اَلصِّفَةُ الْمُشَبَّهَةُ مَاالخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ صفتِ مشبہ کا بیان کرنا ہے۔

صفتِ مشبہ کی تعریف: صفتِ مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازم سے مشتق ہو اور اس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ معنیٰ مصدری بطورِ ثبوت (تینوں زمانوں کی قید کی بغیر) قائم ہو۔

وَصِيْغَتُهَا مُخَالِفَةٌ لِصِيْغَةِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ صفتِ مشبہ کے اوزان بیان کرنے ہیں۔ کہ صفتِ مشبہ کے اوزان! اسم اور اسم مفعول کے اوزان کے مخالف ہیں یعنی اسم فاعل و مفعول کے اوزان تو قیاسی ہیں لیکن صفتِ مشبہ کے اوزان قیاسی نہیں بلکہ سماعی ہیں۔

جیسے حَسَنٍ وَصَعْبٍ وَشَدِيْدٍ

وَتَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهَا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ صفتِ مشبہ کا عمل اور اس کی شرائط کا بیان کرنا ہے۔
کہ صفتِ مشبہ مطلقاً یعنی کسی زمانے کی شرط کے بغیر فعل لازم جیسا عمل کرتا ہے یعنی اپنے فاعل کو رفع دیتا ہے اور اسمائے ستہ (مفعول مطلق وغیرہ) کو نصب دیتا ہے، اس کے عمل کی صرف ایک شرط ہے کہ اس کا پانچ چیزوں (مبتدأ، موصوف، ذوالحال، ہمزہ استفہام، حرف نفی) میں سے کسی ایک چیز پر اعتماد ہو۔ جیسے: زَيْدٌ حَسَنٌ غُلَامُهٗ

﴿عبارت﴾:

وَتَقْسِيْمُ مَسَائِلِهَا اَنْ تَكُوْنَ الصِّفَةُ بِاللَّامِ اَوْ مُجَرَّدَةً وَمَعْمُوْلُهَا مُضَافًا اَوْ بِاللَّامِ اَوْ مُجَرَّدًا عَنْهُمَا فَهٰذِهٖ سِتَّةٌ وَالْمَعْمُوْلُ فِيْ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهَا مَرْفُوْعٌ وَمَنْصُوْبٌ وَمَجْرُوْرٌ فَصَارَتْ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ فَالرَّفْعُ عَلَى الْفَاعِلِيَّةِ وَالنَّصْبُ عَلَى التَّشْبِيْهِ بِالْمَفْعُوْلِ فِي الْمَعْرِفَةِ وَعَلَى التَّمْيِيْزِ فِي النَّكِرَةِ وَالْجَرُّ عَلَى الْاِضَافَةِ وَتَفْصِيْلُهَا حَسَنٌ وَجْهَهٗ ثَلَاثَةٌ

وَكَذَالِكَ حَسَنُ الْوَجْهِ وَحَسَنٌ وَجْهٍ اَلْحَسَنُ وَجْهُهٗ اَلْحَسَنُ الْوَجْهِ اَلْحَسَنُ وَجْهٍ اِثْنَانِ مِنْهَا مُمْتَنِعَانِ مِثْلُ اَلْحَسَنُ وَجْهِهٖ اَلْحَسَنُ وَجْهٍ وَاخْتُلِفَ فِيْ حَسَنُ وَجْهِهٖ وَالْبَوَاقِيْ مَا كَانَ فِيْهِ ضَمِيْرٌ وَاحِدٌ مِنْهَا اَحْسَنُ وَمَا كَانَ فِيْهِ ضَمِيْرَانِ حَسَنٌ وَمَا لَا ضَمِيْرَ فِيْهِ قَبِيْحٌ وَمَتٰى رَفَعَتْ بِهَا فَلَا ضَمِيْرَ فِيْهَا فَهِيَ كَالْفِعْلِ وَاِلَّا فَفِيْهَا ضَمِيْرُ الْمَوْصُوْفِ فَتُؤَنَّثُ وَتُثَنّٰى وَتُجْمَعُ وَاِسْمَا الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ غَيْرَ الْمُتَعَدِّيَيْنِ مِثْلُ الصِّفَةِ فِيْمَا ذُكِرَ

﴿ترجمہ﴾: صفتِ مشبہ کے مسائل کی تقسیم یہ ہے کہ یا تو وہ معرف باللام ہوگی یا معرف باللام سے خالی ہوگی، اس کا معمول یا تو مضاف ہوگا یا معرف باللام ہوگا یا دونوں سے خالی ہوگا پس یہ چھ صورتیں ہوگئیں، ان میں سے ہر ایک کا معمول مرفوع، منصوب اور مجرور ہوگا پس یہ (چھ کو تین سے ضرب دینے سے) اٹھارہ صورتیں ہوگئیں، پس رفع فاعلیت کی بناء پر ہوگا اور نصب! معرفہ میں مفعول کے ساتھ مشابہت کی بناء پر ہوگا اور نکرہ میں تمیز کی بناء پر ہوگا اور جر اضافت کی بناء پر ہوگی۔

اور اس کی تفصیل یہ ہے حَسَنٌ وَجْهَهٗ یہ تین صورتیں ہیں، اور اسی طرح حَسَنُ الْوَجْهِ، حَسَنٌ وَجْهٍ، اَلْحَسَنُ وَجْهَهٗ اَلْحَسَنُ وَجْهٍ، اَلْحَسَنُ الْوَجْهِ اور اَلْحَسَنُ وَجْهُہ ان میں سے دو صورتیں ممتنع ہیں جیسے اَلْحَسَنُ وَجْهِهٖ

اَلْحَسَنُ وَجْہٍ، اور حَسَنُ وَجْھِہٖ میں اختلاف کیا گیا ہے اور باقی صورتوں میں سے جن میں ایک ضمیر ہو وہ احسن ہیں اور جن میں دو ضمیریں ہوں وہ حسن ہیں اور جن میں کوئی بھی ضمیر نہ ہو وہ قبیح ہیں، جب آپ صفت مشبہ کی وجہ سے رفع دیں تو صفت مشبہ میں کوئی ضمیر نہیں ہوگی پس ایسی صورت میں صفت مشبہ فعل کی طرح ہوگا پس اس صورت میں صفت مشبہ کو موصوف کے مطابق مؤنث، تثنیہ اور جمع لایا جائے گا، اور اسم فاعل اور اسم مفعول جب متعدی نہ ہوں تو صفت مشبہ کی طرح ہیں ان تمام صورتوں میں جس کا ذکر کیا گیا ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَتَقْسِیْمُ مَسَائِلِھَا اَنْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ صفت مشبہ کی اقسام بیان کرنی ہیں۔

کہ صفتِ مشبہ کی دو صورتیں ہیں۔ کہ یا تو معرف باللام ہوگی، یا بغیر لام کے ہوگی، پھر یہ دونوں طرح کا ہیغہ صفت تین حال سے خالی نہیں کہ یا تو اس کا معمول مضاف ہوگا، یا معرف باللام ہوگا، یا وہ معمول مضاف بھی نہیں ہوگا اور معرف باللام بھی نہیں ہوگا۔

پس یہ چھ قسمیں بن گئیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1: صفتِ مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف ہو۔

2: صفتِ مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول بھی معرف باللام ہو۔

3: صفتِ مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف بھی نہ ہو اور معرف باللام بھی نہ ہو۔

4: صفتِ مشبہ معرف باللام نہ ہو اور اس کا معمول مضاف ہو۔

5: صفتِ مشبہ معرف باللام نہ ہو اور اس کا معمول معرف باللام ہو۔

6: صفتِ مشبہ معرف باللام نہ ہو اور اس کا معمول مضاف بھی نہ ہو اور معرف باللام بھی نہ ہو۔

❁ پھر ان چھ کی چھ قسموں میں سے ہر ایک کا معمول مرفوع بھی ہوگا منصوب بھی ہوگا اور مجرور بھی ہوگا، پس چھ کو تین سے ضرب دینے سے یہ اٹھارہ قسمیں بن گئیں۔

فَالرَّفْعُ عَلٰی الْفَاعِلِیَّۃِ وَالخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ صفت مشبہ کی جملہ اقسام کے احکام بیان کرنے ہیں کہ صفت مشبہ کی جملہ اقسام میں صفتِ مشبہ کا معمول فاعلیت کی بناء پر مرفوع ہوگا، اور منصوب ہونے کی دو صورتیں ہونگی۔

(۱) معمول کے معرفہ ہونے کی صورت میں معمول کا نصب مفعول سے مشابہت کی بناء پر ہوگا۔

(۲) معمول کے نکرہ ہونے کی صورت میں معمول کا نصب تمیز ہونے کی بناء پر ہوگا۔

اور صفتِ مشبہ کے معمول کا مجرور ہونا معمول کے مضاف الیہ ہونے کی بناء پر ہوگا۔

وَتَفْصِيْلُهَا حَسَنٌ وَجْهَهُ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ تفصیل بعد الاجمال کرنی ہے یعنی اٹھارہ اقسام کو اجمالاً بیان کر لینے کے بعد اب انہیں مثالوں کے ساتھ تفصیلاً بیان کر رہے ہیں۔

1: حَسَنٌ وَجْهَهُ: یہ اس صفتِ مشبہ کی مثال ہے جو معرف باللام نہ ہو اور اس کا معمول مضاف ہو، اس پر تینوں اعراب پڑھے جائیں جیسے حَسَنٌ وَجْهُهُ، حَسَنٌ وَجْهَهُ، حَسَنٌ وَجْهِهٖ ۔

2: حَسَنُ الْوَجْهِ صفتِ مشبہ معرف باللام نہ ہو، اس کا معمول معرف باللام ہو اس پر بھی تینوں اعراب پڑھے جائیں۔

جیسے: حَسَنُ الْوَجْهُ، حَسَنُ الْوَجْهَ، حَسَنُ الْوَجْهِ ۔

3: حَسَنٌ وَجْه صفتِ مشبہ معرف باللام نہ ہو اور اس کا معمول معرف باللام بھی نہ ہو اور مضاف بھی نہ ہو، اس میں بھی اعراب کی تینوں صورتیں پڑھی جائیں۔ جیسے حَسَنٌ وَجْهٌ، حَسَنٌ وَجْهًا، حَسَنٌ وَجْهٍ ۔

4: اَلْحَسَنُ وَجْهُهُ صفتِ مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف ہو، اور اس پر بھی تینوں اعراب پڑھے جائیں۔

جیسے اَلْحَسَنُ وَجْهُهُ، اَلْحَسَنُ وَجْهَهُ، اَلْحَسَنُ وَجْهِهٖ ۔

5: اَلْحَسَنُ الْوَجْهُ صفتِ مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول بھی معرف باللام ہو اور اس پر بھی تینوں اعراب پڑھے جائیں۔ جیسے: اَلْحَسَنُ الْوَجْهُ، اَلْحَسَنُ الْوَجْهَ اَلْحَسَنُ الْوَجْهِ ۔

6: اَلْحَسَنُ وَجْهً صفتِ مشبہ معرف باللام ہو، اور اس کا معمول معرف باللام بھی نہ ہو اور مضاف بھی نہ ہو، اس پر بھی تینوں اعراب پڑھے جائیں۔ جیسے اَلْحَسَنُ وَجْهٌ، اَلْحَسَنُ وَجْهًا، اَلْحَسَنُ وَجْهٍ ۔

اِثْنَانِ مِنْهَا مُمْتَنِعَانِ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مذکورہ اٹھارہ صورتوں میں سے دو ممتنع صورتوں کی نشاندہی کرنی ہے کہ ان میں سے دو صورتیں ممتنع ہیں۔

1: جب صفتِ مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف مجرور ہو۔ جیسے: اَلْحَسَنُ وَجْهِهٖ ۔

❁ اس صورت کے ممتنع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں اضافتِ لفظیہ ہے اور اضافتِ لفظیہ تخفیف کا فائدہ دیتی ہے جو کہ یہاں نہیں ہے کیونکہ اَلْحَسَن سے جو تنوین حذف ہوئی ہے وہ بھی اضافت کی وجہ سے نہیں بلکہ الف ولام کی وجہ سے حذف ہوئی ہے، اور نہ ہی مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہوئی ہے، لہٰذا یہ اضافت جائز نہیں ہوگی۔

2: جب صفتِ مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول مجرور ہو لیکن نہ ہی مضاف ہو اور نہ ہی معرف باللام ہو۔ جیسے اَلْحَسَنُ وَجْهٍ

❁ یہاں اگرچہ مضاف الیہ سے ضمیر کے حذف ہونے کی صورت میں تخفیف حاصل ہوئی ہے لیکن پھر بھی یہ صورت

ممتنع ہے کیونکہ اس میں معرفہ کی نکرہ کی طرف اضافت ہورہی ہے حالانکہ نکرہ کی معرفہ کی طرف اضافت ہوتی ہے۔

وَاخْتُلِفَ فِيْ حَسَنُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اختلافی صورت کا بیان کرنا ہے۔

کہ جب صفتِ مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف مجرور ہو جیسے حَسَنُ وَجْهِهٖ

❁ اس ترکیب کی صحت میں اختلاف ہے امام سیبویہ اور بصریین کہتے ہیں کہ یہ صورت صحیح نہیں کیونکہ یہاں صفتِ مشبہ اور اس کے معمول دونوں کا مصداق ایک ہی ہے، لہٰذا یہاں اِضَافَةُ الشَّيْءِ اِلٰى نَفْسِهٖ (شے کا اپنی ذات کی طرف مضاف ہونا) لازم آرہا ہے جو کہ باطل ہے۔ جبکہ کوفیین کہتے ہیں کہ یہ ترکیبی صورت درست ہے کیونکہ اس صورت میں تخفیف بھی ہوئی ہے کہ مضاف سے تنوین حذف ہوگئی ہے اور یہاں اِضَافَةُ الشَّيْءِ اِلٰى نَفْسِهٖ (شے کا اپنی ذات کی طرف مضاف ہونا) بھی لازم نہیں آرہا ہے کیونکہ حَسَن عام ہے اور وَجْه خاص ہے۔

وَالْبَوَاقِيْ مَا كَانَ فِيْهِ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ بقیہ پندرہ صورتوں میں سے اَحْسَن اور حَسَن ۔ورتوں کا امتیاز کرنا ہے۔ کہ جن صورتوں میں ایک ضمیر ہے وہ اَحْسَن صورتیں ہیں کیونکہ ان میں ضمیر بقدرِ ضرورت ہے اور خَيْرُ الْكَلَامِ مَاقَلَّ وَدَلَّ کی مصداق ہے اور جن صورتوں میں دو ضمیریں ہیں یعنی ایک ضمیر صفتِ مشبہ میں اور دوسری ضمیر اس کے معمول میں تو وہ حَسَن ہیں کیونکہ بقدرِ ضرورت ضمیر موجود ہے اور اَحْسَن اس لئے نہیں کیونکہ ضرورت سے زائد امر پر مشتمل ہیں۔

❁ اَحْسَن صورتیں مندرجہ ذیل ہیں۔ یہ کل نو صورتیں ہیں۔

1: صفتِ مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول معرف باللام منصوب ہو۔ جیسے: اَلْحَسَنُ الْوَجْهَ ۔

2: صفتِ مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول معرف باللام مجرور ہو۔ جیسے اَلْحَسَنُ الوَجْهِ ۔

3: صفتِ مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول منصوب اور اضافت والف ولام سے مجرد ہو۔ جیسے: اَلْحَسَنُ وَجْهًا ۔

4: صفتِ مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول معرف باللام منصوب ہو۔ جیسے: حَسَنٌ الوَجْهَ ۔

5: صفتِ مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول معرف باللام مجرور ہو۔ جیسے: حَسَنُ الوَجْهِ ۔

6: صفتِ مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول منصوب اور اضافت والف ولام سے مجرد ہو۔ جیسے حَسَنٌ وَجْهًا ۔

7: صفتِ مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول مجرور اور اضافت والف ولام سے مجرد ہو۔ جیسے: حَسَنُ وَجْهٍ ۔

8: صفتِ مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف مرفوع ہو۔ جیسے اَلْحَسَنُ وَجْهُهٗ ۔

9: صفتِ مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف مرفوع ہو۔ جیسے حَسَنٌ وَجْهُهٗ ۔

☆ پہلی سات صورتوں میں صفتِ مشبہ میں ضمیر ہوتی ہے اس کے معمول میں ضمیر نہیں ہوتی اور آخری دو صورتوں میں صفتِ مشبہ کے معمول میں ضمیر ہوتی ہے صفتِ مشبہ میں ضمیر نہیں ہوتی۔

❁ حَسَن صورتیں مندرجہ ذیل ہیں۔ یہ دو صورتیں ہیں۔

1: صفتِ مشبہ معرف باللام ہواور اس کا معمول مضاف منصوب ہو۔ جیسے اَلْحَسَنُ وَجْهَهٗ ۔

2: صفتِ مشبہ غیر معرف باللام ہواور اس کا معمول مضاف منصوب ہو۔ جیسے: حَسَنٌ وَجْهَهٗ ۔

وَمَا لَا ضَمِيْرَ فِيْهِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ قبیح صورتوں کا بیان کرنا ہے۔ کہ جن صورتوں میں کوئی ضمیر نہیں وہ قبیح ہیں کیونکہ ضمیر نہ ہونے کی وجہ سے موصوف وصفت کا باہمی ربط ہی ختم ہو جائے گا۔

❁ قبیح صورتیں مندرجہ ذیل ہیں۔ یہ چار صورتیں ہیں۔

1: صفتِ مشبہ معرف باللام ہواور اس کا معمول معرف باللام مرفوع ہو۔ جیسے اَلْحَسَنُ الْوَجْهُ ۔

2: صفتِ مشبہ معرف باللام ہواور اس کا معمول مرفوع اضافت والف ولام سے مجرد ہو۔ جیسے: اَلْحَسَنُ وَجْهٌ ۔

3: صفتِ مشبہ غیر معرف باللام ہواور اس کا معمول معرف باللام مرفوع ہو۔ جیسے: حَسَنٌ الْوَجْهُ ۔

4: صفتِ مشبہ غیر معرف باللام ہواور اس کا معمول مرفوع اضافت والف ولام سے مجرد ہو۔ جیسے: حَسَنٌ وَجْهٌ ۔

وَمَتٰى رَفَعَتْ بِهَا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ صفتِ مشبہ میں ضمیر ہونے یا نہ ہونے کے متعلق ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔

کہ جب تو صفتِ مشبہ کے معمول کو رفع دے، تو وہ فعل کے حکم میں ہوگی اور اس وقت اس کا فاعل لفظوں میں ہوگا، اس میں ضمیر نہیں مان سکتے، کیونکہ ضمیر ماننے کی صورت میں تعددِ فاعل لازم آئیگا اور اگر صفتِ مشبہ اپنے معمول کو رفع نہ دے تو ایسی صورت میں اس کا فاعل اس میں ضمیر ہوگی اور صفتِ مشبہ کو اس کے موصوف کے مطابق مذکر و مؤنث، واحد، تثنیہ اور جمع لایا جائے گا۔

یعنی اگر موصوف مذکر ہو تو صفتِ مشبہ کو بھی مذکر لایا جائے گا، جیسے زَيْدٌ حَسَنُ الْوَجْهِ ۔

اگر موصوف مؤنث ہو تو صفتِ مشبہ کو بھی مؤنث لایا جائے گا۔ جیسے: هِنْدٌ حَسَنَةُ الْوَجْهِ

اور اگر موصوف تثنیہ یا جمع ہو تو صفتِ مشبہ کو بھی تثنیہ و جمع لایا جائے گا۔ جیسے: اَلزَّيْدَانِ حَسَنَانِ وَجْهًا، اَلزَّيْدُوْنَ حَسَنُوْنَ وَجْهًا

وَاِسْمَا الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ جب اسم فاعل اور اسم مفعول متعدی نہ ہوں تو وہ بھی صفتِ مشبہ کی طرح ہونگی یعنی ان کی بھی صفتِ مشبہ کی طرح اٹھارہ صورتیں بنیں گی جن میں سے کچھ احسن ہونگی، کچھ حسن، ہونگی، اور کچھ قبیح ہونگی۔

﴿عبارت﴾:

اِسْمُ التَّفْضِيْلِ مَا اشْتُقَّ مِنْ فِعْلٍ لِمَوْصُوْفٍ بِزِيَادَةٍ عَلٰى غَيْرِهٖ وَهُوَ اَفْعَلُ وَشَرْطُهٗ اَنْ يُبْنٰى مِنْ ثُلَاثِيٍّ مُجَرَّدٍ لِيُمْكِنَ مِنْهُ وَلَيْسَ بِلَوْنٍ وَلَا عَيْبٍ لِاَنَّ مِنْهُمَا اَفْعَلَ لِغَيْرِهٖ مِثْلُ زَيْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ فَاِنْ قُصِدَ غَيْرُهٗ تُوُصِّلَ اِلَيْهِ بِاَشَدَّ مِثْلُ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ اِسْتِخْرَاجًا

وَبَيَاضًا وَعَمًى وَقِيَاسُهُ لِلْفَاعِلِ وَقَدْ جَاءَ لِلْمَفْعُوْلِ نَحْوُ اَعْذَرُ وَاَلْوَمُ وَاَشْغَلُ وَاَشْهَرُ وَيُسْتَعْمَلُ عَلٰى اَحَدِ ثَلَاثَةِ اَوْجُهٍ مُضَافًا اَوْبِمِنْ اَوْمُعَرَّفًا بِاللَّامِ فَلَا يَجُوْزُ زَيْدٌ الْاَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو وَلَا زَيْدٌ اَفْضَلُ اِلَّا اَنْ يُّعْلَمَ فَاِذَا اُضِيْفَ فَلَهُ مَعْنَيَانِ اَحَدُهُمَا وَهُوَ الْاَكْثَرُ اَنْ تَقْصِدَ بِهِ الزِّيَادَةَ عَلٰى مَنْ اُضِيْفَ اِلَيْهِ فَيُشْتَرَطُ اَنْ يَكُوْنَ مِنْهُمْ مِثْلُ زَيْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ فَلَا يَجُوْزُ يُوْسُفُ اَحْسَنُ اِخْوَتِهٖ لِخُرُوْجِهٖ عَنْهُمْ بِاِضَافَتِهِمْ اِلَيْهِ وَالثَّانِيْ اَنْ تَقْصِدَ زِيَادَةً مُطْلَقَةً وَيُضَافُ لِلتَّوْضِيْحِ فَيَجُوْزُ يُوْسُفُ اَحْسَنُ اِخْوَتِهٖ

﴿ترجمہ﴾: اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو، کسی موصوف کے لئے وضع کیا گیا ہو اپنے غیر پر زیادتی کے ساتھ اور وہ اَفْعَلُ کے وزن پر آتا ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ اسے ثلاثی مجرد سے بنایا جائے، تا کہ افعل کا بنانا اس سے ممکن ہو، اور وہ رنگ اور عیب کے معنیٰ میں نہ ہو کیونکہ رنگ وعیب سے افعل کا وزن اسم تفضیل کے علاوہ کے لئے آتا ہے۔ جیسے: زَيْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ (زید تمام لوگوں سے افضل ہے) اگر اسم تفضیل کو غیر (ثلاثی مجرد اور لون وعیب) سے لانے کا قصد کیا جائے تو اس کی طرف پہنچا جائے گا اَشَدُّ کے ساتھ جیسے: هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ اِسْتِخْرَاجًا وَبَيَاضًا وَعَمًى، اور اسم تفضیل کا قیاس یہ ہے کہ وہ فاعل کے لئے ہو اور کبھی اسم تفضیل مفعول کے لئے بھی آتا ہے۔ جیسے: اَعْذَرُ (زیادہ معذور) اَلْوَمُ (زیادہ ملامت کیا ہوا) اَشْغَلُ (زیادہ مشغول) اَشْهَرُ (زیادہ مشہور)۔

اسم تفضیل تین طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ پر استعمال ہوتا ہے اضافت کے ساتھ، یا من کے ساتھ، یا الف ولام کے ساتھ پس جائز نہیں ہے زَيْدٌ الْاَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو اور نہ ہی زَيْدٌ اَفْضَلُ مگر یہ کہ مفضل علیہ معلوم ہو، پس جب اسم تفضیل کی اضافت کی جائے تو اس کے دو معنیٰ ہونگے ان میں ایک جو کہ اکثر ہے کہ اس کے ذریعے قصد کیا جاتا ہے اس پر زیادتی کا کہ جس کی طرف اسم تفضیل کی اضافت کی گئی ہے پس اس صورت میں شرط قرار دیا گیا ہے کہ موصوف مضاف الیہ افراد میں سے ہو جیسے زَيْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ لیکن يُوْسُفُ اَحْسَنُ اِخْوَتِهٖ کہنا جائز نہیں کیونکہ یُوْسُف اپنے بھائیوں سے خارج ہے اِخْوَة کی یوسف کی طرف اضافت ہونے کی وجہ سے، اور دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ اس سے مطلقاً زیادتی کا قصد کیا جائے اور اسم تفضیل کی اضافت محض توضیح کے لئے کی جائے پس اس صورت میں يُوْسُفُ اَحْسَنُ اِخْوَتِهٖ (یوسف اپنے تمام بھائیوں سے زیادہ خوبصورت ہے) کہنا جائز ہے۔

﴿تشریح﴾:

اِسْمُ التَّفْضِيْلِ مَاالخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اسم تفضیل کا بیان کرنا ہے۔

اسمِ تفضیل کی تعریف: اسمِ تفضیل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو اور کسی موصوف کے لئے اپنے غیر پر زیادتی کے ساتھ وضع کیا گیا ہو۔ جیسے: زَیْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ (زید تمام لوگوں سے افضل ہے)۔

وَھُوَ اَفْعَلُ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ اسمِ تفضیل کا وزن اور اس کی شرائط کا بیان کرنا ہے۔

کہ اسمِ تفضیل کا وزن مذکر کے لئے اَفْعَلُ آتا ہے اور مؤنث کے لئے فُعْلٰی آتا ہے، اسمِ تفضیل بنانے کی دو شرطیں ہیں۔

1: اسے ثلاثی مجرد سے بنایا جائے کیونکہ غیر ثلاثی مجرد اسے نہیں بنایا جا سکتا اس لئے کہ اسمِ تفضیل کو بنانے کے لئے تین حروف چاہیے ہوتے ہیں جبکہ غیر ثلاثی مجرد سے صرف تین حروف نہیں ملتے، اگر بالفرض غیر ثلاثی مجرد سے تین سے زائد حروف کو حذف کر کے اسمِ تفضیل بنایا جائے تو اس کا ثلاثی مجرد سے التباس لازم آئیگا۔

2: ثلاثی مجرد بھی ایسا ہو کہ اس میں رنگ وعیب کا معنیٰ نہ پایا جائے کیونکہ ثلاثی مجرد کے وہ مصادر کہ جن میں عیب ورنگ کا معنیٰ پایا جاتا ہے ان سے اَفعل کے وزن پر صفتِ مشبہ کا صیغہ آتا ہے۔ جیسے اَحْمَرُ، اَسْوَدُ، اَعْمٰی۔

فَاِنْ قُصِدَ غَیْرُہٗ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ غیر ثلاثی مجرد یا وہ مصادر کہ جن میں عیب ورنگ کا معنیٰ کا پایا جاتا ہے ان سے اسمِ تفضیل کا معنیٰ حاصل کرنے کا طریقہ بیان کرنا ہے۔

کہ غیر ثلاثی مجرد یا وہ مصادر کہ جن میں عیب ورنگ کا معنیٰ کا پایا جاتا ہے ان سے اسمِ تفضیل کا معنیٰ حاصل کرنا مقصود ہو تو لفظِ اَشَدُّ یا اس کے ہم مثل (اَکْثَرُ) کو ذکر کر کے، اس کے بعد اس فعل کے مصدر کو کہ جس سے آپ معنیٰ اسمِ تفضیل حاصل کرنا چاہتے ہیں بطور تمیز منصوب لائیں تو اسمِ تفضیل کا معنیٰ حاصل ہو جائے گا۔ جیسے: ھُوَ اَشَدُّ مِنْہُ اِسْتِخْرَاجًا، ھُوَ اَشَدُّ مِنْہُ بَیَاضًا، ھُوَ اَشَدُّ مِنْہُ عَمًی

وَقِیَاسُہٗ لِلْفَاعِلِ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ ایک فائدہ بیان کرنا ہے۔

کہ قیاس تو اس امر کا مقتضی ہے کہ اسمِ تفضیل صرف فاعل کے ہی معنیٰ کی زیادتی بیان کرے، لیکن کبھی کبھی اسمِ تفضیل مفعول کے معنیٰ کی زیادتی بیان کرنے کے لئے بھی آتا ہے۔ جیسے اَعْذَرُ (زیادہ معذور) اَلْوَمُ (زیادہ ملامت کیا ہوا) اَشْغَلُ (زیادہ مشغول) اَشْھَرُ (زیادہ مشہور)۔

وَیُسْتَعْمَلُ عَلٰی اَحَدِ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ اسمِ تفضیل کے استعمال کے طریقے بیان کرنے ہیں کہ اسمِ تفضیل کا استعمال تین طریقوں سے ہوتا ہے۔

1: اضافت کے ساتھ۔ جیسے: زَیْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ

2: مِنْ کے ساتھ۔ جیسے: زَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو۔

3: اَلف ولام کے ساتھ۔ جیسے: جَاءَ نِیْ زَیْدُ نِ الْاَفْضَلُ۔

فَلَا یَجُوْزُ زَیْدٌ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔

کہ جس طرح اسم تفضیل کے مذکورہ تین طریقوں میں سے کسی طریقہ کے نہ پائے جانے کے ساتھ اسم تفضیل کا استعمال درست نہیں اسی طرح انہیں تین طریقوں میں سے دو بیک وقت طریقوں کے ساتھ بھی اسم تفضیل کا استعمال درست نہیں۔

جیسے زَیْدٌ الْاَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو کہنا درست نہیں کیونکہ اس مثال میں اسم تفضیل کے دو طریقے (الف ولام اور مِنْ) بیک وقت پائے جارہے ہیں۔ اسی طرح زَیْدٌ اَفْضَلُ کہنا بھی درست نہیں کیونکہ یہاں اسم تفضیل تو ہے لیکن اس کے تین طریقوں میں سے کسی طریقہ کے ساتھ اس کا استعمال نہیں۔

❁ لیکن اگر مفضل علیہ معلوم ومشہور ہو تو وہاں اسم تفضیل کا استعمال مذکورہ تین طریقوں کے بغیر بھی درست ہوگا۔ جیسے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اَیْ اَکْبَرُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ

فَاِذَا اُضِیْفَ فَلَہٗ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔

کہ اسم تفضیل کا استعمال اضافت کے وقت دو معانی کے لئے ہوتا ہے۔

1: اسم تفضیل کے ذریعے مضاف الیہ کے افراد پر زیادتی مقصود ہوتی ہے بشرطیکہ موصوف مضاف الیہ کے افراد میں سے ہو۔

جیسے زَیْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ

2: اسم تفضیل کے ذریعے مطلق زیادتی مقصود ہو، صرف مضاف الیہ پر زیادتی مقصود نہ ہو پس ایسی صورت میں یُوْسُفُ اَحْسَنُ اِخْوَتِہٖ کہنا بھی درست ہوگا کیونکہ اس میں مفضل کا مفضل علیہ میں دخول شرط نہیں۔

﴿عبارت﴾:

وَیَجُوْزُ فِی الْاَوَّلِ الْاِفْرَادُ وَالْمُطَابَقَۃُ لِمَنْ ھُوَ لَہٗ وَاَمَّا الثَّانِیْ وَالْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ فَلَابُدَّ مِنَ الْمُطَابَقَۃِ وَالَّذِیْ بِمِنْ مُفْرَدٌ مُذَکَّرٌ لَاغَیْرُ وَلَا یَعْمَلُ فِیْ مُظْھَرٍ اِلَّا اِذَا کَانَ صِفَۃً لِشَیْءٍ وَھُوَ فِی الْمَعْنٰی لِمُسَبَّبٍ مُفَضَّلٍ بِاِعْتِبَارِ الْاَوَّلِ عَلٰی نَفْسِہٖ بِاِعْتِبَارِ غَیْرِہٖ مَنْفِیًّا مِثْلُ مَا رَأَیْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِیْ عَیْنِہِ الْکُحْلُ مِنْہُ فِیْ عَیْنِ زَیْدٍ لِاَنَّہٗ بِمَعْنٰی حَسُنَ مَعَ اَنَّھُمْ وَلَوْ رَفَعُوْا الْفَصَلُوْا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ مَعْمُوْلِہٖ بِاَجْنَبِیٍّ وَھُوَ الْکُحْلُ وَلَکَ اَنْ تَقُوْلَ اَحْسَنَ فِیْ عَیْنِہِ الْکُحْلُ مِنْ عَیْنِ زَیْدٍ فَاِنْ قَدَّمْتَ ذِکْرَ الْعَیْنِ قُلْتَ مَا رَأَیْتُ کَعَیْنِ زَیْدٍ اَحْسَنَ فِیْھَا الْکُحْلُ مِثْلَ وَلَا اَرٰی فِیْ قِطْعَۃٍ مَرَرْتُ عَلٰی وَادِی السِّبَاعِ وَلَا اَرٰی، کَوَادِی السِّبَاعِ حِیْنَ یُظْلَمُ وَادِیًا، اَقَلَّ بِہٖ رَکْبٌ اَتَوْہُ تَأَیَّۃً وَاَخْوَفَ اِلَّا مَا وَقَی اللّٰہُ سَارِیًا

﴿ترجمہ﴾: جائز ہے پہلی نوع میں اسم تفضیل کو مفرد لانا اور اس کے مطابق لانا جس کے لئے اسم تفضیل ہے، اور دوسری نوع میں اور اس صورت میں کہ جب اسم تفضیل کا استعمال الف ولام کے ساتھ ہو تو موصوف کے مطابق لانا ضروری ہے، اور جو اسم تفضیل مـن کے ساتھ استعمال ہو اسے مفرد مذکر لایا جائے گا نہ کہ اس کے علاوہ، اور اسم تفضیل! اسم ظاہر میں عمل نہیں کرتا مگر اس وقت کہ جب وہ کسی شے کی صفت ہو اور معنیٰ کے اعتبار سے اس متعلق کی صفت ہو جو باعتبار اول کے اپنی ذات پر مفضل یعنی فضیلت دیا گیا ہو، بمقابلہ اپنے غیر کے اور منفی ہو جیسے مَارَأَیْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِیْ عَیْنِہِ الْکُحْلُ مِنْہُ فِیْ عَیْنِ زَیْدٍ کیونکہ وہ حَسُنَ کے معنیٰ میں ہے اس کے باوجود اگر لوگ اسم تفضیل کو رفع دیں تو اس کے اور اس کے معمول (مِنْہُ) کے درمیان اجنبی فصل کرنا ہوگا اور وہ اجنبی اَلْکُحْلُ ہے۔

اور آپ کے لئے یہ جائز ہے کہ یہ کہیں کہ مَارَأَیْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِیْ عَیْنِہِ الْکُحْلُ مِنْ عَیْنِ زَیْدٍ پس اگر تو عین کے ذکر کو مقدم کرے اور یوں کہے مَـارَأَیْـتُ کَـعَیْـنِ زَیْـدٍ اَحْسَـنَ فِیْھَـا الْکُحْلُ جیسے وَلَا اَرٰی کے قطعہ میں گزرا، مَـرَرْتُ عَلٰی وَادِی السِّبَاعِ وَلَا اَرٰی، کَوَادِی السِّبَاعِ حِیْنَ یُظْلِمُ وَادِیًا، اَقَلَّ بِہٖ رَکْبٌ اَتَوْہُ تَاَیَّۃً وَاَخْـوَفَ اِلَّامَاوَقَی اللّٰہُ سَارِیًا (میں درندوں کی وادی کے پاس سے گزرا، میں نے نہیں دیکھی درندوں کی وادی کی طرح کوئی ایسی وادی کہ جب اس پر تاریکی چھا جاتی ہے کہ سواروں کا وہاں ٹھہرنا وادی سباع میں ٹھہرنے سے زیادہ کم ہو اور سواروں کا خوف زدہ ہونا وہاں سے زیادہ ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ رات کو چلنے والے کی حفاظت فرمائے)۔

﴿تشریح﴾:

وَیَجُوْزُ فِی الْاَوَّلِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔

اضافت کی پہلی نوع (اسم تفضیل کے ذریعے مضاف الیہ کے افراد پر زیادتی مقصود ہوتی ہے) کی بناء پر اسم تفضیل میں دو صورتیں جائز ہیں۔

1: اسم تفضیل کو مفرد مذکر لایا جائے خواہ اس کا موصوف واحد ہو، یا تثنیہ ہو یا جمع ہو۔ جیسے: زَیْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ، اَلزَّیْدَانِ اَفْضَلُ الْقَوْمِ، اَلزَّیْدُوْنَ اَفْضَلُ الْقَوْمِ۔

2: اسم تفضیل کو افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں موصوف کے مطابق لایا جائے۔ جیسے: زَیْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ، اَلزَّیْدَانِ اَفْضَلَا الْقَوْمِ، اَلزَّیْدُوْنَ اَفْضَلُوا الْقَوْمِ۔

وَاَمَّا الثَّانِیْ وَالْمُعَرَّفُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ گزشتہ ضابطہ کا تسلسل کرنا ہے۔

کہ اضافت کی دوسری نوع (اسم تفضیل کے ذریعے مطلق زیادتی مقصود ہو، صرف مضاف الیہ پر زیادتی مقصود نہ ہو) میں جب اسم تفضیل کا استعمال الف ولام کے ساتھ ہو تو اسم تفضیل کو افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں موصوف کے مطابق لانا واجب ہے۔

جیسے زَیْدٌالْاَفْضَلُ،اَلزَّیْدَانِ الْاَفْضَلَانِ،اَلزَّیْدُوْنَ الْاَفْضَلُوْنَ ۔

❁ جب اسم تفضیل کا استعمال من کے ساتھ ہوتو اسم تفضیل کو ہر حال میں مفرد لانا ضروری ہے۔

جیسے زَیْدٌاَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو ،اَلزَّیْدَانِ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو ،اَلزَّیْدُوْنَ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو

لَایَعْمَلُ فِیْ مُظْھَرٍ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔

کہ اسم تفضیل کا فاعل ہمیشہ ضمیر مستتر ہوتی ہے اور اسم تفضیل ہمیشہ اسی میں عمل کرتا ہے اسم ظاہر میں عمل نہیں کرتا لیکن اگر تین شرطیں پائی جائیں تو پھر اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل کرتا ہے۔

1: اسم تفضیل لفظ کے اعتبار کسی شے کی صفت ہو اور معنیٰ کے اعتبار سے اس شے کے متعلق کی صفت ہو اور وہ متعلق پہلی شے اور ایک دوسری شے میں مشترک ہو۔

2: وہ متعلق پہلی شے کے اعتبار سے مُفَضَّلْ اور دوسری شے کے اعتبار سے مُفَضَّلْ عَلَیْہ ہو۔

3: اسم تفضیل حرف نفی کے بعد واقع ہو۔ جیسے: مَارَأَیْتُ رَجُلًااَحْسَنَ فِیْ عَیْنِہِ الْکُحْلُ مِنْہُ فِیْ عَیْنِ زَیْدٍ

❁ اس مثال میں مذکورہ بالا تینوں شرطیں پائی جارہی ہیں اس طرح کہ اَحْسَنَ اسم تفضیل !باعتبار لفظ کے اپنے ماقبل رَجُلًا کی صفت ہے اور باعتبار معنیٰ رَجُلًا کے متعلق اَلْکُحْلُ کی صفت ہے،اور یہ متعلق (اَلْکُحْلُ) پہلی شے رَجُلًا اور دوسری شے زَیْدٍمیں مشترک ہے، کیونکہ دونوں کی آنکھوں میں سرمہ ہے (پس پہلی شرط مکمل ہوئی)۔

☆ اب اَلْکُحْل !پہلی شے (رَجُلًا) کے اعتبار سے مُفَضَّل ہے اور دوسری شے (زَیْد) کے اعتبار سے مُفَضَّلْ عَلَیْہ ہے، یاد رہے ایسا کچھ حرف نفی کے داخل ہونے سے پہلے ہے ورنہ حرف نفی کے داخل ہونے کے بعد زَیْدٍ کی آنکھ کے سرمے کو اس سرمے پر فضیلت دی گئی ہے جو رَجُلًا کی آنکھ میں ہے (پس دوسری شرط بھی پائی پائی گئی)۔

☆ اس مثال میں اسم تفضیل حرفِ نفی کے بعد بھی پایا جارہا ہے لہٰذا تیسری شرط بھی پائی گئی۔ لہٰذا ان تین شرائط کے پائے جانے کی وجہ سے اسم تفضیل یہاں اسم ظاہر یعنی اَلْکُحْلُ میں عمل کر رہا ہے چنانچہ اَلْکُحْلُ اسم تفضیل (اَحْسَنَ) کا فاعل ہونے کی بناء پر مرفوع ہے۔

لِاَنَّہٗ بِمَعْنٰی حَسُنَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اَحْسَنَ اسم تفضیل کے اسم ظاہر میں عمل کرنے کی وجوہات بیان کرنی ہیں،

1: کہ اَحْسَنَ اسم تفضیل یہاں مذکورہ شرائطِ ثلاثہ پائے جانے کی وجہ سے حَسُنَ فعل کے معنیٰ میں ہوگیا ہے۔

2: اگر یہاں اَلْکُحْلُ کو اَحْسَنَ اسم تفضیل کا فاعل نہ مانا جائے تو لازماً اَحْسَنَ اسم تفضیل کو خبر مقدم اور اَلْکُحْلُ کو مبتدائے مؤخر ماننا پڑیگا اور یہ درست نہیں کیونکہ اس وقت اَحْسَنَ اور اس کے معمول یعنی مِنْہُ کے درمیان اَلْکُحْلُ کا فاصلہ ہو جائے گا جو کہ اجنبی ہے اور اجنبی کا فاصلہ جائز نہیں۔

وَلَكَ اَنْ تَقُوْلَ اَحْسَنَ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ اسم تفضیل کے اسم ظاہر میں عمل کرنے کی جو مثال دی گئی ہے اسے مزید اختصار کے ساتھ بیان کیا جاسکتا ہے اور اس کے دو طریقے ہیں جن میں سے ایک مختصر اور دوسرا زیادہ مختصر ہے۔

1: جیسے مَارَأَيْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِيْ عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِيْ عَيْنِ زَيْدٍ یہ مثال مشہورہ ہے اسے اختصار کے ساتھ مَارَأَيْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِيْ عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْ عَيْنِ زَيْدٍ بھی کہا جاسکتا ہے اور اس میں اختصار ضمیر مجرور اور کلمہ فِيْ کو حذف کردینے کی وجہ سے ہوا ہے۔

2: لفظ عَيْن کو جس میں اَلْكُحْلُ مفضل علیہ ہے بغیر مِنْ کے اسم تفضیل پر مقدم کرکے اس طرح بھی کہا جاسکتا ہے کہ مَارَأَيْتُ كَعَيْنِ زَيْدٍ اَحْسَنَ فِيْهَا الْكُحْلُ

❁ جس طرح کہ اس قطعہ میں کیا گیا ہے۔

مَرَرْتُ عَلٰى وَادِي السِّبَاعِ وَلَا اَرٰى ... كَوَادِي السِّبَاعِ حِيْنَ يُظْلَمُ وَادِيًا

اَقَلَّ بِهٖ رَكْبٌ اَتَوْهُ تَاَيَّةً ... وَاَخْوَفَ اِلَّا مَاوَقَى اللهُ سَارِيًا

☆ اس قطعہ میں اَقَلَّ اسم تفضیل ہے جس میں مذکورہ شرائط ثلاثہ پائی جارہی ہیں پس اس لئے اَقَلَّ اسم تفضیل نے رَكْبٌ اسم ظاہر کو رفع دیا، پھر اختصار کی غرض سے هُمْ ضمیر اور فِيْ حرف جار کو حذف کردیا پس عبارت اَقَلَّ بِهٖ رَكْبٌ مِّنْهُمْ فِيْ وَادِ السِّبَاعِ اَتَوْهُ تَاَيَّةً سے اَقَلَّ بِهٖ رَكْبٌ مِّنْ وَادِ السِّبَاعِ اَتَوْهُ تَاَيَّةً ہوگئی۔ پھر مزید اختصار کی خاطر وَادِي السِّبَاعِ کو بغیر مِنْ کے اسم تفضیل پر مقدم کردیا، الغرض! اسی طرح مذکورہ مثال (مَارَأَيْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِيْ عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِيْ عَيْنِ زَيْد) میں بھی اختصار کی غرض سے عَيْن کو بغیر مِنْ کے اسم تفضیل پر مقدم کرکے مَارَأَيْتُ كَعَيْنِ زَيْدٍ اَحْسَنَ فِيْهَا الْكُحْلُ کہا جاسکتا ہے۔

﴿نوٹ﴾: منقول ہے وائل ابن قاسط نامی شخص ایک وادی سے گزرا جہاں اس نے ایک اسماء بنت وریم نامی عورت کو خیموں میں اکیلے پایا تو اس نے اس سے اپنی خواہش پوری کرنے کا ارادہ کیا، اسماء بنت وریم نے اسے سمجھایا کہ مجھے اکیلے مت سمجھ میرے محافظ میرے قریب ہی ہیں، وائل نے کہا تیرا کوئی محافظ یہاں ہوتا تو مجھے نظر نہ آتا، کوئی نہیں ہے تو جھوٹ بولتی ہے، اس پر اسماء نے کہا دیکھ کیسے میرے محافظ میری حفاظت کرتے ہیں تو اس نے ایک آواز لگائی پس پھر کیا تھا اس کی آواز پر آناً فاناً کتے، بھیڑیے، ریچھ اور چیتے آگئے جس پر حیران ہوکر وائل ابن ساقط نے مذکورہ شعر پڑھا۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

تَمَّتْ بَحْثُ الْمَبْنِيِّ بِحَمْدِ اللهِ

فعل کا بیان

﴿عبارت﴾:

اَلْفِعْلُ مَادَلَّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ نَفْسِہٖ مُقْتَرِنٍ بِاَحَدِالْاَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ وَمِنْ خَوَاصِّہٖ دُخُوْلُ قَدْ وَالسِّیْنِ وَسَوْفَ وَالْجَوَازِمِ وَلُحُوْقُ تَاءِ التَّانِیْثِ سَاکِنَةً وَنَحْوُتَاءِ فَعَلْتَ اَلْمَاضِیْ مَادَلَّ عَلٰی زَمَانٍ قَبْلَ زَمَانِكَ مَبْنِیٌّ عَلَی الْفَتْحِ مَعَ غَیْرِالضَّمِیْرِالْمَرْفُوْعِ الْمُتَحَرِّكِ وَالْوَاوِ الْمُضَارِعُ مَااَشْبَہَ الْاِسْمَ بِاَحَدِ حُرُوْفِ نَاَیْتُ لِوُقُوْعِہٖ مُشْتَرَکًا وَتَخْصِیْصِہٖ بِالسِّیْنِ اَوْسَوْفَ فَالْھَمْزَةُ لِلْمُتَکَلِّمِ مُفْرَدًاوَالنُّوْنُ لَہٗ مَعَ غَیْرِہٖ وَالتَّاءُ لِلْمُخَاطَبِ مُطْلَقًاوَلِلْمُؤَنَّثِ وَالْمُؤَنَّثَیْنِ غَیْبَةً وَالْیَاءُ لِلْغَائِبِ غَیْرِھِمَاوَحُرُوْفُ الْمُضَارَعَةِ مَضْمُوْمَةٌ فِی الرُّبَاعِیِّ وَمَفْتُوْحَةٌ فِیْمَاسِوَاہُ وَلَایُعْرَبُ مِنَ الْفِعْلِ غَیْرُہٗ اِذَا لَمْ یَتَّصِلْ بِہٖ نُوْنُ تَاکِیْدٍ وَلَانُوْنُ جَمْعِ مُؤَنَّثٍ

﴿ترجمہ﴾: فعل وہ کلمہ ہے جو اس معنیٰ پر دلالت کرے جو اس کی ذات میں ہو اور وہ ملا ہوا ہو تین زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ، فعل کے خواص میں سے قَدْ، سِیْن، سَوْفَ اور جوازم کا داخل ہونا ہے، اور تاءِ تانیث ساکنہ کا لاحق ہونا ہے، اور فَعَلْتَ جیسی تاء (یعنی ضمائر بارزہ مرفوعہ متصلہ) کا آخر میں لاحق ہونا ہے۔ اور ماضی وہ فعل ہے جو اس زمانے پر دلالت کرے جو آپ کے زمانے سے پہلے ہو، یہ مبنی بر فتح ہوتا ہے جب ضمیر مرفوع متحرک اور جمع کی واؤ اس کے ساتھ ملی ہوئی نہ ہو۔

اور مضارع وہ فعل ہے جو حروف نَاَیْتُ میں سے کسی بھی ایک حرف کی وجہ سے اسم سے مشابہت رکھے اس کے مشترک واقع ہونے، اور سِیْن یا سَوْفَ کے ذریعے سے اس کے خاص ہو جانے کی وجہ سے، پس ہمزہ واحد متکلم کے لئے ہے اور نون متکلم مع الغیر کے لئے ہے اور تاء مطلقا مخاطب کے لئے ہے اور واحد مؤنث اور تثنیہ مؤنث کے لئے جبکہ وہ غائب ہوں اور یاء غائب کے لئے ہے جبکہ وہ واحد مؤنث اور تثنیہ مؤنث کے علاوہ ہوں، اور حروف مضارع! رباعی میں مضموم ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ میں مفتوح ہوتے ہیں اور کوئی فعل معرب نہیں ہوتا مضارع کے علاوہ

بشرطیکہ نہ متصل ہو اس سے نون تاکید اور نہ ہی نون جمع مؤنث۔

﴿تشریح﴾:

اَلْفِعْلُ مَادَلَّ عَلٰی الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فعل کی تعریف کرنی ہے۔

فعل کی تعریف: فعل وہ کلمہ ہے جو مستقل معنیٰ پر دلالت کرے اور تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے کے ساتھ ملا ہوا ہو۔

جیسے ضَرَبَ، یَضْرِبُ، سَمِعَ، یَسْمَعُ۔

وَمِنْ خَوَاصِّہٖ دُخُوْلُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فعل کے خواص بیان کرنے ہیں، مصنف علیہ الرحمۃ نے یہاں پر چھ خواص بیان فرمائے ہیں۔

1: قَدْ کا داخل ہونا۔ جیسے قَدْ ضَرَبَ۔

2: سِیْن کا داخل ہونا۔ یاد رہے یہاں سین سے مراد وہ سین ہے جو استقبال کے لئے ہو۔ جیسے: سَیَقُوْلُ۔

3: سَوْفَ کا داخل ہونا۔ جیسے سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ

4: حروف جازمہ کا داخل ہونا۔ جیسے: لَمْ یَضْرِبْ، لِیَضْرِبْ، لَاتَضْرِبْ، اِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ

5: تائے تانیث ساکنہ کا آخر میں لاحق ہونا۔ جیسے: ضَرَبَتْ

6: ضمائر بارزہ مرفوعہ متصلہ کا آخر میں لاحق ہونا۔ جیسے: ضَرَبْتَ، ضَرَبْتِ، ضَرَبْتُ

اَلْمَاضِیْ مَادَلَّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فعل کی تقسیم کرنی ہے کہ فعل کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) فعل ماضی۔ (۲) فعل مضارع۔ (۳) فعل امر۔

فعل ماضی کی تعریف: وہ فعل ہے جو گزرے ہوئے زمانے پر دلالت کرے۔ جیسے: ضَرَبَ، نَصَرَ، سَمِعَ

❁ اگر فعل ماضی کے آخر میں ضمیر مرفوع متحرک اور واؤ نہ ہو تو اس کا آخر مبنی بر فتح ہوتا ہے۔ جیسے: ضَرَبَ، نَصَرَ، سَمِعَ

☆ اور اگر ضمیر مرفوع متحرک ہو تو اس کا آخر مبنی بر سکون ہوتا ہے۔ جیسے: ضَرَبْتَ، ضَرَبْتُ، ضَرَبْنَ

☆ اور اگر آخر میں واؤ ہو تو اس کا آخر مبنی بر ضم ہوتا ہے۔ جیسے: ضَرَبُوْا

اَلْمُضَارِعُ مَااَشْبَہَ الْاِسْمَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فعل کی دوسری قسم فعل مضارع کی تعریف کرنی ہے۔

فعل مضارع کی تعریف: فعل مضارع وہ فعل ہے جو حروف نَاَیْتُ میں کسی حرف کے شروع میں آنے کی وجہ سے اسم کے مشابہہ ہو، یاد رہے یہاں اسم سے مراد اسم فاعل ہے اور فعل مضارع اسم فاعل کے ساتھ لفظاً اور معنیً دونوں طرح سے مشابہت رکھتا ہے۔

لفظی مشابہت: تین طرح کی ہوتی ہے۔

1: تعداد حروف میں، یعنی جتنے حروف اسم فاعل کے ہوتے ہیں اتنے ہی فعل مضارع کے ہوتے ہیں۔ جیسے: یُکْرِمُ، مُکْرِمٌ ۔

2: تعدادِ حرکات وسکنات میں! یعنی جو تعداد حرکات وسکنات اسم فاعل میں ہوتی ہے وہی تعداد فعل مضارع میں ہوتی ہے۔

3: لام تاکید کے داخل ہونے میں! یعنی لام تاکید اسم فاعل پر بھی داخل ہوتا ہے اور فعل مضارع پر بھی داخل ہوتا ہے۔ جیسے اِنَّ زَیْدًا لَقَائِمٌ، اِنَّ زَیْدًا لَیَقُوْمُ ۔

معنوی مشابہت: جیسے اسم فاعل زمانے پر دلالت کرنے والے الفاظ سے مجرد ہونے کی صورت میں حال واستقبال میں مشترک ہوتا ہے اور زمانے پر دلالت کرنے والے لفظ کے مذکور ہونے صورت میں مخصوص زمانہ پر دلالت کرتا ہے، ویسے ہی فعل مضارع زمانے پر دلالت کرنے والے الفاظ سے مجرد ہونے کی صورت میں حال واستقبال میں مشترک ہوتا ہے اور زمانے پر دلالت کرنے والے لفظ (جیسے سِیْن، سَوْفَ) کے مذکور ہونے صورت میں مخصوص زمانہ پر دلالت کرتا ہے۔

فَالْھَمْزَۃُ لِلْمُتَکَلِّمِ مُفْرَدًا الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ حروف مضارعت (نَأَیْتُ) کی دلالات بیان کرنی ہیں۔

ھَمْزَہ : واحد متکلم کے لئے آتا ہے۔ جیسے: اَضْرِبُ

نُوْن : جمع متکلم کے لئے آتا ہے۔ جیسے: نَضْرِبُ

تَاء : مخاطب کے تمام صیغوں کے لئے اور واحد وتثنیہ مؤنث غائب کے لئے آتا ہے۔ جیسے: تَضْرِبُ (واحد مذکر حاضر یا واحد مؤنث غائب)،

یَاء : واحد وتثنیہ مؤنث غائب کے صیغوں علاوہ بقیہ تمام صِیَغِ غَیْبِیَّۃ کے لئے آتا ہے۔ جیسے: یَضْرِبُ

وَحُرُوْفُ الْمُضَارَعَةِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔

وہ مضارع جس کی ماضی چار حرفی ہو خواہ وہ تمام اصلی ہوں یا زائد ہوں تو اس صورت میں علامت مضارع! معروف میں بھی مضموم ہوگی تاکہ ثلاثی اور رباعی کے مضارع میں باعتبارِ حرکت کے فرق ہوجائے جیسے یُکْرِمُ یُبَعْثِرُ اور اگر ماضی چار حرفی نہ ہو، بلکہ تین حرفی ہو یا چار سے زائد حرفی ہو تو دونوں صورتوں مین علامت مضارع معروف مفتوح ہوگی۔ جیسے: یَضْرِبُ، یَسْتَنْصِرُ

وَلَا یُعْرَبُ مِنَ الْفِعْلِ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فعل مضارع کا حکم بیان کرنا ہے۔

حالتِ جزمی لام کلمہ کے حذف ہونے کے ساتھ ہوتی ہے۔اور فعل مضارع معتل الفی کی حالتِ رفعی ضمہ تقدیری کے ساتھ،اور حالتِ نصبی فتحہ تقدیری کے ساتھ اور حالتِ جزمی لام کلمہ کے حذف ہونے کے ساتھ ہوتی ہے۔فعل مضارع مرفوع اس وقت ہوتا ہے کہ جب وہ عامل ناصب و جازم سے خالی ہو جیسے یَقُوْمُ زَیْدٌ ۔

اور فعل مضارع اَنْ ،لَنْ ، کَیْ اور اِذَنْ کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے اور اس اَنْ وجہ سے بھی جو حَتّٰی ،لَامِ کَیْ ،لَامِ جَحَد ،فَاء ،وَاوْ اور اَوْ کے بعد مقدر ہوتا ہے۔جیسے: اُرِیْدُ اَنْ تُحْسِنَ اِلَیَّ ،اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اور وہ اَنْ جو عِلْم کے بعد واقع ہو وہ مُخَفَّفَہ مِنَ الْمُثَقَّلَہ ہوتا ہے وہ یہ (اَنْ ناصبہ) نہیں ہوتا جیسے عَلِمْتُ اَنْ سَیَقُوْمُ وَاَنْ لَایَقُوْمُ اور جو اَنْ ظن کے بعد واقع ہو اس میں دو صورتیں جائز ہیں۔اور لفظِ لَنْ جیسے لَنْ اَبْرَحَ اور لَنْ کے معنیٰ مستقبل کی نفی کرنا ہے اور اِذَنْ !اس وقت کہ جب اس کا مابعد اس کے ماقبل پر اعتماد کئے ہوئے نہ ہو اور فعل مستقبل ہو جیسے اِذَنْ تَدْخُلَ الْجَنَّۃَ اور جب اِذَنْ! فا اور وَاوْ کے بعد واقع ہو تو وہاں دو صورتیں جائز ہیں۔

﴿تشریح﴾:

وَاِعْرَابُہٗ رَفْعٌ وَنَصْبٌ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فعل مضارع کا اعراب بیان کرنا ہے کہ فعل مضارع کے اعراب تین ہیں۔(۱) رفع۔ (۲) نصب۔(۳) جزم۔

❁ یاد رکھ لیں! وجوہِ اعراب کے اعتبار سے فعل مضارع کی چار قسمیں ہیں۔جنکی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

فَالصَّحِیْحُ الْمُجَرَّدُ عَنْ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فعل مضارع کے اعراب کی پہلی قسم بیان کرنی ہے۔

کہ جب فعل مضارع صحیح ہو،تثنیہ،جمع مذکر غائب و حاضر اور واحد مؤنث حاضر کی ضمائر بارزہ مرفوعہ سے خالی ہو تو اسکی حالتِ رفعی ضمہ کے ساتھ،حالتِ نصبی فتحہ کے ساتھ اور حالتِ جزمی سکون کے ساتھ ہوگی۔

جیسے هُوَ يَضْرِبُ ،لَنْ يَضْرِبَ ،لَمْ يَضْرِبْ

وَالْمُتَّصِلُ بِهٖ ذَالِكَ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فعل مضارع کے اعراب کی دوسری قسم بیان کرنی ہے۔

کہ جب فعل مضارع نونِ اعرابی کے ساتھ ہو،تثنیہ،جمع مذکر غائب و حاضر اور واحد مؤنث حاضر کی ضمائر بارزہ مرفوعہ کے ساتھ ہو خواہ وہ صحیح ہو یا غیر صحیح ہو اس کی حالتِ رفعی نونِ اعرابی کے ساتھ ہوگی،اور حالتِ نصبی اور حالتِ جزمی نونِ اعرابی کی حذفیت کے ساتھ ہوگی۔جیسے: هُمَا يَضْرِبَانِ هُمْ يَضْرِبُوْنَ ،اَنْتِ تَضْرِبِيْنَ ،لَنْ يَضْرِبَا لَنْ يَضْرِبُوْا لَنْ تَضْرِبِيْ ،لَمْ تَضْرِبَا ،لَمْ تَضْرِبُوْا ،لَمْ تَضْرِبِيْ ۔

وَالْمُعْتَلُّ بِالْوَاوِ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فعل مضارع کے اعراب کی تیسری قسم بیان کرنی ہے۔

کہ جب فعل مضارع کے آخر میں حرفِ علت ہو خواہ واؤ ہو یا یاء ہو،اور وہ تثنیہ جمع مذکر غائب و حاضر اور واحد مؤنث حاضر کی ضمائر بارزہ مرفوعہ سے خالی ہو تو اسکی حالتِ رفعی ضمہ تقدیری کے ساتھ،حالتِ نصبی فتحہ لفظی کے ساتھ اور حالتِ جزمی حذف

لام کلمہ کے ساتھ ہوگی۔ جیسے: هُوَيَرْمِیْ، وَيَغْزُوْ، لَنْ يَرْمِيَ وَلَنْ يَغْزُوَ، لَمْ يَرْمِ وَيَغْزُ ۔

وَالْمُعْتَلُّ بِالْاَلْفِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فعل مضارع کے اعراب کی چوتھی قسم بیان کرنی ہے۔

کہ جب فعل مضارع کے آخر میں حرفِ علت الف ہو اور وہ تثنیہ جمع مذکر غائب و حاضر اور واحد مؤنث حاضر کی ضمائر بارزہ مرفوعہ سے خالی ہو تو اسکی حالت رفعی ضمہ تقدیری کے ساتھ، حالتِ نصبی فتحہ تقدیری کے ساتھ اور حالتِ جزمی لام کلمہ کے حذف ہونے کے ساتھ ہوگی۔ جیسے: هُوَيَسْعٰی، لَنْ يَسْعٰی، لَمْ يَسْعَ ۔

وَيَرْتَفِعُ اِذَا تَجَرَّدَ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ فعل مضارع کے مرفوع ہونے کی وجہ بیان کرنی ہے۔

کہ فعل مضارع کو رفع دینے والی اور کوئی چیز نہیں ہوتی، بلکہ اس کا نواصب و جوازم سے خالی ہونا ہی اسے رفع دیتا ہے۔

جیسے يَقُوْمُ زَيْدٌ میں فعل مضارع صرف اس لئے مرفوع ہے کہ نواصب و جوازم سے خالی ہے۔

وَيَنْتَصِبُ بِاَنْ وَلَنْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فعل مضارع کے عوامل نواصب کا بیان کرنا ہے۔

کہ فعل مضارع کو نصب دینے والے پانچ حروف ہیں۔

۞ (۱) اَنْ ۔ (۲) لَنْ ۔ (۳) كَیْ (۴) اِذَنْ (۵) وہ اَنْ جو حَتّٰی، لَامِ كَیْ، لَامِ جَحَد، فَاء، وَاوْ اور اَوْ کے بعد مقدر ہوتا ہے۔

فَاَنْ مِثْلُ اُرِيْدُاَلخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ لفظِ اَنْ کے عمل کی تفصیل بیان کرنی ہے۔

کہ جب فعل مضارع پر اَنْ داخل ہو تو فعل مضارع منصوب ہوتا ہے اور منصوب ہونے کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) نصب فتحہ کے ساتھ ہوگا۔ جیسے: اُرِيْدُاَنْ تُحْسِنَ اِلَیَّ

(۲) نصب نون کو حذف کرنے کیساتھ ہوگا۔ جیسے: اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌلَّكُمْ تَصُوْمُوْا اصل میں تَصُوْمُوْنَ تھا۔

وَالَّتِیْ تَقَعُ بَعْدَالخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔

کہ عِلْم اور اس کے مشتقات کے بعد واقع ہونے والا اَنْ ! ناصبہ نہیں ہوتا بلکہ مُخَفَّفَه مِنَ الْمُثَقَّلَه ہوتا ہے اور اس کے بعد اس کا اسم ضمیر شان محذوف ہوتا ہے۔ جیسے عَلِمْتُ اَنْ سَيَقُوْمُ، عَلِمْتُ اَنْ لَايَقُوْمُ ۔

وَالَّتِیْ تَقَعُ بَعْدَالظَّنِّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔

کہ ظَنّ اور اس کے مشتقات کے بعد واقع ہونے والا اَنْ ! کی دو صورتیں کی ہیں۔

(۱) وہ اَنْ ناصبہ ہو۔ (۲) وہ اَنْ ! مُخَفَّفَه مِنَ الْمُثَقَّلَه ہو۔ جیسے: ظَنَنْتُ اَنْ سَيَقُوْمُ

لَنْ مِثْلُ لَنْ اَبْرَحَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ عوامل ناصبہ میں سے دوسرے عامل یعنی لفظِ لَنْ کا بیان کرنا ہے۔

کہ لفظِ لَنْ فعل مضارع پر داخل ہو کر اسے نصب دیتا ہے اور لفظِ لَنْ مستقبل کی نفی کے لئے تاکید ہوتا ہے، جیسے لَنْ

ابحاث

وَاِذَنْ اِذَالَمْ یَعْتَمِدْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ عوامل ناصبہ میں سے تیسرے عامل یعنی لفظِ اِذَنْ کا بیان کرنا ہے۔

کہ اِذَنْ فعل مضارع کو نصب دیتا ہے لیکن اس کے ناصب ہونے کی دو شرطیں ہیں۔

1: اِذَنْ کے مابعد کا اس کے ماقبل پر اعتماد نہ ہو، یعنی اِذَنْ کا مابعد ماقبل کا معمول نہ بن رہا ہو۔

2: فعل مستقبل کے معنیٰ میں ہو حال کے معنیٰ میں نہ ہو جیسے اِذَنْ تَدْخُلَ الْجَنَّۃَ اس شخص کے جواب میں کہا جائے کہ جس نے کہا ہو اَسْلَمْتُ ۔اگر یہ دونوں شرطیں نہ پائی جائیں تو اس وقت اِذَنْ نصب نہیں دیگا بلکہ اِذَنْ کا مابعد مرفوع ہوگا۔

وَاِذَاوَقَعَتْ بَعْدَالْوَاو الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔

کہ جب اِذَنْ !واؤ اور فاء کے بعد واقع ہو تو اِذَنْ کے مابعد میں دو وجہیں جائز ہیں۔(۱) نصب۔ (۲) رفع۔

1: چونکہ عطف کی وجہ سے اِذَنْ کے ماقبل اور مابعد میں جو ربط پایا جارہا تھا وہ کمزور ہو گیا لہٰذا مابعد کو منصوب پڑھ سکتے ہیں۔

2: چونکہ اِذَنْ کے نصب دینے کی شرط موجود نہیں کیونکہ اِذَنْ کے مابعد کا ماقبل سے ربط موجود ہے اگرچہ کمزور ہی ہے لیکن ہے تو سہی، پس اس کا مابعد مرفوع ہوگا۔

﴿عبارت﴾:

وَكَيْ مِثْلُ اَسْلَمْتُ كَيْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَمَعْنَاهَاالسَّبَبِيَّةُ وَحَتّٰى اِذَا كَانَ مُسْتَقْبَلًابِالنَّظْرِاِلٰى مَاقَبْلَهَابِمَعْنٰى كَيْ اَوْاِلٰى مِثْلُ اَسْلَمْتُ حَتّٰى اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَكُنْتُ سِرْتُ حَتّٰى اَدْخُلَ الْبَلَدَ وَاَسِيْرُ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ فَاِنْ اَرَدْتَ الْحَالَ تَحْقِيْقًااَوْحِكَايَةً كَانَتْ حَرْفَ اِبْتِدَاءٍ فَتُرْفَعُ وَتَجِبُ السَّبَبِيَّةُ مِثْلُ مَرِضَ حَتّٰى لَايَرْجُوْنَهٗ وَمِنْ ثَمَّ اِمْتَنَعَ الرَّفْعُ فِيْ كَانَ سَيْرِيْ حَتّٰى اَدْخُلَهَافِي النَّاقِصَةِ وَاَسِرْتُ حَتّٰى تَدْخُلَهَاوَجَازَفِي التَّامَّةِ كَانَ سَيْرِيْ حَتّٰى اَدْخُلَهَاوَاَيُّهُمْ سَارَحَتّٰى يَدْخُلَهَا وَلَامُ كَيْ مِثْلُ اَسْلَمْتُ لِاَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَلَامُ الْجُحُوْدِ لَامُ تَاكِيْدٍ بَعْدَ النَّفْيِ لِكَانَ مِثْلُ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَالْفَاءُ بِشَرْطَيْنِ اَحَدُهُمَاالسَّبَبِيَّةُوَالثَّانِيْ اَنْ يَكُوْنَ قَبْلَهَااَمْرٌاَوْنَهْيٌ اَوِاسْتِفْهَامٌاَوْنَفْيٌاَوْتَمَنٍّ اَوْعَرْضٌ وَالْوَاوُ بِشَرْطَيْنِ الْجَمْعِيَّةُوَاَنْ يَكُوْنَ قَبْلَهَامِثْلُ ذَالِكَ وَاَوْبِشَرْطِ مَعْنٰى اِلٰى اَنْ اَوِاِلَّااَنْ وَالْعَاطِفَةُ اِذَاكَانَ الْمَعْطُوْفُ

عَلَيْهِ اِسْمًا وَيَجُوْزُ اِظْهَارُاَنْ مَعَ لَامِ كَيْ وَالْعَاطِفَةِ وَيَجِبُ مَعَ لَا فِي اللَّامِ عَلَيْهَا

﴿ترجمہ﴾: اور کَیْ کی مثال جیسے اَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ اور اس کا معنیٰ سببیت ہے، اور ان مقدر ہوتا ہے حتی کے بعد، جبکہ فعل مضارع مستقبل ہو، حتی کے ماقبل کی طرف نظر کرتے ہوئے، اور وہ کَیْ یا اِلٰی کے معنیٰ میں ہو جیسے اَسْلَمْتُ حَتّٰی اَدْخُلَ الْجَنَّةَ، کُنْتُ سِرْتُ حَتّٰی اَدْخُلَ الْبَلَدَ، اَسِیْرُ حَتّٰی تَغِیْبَ الشَّمْسُ پس اگر آپ حتی کے مابعد سے حال کا ارادہ کریں بطورِ تحقیق یا بطورِ حکایت تو ایسی صورت میں حتی ابتدائیہ ہوگا اور اس کے مابعد فعل مضارع کو رفع دیا جائے گا اور سببیت واجب ہوگی، جیسے مَرِضَ حَتّٰی لَایَرْجُوْنَهٗ (وہ بیمار ہوا تو اس کے گھر والوں کو اس کی امید نہ رہی) اور اسی وجہ سے رفع پڑھنا ممتنع ہے کَانَ سَیْرِیْ حَتّٰی اَدْخُلَهَا میں جبکہ کان ناقصہ ہو، اور اَسِرْتُ حَتّٰی تَدْخُلَهَا میں، اور کان کے تامہ ہونے کی صورت میں کَانَ سَیْرِیْ حَتّٰی اَدْخُلَهَا اور اَیُّهُمْ سَارَ حَتّٰی یَدْخُلَهَا رفع کے ساتھ پڑھنا جائز ہے۔

اور لامِ کَی جیسے اَسْلَمْتُ لِاَدْخُلَ الْجَنَّةَ اور لام جحد وہ لام تاکید ہے کان منفی کے بعد واقع ہوتا ہے۔ جیسے: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ ۔ اور وہ فاء جس کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے وہ مشروط ہے دو شرطوں کے ساتھ ان میں سے ایک سببیت ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے امر، نہی، استفہام، نفی، تمنی، یا عرض ہو، واؤ کے بعد بھی اَنْ مقدر ہوتا ہے لیکن مشروط ہے دو شرطوں کے ساتھ پہلی شرط یہ ہے کہ وہ واؤ معیت کے معنیٰ میں ہو اور دوسری یہ ہے کہ واؤ سے پہلے اس کی مثل یعنی مذکورہ چیزوں میں سے کوئی ہو اور او کے بعد بھی اَنْ مقدر ہوتا ہے جبکہ وہ اِلٰی اَنْ یا اِلَّا اَنْ کے معنیٰ میں ہو اور حروفِ عاطفہ کے بعد بھی اَنْ مقدر ہوتا ہے جبکہ معطوف علیہ اسم صریح ہو، لام کَیْ اور حروفِ عاطفہ کے ساتھ اَنْ کو ظاہر کرنا جائز ہے اور اس لَا کے ساتھ جس پر لامِ کَی داخل ہو اَنْ کو ظاہر کرنا واجب ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَكَيْ مِثْلُ اَسْلَمْتُ الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ عوامل ناصبہ میں سے چوتھے عامل یعنی لفظِ کَیْ کا بیان کرنا ہے۔

کہ کَیْ سببیت کے لئے آتا ہے یعنی اس کا ماقبل اس کے مابعد کے لئے سبب ہوتا ہے۔ جیسے: اَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ

- اس مثال میں اسلام لانا جنت میں دخول کے لئے سبب ہے۔

وَحَتّٰی اِذَا كَانَ مُسْتَقْبَلًا الخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ ان مقامات کا بیان شروع کرنا ہے کہ جہاں اَنْ مقدر ہوتا ہے وہ سات مقامات ہیں کہ جن میں فعل مضارع سے پہلے ان مقدر ہوتا ہے، اور فعل مضارع کو نصب دیتا ہے۔

1: حَتّٰی کے بعد: جب حَتّٰی کا مدخول ماقبل کے لحاظ سے زمانہ مستقبل میں ہو اور یہ کَیْ یا اِلٰی کے معنیٰ میں ہو۔

جیسے: اَسْلَمْتُ حَتّٰی اَدْخُلَ الْجَنَّةَ، كُنْتُ سِرْتُ حَتّٰی اَدْخُلَ الْبَلَدَ، اَسِيْرُ حَتّٰی تَغِيْبَ الشَّمْسُ

ان تینوں مثالوں میں حَتّٰی کے بعد اَنْ ناصبہ مقدر ہے کیونکہ جس فعل مضارع پر حَتّٰی داخل ہے وہ ماقبل کے اعتبار سے معنیٰ مستقبل پر مشتمل ہے اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ حَتّٰی یہاں کَیْ اور اِلٰی کے معنیٰ میں ہے اس طرح کہ پہلی مثال میں کَیْ کے معنیٰ میں ہے اور دوسری مثال میں کَیْ اور اِلٰی دونوں کے احتمال ہیں اور تیسری مثال میں اِلٰی کے معنیٰ میں ہے۔

فَاِنْ اَرَدْتُ الْحَالَ تَحْقِيْقًا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ جس فعل مضارع پر حَتّٰی داخل ہوا ہے اگر وہ زمانہ مستقبل میں نہیں بلکہ زمانہ حال میں ہے خواہ حقیقت کے اعتبار سے یا حکایت کے لحاظ سے تو چونکہ شرط مفقود ہوئی ہے لہٰذا وہاں حَتّٰی کے بعد اَنْ مقدر نہیں ہوگا بلکہ وہاں حَتّٰی حرفِ ابتدا ہوگا اور اس کے بعد واقع فعل مضارع مستقل مرفوع ہوگا اور حَتّٰی کا ماقبل اس کے مابعد کے لئے سبب ہوگا جیسے مَرِضَ حَتّٰی لَا يَرْجُوْنَهٗ (وہ بیمار ہوا تو اس کے گھر والوں کو اس کی امید نہ رہی)۔

اس مثال میں حَتّٰی کے مابعد سے حقیقۃً حال مراد ہے، اور حَتّٰی کا ماقبل مرض اس کے مابعد یعنی ناامیدی کا سبب ہے۔

وَمِنْ ثَمَّ اِمْتَنَعَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ماقبل پر تفریع کرنی ہے کہ جب یہ واضح ہو چکا کہ حَتّٰی کے مابعد سے حال مقصود ہو خواہ حقیقۃً یا حکماً تو اس وقت حَتّٰی ابتدائیہ ہوگا اور حَتّٰی کا مابعد جملہ مستقلہ اور جملہ مستانفہ ہوگا پس اگر كَانَ سَيْرِىْ حَتّٰی اَدْخُلَهَا میں کَانَ کو ناقصہ مانا جائے تو پھر حَتّٰی کو ابتدائیہ مان کر اَدْخُل فعل مضارع پر مرفوع پڑھنا جائز نہیں ہوگا کیونکہ جب حَتّٰی ابتدائیہ ہوگا تو اس کا ماقبل! اسکے مابعد سے جدا ہو جائیگا پس ایسی صورت میں کَانَ ناقصہ کا بغیر خبر کے ہونا لازم آئیگا پس یہاں کَانَ کو ناقصہ ماننے کی صورت میں حَتّٰی کو ابتدائیہ نہیں مانا جا سکتا لہٰذا یہاں حَتّٰی حرف جر ہوگا اور اس کے بعد اَنْ ناصبہ مقدر ہوگا جس کی وجہ سے فعل مضارع مرفوع نہیں بلکہ منصوب ہوگا پھر یہ جار مجرور کسی محذوف کے متعلق ہو کر کَانَ ناقصہ کی خبر ہو جائینگے۔

ایسے ہی اَسِرْتُ حَتّٰی تَدْخُلَهَا کی صورتحال ہے کہ اس میں حَتّٰی کو ابتدائیہ مان کر تَدْخُل فعل مضارع پر رفع پڑھنا جائز نہیں کیونکہ ابتدائیہ ماننے کی صورت میں حَتّٰی کے ماقبل کا اس کے مابعد کے لئے سبب ہونا ضروری ہے لیکن یہاں ماقبل کا سبب ہونا متعذر ہے کیونکہ حَتّٰی کے ماقبل پر حرفِ استفہام داخل ہے جس کی وجہ سے وہ مشکوک فیہ ہے جبکہ حَتّٰی کا مابعد یقینی ہے لہٰذا ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ سبب مشکوک فیہ ہو اور مسبب یقینی ہو تو جب یہاں حَتّٰی کا ماقبل سبب نہیں تو پھر حَتّٰی کے مابعد پر رفع پڑھنا بھی ممتنع ہوگا۔

وَجَازَ فِي التَّامَّةِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ اگر كَانَ سَيْرِىْ حَتّٰی اَدْخُلَهَا میں کَانَ کو تامہ قرار دیا جائے تو پھر حَتّٰی کو ابتدائیہ مان کر مابعد فعل مضارع پر رفع پڑھنا جائز ہے کیونکہ کَانَ تامہ کو خبر کی ضرورت نہیں ہوتی۔

ایسے ہی اَيُّهُمْ سَارَ حَتّٰی يَدْخُلَهَا میں بھی حَتّٰی کو ابتدائیہ مان کر مابعد فعل مضارع پر رفع پڑھنا جائز ہے کیونکہ اس کے

ماقبل کا مابعد کے لئے سبب ہونا درست ہے۔

وَلَامُ کَیْ مِثْلُ الخ : لام کَیْ کے بعد بھی اَنْ مقدر ہوتا ہے اور فعل مضارع کو نصب دیتا ہے اور لام کَیْ سے مراد وہ لام جارہ ہے جس کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہو۔ جیسے اَسْلَمْتُ لِاَدْخُلَ الْجَنَّةَ

لَامُ الْجُحُوْدِ لَامُ الخ : لام جحد کے بعد بھی اَنْ مقدر ہوتا ہے اور فعل مضارع کو نصب دیتا ہے، لام جحد وہ لام جارہ ہے جو کان منفی کی خبر پر تاکید کے لئے آتا ہے۔ جیسے: مَاکَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ

وَالْفَاءُ بِشَرْطَيْنِ الخ: فاء کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے جبکہ دو شرطیں پائی جائیں۔

1: فاء کا ماقبل اس کے مابعد کے لئے سبب ہو۔ جیسے: اَسْلِمْ فَتَسْلَمَ اس مثال میں اسلام لانا سبب ہے سلامتی کیلئے۔

2: اس سے پہلے چھ چیزوں میں سے کوئی چیز ہو۔ وہ چھ چیزیں یہ ہیں۔ امر، نہی، نفی، استفہام، تمنی، عرض۔

امر: جیسے: زُرْنِیْ فَاُکْرِمَكَ — نہی: جیسے لَاتَشْتِمْنِیْ فَاُهِيْنَكَ

نفی: جیسے مَاتَأْتِيْنَا فَتُحَدِّثَنَا — استفہام: جیسے اَيْنَ بَيْتُكَ فَاَزُوْرَكَ

تمنی: جیسے لَيْتَ لِیْ مَالًا فَاُنْفِقَ — عرض: جیسے اَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْرًا

وَالْوَاوُ بِشَرْطَيْنِ الْجَمْعِيَّةُ الخ: واؤ کے بعد بھی اَنْ ناصبہ مقدر ہوتا ہے جبکہ دو شرطیں پائی جائیں۔

1: جمعیت یعنی وہ واؤ مصاحبت اور معیت کے معنیٰ میں ہو۔

2: واؤ سے پہلے مذکورہ چھ چیزوں (امر، نہی، نفی، استفہام، تمنی، عرض) میں سے کوئی چیز پائی جائے۔

وَاَوْبِشَرْطِ مَعْنٰى اِلٰى الخ: اس واؤ کے بعد بھی اَنْ ناصبہ مقدر ہوتا ہے جو اِلٰى اَنْ یا اِلَّا اَنْ کے معنیٰ میں ہو۔ جیسے لَاَلْزَمَنَّكَ اَوْتُعْطِيَنِیْ حَقِّیْ

وَالْعَاطِفَةُ اِذَاكَانَ الخ : حروف عاطفہ کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے بشرطیکہ معطوف علیہ اسم صریح ہو جیسے اَعْجَبَنِیْ قِيَامُكَ ثُمَّ تَخْرُجَ یاد رہے ماقبل میں بیان کردہ! وَاؤ اور فَاء وغیرہ بھی حروف عاطفہ میں سے ہیں ان کے بعد اَنْ کے مقدر ہونے کے لئے جو شرائط ماقبل میں بیان کی گئی ہیں وہ شرائط تب ہیں جب معطوف علیہ ان کا اسم صریح نہ ہو اگر ان کا معطوف علیہ اسم صریح ہو تو پھر خواہ مذکورہ شرائط پائی جائیں یا نہ پائی جائیں بہر صورت ان کے بعد اَنْ مقدر ہوگا جیسا کہ اس ضابطہ میں بیان ہوا۔

وَيَجُوْزُ اِظْهَارُ اَنْ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ان مقامات کو بیان کرنا ہے کہ جہاں ان مقدرہ کو ظاہر کرنا جائز ہے وہ دو مقام ہیں۔ (۱) لام کی کے ساتھ جیسے اَسْلَمْتُ لِاَدْخُلَ الْجَنَّةَ (۲) حروف عاطفہ کے ساتھ جیسے اَعْجَبَنِیْ قِيَامُكَ ثُمَّ اَنْ تَخْرُجَ ۔

وَيَجِبُ مَعَ لَاالخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اس مقام کو بیان کرنا ہے کہ جہاں ان مقدرہ کو ظاہر کرنا واجب ہوتا

ہے۔

وہ مقام یہ ہے کہ جب لام نفی پر لام کئی داخل ہو۔ جیسے: لِئَلَّا یَعْلَمَ ۔

﴿عبارت﴾:

وَيَنْجَزِمُ بِلَمْ وَلَمَّاوَلَامِ الْاَمْرِوَلَافِي النَّهْيِ وَكَلِمِ الْمُجَازَاةِ وَهِيَ اِنْ وَمَهْمَاوَاِذَاوَاِذْمَاوَحَيْثُمَاوَاَيْنَ وَمَتٰى وَمَاوَمَنْ وَاَيٌّ وَاَنّٰى وَاَمَّامَعَ كَيْفَمَاوَاِذَافَشَاذٌ بِاِنْ مُقَدَّرَةَ فَلَمْ لِقَلْبِ الْمُضَارِعِ مَاضِيًا وَنَفْيِهٖ وَلَمَّامِثْلُهَاوَتَخْتَصُّ بِا لْاِسْتِغْرَاقِ وَجَوَازِحَذْفِ الْفِعْلِ وَلَامُ الْاَمْرِالْمَطْلُوْبُ بِهَاالْفِعْلُ وَهِيَ مَكْسُوْرَةٌ اَبَدًاوَلَاالنَّهْيِ الْمَطْلُوْبُ بِهَاالتَّرْكُ وَكَلِمُ الْمُجَازَاةِ تَدْخُلُ عَلَى الْفِعْلَيْنِ لِسَبَبِيَّةِالْاَوَّلِ وَمُسَبَّبِيَّةِ الثَّانِيْ وَيُسَمَّيَانِ شَرْطًاوَجَزَاءً فَاِنْ كَانَ مُضَارِعَيْنِ اَوِ الْاَوَّلُ فَالْجَزْمُ وَاِنْ كَانَ الثَّانِيْ فَالْوَجْهَانِ وَاِذَاكَانَ الْجَزَاءُ مَاضِيًا بِغَيْرِقَدْ لَفْظًااَوْمَعْنًى لَمْ يَجُزِالْفَاءُ وَاِنْ كَانَ مُضَارِعًامُثْبَتًااَوْمَنْفِيًّابِلَا فَالْوَجْهَانِ وَاِلَّافَالْفَاءُ وَيَجِيْءُ اِذَامَعَ الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ مَوْضِعَ الْفَاءِ وَاِنْ مُقَدَّرَةٌ بَعْدَالْاَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالْاِسْتِفْهَامِ وَالتَّمَنِّيْ وَالْعَرْضِ اِذَاقُصِدَالسَّبَبِيَّةُ نَحْوُاَسْلِمْ تَدْخُلِ الْجَنَّةَ وَلَاتَكْفُرْتَدْخُلِ الْجَنَّةَ وَامْتَنَعَ لَاتَكْفُرْتَدْخُلِ النَّارَخِلَافًالِلْكِسَائِيِّ لِاَنَّ التَّقْدِيْرَاِنْ لَا تَكْفُرْ

﴿ترجمہ﴾: فعل مضارع کو جزم دی جاتی ہے لَمْ، لَمَّا، لَامِ اَمر، لائے نہی اور کَلِمُ الْمُجَازَاۃ سے جو کہ یہ ہیں اِنْ، مَهْمَا، اِذَامَا، اِذْمَا، حَيْثُمَا، اَيْنَ، مَتٰى، مَا، مَنْ، اَيٌّ، اَنّٰى اور كَيْفَمَااوراِذَا سے فعل مضارع کو جزم دیا جانا شاذ ہے، اور ان مقدرہ کی وجہ سے بھی فعل مضارع کو جزم دی جاتی ہے، پس لَمْ مضارع کو ماضی کے معنیٰ میں بدلنے اور اس کی نفی کرنے کے لئے آتا ہے اور لام امر وہ لام ہے جس کے ذریعے فعل کو طلب کیا جاتا ہے اور یہ لام ہمیشہ مکسور ہوتا ہے اور لائے نہی وہ لا ہے جس کے ذریعے فعل کے ترک کو طلب کیا جاتا ہے اور کَلِمُ الْمُجَازَاۃِ دو فعلوں پر داخل ہوتے ہیں پہلے فعل کے سبب اور دوسرے فعل کے مسبب ہونے پر دلالت کرنے کے لئے ان کو شرط اور جزا کہا جاتا ہے اور اگر دونوں فعل مضارع ہوں یا پہلا فعل مضارع ہو پس جزم واجب ہے اور اگر دوسرا فعل مضارع ہو تو وہاں دو صورتیں جائز ہیں اور اگر جزا فعل ماضی بغیر قد کے ہو خواہ فعل ماضی لفظاً ہو یا معنیً ہو تو فاء کو لانا جائز نہیں، اور اگر جزا فعل مضارع مثبت ہو یا فعل مضارع منفی ہو لَا کے ساتھ تو وہاں دو صورتیں جائز ہیں وگرنہ پس فاء واجب ہے، اور اِذَا جملہ اسمیہ پر فاء کی جگہ آجاتا ہے، اور اِن ! امر، نہی، استفہام، تمنی، اور عرض کے بعد مقدر ہوتا ہے جبکہ سببیت مقصود

ہو، جیسے اَسْلِمْ تَدْخُلِ الْجَنَّةَ (اسلام لے آؤ جنت میں داخل ہو جاؤ گے) اور لَاتَکْفُرْ تَدْخُلِ الْجَنَّةَ (کفر نہ کرو جنت میں داخل ہو جاؤ گے) لیکن لَاتَکْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ کہنا درست نہیں بخلاف امام کسائی کے کیونکہ اس کی اصل اِنْ لَا تَکْفُرْ ہے

﴿تشریح﴾:

وَيَنْجَزِمُ بِلَمْ وَلَمَّا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فعل مضارع کے عوامل جازمہ کا بیان کرنا ہے۔

فعل مضارع کو جزم دینے والے متعدد عوامل جازمہ متعدد ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

لَمْ، لَمَّا، لام امر، لائے نہی، اِنْ شرطیہ، کلم المجازاۃ (کلمات شرطیہ) یہ بارہ کلمات ہیں۔

(۱) اِنْ (لفظاً) (۲) مَهْمَا، (۳) اِذَامَا، (۴) اِذْمَا، (۵) حَيْثُمَا، (۶) اَيْنَ،
(۷) مَتٰى، (۸) مَا، (۹) مَنْ، (۱۰) اَیٌّ، (۱۱) اَنّٰى، (۱۲) اِنْ (مقدرہ)

وَاَمَّا مَعَ وَاِذَا فَشَاذٌّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

کہ فعل مضارع جس طرح کلمات مذکورہ بالا سے مجزوم ہوتا ہے اسی طرح کَيْفَمَا اور اِذَا سے بھی مجزوم ہوتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے ان کا شمار عوامل جازمہ میں نہیں کیا گیا؟ تو اس کا جواب مصنف علیہ الرحمۃ یہ دیا کہ فعل مضارع کا ان سے مجزوم ہونا کلام عرب میں شاذ ہے

فَلَمْ لِقَلْبِ الْمُضَارِعِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ حروف جازمہ کی تفصیل بیان کرنی ہے۔

لَمْ اور لَمَّا دونوں فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنیٰ میں کر دیتے ہیں لیکن دونوں میں فرق یہ ہے لَمَّا میں استغراق کا معنیٰ ہوتا ہے یعنی زمانہ تکلم تک پورے زمانہ ماضی میں فعل کی نفی ہوتی ہے۔ جیسے: لَمَّا يَضْرِبْ (اب تک نہیں مارا اس ایک مرد نے) جبکہ لَمْ مطلق زمانہ ماضی میں فعل کی نفی کرنے کے لئے آتا ہے۔ جیسے: لَمْ يَضْرِبْ (نہیں مارا اس ایک مرد نے)۔

وَجَوَازِ حَذْفِ الْفِعْلِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ لَمْ اور لَمَّا میں دوسرا فرق بیان کرنا ہے۔ کہ اگر کوئی قرینہ پایا جائے تو لَمَّا فعل کو حذف کرنا بھی جائز ہے جبکہ لَمَّا کے فعل کو کسی صورت میں بھی حذف کرنا جائز نہیں۔ جیسے: نَدِمَ الْاَمِيْرُ وَلَمَّا جو کہ اصل میں نَدِمَ الْاَمِيْرُ وَلَمَّا يَنْفَعْهُ النَّدَمُ (امیر شرمسار ہوا لیکن اب تک اسے شرمساری نے کوئی فائدہ نہیں دیا)۔

وَلَامُ الْاَمْرِ الْمَطْلُوْبُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ لام امر اور لائے نہی کا معنیٰ بیان کرنا ہے کہ لام امر سے طلب فعل مقصود ہوتا ہے اور یہ لام ہمیشہ مکسور ہوتا ہے او رلائے نہی سے ترک طلب فعل مقصود ہوتی ہے۔

كَلِمُ الْمُجَازَاةِ تَدْخُلُ الخ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ کلمات شرطیہ کا بیان کرنا ہے کہ وہ کلمات جو دو جملوں پر داخل ہو کر اس بات پر دلالت کریں کہ پہلا جملہ دوسرے جملے کا سبب ہے اور دوسرا جملہ پہلے جملے کے لئے جزاء ہے تو ان میں سے پہلے جملے کو شرط اور دوسرے جملے کو جزا کہتے ہیں، انہیں کلم المجازاۃ کو کلمات شرطیہ بھی کہتے ہیں۔ یہ بارہ ہیں جنکا ابھی ماقبل

میں ذکر ہو چکا۔

فَاِنْ کَانَ مُضَارِعَیْنِ اَوِالخ: سے غرضِ مصنف علیہ الرحمۃ کلماتِ شرطیہ کے عمل کا ضابطہ بیان کرنا ہے۔

❁ کہ جب شرط و جزا دونوں فعل مضارع ہوں یا صرف شرط فعل مضارع ہو تو دونوں صورتوں میں فعل مضارع کو جزم دینا واجب ہوگا جیسے اِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ، اِنْ تَضْرِبْ ضَرَبْتُكَ

☆ اور اگر شرط فعل ماضی ہو تو اور جزا فعل مضارع ہو تو وہاں دو صورتیں جائز ہیں یعنی جزاء کو جزم بھی دیجا سکتی ہے اور رفع بھی دیا جا سکتا ہے۔ جیسے اِنْ ضَرَبْتَنِیْ اَضْرِبْكَ یا اَضْرِبُكَ

وَاِذَا کَانَ الْجَزَاءُ مَاضِيًاالخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ جزا پر فاء کے لانے اور نہ لانے کے مقامات بیان کرنا ہیں۔

☆ اگر جزا فعل ماضی ہو اور بغیر قد کے ہو خواہ فعل ماضی لفظاً ہو جیسے اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ یا معنیً ہو جیسے اِنْ ضَرَبْتَ لَمْ اَضْرِبْ تو جزا پر فاء کا لانا جائز نہیں۔

☆ اور اگر جزا فعل مضارع ہو خواہ مثبت ہو یا لا کے ساتھ منفی ہو تو اس وقت جزاء پر فاء کا لانا یا نہ لانا دونوں صورتیں جائز ہیں۔

وَاِلَّا فَالْفَاءُ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ان مقامات کا بیان کرنا ہے کہ جہاں جزاء پر فاء کا لانا واجب ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر جزا فعل ماضی بغیر قد کے بھی نہ ہو، اور نہ ہی فعل مضارع مثبت یا فعل مضارع منفی بلا ہو تو وہاں جزا پر فاء کا لانا واجب ہے۔ اور ایسی متعدد صورتیں ہیں۔

1: جزا فعل ماضی قَدْ کے ساتھ ہو۔ جیسے اِنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ

2: جزا فعل مضارع ہو جو سین یا سوف کے ساتھ ہو۔ جیسے: اِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗ اُخْرٰی

3: جزا جملہ اسمیہ ہو۔ جیسے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا

4: جزا مضارع منفی بِلَنْ ہو۔ جیسے وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ

5: جزا امر و نہی یا دعا ہو۔ جیسے اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ

6: جزا ایسا جملہ فعلیہ ہو جس کا فعل جامد ہو۔ جیسے اِنْ جِئْتَنِیْ فَلَيْسَ لَكَ مَانِعٌ

7: جزا فعل ماضی منفی ہو۔ جیسے: اِنْ زُرْتَنِیْ فَمَا اَهَنْتُكَ

8: جزا کے شروع میں ایسا کلمہ ہو جو صدارتِ کلام کا مقتضی ہو۔ جیسے: مَنْ قَتَلَ نَفْسًا فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا

❁ الغرض! ان تمام صورتوں میں جزاء پر فاء کا لانا واجب ہے۔

وَيَجِیْءُ اِذَامَعَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک فائدہ بیان کرنا ہے۔

کہ جب جزا جملہ اسمیہ ہوتو قاعدہ تو یہی ہے کہ اس جزا پر فاء کو لایا جائے لیکن کبھی فاء کی جگہ اِذَا مفاجاتیہ بھی جزا پر داخل ہو جاتا ہے۔ جیسے: اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَاقَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَاهُمْ يَقْنَطُوْنَ یہاں هُمْ يَقْنَطُوْنَ جملہ اسمیہ ہے جو کہ جزا ہے لیکن اس پر بجائے فاء کے اِذَا مفاجاتیہ داخل کیا گیا ہے۔

وَاِنْ مُقَدَّرَةٌ بَعْدَالخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ان مقامات کا بیان کرنا ہے کہ جہاں اِنْ مقدر ہوتا ہے۔

وہ پانچ مقامات ہیں، کہ جہاں اِنْ شرطیہ! شرط کے ساتھ مقدر ہوتا ہے اور فعل مضارع کو جزم دیتا ہے، بشرطیکہ پہلی چیز (شرط) دوسری چیز (جزا) کے لئے سبب ہو۔ جیسے اَسْلِمْ تَدْخُلِ الْجَنَّةَ لَاتَكْفُرْ تَدْخُلِ الْجَنَّةَ

(۱) امر کے بعد۔ (۲) نہی کے بعد۔ (۳) استفہام کے بعد۔ (۴) تمنی کے بعد۔

(۵) عرض کے بعد۔

اِمْتَنَعَ لَاتَكْفُرْ تَدْخُلِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ مذکورہ مقاماتِ خمسہ میں ہر جگہ اِنْ! شرط کے ساتھ مقدر نہیں ہوگا بلکہ اسی وقت ہی ہوگا کہ جب شرط پائی جائے گی یعنی اول چیز دوسری چیز کے لئے سبب ہوگی۔ اور اگر پہلی چیز دوسری چیز کے لئے سبب نہ ہوئی تو وہاں اِنْ! شرط کے ساتھ مقدر نہیں ہوگا، جیسے لَاتَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ کہنا درست نہیں کیونکہ یہاں اِنْ کو شرط کے ساتھ مقدر ماننے کی صورت میں عبارت بنے گی اِنْ لَا تَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ اور یہ درست نہیں کیونکہ یہاں پہلی چیز دوسری چیز کے لئے سبب نہیں۔

خِلَافًا لِلْكِسَائِيِّ: اس مقام پر امام کسائی کا اختلاف ہے وہ کہتے ہیں لَا تَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ کہنا درست ہے کیونکہ عرف میں اس کے معنیٰ اِنْ تَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ (کہ کفر نہ کرو! اگر کفر کرو گے تو جہنم میں جاؤ گے) لئے جاتے ہیں اور یہ کہنا درست ہے۔

❁ رہی بات شرط (کہ پہلی چیز دوسری چیز کے لئے سبب ہو) کی! تو وہ یہاں پائی جا رہی ہے کہ کفر کرنا دخول نار کا سبب ہے۔

﴿عبارت﴾:

اَلْاَمْرُ صِيْغَةٌ يُطْلَبُ بِهَا الْفِعْلُ مِنَ الْفَاعِلِ الْمُخَاطَبِ بِحَذْفِ حَرْفِ الْمُضَارَعَةِ وَحُكْمُ اٰخِرِهٖ حُكْمُ الْمَجْزُوْمِ فَاِنْ كَانَ بَعْدَهٗ سَاكِنٌ وَلَيْسَ بِرُبَاعِيٍّ زِدْتَّ هَمْزَةَ وَصْلٍ مَضْمُوْمَةً اِنْ كَانَ بَعْدَهٗ ضَمَّةٌ وَمَكْسُوْرَةً فِيْمَا سِوَاهُ مِثْلُ اُقْتُلْ وَاِضْرِبْ وَاِعْلَمْ وَاِنْ كَانَ رُبَاعِيًّا فَمَفْتُوْحَةٌ مَقْطُوْعَةٌ فِعْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ هُوَمَاحُذِفَ فَاعِلُهٗ فَاِنْ كَانَ مَاضِيًا ضُمَّ اَوَّلُهٗ وَكُسِرَ مَاقَبْلَ اٰخِرِهٖ وَيُضَمُّ الثَّالِثُ مَعَ هَمْزَةِ الْوَصْلِ وَالثَّانِيْ مَعَ التَّاءِ

خَوْفَ اللَّبْسِ وَمُعْتَلُّ الْعَيْنِ الْاَ فْصَحُ قِيْلَ وَبِيْعَ وَجَاءَ الْاِشْمَامُ وَالْوَاوُ وَمِثْلُهُ بَابُ اُخْتِيْرَ وَانْقِيْدَ دُوْنَ اُسْتُخِيْرَ وَاُقِيْمَ وَاِنْ كَانَ مُضَارِعًا ضُمَّ اَوَّلُهُ وَفُتِحَ مَاقَبْلَ اٰخِرِهٖ وَمُعْتَلُّ الْعَيْنِ يَنْقَلِبُ فِيْهِ الْعَيْنُ اَلِفًا

﴿ترجمہ﴾: فعل مضارع وہ صیغہ ہے جس کے ذریعے فاعل مخاطب سے فعل کو طلب کیا جائے علامت مضارع کو حذف کرنے کے ساتھ، اور اس کے آخری حرف کا حکم ویسے ہی ہے۔ جیسے: فعل مضارع مجزوم کے آخری حرف کا حکم ہے، پس علامت مضارع کو حذف کر لینے کے بعد مابعد ساکن ہو اور وہ فعل رباعی نہ ہو تو شروع میں ہمزہ وصلی مضموم زائد کریں اگر ساکن کا مابعد مضموم ہو تو، اور اس کے علاوہ میں ہمزہ وصلی مکسور لایا جائے گا۔ جیسے اُقْتُلْ، اِضْرِبْ، اِعْلَمْ، اور اگر فعل رباعی تو شروع میں ہمزہ قطعی مفتوح لایا جائے۔

فِعْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ وہ فعل ہے جس کے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہو پس اگر وہ فعل ماضی ہو تو اس کا پہلا حرف مضموم ہوگا اور آخر کا ماقبل مکسور ہوگا، اور تیسرے حرف کو ضمہ دیا جائے گا ہمزہ وصلی کے ساتھ، اور دوسرا حرف مضموم ہوگا التباس کے خوف کی وجہ سے، اور معتل العین میں زیادہ فصیح لغت قِیْلَ اور بِیْعَ پڑھنے کی ہے، اور اسے اشمام اور واؤ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے، باب اُخْتِیْرَ اور اُنْقِیْدَ اسی کی طرح ہے نہ کہ باب اُسْتُخِیْرَ اور اُقِیْمَ، اور اگر فعل مضارع ہو تو اس کے اول کو ضمہ دیا جائے گا اور آخر کے ماقبل کو فتحہ دیا جائے گا اور مضارع معتل عین میں عین کلمہ کو الف سے بدل دیا جائے گا۔

﴿تشریح﴾:

اَلْاَمْرُ صِيْغَةٌ يُّطْلَبُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فعل امر کا بیان کرنا ہے۔

فعل امر کی تعریف: وہ فعل ہے جس کے ذریعے فاعل مخاطب سے کسی فعل کو طلب کیا جائے، اسے فعل مضارع سے بنایا جاتا ہے علامت مضارع کو حذف کرنے کے ساتھ۔

وَحُكْمُ اٰخِرِهٖ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فعل امر کے آخری حرف کا حکم بیان کرنا ہے۔

☆ کہ فعل امر کے آخری حرف کا حکم وہی ہے جو فعل مضارع مجزوم کے آخری حرف کا ہے یعنی حالت جزمی میں فعل مضارع کا آخری حرف مجزوم ہوتا ہے اسی طرح امر صحیح کا آخر بھی مبنی بر سکون ہوتا ہے، جیسے تَضْرِبُ سے اِضْرِبْ

☆ جس طرح فعل مضارع معتل کے آخر سے حرف علت حذف ہو جاتا ہے اسی طرح فعل امر معتل کے آخر سے بھی حرف علت حذف ہو جاتا ہے۔ تَرْمِیْ سے اِرْمِ

☆ جس طرح فعل مضارع کے آخر سے نون اعرابی حرف جازم کی وجہ سے گر جاتا ہے اسی طرح فعل امر کے آخر سے

بھی نونِ اعرابی گر جاتا ہے۔ تَضْرِبَانِ سے اِضْرِبَا

فَإِنْ كَانَ بَعْدَهُ سَاكِنٌ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فعل امر حاضر بنانے کا طریقہ بیان کرنا ہے۔

فعل امر حاضر کو فعل مضارع کے حاضر کے صیغوں سے بنایا جاتا ہے کہ اس طرح کہ علامتِ مضارع کو حذف کر دیں، پھر دیکھیں کہ علامتِ مضارع کا مابعد متحرک ہے یا ساکن؟ نیز یہ بھی دیکھا جائے کہ وہ فعل رباعی ہے یا غیر رباعی؟ اگر مابعد ساکن ہو اور وہ فعل چار حرفی نہ ہو بلکہ تین حرفی ہو یا چار حرفی سے زائد ہو (خواہ تمام حروف اصلی ہوں یا بعض) تو شروع میں ہمزہ وصلی مضموم لائیں اگر ساکن کا مابعد مضموم ہو تو۔ جیسے: تَقْتُلُ سے اُقْتُلْ۔ اور اگر ساکن کا مابعد مفتوح ہو یا مکسور تو شروع میں ہمزہ وصلی مکسور لائیں گے۔

جیسے تَضْرِبُ سے اِضْرِبْ، تَعْلَمُ سے اِعْلَمْ، تَسْتَنْصِرُ سے اِسْتَنْصِرْ

❁ اور اگر علامتِ مضارع کا مابعد ساکن ہو اور فعل چار حرفی ہو تو اس کے شروع میں ہمزہ قطعی مفتوح لائیں گے (یہ صرف بابِ افعال کا خاصہ ہے) جیسے تکرم سے اکرم۔

❁ اور اگر علامتِ مضارع کا مابعد متحرک ہو خواہ فعل رباعی ہو یا غیر رباعی تو ہمزہ لانے کی ضرورت نہیں بلکہ آخر میں وقف کر دیں۔ جیسے: تَعِدُ سے عِدْ، تُصَرِّفُ سے صَرِّفْ۔

فِعْلُ مَالَمْ يُسَمَّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فعل مجہول کا بیان کرنا ہے۔

فعل مجہول کی تعریف: فعل مجہول وہ فعل ہے جس کے فاعل کو حذف کر کے اس کے قائم مقام مفعول کو کر دیا گیا ہو۔

جیسے ضُرِبَ (مارا گیا وہ ایک مرد)۔

فَإِنْ كَانَ مَاضِيًا ضُمَّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فعل مجہول بنانے کا طریقہ بیان کرنا ہے۔

☆ کہ اگر وہ فعل ماضی ہو جس کے فاعل کو حذف کر کے اس کے قائم مقام مفعول کو کیا گیا ہے تو اس کے پہلے حرف کو ضمہ دیا جائے اور آخر کے ماقبل کو کسرہ دیا جائے اگر پہلے سے کسرہ نہ ہو، جیسے ضَرَبَ سے ضُرِبَ

☆ اور اگر ماضی کے شروع میں ہمزہ وصلی ہو تو پھر ہمزہ وصلی کو ضمہ دیا جائے اور ماضی کے تیسرے حرف کو بھی ضمہ دیا جائے۔ جیسے اِجْتَنَبَ سے اُجْتُنِبَ

☆ اور جس ماضی کے شروع میں تاء ہو تو اس کو مجہول بناتے ہوئے تاء اور دوسرے حرف کو ضمہ دیا جائے جیسے تَقَبَّلَ سے تُقُبِّلَ

❁ اور یہ دوسرے حرف کو ضمہ دینا اس لئے تا کہ باب تفعیل اور باب مفاعلہ کے مضارع معروف کے ساتھ التباس لازم نہ آئے کیونکہ یہاں اگر دوسرے حرف کو ضمہ نہ دیا جائے تو معلوم نہیں ہو پائے گا کہ یہ باب تفعل اور تفاعل کی ماضی مجہول ہے یا باب تفعیل اور بابِ مفاعلہ کا مضارع معروف ہے۔

وَمُعْتَلُّ الْعَيْنِ الْأَ فْصَحُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اجوف کی ماضی مجہول میں واقع ہونے والے فرق کا بیان کرنا ہے۔

کہ اگر فعل اجوف ہو تو اس کے فعل ماضی مجہول میں بھی حسبِ قاعدہ فاء کلمہ کو ضمہ اور عین کلمہ کو کسرہ دیا جائیگا بعد ازاں اس ماضی مجہول میں تین صورتیں جائز ہیں۔

1: ماقبل کی حرکت گرا کر عین کلمہ یعنی واؤ اور یاء کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دیں ایسی صورت میں واؤ ساکن کسرہ کے بعد یاء ہو جائیگی جیسے قُوِلَ سے قِيْلَ اور بُيِعَ سے بِيْعَ ۔

2: مذکورہ تبدیلی کر لینے کے بعد اشمام کرنا بھی جائز ہے یعنی فاء کلمہ کے کسرہ کو ضمہ کی بو دیکر پڑھنا بھی جائز ہے۔

3: فاء کلمہ ضمہ کو باقی رکھ کر عین کلمہ کی ہی حرکت گرا دیں ایسی صورت میں یاء ساکن ماقبل ضمہ ہونے کی وجہ سے واؤ سے بدل جائیگی

جیسے قُوِلَ سے قُوْلَ اور بُيِعَ سے بُوْعَ ۔

ان صورِ ثلاثہ میں سے ہر ایک صورت کو اختیار کیا جا سکتا ہے لیکن ان تمام میں پہلی صورت اَفْصَحْ ہے۔

بَابُ اُخْتِيْرَ وَاُنْقِيْدَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ جس طرح مذکورہ صورِ ثلاثہ ثلاثی اجوف کی ماضی مجہول میں درست ہیں اسی طرح بابِ افتعال، بابِ انفعال اجوف کی ماضی مجہول میں بھی درست ہیں۔

لیکن باب افعال اور بابِ استفعال اجوف! کی ماضی مجہول میں صرف پہلی صورت ہی جائز ہے آخری دو صورتیں ان دونوں ابواب میں جائز نہیں کیونکہ آخری دو صورتیں صرف انہی ابواب میں جائز ہوتی ہیں جہاں واؤ اور یاء کا ماقبل مضموم ہو جبکہ ان دونوں ابواب میں واؤ اور یاء کا ماقبل ساکن ہوتا ہے۔

اِنْ كَانَ مُضَارِعًا ضُمَّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فعل مضارع مجہول کے بنانے کا طریقہ بیان کرنا ہے۔

کہ فعل مضارع مجہول کو فعل مضارع معروف سے بناتے ہیں اس طرح کہ علامت مضارع کو ضمہ دیا جائے (اگر پہلے سے نہ ہو تو) اور آخری حرف کے ماقبل کو فتحہ دے دیں اگر وہ مفتوح نہ ہو تو جیسے يَضْرِبُ سے يُضْرَبُ، يُصَرِّفُ سے يُصَرَّفُ

مُعْتَلُّ الْعَيْنِ يَنْقَلِبُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اجوف کے مضارع مجہول کے متعلق ضابطہ بیان کرنا ہے

کہ اجوف کے عین کلمہ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دینے کے بعد عین کلمہ کو الف سے بدل دیا جائے جیسے يُقَالُ جو کہ اصل میں يُقْوَلُ تھا عین کلمہ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دی گئی بعد ازاں عین کلمہ (واؤ) کو الف سے بدل دیا، پس يُقَالُ ہو گیا۔

﴿عبارت﴾:

اَلْمُتَعَدِّىْ وَغَيْرُ الْمُتَعَدِّىْ فَالْمُتَعَدِّىْ مَا يَتَوَقَّفُ فَهْمُهٗ عَلٰى مُتَعَلِّقٍ كَضَرَبَ وَغَيْرُ الْمُتَعَدِّىْ بِخِلَافِهٖ كَقَعَدَ وَالْمُتَعَدِّىْ يَكُوْنُ اِلٰى وَاحِدٍ كَضَرَبَ وَاِلَى اثْنَيْنِ

كَـاَعْـطٰـی وَعَـلِـمَ وَاِلٰـی ثَلٰاثَةٍ كَـاَعْـلَمَ وَاَرٰی وَاَنْبَأَ وَنَبَّأَوَاَخْبَرَوَخَبَّرَ وَحَدَّثَ وَهٰذِهٖ مَـفْعُوْلُهَاالْاَوَّلُ كَمَفْعُوْلِ اَعْطَيْتُ وَالثَّانِيْ وَالثَّالِثُ كَمَفْعُوْلَيْ عَلِمْتُ اَفْعَالُ الْقُلُوْبِ ظَـنَـنْتُ وَحَسِبْتُ وَخِلْتُ وَزَعَمْتُ وَعَلِمْتُ وَرَأَيْتُ وَوَجَدْتُّ تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْـمِيَّةِ لِبَيَانِ مَاهِيَ عَنْهُ فَتَنْصِبُ الْجُزْئَيْنِ وَمِنْ خَصَائِصِهَااَنَّهٗ اِذَاذُكِرَاَحَدُهُمَاذُكِرَ الْاٰخَـرُ بِـخِلَافِ بَـابِ اَعْطَيْتُ وَمِنْهَاجَوَازُالْاِلْغَاءِ اِذَا تَوَسَّطَتْ اَوْتَأَخَّرَتْ لِاِسْتِقْلَالِ الْـجُزْئَيْنِ كَلَامًاوَمِنْهَااَنَّهَاتُعَلَّقُ قَبْلَ الْاِسْتِفْهَامِ وَالنَّفْيِ وَاللَّامِ مِثْلُ عَلِمْتُ اَزَيْدٌعِنْدَكَ اَمْ عَـمْـرٌووَمِـنْهَـااَنَّهَـا يَـجُـوْزُاَنْ يَكُوْنَ فَاعِلُهَاوَمَفْعُوْلُهَاضَمِيْرَيْنِ لِشَيْءٍ وَّاحِدٍ مِثْلُ عَـلِـمْـتُنِـيْ مُـنْطَلِقًاوَلِبَعْضِهَامَعْنًی اٰخَرُ يَتَعَدّٰی بِهٖ اِلٰی وَاحِدٍ فَظَنَنْتُ بِمَعْنٰی اِتَّهَمْتُ وَعَلِمْتُ بِمَعْنٰی عَرَفْتُ وَرَأَيْتُ بِمَعْنٰی اَبْصَرْتُ وَوَجَدْتُّ بِمَعْنٰی اَصَبْتُ

﴿ترجمہ﴾: فعل متعدی اور فعل غیر متعدی کا بیان: فعل متعدی وہ فعل ہے جس کا سمجھنا کسی متعلق پر موقوف ہو، جیسے ضَرَبَ اور فعل غیر متعدی وہ فعل ہے جو فعل متعدی کے خلاف ہو، جیسے قَعَدَ، اور فعل کبھی ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ جیسے: ضَرَبَ اور کبھی دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ جیسے: اَعْطٰی، اور عَلِمَ، اور کبھی تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ جیسے: اَعْلَمَ، اَرٰی، اَنْبَأَ، نَبَّأَ، اَخْبَرَ، خَبَّرَ، حَدَّثَ ان افعال کا مفعول اول اَعْطَيْتُ کے مفعول کی طرح ہے اور ان کا دوسرا اور تیسرا مفعول عَلِمْتُ کے دونوں مفعولوں کی طرح ہے۔

افعال قلوب! ظَنَنْتُ، حَسِبْتُ، خِلْتُ، زَعَمْتُ، عَـلِمْتُ، رَأَيْتُ، وَجَدْتُّ ہیں یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اس چیز (یقین یا شک) کو بیان کرنے کے لئے جس سے وہ جملہ صادر ہونے والا ہے، پس یہ دونوں جزؤں کو نصب دیتے ہیں اور افعال قلوب کے خصائص میں سے ہے کہ جب ان کے دو مفعولوں میں سے کوئی ایک مفعول ذکر کیا جائے گا تو دوسرا بھی ذکر کیا جائیگا۔

برخلاف باب اَعْـطَيْتُ کے، اور ان خصائص میں سے ہے کہ ان کے عمل کو باطل کرنا جائز ہے جب یہ درمیان میں واقع ہوں یا مؤخر ہوں، دونوں جزؤں کے مستقل کلام ہونے کی وجہ سے اور ان خصائص میں سے ہے کہ افعال قلوب کو معلق کر دیا جاتا ہے استفہام، نفی اور لام سے پہلے جیسے عَـلِـمْـتُ اَزَيْدٌعِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو اور ان خصائص میں سے ہے کہ جائز ہو کہ ان کا فاعل اور مفعول شے واحد کی ضمیریں ہوں جیسے عَلِـمْتُنِيْ مُنْطَلِقًا اور بعض افعال قلوب کے لئے ایک دوسرے معنٰی ہیں جس کی وجہ سے یہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتے ہیں چنانچہ ظَـنَـنْتُ اِتَّهَمْتُ کے معنٰی میں، عَـلِمْتُ اعَرَفْتُ کے معنٰی میں رَأَيْتُ اَبْصَرْتُ کے معنٰی میں اور وَجَدْتُّ

!اَصَبْتُ کے معنیٰ میں مستعمل ہوتا ہے۔

﴿تشریح﴾:

اَلْمُتَعَدِّیْ وَغَیْرُ الْمُتَعَدِّیْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فعل متعدی اور فعل لازم کا بیان کرنا ہے۔

فعل متعدی کی تعریف: فعل متعدی وہ فعل ہے جس کا سمجھنا فاعل کے ساتھ ساتھ مفعول بہ پر بھی موقوف ہو۔ جیسے: ضَرَبَ

فعل لازم کی تعریف: فعل لازم وہ فعل ہے جس کا سمجھنا فاعل کے علاوہ مفعول بہ پر موقوف نہ ہو۔ جیسے: قَعَدَ

والْمُتَعَدِّیْ یَکُوْنُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فعل متعدی کی تقسیم کرنی ہے۔ کہ فعل متعدی کی چار قسمیں ہیں۔

1: وہ فعل متعدی جسے صرف ایک مفعول بہ کی ضرورت پڑے۔ جیسے: ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًو۔

2: وہ فعل متعدی جو دو مفعولوں کو چاہے لیکن ان میں سے ایک مفعول پر اکتفاء کرنا درست ہو۔ جیسے اَعْطَیْتُ زَیْدًا دِرْهَمًا

3: وہ فعل متعدی جو دو مفعولوں کو چاہے لیکن ان میں سے ایک مفعول پر اکتفاء کرنا درست نہ ہو۔ جیسے: عَلِمْتُ زَیْدًا فَاضِلًا

4: وہ فعل متعدی جو تین مفعولوں کو چاہے اور افعال یہ ہیں اَعْلَمَ، اَرٰی، اَنْبَأَ، نَبَّأَ، اَخْبَرَ، خَبَّرَ، حَدَّثَ۔

جیسے اَعْلَمَ اللّٰہُ زَیْدًا عَمْرًو افَاضِلًا

وَهٰذِہٖ مَفْعُوْلُهَا الْاَوَّلُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ان افعال متعدیہ کا حکم بیان کرنا ہے جو تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ ان افعال متعدیہ بسہ مفعول کا مفعول اول اَعْطَیْتُ کے مفعول کی طرح ہے، یعنی جس طرح اَعْطَیْتُ کے ایک مفعول کو حذف کرنا اور ایک پر اکتفاء کرنا درست ہے اسی طرح ان افعال متعدیہ بسہ مفعول کے بھی آخری دونوں مفعولوں کا حال ہے کہ انہیں حذف کر کے صرف مفعول اول پر اکتفاء کیا جا سکتا ہے اور مفعول اول کو حذف کر کے آخری دونوں مفعول پر اکتفاء کیا جا سکتا ہے۔

اور ان افعال متعدیہ بسہ مفعول کا دوسرا اور تیسرا مفعول عَلِمْتُ کے دونوں مفعولوں کی طرح ہے، جس طرح عَلِمْتُ کے ایک عول کو حذف کر کے صرف ایک مفعول پر اکتفاء کرنا درست نہیں اسی طرح ان افعال کے دوسرے اور تیسرے مفعول میں سے کسی ایک کو حذف کر کے دوسرے پر اکتفاء کرنا درست نہیں۔

اَفْعَالُ الْقُلُوْبِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ افعال قلوب کا بیان کرنا ہے۔

افعال قلوب کی تعریف: افعال قلوب وہ افعال ہیں جن کا تعلق قلب یعنی دل سے ہو۔ یہ سات ہیں۔

(۱)ظَنَنْتُ (۲)حَسِبْتُ (۳)خِلْتُ (۴)زَعَمْتُ (۵)عَلِمْتُ (۶)رَأَیْتُ (۷)وَجَدْتُ

ان میں سے پہلے تین شک (ظَنَنْتُ، حَسِبْتُ، خِلْتُ) کے لئے آتے ہیں اور آخری تین (عَلِمْتُ، رَأَيْتُ، وَجَدْتُّ) یقین کے لئے آتے ہیں اور زَعَمْتُ ایہ یقین اور شک دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ افعال قلوب کا عمل بیان کرنا ہے۔

کہ یہ افعال جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اس چیز کو بیان کرنے کے لئے کہ یہ جملہ کس قبیل سے ہے؟ آیا یقین کے قبیل سے ہے یا شک کے قبیل سے ہے؟ اور یہ جملے کی دونوں جزؤں یعنی مبتدا اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔ جیسے: عَلِمْتُ زَيْدًا فَاضِلًا

وَمِنْ خَصَائِصِهَا اَنَّهُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ افعال قلوب کی خصوصیات کا بیان کرنا ہے۔

1: افعال قلوب کے دونوں مفعولوں میں سے کسی ایک مفعول کو حذف کر کے ایک پر اکتفاء کرنا درست نہیں کیونکہ یہ دونوں مفعول بمنزلہ ایک مفعول بہ کے ہیں۔ بخلاف باب اعطیت کے کہ اس کے دومفعولوں میں سے ایک پر اکتفاء کرنا درست ہے۔

2: جب افعال قلوب دونوں مفعولوں کے درمیان ہوں یا ان دونوں کے بعد ہوں تو اس صورت میں ان کے عمل کو باطل کرنا جائز ہے کیونکہ ان دونوں اسموں میں مبتدا اور خبر بننے کی صلاحیت موجود ہے، اور افعال قلوب ضعیف عامل ہیں وہ درمیان میں ہو کر یا بعد میں ہو کر عمل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

3: جب افعال قلوب !استفہام یا نفی یا لام ابتدا سے پہلے واقع ہوں تو ان کا عمل لفظاً باطل ہو جاتا ہے اگرچہ معنیً عمل کرتے ہیں۔

جیسے عَلِمْتُ اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو (میں نے جان لیا کہ تیرے پاس یا تو زید ہے یا عمرو ہے)۔

4: اگر افعال قلوب کا فاعل اور مفعول دونوں کسی ایک چیز کی ضمیر متصل ہوں تو ان کے فاعل اور مفعول کے درمیان نَفْس یا عَيْن کے ساتھ فصل نہ کرنا بھی جائز ہے۔ جیسے: عَلِمْتُنِيْ مُنْطَلِقًا اس مثال میں فاعل اور مفعول دونوں متکلم کی ضمیریں ہیں اور ان کے بیچ میں نَفْس یا عَيْن کے ساتھ فصل بھی نہیں کیا گیا، حالانکہ افعال قلوب کے علاوہ دیگر افعال کے لئے ضروری ہے کہ ایسی صورت میں ان کے فاعل اور مفعول کے درمیان نَفْس یا عَيْن سے فصل کیا جائے یہی وجہ ہے کہ اِتَّقِكَ نہیں کہہ سکتے بلکہ اِتَّقِ نَفْسَكَ کہیں گے۔

وَلِبَعْضِهَا مَعْنًى الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔

کہ اگر افعال قلوب اپنے حقیقی معنیٰ میں نہ ہوں بلکہ کسی ایسے معنیٰ پر مشتمل ہوں جس کا دل سے واسطہ نہ ہو۔

- جیسے ظَنَنْتُ کبھی اِتَّهَمْتُ کے معنیٰ میں مستعمل ہوتا ہے۔
- عَلِمْتُ کبھی عَرَفْتُ کے معنیٰ میں مستعمل ہوتا ہے۔
- رَأَيْتُ کبھی اَبْصَرْتُ کے معنیٰ میں ہوتا ہے۔

○ اور وَجَدْتُ کبھی اَصَبْتُ کے معنیٰ میں آتا ہے۔

☆ تو! ایسی صورت میں یہ افعال ! افعال قلوب نہیں ہونگے اور دو مفعولوں کی بجائے صرف ایک مفعول کی طرف متعدی ہونگے۔

﴿عبارت﴾:

اَلْاَفْعَالُ النَّاقِصَةُ مَاوُضِعَ لِتَقْرِيْرِ الْفَاعِلِ عَلٰى صِفَةٍ وَهِيَ كَانَ وَصَارَ وَاَصْبَحَ وَاَمْسٰى وَاَضْحٰى وَظَلَّ وَبَاتَ وَاٰضَ وَعَادَ وَغَدَا وَرَاحَ وَمَازَالَ وَمَانْفَكَّ وَمَافَتِئَ وَمَابَرِحَ وَمَادَامَ وَلَيْسَ وَقَدْ جَاءَ مَاجَاءَتْ حَاجَتَكَ وَقَعَدَتْ كَاَنَّهَا حَرْبَةٌ تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ لِاِعْطَاءِ الْخَبَرِ حُكْمَ مَعْنَاهَا فَتَرْفَعُ الْاَوَّلَ وَتَنْصِبُ الثَّانِيَ مِثْلُ كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا فَكَانَ تَكُوْنُ نَاقِصَةً لِثُبُوْتِ خَبَرِهَا مَاضِيًا دَائِمًا اَوْ مُنْقَطِعًا وَبِمَعْنٰى صَارَ وَيَكُوْنُ فِيْهَا ضَمِيْرُ الشَّانِ وَتَكُوْنُ تَامَّةً بِمَعْنٰى ثَبَتَ وَزَائِدَةً وَصَارَ لِلْاِنْتِقَالِ وَاَصْبَحَ وَاَمْسٰى وَاَضْحٰى لِاقْتِرَانِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ بِاَوْقَاتِهَا وَبِمَعْنٰى صَارَ وَتَكُوْنُ تَامَّةً وَظَلَّ وَبَاتَ لِاقْتِرَانِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ بِوَقْتَيْهِمَا وَبِمَعْنٰى صَارَ وَمَازَالَ وَمَابَرِحَ وَمَافَتِئَ وَمَانْفَكَّ لِاسْتِمْرَارِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا مُذْ قَبِلَهُ وَيَلْزَمُهَا النَّفْيُ وَمَادَامَ لِتَوْقِيْتِ اَمْرٍ بِمُدَّةِ ثُبُوْتِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا وَمِنْ ثَمَّ احْتَاجَ اِلٰى كَلَامٍ لِاَنَّهُ ظَرْفٌ وَلَيْسَ لِنَفْيِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ حَالًا وَقِيْلَ مُطْلَقًا وَيَجُوْزُ تَقْدِيْمُ اَخْبَارِهَا كُلِّهَا عَلٰى اَسْمَائِهَا وَهِيَ فِيْ تَقْدِيْمِهَا عَلَيْهَا عَلٰى ثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ قِسْمٌ يَجُوْزُ وَهُوَ مِنْ كَانَ اِلٰى رَاحَ وَقِسْمٌ لَا يَجُوْزُ وَهُوَ مَا فِيْ اَوَّلِهٖ مَا خِلَافًا لِاِبْنِ كَيْسَانَ فِيْ غَيْرِ مَادَامَ وَقِسْمٌ مُخْتَلَفٌ فِيْهِ وَهُوَ لَيْسَ

﴿ترجمہ﴾: افعال ناقصہ وہ افعال ہیں جو کسی مخصوص صفت پر فاعل کو ثابت کرنے کے لئے وضع کیئے گئے ہوں اور وہ سترہ ہیں

كَانَ، صَارَ، اَصْبَحَ، اَمْسٰى، اَضْحٰى، ظَلَّ، بَاتَ، اٰضَ، عَادَ، غَدَا، رَاحَ، مَازَالَ، مَانْفَكَّ، مَافَتِئَ، مَابَرِحَ، مَادَامَ، لَيْسَ، اور کبھی مَاجَاءَتْ حَاجَتَكَ وَقَعَدَتْ كَاَنَّهَا حَرْبَةٌ بھی آتا ہے یعنی جَاءَ بمعنیٰ كَانَ، اور قَعَدَتْ بمعنیٰ صَارَتْ بھی آتا ہے، اور یہ افعال جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں خبر کو اپنے معنیٰ کا حکم

دینے کے لئے، پس جزءاول کورفع اور جزء ثانی کونصب دیتے ہیں، جیسے کَانَ زَیْدٌقَائِمًا پس کلمہ کَانَ ناقصہ ہوتا ہے جوزمانہ ماضی میں اپنی خبر کے ثبوت کے لئے ہوتا ہے خواہ دائما ہو یا انقطاعاً ہواور بمعنیٰ صَارَ ہوتا ہے اوراس میں ضمیر شان ہوتی ہے اور کَانَ تامہ ہوتا ہے بمعنیٰ ثَبَتَ ،اورزائدہ ہوتا ہے۔

اور صَارَ انتقال کے لئے ہوتا ہے اور اَصْبَحَ وَاَمْسٰی وَاَضْحٰی اپنے اوقات کے ساتھ مضمون جملہ کوملانے کے لئے آتے ہیں اور بمعنیٰ صَارَ ہوتے ہیں اور یہ افعال تامہ بھی ہوتے ہیں اور ظَلَّ اور بَاتَ مضمون جملہ کواپنے اوقات کے ساتھ ملانے کے لئے آتے ہیں اور بمعنیٰ صَارَ ہوتے ہیں اور مَازَالَ ،مَابَرِحَ ،مَافَتِئَ ،مَاانْفَكَّ اپنی خبروں کواپنے فاعل کے لئے استمرار کے ساتھ ثابت کرنے کے لئے آتے ہیں جب سے فاعل نے خبر کوقبول کیا ہے، اوران کونفی لازم ہوتی ہے۔

اور مَادَامَ اپنے فاعل کے لئے خبر کے ثابت ہونے کی مدت کے ساتھ کسی کام کاوقت متعین کرنے کے لئے آتا ہے اوراسی وجہ سے وہ ایک مستقل کلام کامحتاج ہوتا ہے کیونکہ وہ ظرف ہوتا ہے اور لَیْسَ زمانہ حال میں مضمون جملہ کی نفی کے لئے آتا ہے اور بعض نے کہا کہ ہرزمانے کی نفی کے لئے آتا ہے، تمام افعال ناقصہ کی خبروں کوان کے اسماء پر مقدم کرنا جائز ہے، افعال ناقصہ کی خبروں کوخودانہی پر مقدم کرنے کے سلسلے میں افعال ناقصہ کی تین قسمیں ہیں، ایک قسم یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے اور وہ افعال کَانَ سے رَاحَ تک ہیں، اورایک قسم یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں وہ وہ افعال ہیں کہ جن کے شروع میں مَا آتا ہے برخلاف ابن کیسان کے مَادَامَ کے علاوہ میں اورایک قسم وہ ہے کہ جس کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے اوروہ لَیْسَ ہے۔

﴿تشریح﴾:

اَلْاَفْعَالُ النَّاقِصَةُ مَاالخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ افعال ناقصہ کا بیان کرنا ہے۔

افعال ناقصہ کی تعریف: افعال ناقصہ وہ افعال ہیں جواپنی صفت کے علاوہ کسی مخصوص صفت سے فاعل کوثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں۔ جیسے: کَانَ زَیْدٌ قَائِمًا (زید کھڑا ہے) یہ سترہ ہیں جوکہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)کَانَ (۲)صَارَ (۳)اَصْبَحَ (۴)اَمْسٰی (۵)اَضْحٰی (۶)ظَلَّ
(۷)بَاتَ (۸)اٰض (۹)عَادَ (۱۰)غَدَا (۱۱)رَاحَ (۱۲)مَازَالَ
(۱۳)مَاانْفَكَّ (۱۴)مَافَتِئَ (۱۵)مَابَرِحَ (۱۶)مَادَامَ (۱۷)لَیْسَ

وَقَدْجَاءَ حَاجَتَكَ وَقَعَدَتْ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ کبھی کبھی جَاءَ اور قَعَدَ بھی فعل ناقص کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں اس وقت جَاءَ ا کَانَ کے معنیٰ میں اور قَعَدَ صَارَ کے معنیٰ میں ہوتا ہے۔ جیسے:مَاجَاءَتْ حَاجَتَكَ اور قَعَدَتْ کَاَنَّهَاحَرْبَةٌ میں جَاءَتْ ا کَانَتْ کے معنیٰ میں ہے اوراس میں ضمیر اس کا اسم ہے اور حَاجَتَكَ

اس کی خبر ہے، اوراسی طرح قَعَدَتْ صَارَتْ کے معنیٰ میں فعل ناقص ہے اس میں ضمیر اس کا اسم ہے کَاَنَّهَا حَرْبَةٌ اس کی خبر ہے۔

تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ افعال ناقصہ کا عمل بیان کرنا ہے۔

کہ افعال ناقصہ! جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں تا کہ یہ اپنے معنیٰ کا حکم اور اثر خبر کو دے دیں، یہ جملہ اسمیہ کی جزءاول کو رفع دیتے ہیں اور جزء ثانی کو نصب دیتے ہیں۔ جیسے: كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا

فَكَانَ تَكُوْنُ نَاقِصَةً الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ كَانَ کی اقسام بیان کرنی ہیں۔

کہ كَانَ کی تین قسمیں ہیں۔(۱) ناقصہ۔ (۲) تامہ۔ (۳) زائدہ۔

کان ناقصہ: وہ كَانَ ہے جو زمانہ ماضی میں اپنے اسم کے لئے خبر کے ثبوت پر دلالت کرے۔

❁ کان ناقصہ کی چار قسمیں ہیں۔

1: **دَائِمَه:** وہ كَانَ ناقصہ ہے جو یہ خبر دے کہ زمانہ ماضی میں خبر اس کے اسم کے لئے ثابت تھی جیسے كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا

2: **مُنْقَطِعَه:** وہ كَانَ ناقصہ ہے جو یہ خبر دے کہ زمانہ ماضی میں خبر اس کے اسم کے لئے ثابت تھی لیکن اب ثابت نہیں رہی۔ جیسے كَانَ زَيْدٌ شَابًّا

3: **بِمَعْنٰى صَارَ:** وہ كَانَ ناقصہ جو صَارَ کے معنیٰ میں ہو یعنی اپنے اسم کی حالت کی تبدیلی یا حقیقت کی تبدیلی کی خبر دے۔ جیسے كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ

4: کبھی كَانَ ناقصہ میں ضمیر شان مستتر ہوتی ہے جو کہ كَانَ کا اسم ہوتی ہے اور مابعد جملہ اس کی تفسیر کر رہا ہوتا ہے اور وہ اس کی خبر ہوتی ہے۔ جیسے: كَانَ زَيْدٌ جَاهِلٌ

کان تامہ: وہ كَانَ ہے جو صرف فاعل پر ہی پورا ہو جائے اسے خبر کی حاجت نہ پڑے۔ جیسے: كَانَ مَطَرٌ ۔

کان زائدہ: وہ كَانَ ہے جس کو حذف کر دینے سے معنیٰ میں کوئی فرق نہ پڑے۔ جیسے كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا

وَصَارَ لِلْاِنْتِقَالِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ صَارَ کا معنیٰ بیان کرنا ہے۔

کہ صَارَ انتقال کے لئے آتا ہے یعنی اپنے اسم کی ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف یا ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف تبدیلی کو بیان کرنے کے لئے آتا ہے۔ جیسے: صَارَ زَيْدٌ عَالِمًا

وَاَصْبَحَ وَاَمْسٰى وَاَضْحٰى الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ان الفاظ ثلاثہ کے معانی بیان کرنے ہیں۔

کہ ان تینوں لفظوں کے لئے تین تین معانی ہیں۔

1: یہ تینوں اس چیز کو بیان کرنے کے لئے آتے ہیں کہ مضمون جملہ ان کے اوقات کے ساتھ ملا ہوا ہے۔

2: بمعنیٰ صَارَ ہوتے ہیں یعنی اپنے اسم کی صفت کے لحاظ سے یا حقیقت کے لحاظ سے تبدیلی کو بیان کرنے کے لئے آتے ہیں۔

3: یہ تینوں تامہ ہوتے ہیں۔ یعنی صرف فاعل پر ہی پورے ہو جاتے ہیں انہیں خبر کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

وَظَلَّ وَبَاتَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ظَلَّ اور بَاتَ کے معانی بیان کرنے ہیں۔

1: یہ دونوں اس چیز کو بیان کرنے کے لئے آتے ہیں کہ مضمون جملہ ان کے اوقات کے ساتھ ملا ہوا ہے۔

2: بمعنیٰ صَارَ ہوتے ہیں یعنی اپنے اسم کی صفت کے لحاظ سے یا حقیقت کے لحاظ سے تبدیلی کو بیان کرنے کے لئے آتے ہیں۔

وَمَازَالَ وَمَابَرِحَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مَازَالَ، مَابَرِحَ، مَافَتِیَٔ اور مَاانْفَكَّ کے معانی بیان کرنے ہیں۔

یہ چاروں یہ بیان کرنے کے لئے آتے ہیں کہ جب سے ان کے فاعل نے خبروں کو قبول کیا ہے تب سے خبریں ان کے فاعل کے لئے بطورِ دوام ثابت ہیں، ان سے پہلے ہمیشہ حرف نفی لازماً ہوتا ہے۔

وَمَادَامَ لِتَوْقِيْتِ اَمْرٍ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مَادَامَ کا معنیٰ بیان کرنا ہے۔

کہ مَادَامَ فاعل کے لئے خبر کے ثبوت کی مدت تک کسی کام کا وقت متعین کرنے کے لئے آتا ہے، اسی لئے اس کو استعمال کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس سے پہلے کوئی مستقل کلام ہو جس کا وقت متعین کیا گیا ہو کیونکہ یہ ظرف ہوتا ہے مستقل کلام نہیں ہوتا۔

وَلَيْسَ لِنَفْيِ مَضْمُوْنِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ لَيْسَ کا معنیٰ بیان کرنا ہے۔

کہ لَيْسَ زمانہ حال میں مضمون جملہ کی نفی پر دلالت کرنے کے لئے آتا ہے اور بعض ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ یہ مطلقاً مضمون جملہ کی نفی کے لئے آتا ہے۔

وَيَجُوْزُ تَقْدِيْمُ اَخْبَارِهَا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔

کہ افعال ناقصہ کی خبروں کو ان کے اسموں پر مقدم کرنا جائز ہے۔

وَهِيَ فِيْ تَقْدِيْمِهَا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے،

کہ افعال ناقصہ پر ان کی خبروں کو مقدم کرنے کے سلسلے میں افعال ناقصہ کی تین قسمیں ہیں۔

1: کچھ افعال ناقصہ وہ ہیں کہ جن کی خبروں کو ان پر مقدم کیا جا سکتا ہے۔ وہ گیارہ افعال ہیں۔

(۱) كَانَ (۲) صَارَ (۳) اَصْبَحَ (۴) اَمْسٰى (۵) اَضْحٰى (۶) ظَلَّ

(۷)بَاتَ (۸)اَضْ (۹)عَادَ (۱۰)غَدَا (۱۱)رَاحَ

2: کچھ افعال ناقصہ وہ ہیں جن پر ان کی خبروں کو مقدم نہیں کیا جا سکتا، وہ وہ افعال ہیں جن کے شروع میں مَا آتا ہے۔
یعنی: (۱۲)مَازَالَ (۱۳)مَاانْفَكَّ (۱۴)مَافَتِئَ (۱۵)مَابَرِحَ (۱۶)مَادَامَ

خِلَافًا لِابْنِ كَيْسَانَ فِيْ غَيْرِ مَادَامَ الخ : امام ابن کیسان کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ مَادَامَ پر تو اس کی خبر کو مقدم کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کے شروع میں مَا مصدریہ ہے جو صدارتِ کلام کا مقتضی ہے جبکہ دیگر وہ افعال کہ جن کے شروع میں مَا آتا ہے ان پر ان کی خبروں کو مقدم کرنا جائز ہے۔

3: کچھ افعال ناقصہ وہ ہیں کہ جن کے بارے میں اختلاف ہے کہ ان کی خبروں کو ان پر مقدم کر سکتے ہیں یا نہیں۔
یعنی: (۱۷)لَيْسَ

﴿عبارت﴾:

اَفْعَالُ الْمُقَارَبَةِ مَاوُضِعَ لِدُنُوِّ الْخَبَرِ رَجَاءً اَوْحُصُوْلًا اَوْاَخْذًا فِيْهِ فَالْاَوَّلُ عَسٰى وَهُوَغَيْرُمُتَصَرِّفٍ تَقُوْلُ عَسٰى زَيْدٌاَنْ يَّخْرُجَ وَعَسٰى اَنْ يَّخْرُجَ زَيْدٌ وَقَدْ يُحْذَفُ اَنْ وَالثَّانِيْ كَادَ تَقُوْلُ كَادَ زَيْدٌ يَّجِيْءُ وَقَدْتَدْخُلُ اَنْ وَاِذَادَخَلَ النَّفْيُ عَلٰى كَادَ فَهُوَ كَالْاَفْعَالِ عَلَى الْاَصَحِّ وَقِيْلَ يَكُوْنُ لِلْاِثْبَاتِ وَقِيْلَ يَكُوْنُ فِي الْمَاضِيْ لِلْاِثْبَاتِ وَفِي الْمُسْتَقْبِلِ كَالْاَفْعَالِ تَمَسُّكًا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمَاكَادُوْايَفْعَلُوْنَ وَبِقَوْلِ ذِي الرُّمَّةِ شِعْرٌ اِذَاغَيَّرَالْهِجْرُالْمُحِبِّيْنَ لَمْ يَكَدْ رَسِيْسُ الْهَوٰى مِنْ حُبِّ مَيَّةَ يَبْرَحُ وَالثَّالِثُ طَفِقَ وَكَرَبَ وَجَعَلَ وَاَخَذَ وَهِيَ مِثْلُ كَادَوَاَوْشَكَ مِثْلُ عَسٰى وَكَادَ فِي الْاِسْتِعْمَالِ

﴿ترجمہ﴾: افعال مقاربہ وہ افعال ہیں جو خبر کی قربت پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیئے گئے ہوں خواہ بطورِ امید، یا بطورِ حصول، یا بطور اخبر میں فاعل کے شروع ہو جانے کے، پس پہلا فعل عَسٰی ہے یہ غیر متصرف ہے آپ کہیں گے عَسٰى زَيْدٌاَنْ يَّخْرُجَ وَعَسٰى اَنْ يَّخْرُجَ زَيْدٌ اور کبھی اَنْ کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے اور دوسرا فعل کَادَ ہے آپ کہیں گے کَادَ زَيْدٌ يَّجِيْءُ اور کبھی خبر پر اَنْ داخل ہو جاتا ہے اور اگر کاد پر حرف نفی داخل ہو تو صحیح ترین قول کے مطابق وہ دیگر افعال کی طرح ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ اثبات کے لئے ہوگا، اور بعض نے کہا کہ وہ ماضی میں اثبات کے لئے ہوگا اور مضارع میں دیگر افعال کیطرح ہوگا استدلال کرتے ہوئے اللہ تعالٰی کے فرمان وَمَاكَادُوْايَفْعَلُوْنَ پر، اور استدلال کرتے ہوئے ذُوالرُّمَّہ کے قول پر کہ جب جدائی محبت کرنے والوں کی محبت کو

متغیر کردے، تب بھی میہ کی ثابت شدہ محبت کا میرے دل سے زائل ہونا قریب نہیں، اور تیسرا طَفِقَ، کَرَبَ، جَعَلَ، اَخَذَ ہیں اور یہ کَادَ کی طرح ہیں اور اَوْشَكَ یہ عَسٰی اور کَادَ کی طرح ہوتا ہے استعمال میں۔

﴿تشریح﴾:

اَفْعَالُ الْمُقَارَبَةِ مَاالخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ افعال مقاربہ کا بیان کرنا ہے۔

افعال مقاربہ کی تعریف: افعال مقاربہ وہ افعال ہیں جو فاعل کے لئے خبر کے قرب پر دلالت کریں، خواہ بطورِ امید، یا بطورِ حصول، یا بطور اخبر میں فاعل کے شروع ہوجانے کے۔

فَالْاَوَّلُ عَسٰی وَهُوالخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ افعال مقاربہ میں سے پہلے فعل (عَسٰی) کی تفصیل بیان کرنی ہے۔

کہ عَسٰی بطورِ امید فاعل کے لئے خبر کے قرب پر دلالت کرتا ہے، یہ فعل غیر متصرف ہے (یعنی اس سے ماضی، مضارع اور امر کی گردان نہیں ہوتی) اس سے سوائے ماضی کے اور کوئی صیغہ نہیں آتا، یہ اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے۔

- اور اس کی خبر فعل مضارع اَنْ کے ساتھ ہوتی ہے۔ جیسے عَسٰی زَيْدٌاَنْ يَّخْرُجَ
- اور کبھی اَنْ کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے۔ جیسے: عَسٰی زَيْدٌيَّخْرُجُ
- اور کبھی اس کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم بھی کر دیا جاتا ہے۔ جیسے عَسٰی اَنْ يَّخْرُجَ زَيْدٌ

وَالثَّانِیْ كَادَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ افعال مقاربہ میں سے دوسرے فعل (کَادَ) کا بیان کرنا ہے۔

کہ کَادَ بطورِ حصول فاعل کے لئے خبر کے قرب پر دلالت کرتا ہے کَادَ کی خبر بغیر اَنْ مصدریہ کے ہوتی ہے کیونکہ کَادَ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خبر اسم کے لئے فی الحال ثابت ہے جبکہ اَنْ فعل مضارع کو مستقبل کے معنیٰ میں کر دیتا ہے۔ جیسے: کَادَزَيْدٌ يَّجِیْ ءُ

وَقَدْتَدْخُلُ اَنْ الخ: کبھی کبھی کَادَ کی خبر پر اَنْ مصدریہ بھی داخل ہوجاتا ہے کیونکہ کَادَ کو عَسٰی کے ساتھ مشابہت ہے چونکہ عَسٰی کی خبر پر اَنْ مصدریہ داخل ہے پس اس بناء پر کَادَ کی خبر پر بھی اَنْ مصدریہ داخل ہوجاتا ہے۔ جیسے: کَادَ زَيْدٌ اَنْ يَّقُوْمَ

وَاِذَادَخَلَ النَّفْیُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اختلافی مسئلہ کو بیان کرنا ہے۔

کہ اگر کاد پر حرفِ نفی داخل ہو تو کیا کَادَ میں نفی کے معنیٰ پیدا ہونگے یا نہیں اس امر میں اختلاف ہے۔

- صحیح ترین مذہب یہ ہے کہ دیگر افعال کی طرح حرف نفی کے داخل ہونے سے اس میں نفی کے معنیٰ پیدا ہوجائیں گے۔

✿ بعض نحوی کہتے ہیں کہ حرف نفی کے داخل ہو جانے کے باوجود بھی پہلے کی طرح مثبت ہی رہیگا۔

✿ بعض نحوی کہتے ہیں کہ کَادَ پر حرف نفی کا دخول فعل ماضی میں اثبات کا ہی معنیٰ دیگا جیسے فرمان باری تعالیٰ وَمَا کَادُوْا یَفْعَلُوْنَ میں حرف نفی کَادُوْا فعل ماضی پر داخل ہوا ہے لہٰذا یہاں فعل کی نفی مراد نہیں، بلکہ فعل کا اثبات مراد ہے، کیونکہ انہوں نے گائے کو ذبح کر دیا تھا۔ جبکہ فعل مضارع میں نفی کا معنیٰ دیگا۔ جیسے: ذولرمہ کا قول اِذَا غَیَّرَ الْھِجْرُ الْمُحِبِّیْنَ لَمْ یَکَدْ رَسِیْسُ الْھَوٰی مِنْ حُبِّ مَیَّۃَ یَبْرَحُ

(جب فراق نے محبت کرنے والوں کو بدل دیا، تب میہ کی اصل محبت قریب نہیں کہ زائل ہو جائے)۔

وَالثَّالِثُ طَفِقَ والخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ طَفِقَ، کَرَبَ، جَعَلَ اور اَخَذَ کا بیان کرنا ہے۔
کہ یہ وہ افعال ہیں جو اس بات کو بتلاتے ہیں کہ فاعل نے خبر کو شروع کر دیا ہے، ان کا استعمال کَادَ کی طرح ہے یعنی جس طرح کَادَ ایک اسم اور خبر کو چاہتا ہے اسی طرح یہ بھی ایک اسم اور خبر کو چاہتے ہیں، جس طرح کَادَ کی خبر فعل مضارع اَنْ کے بغیر کے ہوتی ہے اور کبھی اَنْ کے ساتھ بھی ہوتی ہے اسی طرح ان کی بھی خبر فعل مضارع اَنْ کے بغیر بھی ہوتی ہے اور کبھی اَنْ کے ساتھ بھی ہوتی ہے۔

اَوْشَکَ مِثْلُ عَسٰی الخ: اَوْشَکَ !افعال مقاربہ کی تیسری قسم میں سے ہے جس کا استعمال عَسٰی اور کَادَ کی طرح ہوتا ہے یعنی کبھی اس کی خبر اس کے اسم سے مؤخر ہوتی ہے اور کبھی مقدم ہوتی ہے جیسا کہ عَسٰی میں ہوتا ہے اور کبھی اس کی خبر اَنْ کے ساتھ ہوتی ہے اور کبھی اَنْ کے بغیر ہوتی ہے جیسا کہ کَادَ میں ہوتا ہے۔

﴿عبارت﴾:

فِعْلُ التَّعَجُّبِ مَاوُضِعَ لِاِنْشَاءِ التَّعَجُّبِ وَلَہٗ صِیْغَتَانِ مَااَفْعَلَہٗ وَاَفْعِلْ بِہٖ وَھُمَاغَیْرُ مُتَصَرِّفَیْنِ مِثْلُ مَااَحْسَنَ زَیْدًاوَاَحْسِنْ بِزَیْدٍوَلَایُبْنَیَانِ اِلَّامِمَّایُبْنٰی مِنْہُ اَفْعَلُ التَّفْضِیْلِ وَیُتَوَصَّلُ فِی الْمُمْتَنِعِ بِمِثْلِ مَااَشَدَّاِسْتِخْرَاجَہٗ وَاَشْدِدْ بِاِسْتِخْرَاجِہٖ وَلَایُتَصَرَّفُ فِیْھِمَابِتَقْدِیْمٍ وَتَاخِیْرٍوَلَافَصْلٍ وَاَجَازَالْمَازِنِیُّ الْفَصْلَ بِالظُّرُوْفِ وَمَااِبْتِدَاءٌ نَکِرَۃٌ عِنْدَسِیْبَوَیْہِ وَمَابَعْدَھَاالْخَبَرُوَمَوْصُوْلَۃٌ عِنْدَالْاَخْفَشِ وَالْخَبَرُمَحْذُوْفٌ وَبِہٖ فَاعِلٌ عِنْدَسِیْبَوَیْہِ فَلَاضَمِیْرَفِیْ اَفْعِلْ وَمَفْعُوْلٌ عِنْدَ الْاَخْفَشِ وَالْبَاءُ لِلتَّعْدِیَۃِ اَوْزَائِدَۃٌ فَفِیْہِ ضَمِیْرٌ

﴿ترجمہ﴾: فعل تعجب وہ فعل ہے جو تعجب ظاہر کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو، اور اس کے دو صیغے ہیں مَااَفْعَلَہٗ وَاَفْعِلْ بِہٖ اور یہ دونوں غیر متصرف ہیں، جیسے مَااَحْسَنَ زَیْدًا (زید کیا ہی اچھا ہے) اَحْسِنْ بِزَیْدٍ (زید کیا ہی

حسین ہے) اور یہ دونوں صیغے اس فعل سے بنائے جاتے ہیں جس سے اسم تفضیل بنایا جاتا ہے اور پہنچا جاتا ہے ان افعال میں کہ جن سے فعل تعجب بنانا ممتنع ہے مَا اَشَدَّ اِسْتِخْرَاجَهٗ وَاَشْدِدْ بِاِسْتِخْرَاجِهٖ کی مثالوں کے ساتھ اور ان دونوں صیغوں میں تصرف نہیں کیا جائے گا تقدیم وتاخیر کے اعتبار سے اور نہ ہی فصل کے ساتھ، امام مازنی علیہ الرحمۃ نے ظروف کے ذریعے ان میں فصل کو جائز قرار دیا ہے اور ما مبتدا نکرہ ہے امام سیبویہ کے نزدیک اور اس کا مابعد اس کی خبر ہے، اور موصولہ ہے امام اخفش کے نزدیک اور اس کی خبر محذوف ہے۔

اور بہ میں ہ ضمیر فاعل ہے امام سیبویہ کے نزدیک، پس ان کے نزدیک اَفْعِلْ میں کوئی ضمیر نہیں ہوگی، اور امام اخفش کے نزدیک یہ مفعول بہ ہے، اور باء یا تو متعدی بنانے کے لئے ہے یا زائدہ ہے پس ان کے ہاں اَفْعِلْ میں ضمیر ہوگی۔

﴿تشریح﴾:

فِعْلُ التَّعَجُّبِ مَاوُضِعَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فعل تعجب کا بیان کرنا ہے۔

فعل تعجب کی تعریف: فعل تعجب وہ فعل ہے جو تعجب کو ظاہر کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

اس کے دو صیغے ہیں مَا اَفْعَلَهٗ وَاَفْعِلْ بِهٖ

اور یہ دونوں صیغے غیر متصرف ہیں یعنی ان سے مضارع، امر، مجہول، مؤنث، تثنیہ اور جمع کے صیغے نہیں آتے۔

وَلَا يُبْنَيَانِ اِلَّا الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ فعل تعجب کے یہ دونوں ہی صیغے انہی افعال سے آتے ہیں جن افعال سے اسم تفضیل آتا ہے یعنی فعل تعجب ثلاثی مجرد کے ان مصادر سے آتا ہے جو رنگ وعیب کے معنیٰ پر مشتمل نہ ہوں اور وہ مصادر غیر ثلاثی مجرد سے بھی نہ ہوں، اگر ان افعال سے کہ جن سے فعل تعجب نہیں آتا تعجب کا معنیٰ لینا مقصود ہو تو مصدر مضاف منصوب سے پہلے مَا اَشَدَّ یا اس کے ہم معنیٰ کا اضافہ کر دیا جائے جیسے مَا اَشَدَّ اِسْتِخْرَاجَهٗ، یا پھر مصدر مضاف مجرور بحرف جر پر لفظ اَشْدِدْ کا اضافہ کر دیں۔ جیسے اَشْدِدْ بِاِسْتِخْرَاجِهٖ۔

وَلَا يُتَصَرَّفُ فِيْهِمَا الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فعل تعجب کا ایک حکم بیان کرنا ہے۔

کہ فعل تعجب کے دونوں صیغوں میں عامل اور معمول کی تقدیم وتاخیر اور عامل ومعمول کے درمیان فصل کرنا جائز نہیں۔

وَاَجَازَ الْمَازِنِيُّ الْفَصْلَ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ امام مازنی علیہ الرحمۃ کا اختلاف بیان کرنا ہے کہ امام مازنی نے فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان ظرف کے ذریعے فصل کرنے کو جائز قرار دیا ہے چنانچہ ان کے نزدیک مَا اَحْسَنَ الْيَوْمَ زَيْدًا کہنا درست ہے۔

وَمَا اِبْتِدَاءٌ نَكِرَةٌ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فعل تعجب کے صیغے پر واقع ہونے والی مَا کے متعلق اقوال مختلفہ بیان کرنے ہیں۔

1 : امام سیبویہ کے ہاں یہ مَا نکرہ موصوفہ ہے شَيْءٌ عَظِيْمٌ کے معنیٰ میں ہو کر مبتدا ہے اور مابعد اس کی خبر ہے اور مبتدا

اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہے۔

2: امام اخفش کے نزدیک مَــا موصولہ ہے اور مابعد جملہ اس کا صلہ ہے پھر موصول وصلہ مل کر مبتدا اور اس کی خبر شَــیْءٌ عَظِیْمٌ محذوف ہے۔

3: امام فرا کہتے ہیں یہ مَا استفہامیہ ہے بمعنیٰ اَیُّ شَیْءٍ مبتدا ہے اور مابعد جملہ اس کی خبر ہے۔

وبِہٖ فَـاعِـلٌ عِـنْدَسِیْبَوَیْہِ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فعل امر کے دوسرے صیغے کے آخر میں آنے والے جار مجرور کے متعلق اختلاف بیان کرنا ہے کہ امام سیبویہ کے نزدیک یہ دوسرا صیغہ اگر چہ امر کا صیغہ ہے لیکن یہ فعل ماضی کے معنیٰ میں ہے اور مابعد جار مجرور میں باء زائدہ ہے اور ضمیر مجرور اس فعل کا فاعل ہے۔ جبکہ امام اخفش کے نزدیک یہ دوسرا صیغہ (اَفْــعِــلْ بِہٖ) فعل امر ہے اور باء تعدیہ کے لئے ہے یا زائدہ ہے اور فاعل کی ضمیر اس میں پوشیدہ ہے، اور بہ کی ہ ضمیر اس فعل امر کا مفعول بہ ہے۔

﴿عبارت﴾:

اَفْـعَـالُ الْـمَـدْحِ وَالـذَّمِّ مَـاوُضِـعَ لِاِنْشَاءِ مَدْحٍ اَوْذَمٍّ فَمِنْهَانِعْمَ وَبِئْسَ وَشَرْطُهُمَااَنْ يَـكُـوْنَ الْفَاعِلُ مُعَرَّفًابِاللَّامِ اَوْمُضَافًااِلَى الْمُعَرَّفِ بِهَااَوْمُضْمَرًامُمَيَّزًابِنَكِرَةٍ مَنْصُوْبَةٍ اَوْبِـمَـامِثْـلُ فَـنِـعِمَّاهِيَ وَبَعْدَذَالِكَ الْمَخْصُوْصُ وَهُوَمُبْتَدَأٌ مَاقَبْلَهٗ خَبَرُهٗ اَوْخَبَرُمُبْتَدَأٍ مَـحْـذُوْفٍ مِثْـلُ نِـعْـمَ الـرَّجُـلُ زَيْدٌ وَشَرْطُهٗ مُطَابَقَةُالْفَاعِلِ وَبِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَـذَّبُـوْا وَشِبْـهُـهٗ مُتَـأَوَّلٌ وَقَـدْ يُـحْـذَفُ الْـمَخْصُوْصُ اِذَاعَلِمَ مِثْلُ نِعْمَ الْعَبْدُ وَفَنِعْمَ الْـمَـاهِـدُوْنَ وَسَـاءَ مِثْـلُ بِـئْـسَ وَمِنْهَاحَبَّذَا وَفَاعِلُهٗ ذَاوَلَايَتَغَيَّرُوَبَعْدَهُ الْمَخْصُوْصُ وَاِعْـرَابُـهٗ كَـاِعْـرَابِ مَـخْصُوْصِ نِعْمَ وَيَجُوْزُاَنْ يَقَعَ قَبْلَ الْمَخْصُوْصِ وَبَعْدَهٗ تَمْيِيْزٌ وَبَعْدَهٗ تَمْيِيْزٌاَوْحَالٌ عَلٰى وَفْقِ مَخْصُوْصِهٖ

﴿ترجمہ﴾: افعال مدح وذم وہ افعال ہیں جو تعریف یا برائی کو ظاہر کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں ان میں سے نِعْمَ اور بِـئْـسَ ہیں اور ان کی شرط یہ ہے کہ ان کا فاعل معرف باللام ہو، یا معرف باللام کی طرف مضاف ہو یا ایسی ضمیر ہو جس کی تمییز نکرہ منصوبہ یا مَا کے ذریعے لائی گئی ہو۔ جیسے: فَـنِـعِمَّاهِيَ اور ان کے بعد مخصوص ہوتا ہے اور وہ مبتدا ہوتا ہے اور اس کا ماقبل اس کی خبر، یا وہ مبتدا محذوف کی خبر ہوتا ہے۔ جیسے: نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ اور اس کی شرط اس کا فاعل کے مطابق ہونا ہے، اور وَبِـئْـسَ مَثَـلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا اور اس جیسے کلام تاویل شدہ ہیں، کبھی مخصوص کو حذف کر دیا جاتا جبکہ وہ قرینہ سے معلوم ہو جائے جیسے نِعْمَ الْعَبْدُ (اچھا بندہ ہے ایوب) اور فَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ (پس اچھے بچھانے

والے ہم ہیں) اور سَاءَ اِبِئْسَ کی طرح ہے اور افعال مدح میں سے حَبَّذَا ہے جس کا فاعل ذَا ہے جو تبدیل نہیں ہو تا، اور اس کے بعد مخصوص بالمدح آتا ہے اور اس کے مخصوص کا اعراب نِعْمَ کے مخصوص کے اعراب کی طرح ہے اور جائز ہے کہ مخصوص سے پہلے اور اس کے بعد تمییز یا حال کا مخصوص کے مطابق واقع ہونا۔

﴿تشریح﴾:

اَفْعَالُ الْمَدْحِ وَالذَّمِّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ افعال مدح وذم کا بیان کرنا ہے۔

افعال مدح وذم کی تعریف: افعال مدح وذم وہ افعال ہیں جو کسی کی تعریف یا برائی ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں۔ جیسے: نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ (زید اچھا مرد ہے)۔

❁ افعال مدح وذم چار ہیں۔(۱) نِعْمَ (۲) حَبَّذَا، (۳) بِئْسَ، (۴) سَاءَ جن میں پہلے دو تعریف کے لئے اور آخری دو برائی بیان کرنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

فَمِنْهَا نِعْمَ وَبِئْسَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ نِعْمَ اور بِئْسَ کے فاعل احکام بیان کرنے ہیں۔
کہ نِعْمَ اور بِئْسَ کے فاعل کی تین شرطیں ہیں۔

1: فاعل معرف باللام ہو۔ جیسے نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ، بِئْسَ الرَّجُلُ عَمْرٌو

2: فاعل معرف باللام کی طرف مضاف ہو۔ جیسے: نِعْمَ صَاحِبُ الرَّجُلِ زَيْدٌ، بِئْسَ غُلَامُ الرَّجُلِ عَمْرٌو

3: ایسی ضمیر مستتر ہو جس کی تمییز نکرہ منصوبہ لائی گئی ہو یا کلمہ مَا کیساتھ لائی گئی ہو۔
جیسے نِعْمَ رَجُلًا حَفِيْظٌ، بِئْسَ رَجُلًا رَشِيْدٌ، مَا کے ذریعے تمییز لانے کی مثال: فَنِعِمَّا هِيَ

وَبَعْدَ ذَالِكَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم کے احکام وشرائط بیان کرنے ہیں۔
افعال مدح وذم کے فاعل کے بعد مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم ہوگا اس کی ترکیب کی دو صورتیں ہیں
1: وہ مبتدائے مؤخر ہو اور اس کا ماقبل خبر مقدم ہو۔ 2: ماقبل الگ سے جملہ ہو اور وہ خبر ہو هُوَ مبتدا محذوف کی۔

✿ مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں فاعل کے مطابق ہو۔

وَشِبْهُهُ مُتَأَوَّلٌ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾:

آپ نے کہا کہ مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں فاعل کے

مطابق ہو حالانکہ فرمان باری تعالیٰ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا میں مطابقت نہیں ہے کیونکہ بِئْسَ کا فاعل مَثَلُ الْقَوْمِ مفرد ہے اور اس کا مخصوص بالذم اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا جمع ہے۔

﴿جواب﴾: اس آیت میں اور اس جیسے کلام میں مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم کو محذوف ماننے کی تاویل کی جائیگی، چنانچہ اس مقام پر مثل مخصوص محذوف ہے تقدیری عبارت یوں ہوگی بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا (بری ہے اس قوم کی مثال یعنی ان لوگوں کی مثال جنہوں نے تکذیب کی)۔ پس مخصوص بالذم فاعل کے مطابق ہوا۔

وَقَدْ يُحْذَفُ الْمَخْصُوْصُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم پر جب کوئی قرینہ پایا جائے تو اسے حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے: نِعْمَ الْعَبْدُ اَیْ اَیُّوْبُ، فَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ اَیْ نَحْنُ۔

وَسَاءَ مِثْلُ بِئْسَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ افعال ذم میں سے سَاءَ کا بیان کرنا ہے کہ سَاءَ! بِئْسَ کی طرح ہے ذم کا فائدہ دینے میں اور شرائط واحکام میں۔

وَمِنْهَا حَبَّذَا الخ: افعال مدح میں سے حَبَّذَا ہے جس کا فاعل ذَا ہوتا ہے، جس میں تثنیہ وجمع اور تذکیر وتانیث کے اعتبار سے کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، اور ذَا کے بعد مخصوص بالمدح ہوتا ہے۔

وَاِعْرَابُهُ كَاِعْرَابِ الخ: حَبَّذَا کے مخصوص بالمدح میں بھی نِعْمَ کے مخصوص بالمدح کی طرح دو ترکیبیں ہو سکتی ہیں۔

وَيَجُوْزُ اَنْ يَّقَعَ قَبْلَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔

کہ حَبَّذَا میں مخصوص بالمدح سے پہلے یا مخصوص بالمدح کے بعد ایسی تمیز یا ایسا حال لانا جائز ہے جو افراد و تثنیہ وجمع اور تذکیر وتانیث میں مخصوص بالمدح کے مطابق ہو۔ جیسے حَبَّذَا رَجُلًا زَيْدٌ

تَمَّتْ بَحْثُ الْفِعْلِ بِحَمْدِاللهِ

حرف کا بیان

﴿عبارت﴾:

اَلْحَرْفُ مَادَلَّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ غَیْرِهٖ وَمِنْ ثَمَّ احْتَاجَ فِیْ جُزْئِیَّتِهٖ اِلٰی اِسْمٍ اَوْفِعْلٍ، حُرُوْفُ الْجَرِّمَاوُضِعَ لِلْاِفْضَاءِ بِفِعْلٍ اَوْمَعْنَاهُ اِلٰی مَایَلِیْهِ وَهِیَ مِنْ وَاِلٰی وَحَتّٰی وَفِیْ وَالْبَاءُ وَاللَّامُ وَرُبَّ وَوَاوُهَاوَوَاوُالْقَسَمِ وَبَاءُهٗ وَتَاءُهٗ وَعَنْ وَعَلٰی وَالْکَافُ وَمُذْ وَمُنْذُ وَخَلَا وَعَدَا وَحَاشَا فَمِنْ لِلْاِبْتِدَاءِ وَالتَّبْیِیْنِ وَالتَّبْعِیْضِ وَزَائِدَةٌ فِی غَیْرِ الْمُوْجَبِ خِلَافًالِلْکُوْفِیِّیْنَ وَالْاَخْفَشِ وَقَدْ کَانَ مِنْ مَّطَرٍ وَشِبْهُهٗ مُتَأَوَّلٌ وَاِلٰی لِلْاِنْتِهَاءِ وَبِمَعْنٰی مَعَ قَلِیْلًا وَحَتّٰی کَذَالِكَ وَبِمَعْنٰی مَعَ کَثِیْرًاوَیَخْتَصُّ بِالظَّاهِرِ خِلَافًا لِلْمُبَرِّدِ وَفِیْ لِلظَّرْفِیَّةِ وَبِمَعْنٰی عَلٰی قَلِیْلًا وَالْبَاءُ لِلْاِلْصَاقِ وَالْاِسْتِعَانَةِ وَالْمُصَاحَبَةِ وَالْمُقَابَلَةِ وَالتَّعْدِیَةِ وَالظَّرْفِیَّةِ وَزَائِدَةً فِی الْخَبَرِفِی الْاِسْتِفْهَامِ وَالنَّفْیِ قِیَاسًاوَفِیْ غَیْرِهٖ سَمَاعًانَحْوُبِحَسْبِكَ زَیْدٌ وَاَلْقٰی بِیَدِهٖ

﴿ترجمہ﴾: حرف وہ کلمہ ہے جو غیر کی وجہ سے اپنے معنیٰ پر دلالت کرے، اسی وجہ سے وہ جزء بننے میں محتاج ہوتا ہے کسی اسم یا فعل کا، حروف جارہ وہ اسم ہیں جو وضع کئے گئے ہو فعل یا معنیٰ فعل کو پہنچانے کے لئے اس اسم تک جس سے وہ حروف متصل ہوں، اور حروف جارہ مِنْ، اِلٰی، حَتّٰی، فِیْ، اَلْبَاءُ، اَللَّامُ، رُبَّ، وَاوْ بمعنیٰ رُبَّ، وَاوِ قَسَمِ، بَاءِ قَسَم، تَاءِ قسم، عَنْ، عَلٰی، اَلْکَافُ، مُذْ، مُنْذُ، خَلَا، عَدَا اور حَاشَا ہیں (مصنف علیہ الرحمۃ نے جمہور سے اختلاف کرتے ہوئے وَاوِ رُبَّ اور بائے قسم کا اضافہ کیا)، پس مِنْ ابتدا، بیان اور تبعیض کے لئے آتا ہے، اور کلام غیر موجب میں زائدہ بھی ہوتا ہے۔

برخلاف کوفیین اور امام اخفش [1] کے، اور وَقَدْ کَانَ مِنْ مَّطَرٍ [2] جیسی امثلہ تاویل شدہ ہیں اور اِلٰی انتہائے غایت کے لئے آتا ہے اور قلت کے ساتھ مع کے معنیٰ میں آتا ہے اور حَتّٰی اِلٰی کی طرح ہے اور یہ کثرت کے ساتھ مع کے معنیٰ میں آتا ہے اور اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے برخلاف امام مبرد کے [3]، اور فِیْ ظرفیت کے لئے آتا ہے اور قلت کے ساتھ عَلٰی کے معنیٰ میں آتا ہے اور باء الصاق، استعانت، مصاحبت، مقابلہ، تعدیہ اور ظرفیت کے لئے

آتی ہےاور باء استفہام اور نفی کی خبر میں قیاساً ہے اور اس کے علاوہ میں سماعاً زائد ہوتی ہے۔ جیسے: بِحَسْبِكَ زَيْدٌ اور اَلْقٰى بِيَدِهٖ ۔

﴿تشریح﴾:

1: مصنف علیہ الرحمۃ نے ضابطہ بیان کیا کہ مِنْ صرف کلام غیر موجب میں زائد ہوتا ہے اور کلام موجب (وہ کلام جس میں نفی، نہی اور استفہام نہ ہو) میں زائد نہیں ہوتا ہے، لیکن کوفیین اور امام اخفش کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے ان کے ہاں جس طرح مِنْ زائدہ کلام غیر موجب میں آتا ہے اسی طرح کلام موجب میں اسم جنس پر بھی آتا ہے۔

2: وَقَدْ كَانَ مِنْ مَّطَرٍ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: ماقبل میں آپ نے کہا کہ مِنْ زائدہ کلام موجب میں نہیں ہوتا حالانکہ قَدْ كَانَ مِنْ مَّطَرٍ اسی طرح يَغْفِرْ لَكُمْ مِنْ ذُنُوْبِكُمْ جیسی امثلہ میں تو مِنْ زائدہ کلام موجب میں ہے۔

﴿جواب﴾: آپ کی بیان کردہ امثلہ میں تاویل کی گئی ہے کہ ان مقامات پر مِنْ زائدہ نہیں بلکہ مِنْ تبعیضیہ ہے۔

3: مصنف علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حَتّٰى صرف اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے اِلٰی کی طرح اسم ظاہر و ضمیر دونوں پر داخل نہیں ہوتا جبکہ امام مبرد کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ جس طرح اِلٰی اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر آسکتا ہے اسی طرح حَتّٰى بھی دونوں پر داخل ہوسکتا ہے۔

4: باء دو جگہوں میں قیاساً زائد ہوتا ہے۔

(۱) نفی اور مَا مشابہ بلیس کی خبر میں۔ جیسے: لَيْسَ زَيْدٌ بِقَائِمٍ، مَازَيْدٌ بِجَالِسٍ ۔

(۲) استفہام کی خبر میں بشرطیکہ استفہام هَلْ کے ساتھ ہو۔ جیسے: هَلْ زَيْدٌ بِنَائِمٍ

﴿عبارت﴾:

وَاللَّامُ لِلْاِخْتِصَاصِ وَالتَّعْلِيْلِ وَبِمَعْنٰى عَنْ مَعَ الْقَوْلِ وَزَائِدَةٌ وَبِمَعْنَى الْوَاوِ فِي الْقَسَمِ لِلتَّعَجُّبِ وَرُبَّ لِلتَّقْلِيْلِ وَلَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ مُخْتَصَّةٌ بِنَكِرَةٍ مَوْصُوْفَةٍ عَلَى الْاَصَحِّ وَفِعْلُهَا مَاضٍ مَحْذُوْفٌ وَغَالِبًا وَقَدْ تَدْخُلُ عَلٰى مُضْمَرٍ مُبْهَمٍ مُمَيَّزٍ بِنَكِرَةٍ مَنْصُوْبَةٍ وَالضَّمِيْرُ مُفْرَدٌ مُذَكَّرٌ خِلَافًا لِلْكُوْفِيِّيْنَ فِي مُطَابَقَةِ التَّمْيِيْزِ وَتَلْحَقُهَا مَا فَتَدْخُلُ عَلَى الْجُمَلِ وَوَاوُهَا تَدْخُلُ عَلٰى نَكِرَةٍ مَّوْصُوْفَةٍ وَوَاوُ الْقَسَمِ اِنَّمَا تَكُوْنُ عِنْدَ حَذْفِ الْفِعْلِ لِغَيْرِ السُّؤَالِ مُخْتَصَّةٌ بِالظَّاهِرِ وَالتَّاءُ مِثْلُهَا مُخْتَصَّةٌ بِاِسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَاءُ اَعَمُّ

مِنْهُمَا فِي الْجَمِيْعِ وَيَتَلَقَّى الْقَسَمُ بِاللَّامِ وَإِنَّ وَحَرْفِ النَّفْيِ وَقَدْ يُحْذَفُ جَوَابُهُ إِذَا اعْتَرَضَ أَوْتَقَدَّمَهُ مَايَدُلُّ عَلَيْهِ وَعَنْ لِلْمُجَاوَزَةِ وَعَلٰى لِلْاِسْتِعْلَاءِ وَقَدْيَكُوْنَانِ اِسْمَيْنِ بِدُخُوْلِ مِنْ عَلَيْهِمَاوَالْكَافُ لِلتَّشْبِيْهِ وَزَائِدَةٌ وَقَدْتَكُوْنُ اِسْمًا وَتَخْتَصُّ بِالظَّاهِرِ وَمُذْوَمُنْذُلِلزَّمَانِ لِلْاِبْتِدَاءِ فِي الْمَاضِيْ وَالظَّرْفِيَّةِ فِي الْحَاضِرِ نَحْوُمَارَأَيْتُهُ مُذْشَهْرِنَاوَمُنْذُ يَوْمِنَاوَحَاشَاوَعَدَاوَخَلَا لِلْاِسْتِثْنَاءِ

﴿ترجمہ﴾: اور لام اختصاص اور تعلیل کے لئے آتا ہے اور قول (یا اس کے مشتقات) کے ساتھ (استعمال ہونے کی صورت میں) عَـنْ کے معنیٰ میں ہوتا ہے اور زائدہ ہوتا ہے اور (کبھی لام) اظہار تعجب کے لئے ہوتا ہے اور واؤ قسمیہ کے معنیٰ میں ہوتا ہے (للهِ لَایُؤَخَّرُ الْاَجَلُ)، اور رب تقلیل کے لئے آتا ہے اور اس کے لئے صدارتِ کلام ہے، اور وہ صحیح ترین قول کے مطابق نکرہ موصوفہ کے ساتھ خاص ہے (نکرہ موصوفہ پر ہی داخل ہوتا ہے) اور اس کا (مُتَعَلَّق) فعل ! ماضی ہوتا ہے جو عموماً محذوف ہوتا ہے، اور کبھی وہ ایسی ضمیر مبہم پر بھی داخل ہوتا ہے جس کی تمیز نکرہ منصوبہ لائی گئی ہو اور وہ ضمیر مبہم ہمیشہ مفرد مذکر ہوتی ہے (جیسے رُبَّهُ رَجُلًا) برخلاف کوفیین کے (وہ کہتے ہیں کہ وہ ضمیر مبہم ! تمیز کے مطابق ہوگی افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں) اور کبھی رُبَّ کے آخر میں مَائے کافہ بھی لاحق ہو جاتا ہے پس ایسی صورت میں وہ (رُبَّمَا) جملوں پر داخل ہوتا ہے، اور واوِ رُبَّ (وہ واؤ جو رُبَّ کے معنیٰ میں ہو) ! نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتی ہے، واؤ قسم صرف فعل کو حذف کرنے کے وقت استعمال ہوتا ہے (یعنی واؤ قسم کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کا فعل محذوف ہو) اور یہ طلب میں استعمال نہیں ہوتی، واؤ قسم اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے (اسم ضمیر پر داخل نہیں ہو سکتی)۔

اور تائے قسم ! واؤ قسم کی طرح ہے مگر یہ لفظِ اللہ کے ساتھ خاص ہے (یعنی صرف لفظِ اللہ پر ہی داخل ہوتا ہے) اور بائے قسم ! تمام احکام میں ان دونوں سے عام ہے[1] اور قسم کا جواب دیا جائے گا لام، اِنَّ اور حرف نفی سے[2] اور جواب قسم کو محذوف کر دیا جاتا ہے جب وہ درمیان میں واقع ہو یا اس سے پہلے کوئی ایسی چیز ہو جو جواب قسم پر دلالت کرے[3]، اور عن مجاوزۃ (دوری بیان کرنے) کے لئے آتا ہے، اور عَلٰی استعلاء کے لئے آتا ہے اور کبھی یہ دونوں (عَنْ، عَلٰی) مِنْ کے داخل ہونے کی وجہ سے اسم ہو جاتے ہیں (حرف نہیں رہتے) اور کاف تشبیہ کے لئے آتا ہے، اور زائدہ ہوتا ہے، اور کبھی اسم ہوتا ہے (حرف جر کے داخل ہونے کی صورت میں)، یہ صرف اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہوتا ہے یعنی اسم پر ہی داخل ہوتا ہے، اور مُذْ اور مُنْذُ زمانہ ماضی میں ابتدا کے لئے ہوتے ہیں اور زمانہ حال میں ظرفیت کے لئے ہوتے ہیں جیسے مَارَأَيْتُهُ مُذْشَهْرِنَاوَمُنْذُ يَوْمِنَا (میں اسے نہیں دیکھا اس مہینے سے، اس دن سے) اور حَاشَا، عَدَا

مطابق ہو حالانکہ فرمان باری تعالیٰ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا میں مطابقت نہیں ہے کیونکہ بِئْسَ کا فاعل مَثَلُ الْقَوْمِ مفرد ہے اور اس کا مخصوص بالذم الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا جمع ہے۔

﴿جواب﴾: اس آیت میں اور اس جیسے کلام میں مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم کو محذوف ماننے کی تاویل کی جائیگی، چنانچہ اس مقام پر مثل مخصوص محذوف ہے تقدیری عبارت یوں ہوگی بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا (بری ہے اس قوم کی مثال یعنی ان لوگوں کی مثال جنہوں نے تکذیب کی)۔ پس مخصوص بالذم فاعل کے مطابق ہوا۔

وَقَدْ يُحْذَفُ الْمَخْصُوْصُ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم پر جب کوئی قرینہ پایا جائے تو اسے حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے: نِعْمَ الْعَبْدُ اَیْ اَيُّوْبُ، فَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ اَیْ نَحْنُ۔

وَسَاءَ مِثْلُ بِئْسَ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ افعال ذم میں سے سَاءَ کا بیان کرنا ہے کہ سَاءَ! بِئْسَ کی طرح ہے ذم کا فائدہ دینے میں اور شرائط واحکام میں۔

وَمِنْهَا حَبَّذَا الخ : افعال مدح میں سے حَبَّذَا ہے جس کا فاعل ذَا ہوتا ہے، جس میں تثنیہ وجمع اور تذکیر وتانیث کے اعتبار سے کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، اور ذَا کے بعد مخصوص بالمدح ہوتا ہے۔

وَاِعْرَابُهُ كَاِعْرَابِ الخ: حَبَّذَا کے مخصوص بالمدح میں بھی نِعْمَ کے مخصوص بالمدح کی طرح دو ترکیبیں ہوسکتی ہیں۔

وَيَجُوْزُ اَنْ يَّقَعَ قَبْلَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔

کہ حَبَّذَا میں مخصوص بالمدح سے پہلے یا مخصوص بالمدح کے بعد ایسی تمیز یا ایسا حال لانا جائز ہے جو افراد وتثنیہ وجمع اور تذکیر وتانیث میں مخصوص بالمدح کے مطابق ہو۔ جیسے حَبَّذَا رَجُلًا زَيْدٌ

تَمَّتْ بَحْثُ الْفِعْلِ بِحَمْدِ اللهِ

حرف کا بیان

﴿عبارت﴾:

اَلْحَرْفُ مَادَلَّ عَلٰی مَعْنیً فِیْ غَیْرِہٖ وَمِنْ ثَمَّ احْتَاجَ فِیْ جُزْئِیَّتِہٖ اِلٰی اِسْمٍ اَوْفِعْلٍ، حُرُوْفُ الْجَرِّمَاوُضِعَ لِلْاِفْضَاءِ بِفِعْلٍ اَوْمَعْنَاہُ اِلٰی مَایَلِیْہِ وَھِیَ مِنْ وَاِلٰی وَحَتّٰی وَفِیْ وَالْبَاءُ وَاللَّامُ وَرُبَّ وَوَاوُھَاوَوَاوُالْقَسَمِ وَبَاءُہٗ وَتَاءُہٗ وَعَنْ وَعَلٰی وَالْکَافُ وَمُذْ وَمُنْذُ وَخَلَا وَعَدَا وَحَاشَافَمِنْ لِلْاِبْتِدَاءِ وَالتَّبْیِیْنِ وَالتَّبْعِیْضِ وَزَائِدَۃٌ فِی غَیْرِ الْمُوْجَبِ خِلَافًالِلْکُوْفِیِّیْنَ وَالْاَخْفَشِ وَقَدْ کَانَ مِنْ مَّطَرٍ وَشِبْہُہٗ مُتَأَوَّلٌ وَاِلٰی لِلْاِنْتِھَاءِ وَبِمَعْنٰی مَعَ قَلِیْلًا وَحَتّٰی کَذَالِکَ وَبِمَعْنٰی مَعَ کَثِیْرًاوَیَخْتَصُّ بِالظَّاھِرِخِلَافًا لِلْمُبَرِّدِ وَفِیْ لِلظَّرْفِیَّۃِ وَبِمَعْنٰی عَلٰی قَلِیْلًا وَالْبَاءُ لِلْاِلْصَاقِ وَالْاِسْتِعَانَۃِ وَالْمُصَاحَبَۃِ وَالْمُقَابَلَۃِ وَالتَّعْدِیَۃِ وَالظَّرْفِیَّۃِ وَزَائِدَۃً فِی الْخَبَرِفِی الْاِسْتِفْھَامِ وَالنَّفْیِ قِیَاسًاوَفِیْ غَیْرِہٖ سَمَاعًانَحْوُبِحَسْبِکَ زَیْدٌ وَاَلْقٰی بِیَدِہٖ

﴿ترجمہ﴾: حرف وہ کلمہ ہے جو غیر کی وجہ سے اپنے معنیٰ پر دلالت کرے، اسی وجہ سے وہ جزء بننے میں محتاج ہوتا ہے کسی اسم یا فعل کا، حروفِ جارہ وہ اسم ہیں جو وضع کئے گئے ہو فعل یا معنیٰ فعل کو پہنچانے کے لئے اس اسم تک جس سے وہ حروف متصل ہوں، اور حروفِ جارہ مِنْ، اِلٰی، حَتّٰی، فِیْ، الْبَاءُ، اللَّامُ، رُبَّ، وَاوْ بمعنیٰ رُبَّ، وَاوِ قَسَمِ، بَاءِ قَسَم، تَاءِ قسم، عَنْ، عَلٰی، الْکَافُ، مُذْ، مُنْذُ، خَلَا، عَدَا اور حَاشَا ہیں (مصنف علیہ الرحمۃ نے جمہور سے اختلاف کرتے ہوئے وَاوِ رُبَّ اور بائے قسم کا اضافہ کیا)، پس مِنْ ابتدا، بیان اور تبعیض کے لئے آتا ہے، اور کلام غیر موجب میں زائدہ بھی ہوتا ہے۔

برخلاف کوفیین اور امام اخفش [1] کے، اور وَقَدْ کَانَ مِنْ مَّطَرٍ [2] جیسی امثلہ تاویل شدہ ہیں اور اِلٰی انتہائے غایت کے لئے آتا ہے اور قلت کے ساتھ مع کے معنیٰ میں آتا ہے اور حَتّٰی اِلٰی کی طرح ہے اور یہ کثرت کے ساتھ مع کے معنیٰ میں آتا ہے اور اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے برخلاف امام مبرد کے [3]، اور فِیْ ظرفیت کے لئے آتا ہے اور قلت کے ساتھ عَلٰی کے معنیٰ میں آتا ہے اور باء الصاق، استعانت، مصاحبت، مقابلہ، تعدیہ اور ظرفیت کے لئے

آتی ہے اور باء استفہام اور نفی کی خبر میں قیاساً ہے اور اس کے علاوہ میں سماعاً زائد ہوتی ہے۔ جیسے: بِــحَسْبِكَ زَيْدٌ اور اَلْقٰى بِيَدِهٖ ۔

﴿تشریح﴾:

1: مصنف علیہ الرحمۃ نے ضابطہ بیان کیا کہ مِنْ صرف کلام غیر موجب میں زائد ہوتا ہے اور کلام موجب (وہ کلام جس میں نفی، نہی اور استفہام نہ ہو) میں زائد نہیں ہوتا ہے، لیکن کوفیین اور امام اخفش کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے ان کے ہاں جس طرح مِنْ زائدہ کلام غیر موجب میں آتا ہے اسی طرح کلام موجب میں اسم جنس پر بھی آتا ہے۔

2: وَقَدْ كَانَ مِنْ مَّطَرٍ الخ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: ماقبل میں آپ نے کہا کہ مِنْ زائدہ کلام موجب میں نہیں ہوتا حالانکہ قَدْ كَانَ مِنْ مَّطَرٍ اسی طرح يَغْفِرْ لَكُمْ مِنْ ذُنُوْبِكُمْ جیسی امثلہ میں تو مِنْ زائدہ کلام موجب میں ہے۔

﴿جواب﴾: آپ کی بیان کردہ امثلہ میں تاویل کی گئی ہے کہ ان مقامات پر مِنْ زائدہ نہیں بلکہ مِنْ تبعیضیہ ہے۔

3: مصنف علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حَتّٰی صرف اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے اِلٰی کی طرح اسم ظاہر و ضمیر دونوں پر داخل نہیں ہوتا جبکہ امام مبرد کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ جس طرح اِلٰی اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر آسکتا ہے اسی طرح حَتّٰی بھی دونوں پر داخل ہوسکتا ہے۔

4: باء دو جگہوں میں قیاساً زائد ہوتا ہے۔

(۱) نفی اور مَا مشابہ بلیس کی خبر میں۔ جیسے: لَيْسَ زَيْدٌ بِقَائِمٍ، مَا زَيْدٌ بِجَالِسٍ ۔

(۲) استفہام کی خبر میں بشرطیکہ استفہام ھَلْ کے ساتھ ہو۔ جیسے: هَلْ زَيْدٌ بِنَائِمٍ

﴿عبارت﴾:

وَاللَّامُ لِلْاِخْتِصَاصِ وَالتَّعْلِيْلِ وَبِمَعْنٰى عَنْ مَعَ الْقَوْلِ وَزَائِدَةٌ وَبِمَعْنٰى الْوَاوِ فِي الْقَسَمِ لِلتَّعَجُّبِ وَرُبَّ لِلتَّقْلِيْلِ وَلَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ مُخْتَصَّةٌ بِنَكِرَةٍ مَوْصُوْفَةٍ عَلَى الْاَصَحِّ وَفِعْلُهَا مَاضٍ مَحْذُوْفٌ وَغَالِبًا وَقَدْ تَدْخُلُ عَلٰى مُضْمَرٍ مُبْهَمٍ مُمَيَّزٍ بِنَكِرَةٍ مَنْصُوْبَةٍ وَالضَّمِيْرُ مُفْرَدٌ مُذَكَّرٌ خِلَافًا لِلْكُوْفِيِّيْنَ فِيْ مُطَابَقَةِ التَّمْيِيْزِ وَتَلْحَقُهَا مَا فَتَدْخُلُ عَلَى الْجُمَلِ وَوَاوُهَا تَدْخُلُ عَلٰى نَكِرَةٍ مَّوْصُوْفَةٍ وَوَاوُ الْقَسَمِ اِنَّمَا تَكُوْنُ عِنْدَ حَذْفِ الْفِعْلِ لِغَيْرِ السُّوَالِ مُخْتَصَّةٌ بِالظَّاهِرِ وَالتَّاءُ مِثْلُهَا مُخْتَصَّةٌ بِاِسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَاءُ اَعَمُّ

مِنْهُمَا فِي الْجَمِيْعِ وَيَتَلَقَّى الْقَسَمُ بِاللَّامِ وَإِنَّ وَحَرْفِ النَّفْيِ وَقَدْ يُحْذَفُ جَوَابُهُ إِذَااعْتَرَضَ اَوْتَقَدَّمَهُ مَايَدُلُّ عَلَيْهِ وَعَنْ لِلْمُجَاوَزَةِ وَعَلٰى لِلْاِسْتِعْلَاءِ وَقَدْيَكُوْنَانِ اِسْمَيْنِ بِدُخُوْلِ مِنْ عَلَيْهِمَاوَالْكَافُ لِلتَّشْبِيْهِ وَزَائِدَةٌ وَقَدْتَكُوْنُ اِسْمًا وَتَخْتَصُّ بِالظَّاهِرِ وَمُذْوَمُنْذُلِلزَّمَانِ لِلْاِبْتِدَاءِ فِي الْمَاضِيْ وَالظَّرْفِيَّةِ فِي الْحَاضِرِ نَحْوُمَارَأَيْتُهُ مُذْشَهْرِنَاوَمُنْذُ يَوْمِنَاوَحَاشَاوَعَدَاوَخَلَا لِلْاِسْتِثْنَاءِ

﴿ترجمہ﴾: اور لام اختصاص اور تعلیل کے لئے آتا ہے اور قول (یا اس کے مشتقات) کے ساتھ (استعمال ہونے کی صورت میں) عَــنْ کے معنیٰ میں ہوتا ہے اور زائدہ ہوتا ہے اور (کبھی لام) اظہار تعجب کے لئے ہوتا ہے اور واوٗ قسمیہ کے معنیٰ میں ہوتا ہے (للہ لَایُؤَخَّرُ الْاَجَلُ)، اور رب تقلیل کے لئے آتا ہے اور اس کے لئے صدارتِ کلام ہے، اور وہ صحیح ترین قول کے مطابق نکرہ موصوفہ کے ساتھ خاص ہے (نکرہ موصوفہ پر ہی داخل ہوتا ہے) اور اس کا (مُتَعَلَّق) فعل! ماضی ہوتا ہے جو عموماً محذوف ہوتا ہے، اور کبھی وہ ایسی ضمیر مبہم پر بھی داخل ہوتا ہے جس کی تمیز نکرہ منصوبہ لائی گئی ہو اور وہ ضمیر مبہم ہمیشہ مفرد مذکر ہوتی ہے (جیسے رُبَّهُ رَجُلًا) برخلاف کوفیین کے (وہ کہتے ہیں کہ وہ ضمیر مبہم! تمیز کے مطابق ہوگی افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں) اور کبھی رُبَّ کے آخر میں مَائے کافہ بھی لاحق ہو جاتا ہے پس ایسی صورت میں وہ (رُبَّمَا) جملوں پر داخل ہوتا ہے، اور واوِ رُبَّ (وہ واوٗ جو رُبَّ کے معنیٰ میں ہو)! نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتی ہے، واوٗ قسم صرف فعل کو حذف کرنے کے وقت استعمال ہوتا ہے (یعنی واوٗ قسم کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کا فعل محذوف ہو) اور یہ طلب میں استعمال نہیں ہوتی، واوٗ قسم اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے (اسم ضمیر پر داخل نہیں ہو سکتی)۔

اور تائے قسم! واوٗ قسم کی طرح ہے مگر یہ لفظِ اللہ کے ساتھ خاص ہے (یعنی صرف لفظِ اللہ پر ہی داخل ہوتا ہے) اور بائے قسم! تمام احکام میں ان دونوں سے عام ہے[1] اور قسم کا جواب دیا جائے گا لام، اِنَّ اور حرفِ نفی سے[2] اور جوابِ قسم کو محذوف کر دیا جاتا ہے جب وہ درمیان میں واقع ہو یا اس سے پہلے کوئی ایسی چیز ہو جو جواب قسم پر دلالت کرے[3]، اور عن مجاوزۃ (دوری بیان کرنے) کے لئے آتا ہے، اور عَلٰی استعلاء کے لئے آتا ہے اور کبھی یہ دونوں (عَنْ، عَلٰی) مِنْ کے داخل ہونے کی وجہ سے اسم ہو جاتے ہیں (حرف نہیں رہتے) اور کاف تشبیہ کے لئے آتا ہے، اور زائدہ ہوتا ہے، اور کبھی اسم ہوتا ہے (حرف جر کے داخل ہونے کی صورت میں)، یہ صرف اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہوتا ہے یعنی اسم پر ہی داخل ہوتا ہے، اور مُذْ اور مُنْذُ زمانہ ماضی میں ابتداً کے لئے ہوتے ہیں اور زمانہ حال میں ظرفیت کے لئے ہوتے ہیں جیسے مَارَأَيْتُهُ مُذْشَهْرِنَاوَمُنْذُ يَوْمِنَا (میں اسے نہیں دیکھا اس مہینے سے، اس دن سے) اور حَاشَا، عَدَا

اور خلا استثناء کے لئے آتے ہیں۔

﴿تشریح﴾:

1: بائے قسم ا واوِ قسم اورتائے قسم سے عام ہے یعنی یہ فعل کی حذفیت کے ساتھ بھی استعمال ہوتی ہے اور فعل کے ذکر کے ساتھ، اسم ظاہر پر بھی داخل ہوتی ہے اور اسم ضمیر پر بھی داخل ہوتی ہے، اور نیز صرف لفظِ اللہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر طرح کہ اسم ظاہر پر داخل ہوتی ہے۔

2: ہر قَسَم کے لئے جواب قسم کا ہونا ضروری ہے اور جواب قسم جملہ ہوگا وہ یا تو مثبت ہوگا یا منفی، اگر جواب قسم جملہ اسمیہ مثبتہ ہوتو شروع میں لام ابتدا یا اِنَّ کو لانا ضروری ہے، اور اگر جواب قسم ! جملہ فعلیہ ماضیہ مثبتہ ہوتو شروع میں لَقَدْ کو لایا جائے گا اگر جملہ فعلیہ مضارعہ مثبتہ ہوتو صرف لام کو لایا جائے گا، اور اگر جواب قسم جملہ اسمیہ منفیہ ہوتو اس کے شروع میں مَـا، لَا ، یا اِنْ نافیہ میں سے کسی کو لانا ضروری ہوگا،

اور اگر جواب قسم جملہ فعلیہ منفیہ ہوتو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو فعل ماضی ہوگا یا فعل مضارع ہوگا۔ اگر فعل ماضی ہوتو شروع میں مَـا یا لَا میں سے کسی کو لانا ضروری ہوگا اور اگر فعل مضارع ہوتو تو شروع میں مَـا یا لَا یا لفظِ لَـنْ میں سے کسی کو لانا ضروری ہوگا۔

3: جواب قسم صرف دو صورتوں میں حذف کیا جاتا ہے۔ (۱) جب قسم سے پہلے کوئی ایسا جملہ ہو جو جواب قسم پر دلالت کرتا ہو۔ (۲) جب قسم ایسے جملے کے درمیان واقع جو جوابِ قسم پر دلالت کرتا ہو۔

﴿عبارت﴾:

اَلْحُرُوْفُ الْمُشَبَّهَةُ بِالْفِعْلِ وَهِيَ اِنَّ وَاَنَّ وَكَاَنَّ وَلٰكِنَّ وَلَيْتَ وَلَعَلَّ وَلَهَاصَدْرُالْكَلَامِ سِوٰى اَنَّ فَهِيَ بِعَكْسِهَا وَتَلْحَقُهَامَافَتُلْغٰى عَلَى الْاَفْصَحِ وَتَدْخُلُ حِيْنَئِذٍعَلَى الْاَفْعَالِ فَاِنَّ لَا تُغَيِّرُمَعْنَى الْجُمْلَةِ وَاَنَّ مَعَ جُمْلَتِهَافِيْ حُكْمِ الْمُفْرَدِوَمِنْ ثَمَّ وَجَبَ الْكَسْرُ فِيْ مَوْضِعِ الْجُمَلِ وَالْفَتْحُ فِيْ مَوْضِعِ الْمُفْرَدِ فَكُسِرَتْ اِبْتِدَاءً وَبَعْدَالْقَوْلِ وَالْمَوْصُوْلِ وَفُتِحَتْ فَاعِلَةً وَمَفْعُوْلَةً وَمُبْتَدَأً وَمُضَافًااِلَيْهَاوَقَالُوْالَوْلَا اَنَّكَ لِاَنَّهٗ مُبْتَدَأٌ وَلَوْاَنَّكَ لِاَنَّهٗ فَاعِلٌ وَاِنْ جَازَ التَّقْدِيْرَانِ جَازَالْاَمْرَانِ نَحْوُمَنْ يُّكْرِمُنِيْ فَاِنِّيْ اُكْرِمُهٗ ع اِذَااَنَّهٗ عَبْدُالْقَفَاوَالْهَازِمِ وَشِبْهِهٖ وَلِذَالِكَ جَازَالْعَطْفُ عَلٰى اِسْمِ الْمَكْسُوْرَةِ لَفْظًا اَوْحُكْمًابِالرَّفْعِ دُوْنَ الْمَفْتُوْحَةِ وَيُشْتَرَطُ مُضِيُّ الْخَبَرِلَفْظًا اَوْتَقْدِيْرًا خِلَافًا لِلْكُوْفِيِّيْنَ وَلَااَثَرَلِكَوْنِهٖ مَبْنِيًّاخِلَافًالِلْمُبَرَّدِ وَالْكِسَائِيِّ فِيْ مِثْلِ اَنَّكَ وَزَيْدٌذَاهِبَانِ

﴿ترجمہ﴾: حروفِ مشبہ بالفعل اِنَّ، اَنَّ، کَاَنَّ، لٰکِنَّ، لَیْتَ اور لَعَلَّ ہیں ان کے لئے صدارت کلام ہے، سوائے اَنَّ کے کہ وہ ان کے برعکس ہے (یعنی وہ ہمیشہ درمیان کلام آتا ہے) اور کبھی ان کے آخر میں مائے کافہ لاحق ہوجاتا ہے جس سے یہ مُلْغٰی عَنِ الْعَمَل ہوجاتے ہیں زیادہ فصیح قول کے مطابق (یعنی وہ ان کو عمل کرنے سے روک دیتا ہے)، اُس وقت یہ افعال پر بھی داخل ہوجاتے ہیں، پس اِنَّ جملے کے معنیٰ میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا، اور اَنَّ اپنے اسم وخبر کے ساتھ مفرد کے حکم میں ہوجاتا ہے، اسی وجہ سے جملہ کی جگہ میں اِنَّ کو لانا واجب ہوتا ہے اور مفرد کی جگہ میں اَنَّ کو لانا واجب ہوتا ہے۔

پس ابتدائے کلام میں اِنَّ ہوگا، قَالَ یَقُوْلُ (اور ان کے مشتقات کے بعد) اور اسم موصول کے بعد اِنَّ ہوگا، اور فاعل ہونے کی صورت میں، مفعول بہ ہونے کی صورت میں، مبتدأ اور مضاف الیہ ہونے کی صورت میں اَنَّ لایا جائے گا، اور اہل عرب کہتے ہیں لَوْلَا اَنَّکَ (یعنی لَوْلَا کے بعد اَنَّ ہوتا ہے) کیونکہ یہ مبتدأ ہے (اور مبتدأ ہونے کی صورت میں اَنَّ ہوتا ہے) اور لَوْ اَنَّکَ (یعنی لَوْ کے بعد بھی اَنَّ ہوتا ہے) کیونکہ یہ فاعل ہے (اور فاعل ہونے کی صورت میں بھی اَنَّ ہوتا ہے)، اور اگر کسی مقام پر دو صورتیں ہوں تو وہاں دونوں امر جائز ہونگے[1]، جیسے مَنْ یُّکْرِمْنِیْ فَاِنِّیْ اُکْرِمُہٗ اور مصرع اِذَا اَنَّہٗ عَبْدُ الْقَفَا وَ الْلَّھَازِمِ[2] (جبکہ وہ گردن اور جبڑے کا غلام ثابت ہوا) اور اس جیسے میں، اور اسی وجہ سے اِنَّ مکسورہ کے اسم پر رفع کے ساتھ عطف کرنا جائز ہے خواہ وہ لفظاً مکسورہ ہو یا حکماً نہ کہ اَنَّ مفتوحہ کے اسم پر[3]، اور شرط قرار دیا گیا ہے عطف کرنے کے لئے خبر کا لفظاً یا معنیً پہلے مذکور ہونا بخلاف کوفیین کے[4]، اِنَّ مکسورہ کے اسم کے مبنی ہونے کا کوئی اثر نہیں[5] بخلاف امام مبرد اور امام کسائی کے، اِنَّکَ وَزَیْدٌ ذَاھِبَانِ جیسی مثالوں میں۔

﴿تشریح﴾:

1: مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ایسا مقام ہو کہ جہاں اَنَّ کا مابعد جملہ بھی ہوسکتا ہو، اور مفرد بھی ہوسکتا ہو تو وہاں دونوں صورتیں جائز ہونگی یعنی جملے کا اعتبار کرتے ہوئے اِنَّ لانا اور مفرد کا اعتبار کرتے ہوئے اَنَّ لانا درست ہوگا۔

2: جیسے مَنْ یُّکْرِمْنِیْ فَاِنِّیْ اُکْرِمُہٗ اس مثال میں اِنَّ بھی پڑھا جاسکتا ہے اور اَنَّ بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

کیونکہ اگر یہ مراد ہو کہ جو میری تکریم کریگا تو میں اس کی تکریم کرونگا تو اِنَّ مکسورہ لائیں گے، کیونکہ یہ ایسی صورت میں جملہ ہوگا اور جملے کے لئے اِنَّ مکسورہ آیا کرتا ہے، اور اگر یہ مراد ہو کہ جو شخص میری تکریم کریگا تو اس کے بدلے میں، میں بھی اس کی تکریم کرونگا تو ایسی صورت میں اَنَّ مفتوحہ لایا جائے گا کیونکہ ایسی صورت میں یہ مقام مفرد ہوگا کیونکہ یہ (اَنِّیْ اُکْرِمُہٗ) یا تو فَجَزَاءُ ہٗ مبتدأ محذوف کی خبر ہوگا یا یہ مبتدا ہوگا اور اس کی خبر جَزَاءُ ہٗ محذوف ہوگی، اور مبتدا اور خبر دونوں مفرد ہوتے ہیں۔

اِذَا اَنَّہٗ عَبْدُ الْقَفَا وَ الْلَّھَازِمِ: اس مثال میں بھی موجود اِذَا مفاجاتیہ کے بعد اِنَّ کو اِنَّ مکسورہ بھی پڑھ سکتے ہیں اور اَنَّ

مفتوحہ بھی پڑھ سکتے ہیں، اگر اس کے مابعد کو اسم وخبر قرار دیکر جملہ مانیں تو اِنَّ مکسورہ ہوگا اور اگر اسے اسم وخبر کے ساتھ مبتدأ اور اس کی خبر ثَابِتٌ محذوف مانیں تو اَنَّ مفتوحہ پڑھیں گے۔

3: اس مقام پر ایک ضابطہ بیان کیا جارہا ہے جس کی تمہید یہ ہے کہ اِنَّ مکسورہ جملے کے معنیٰ میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا، اس لئے اس کا اسم جس طرح اس کے داخل ہونے سے پہلے مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع تھا اسی طرح اس کے داخل ہونے کے بعد بھی محلاً مرفوع ہوگا لہٰذا اِنَّ کو معدوم خیال کر کے اس کے اسم کے محل پر کسی دوسرے اسم کا عطف کر کے معطوف کو مرفوع پڑھنا جائز ہے خواہ وہاں اِنَّ لفظاً مکسور ہو یا حکماً مکسور ہو، اِنَّ کے لفظاً مکسور ہونے کی مثال :اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ وَعَمْرٌو ۔

اِنَّ کے حکماً مکسور ہونے کی مثال :عَلِمْتُ اَنَّ زَیْدًا مُقِیْمٌ وَزَاهِدٌ اس مثال میں اگرچہ اَنَّ لفظاً مفتوح ہے لیکن حکماً مکسور ہے، کیونکہ عَلِمْتُ افعال قلوب میں سے ہے اور افعال قلوب جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں تو گویا اَنَّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملے کے حکم میں ہوا اور جملے کے مواقع میں اِنَّ مکسورہ آتا ہے نا کہ اَنَّ مفتوحہ۔

۞ بخلاف اَنَّ مفتوحہ کے کہ اس کے محل اسم پر رفع کے ساتھ عطف کرنا جائز نہیں ہوگا کیونکہ اَنَّ مفتوحہ جملے کے معنیٰ کو متغیر کر دیتا ہے، لہٰذا اصلاً مفتوح کو معدوم خیال کر کے اس کے محل اسم پر عطف جائز نہیں ہوگا۔

4: مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اِنَّ مکسورہ کے محل اسم پر عطف اس وقت جائز ہوگا جب معطوف سے پہلے اِنَّ کی خبر لفظاً یا تقدیراً پہلے مذکور ہو لفظاً جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ وَخَالِدٌ ۔تقدیراً جیسے اِنَّ زَیْدًا وَخَالِدٌ قَائِمٌ جو کہ اصل میں یوں ہے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ وَخَالِدٌ قَائِمٌ

مصنف علیہ الرحمۃ کے اس موقف سے کوفی مختلف ہیں، کوفی کہتے ہیں کہ اِنَّ مکسورہ کے اسم پر عطف کرنا ہر حال میں درست ہے خواہ خبر پہلے مذکور ہو یا نہ ہو۔

5: جمہور کے نزدیک مذکورہ عطف کے جواز کے لئے معطوف سے پہلے خبر کا ہونا ضروری ہے خواہ اِنَّ کا اسم معرب ہو یا مبنی ہو عطف کرنا جائز ہوگا یعنی اِنَّ کے اسم کا مبنی ہونا ضروری نہیں، جبکہ امام کسائی اور امام مبرد کہتے ہیں کہ جب اِنَّ کا اسم مبنی ہوگا تو اس کے محل پر عطف کرنا جائز ہوگا خواہ خبر معطوف سے پہلے ہو یا نہ ہو، لہٰذا اِنَّكَ وَزَیْدٌ ذَاهِبَانِ جیسی مثالیں ان کے ہاں درست ہیں لیکن جمہور کے نزدیک ناجائز ہیں۔

﴿عبارت﴾:

وَلٰكِنَّ كَذٰلِكَ وَلِذٰلِكَ دَخَلَتِ اللَّامُ مَعَ الْمَكْسُوْرَةِ دُوْنَهَا عَلَى الْخَبَرِ اَوِ الْاِسْمِ اِذَا فُصِّلَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اَوْ عَلٰى مَا بَيْنَهُمَا وَفِيْ لٰكِنَّ ضَعِيْفٌ وَتُخَفَّفُ الْمَكْسُوْرَةُ فَيَلْزَمُهَا اللَّامُ وَيَجُوْزُ اِلْغَاءُ هَا وَيَجُوْزُ دُخُوْلُهَا عَلٰى فِعْلٍ مِّنْ اَفْعَالِ الْمُبْتَدَأِ خِلَافًا لِلْكُوْفِيِّيْنَ فِي التَّعْمِيْمِ وَتُخَفَّفُ الْمَفْتُوْحَةُ فَتُعْمَلُ فِيْ ضَمِيْرِ شَانٍ مُّقَدَّرٍ فَتَدْخُلُ عَلَى الْجُمَلِ

مُطْلَقًا وَشَذَّ اِعْمَالُهَا فِیْ غَیْرِہٖ وَیَلْزَمُهَا مَعَ الْفِعْلِ السِّیْنُ اَوْسَوْفَ اَوْقَدْ اَوْحَرْفُ النَّفْیِ وَکَاَنَّ لِلتَّشْبِیْهِ وَتُخَفَّفُ فَتُلْغٰی عَلَی الْاَفْصَحِ وَلٰکِنَّ لِلْاِسْتِدْرَاكِ تَتَوَسَّطُ بَیْنَ الْکَلَامَیْنِ مُتَغَایِرَتَیْنِ مَعْنًی وَتُخَفَّفُ فَتُلْغٰی وَیَجُوْزُ مَعَهَا الْوَاوُ وَلَیْتَ لِلتَّمَنِّیْ وَاَجَازَ الْفَرَّاءُ لَیْتَ زَیْدًا قَائِمًا وَلَعَلَّ لِلتَّرَجِّیْ وَشَذَّ الْجَرُّ بِهَا

﴿ترجمہ﴾: اور لٰکِنَّ اِنَّ مکسورہ کی طرح ہے[1]، اسی وجہ سے لام تاکید اِنَّ مکسورہ کے ساتھ داخل ہوتا ہے اَنَّ مفتوحہ کیساتھ داخل نہیں ہوتا[2]، جب اسم اور ان مکسورہ کے درمیان یا اسم وخبر دونوں کے درمیان کسی چیز کا فصل ہو، اور لام تاکید کو داخل کرنا لٰکِنَّ میں ضعیف ہے[3] اور اِنَّ مکسورہ مخففہ ہو جاتا ہے تو اس صورت میں اس کو لام تاکید لازم ہو جاتا ہے اور اس کے عمل کو باطل کرنا جائز ہے اور اِنَّ مکسورہ کو مبتدا کے افعال میں سے کسی فعل پر داخل کرنا جائز ہے[4] البتہ کوفیوں کا تعمیم میں اختلاف ہے، اور اَنَّ مفتوحہ بھی مخففہ ہو جاتا ہے پس وہ ضمیر شان مقدر میں عمل کرتا ہے چنانچہ وہ مطلق جملوں پر داخل ہوتا ہے، اسے ضمیر شان مقدر کے علاوہ میں عمل دلانا شاذ ہے اور لازم ہوتی ہے اَنَّ مفتوحہ مخففہ کو فعل کے ساتھ سین یا سوف یا قد یا حرفِ نفی۔

اور کَاَنَّ تشبیہ کے لئے ہے اور کبھی اسے مخففہ بھی بنایا جاتا ہے تو اس صورت میں وہ مُلْغٰی (یعنی لفظاً اس کا عمل باطل) ہو جاتا ہے فصیح ترین استعمال کے اعتبار سے، اور لٰکِنَّ استدراک کے لئے آتا ہے اور وہ ایسے دو کلاموں کے وسط میں آتا ہے جو مفہوم کے اعتبار سے مختلف ہوں اور لٰکِنَّ مخففہ بھی ہو جاتا ہے اور پس وہ ملغیٰ ہو جاتا ہے (یعنی لفظاً کوئی عمل نہیں کرتا) اور اس کے ساتھ واؤ کو لانا جائز ہے اور لَیْتَ تمنی کے لئے آتا ہے اور امام فرا نے لَیْتَ زَیْدًا قَائِمًا کو جائز قرار دیا ہے (امام فرا لَیْتَ کے بعد دونوں اسموں مفعولیت کی بناء پر نصب دینے کو جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں لَیْتَ تمنی کے لئے آنے کی وجہ سے اَتَمَنّٰی کے معنیٰ میں ہے) اور لَعَلَّ ترجی کے لئے ہے اور اس کے ذریعے جر دینا شاذ ہے (لَعَلَّ کے ذریعے اس کے مدخول کو جر دینا یہ قبیلہ عقیل کی لغت ہے ان کے نزدیک لَعَلَّ اُرُبَّ کی طرح ہے۔ جیسے: لَعَلَّ زَیْدٍ قَائِمٌ، پس لَعَلَّ کا مدخول لفظاً مجرور اور محلاً مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا)۔

﴿تشریح﴾:

1: جیسے اِنَّ مکسورہ جملے کے معنیٰ میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتا اور اس کے اسم کے محل پر خبر کے لفظاً یا تقدیراً گزر جانے کے بعد عطف بالرفع درست ہے اسی طرح لٰکِنَّ بھی جملے کے معنیٰ میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتا اور اس کے اسم کے محل پر عطف بالرفع لفظاً یا تقدیراً اس کی خبر کے گزر جانے کے بعد درست ہے۔ جیسے: مَاخَرَجَ زَیْدٌ لٰکِنَّ خَالِدًا خَارِجٌ وَعَمْرٌو

2: یہاں سے ایک ضابطہ بیان کررہے ہیں کہ چونکہ اِنَّ مکسورہ جملے کے معنیٰ میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتا، جبکہ اَنَّ مفتوحہ جملے کے معنیٰ کو بدل دیتا ہے اس لئے اِنَّ مکسورہ کے اسم یا خبر یا اس کلمہ پر جو اسم اور خبر کے درمیان واقع ہو لام تاکید کو داخل کرنا جائز ہے کیونکہ لام تاکید جملے کی تاکید کے لئے آتا ہے اور اِنَّ مکسورہ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ ہی ہوتا ہے مفرد نہیں ہوتا مگر اسم پر لام تاکید داخل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسم اور اِنَّ مکسورہ کے درمیان کسی مثلاً ظرف کا فصل ہوتا کہ دو! ادات تاکید کا تسلسل لازم نہ آئے۔

جیسے: اِنَّ فِی الْمَدْرَسَةِ لَزَیْدًا، اِنَّ زَیْدًا لَقَائِمٌ اِنَّ خَالِدًا لَطَعَامَكَ اٰكِلٌ،

3: لٰکِنَّ کے اسم، خبر یا اس کلمہ پر جو اسم وخبر کے درمیان واقع ہو لام تاکید کو داخل کرنا ضعیف ہے کیونکہ اگر چہ وہ اِنَّ مکسورہ کی طرح جملے کے معنیٰ میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا لیکن معنیٰ میں لام تاکید کے مماثل نہیں کیونکہ وہ استدراک کے لئے آتا ہے۔

4: اِنْ مُخَفَّفَه مِنَ الْمُثَقَّلَه کو ان افعال پر داخل کرنا جائز ہے جو مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں جیسے افعال ناقصہ، افعال قلوب اور افعال مقاربہ جبکہ کوفیین کہتے ہیں کہ اِنْ مُخَفَّفَه مِنَ الْمُثَقَّلَه کو ہر طرح کے فعل پر داخل کیا جا سکتا ہے۔

﴿عبارت﴾:

اَلْحُرُوْفُ الْعَاطِفَةُ هِیَ الْوَاوُ وَالْفَاءُ وَثُمَّ وَحَتّٰی وَاَوْ وَاِمَّا وَاَمْ وَلَا وَبَلْ وَلٰكِنْ فَالْاَرْبَعَةُ الْاُوَلُ لِلْجَمْعِ فَالْوَاوُ لِلْجَمْعِ مُطْلَقًا لَاتَرْتِیْبَ فِیْهَا وَالْفَاءُ لِلتَّرْتِیْبِ وَ ثُمَّ مِثْلُهَا بِمُهْلَةٍ وَحَتّٰی مِثْلُهَا وَمَعْطُوْفُهَا جُزْءٌ مِنْ مَتْبُوْعِهٖ لِیُفِیْدَ قُوَّةً اَوْ ضُعْفًا وَاَوْ وَاِمَّا وَاَمْ لِاَحَدِ الْاَمْرَیْنِ مُبْهَمًا وَاَمِ الْمُتَّصِلَةُ لَازِمَةٌ لِهَمْزَةِ الْاِسْتِفْهَامِ یَلِیْهَا اَحَدُ الْمُسْتَوِیَیْنِ وَالْاٰخَرُ الْهَمْزَةَ بَعْدَ ثُبُوْتِ اَحَدِهِمَا لِطَلَبِ التَّعْیِیْنِ وَمِنْ ثَمَّ لَمْ یَجُزْ اَرَئَیْتَ زَیْدًا اَمْ عَمْرًا وَمِنْ ثَمَّ كَانَ جَوَابُهَا بِالتَّعْیِیْنِ دُوْنَ نَعَمْ اَوْ لَا وَالْمُنْقَطِعَةُ كَبَلْ وَالْهَمْزَةِ مِثْلُ اِنَّهَا لَاِبِلٌ اَمْ شَاةٌ وَاِمَّا قَبْلَ الْمَعْطُوْفِ عَلَیْهِ لَازِمَةٌ مَعَ اِمَّا جَائِزَةٌ مَعَ اَوْ وَلَا وَبَلْ وَلٰكِنْ لِاَحَدِهِمَا مُعَیَّنًا وَلٰكِنْ لَازِمَةٌ لِلنَّفْیِ

﴿ترجمہ﴾: حروف عاطفہ اور وہ وَاوْ، فَاء، ثُمَّ، حَتّٰی، اَوْ، اِمَّا، اَمْ، لَا، بَلْ، لٰكِنْ ہیں پس پہلے چار (واؤ، فا، ثم، حتی) جمع کے لئے آتے ہیں، پس واؤ مطلق جمع کے لئے آتی ہے، اس میں کوئی ترتیب نہیں ہوتی اور فاء ترتیب کے لئے آتی ہے اور ثُمَّ فاء کی طرح (ترتیب کے لئے) ہے تراخی کے ساتھ اور حَتّٰی اُثُمَّ کی طرح (ہے ترتیب اور تراخی کے

لئے ،لیکن حَتّٰی میں تراخی کم اور ثُمَّ میں زیادہ ہوتی) ہے اور (دوسرا فرق یہ ہے کہ) اس (حَتّٰی) کا معطوف اپنے متبوع یعنی معطوف علیہ کا جزء ہوتا ہے تاکہ قوت یا ضعف کا فائدہ دے (یعنی یہ عطف بتلاتا ہے کہ معطوف! معطوف علیہ سے قوی یا ضعیف ہے)۔

اور اَوْ، اِمَّا اور اَمْ دو مبہم چیزوں میں سے ایک کے لئے آتا ہے[1]، اور اَمْ متصلہ[2] ہمزہ استفہام کو مستلزم ہے جبکہ دو متساوی چیزوں میں سے ایک اس سے متصل ہو اور دوسری ہمزہ استفہام سے متصل ہو۔ ان دونوں میں سے ایک کے ثابت ہونے کے بعد تعیین کو طلب کرنے کے لئے اور اسی وجہ سے اَرَءَ یْتَ زَیْدًا اَمْ عَمْرًو جائز نہیں[3]، اور اسی وجہ سے اس کا جواب تعیین کے ذریعے ہوتا ہے نہ کہ نَعَمْ کے ساتھ یا لَا کے ساتھ[4]، اور ام منقطعہ بل اور ہمزہ استفہام کی طرح ہے (یعنی پہلے کلام سے اعراض اور دوسرے کلام میں شک پیدا کرنے کے لئے ہوتا ہے) جیسے اِنَّھَا لَاِبِلٌ اَمْ شَاۃٌ اور معطوف علیہ سے پہلے اِمَّا لانا واجب ہے دوسرے (معطوف کے) اِمَّا کے ساتھ اور اِمَّا لانا جائز ہے اَوْ[5] کے ساتھ، لَا، بَلْ، اور لٰکِنْ دو امروں میں سے ایک معین امر کے لئے آتے ہے اور لٰکِنْ کو نفی مستلزم ہے یعنی یہ ضروری ہے کہ اس سے پہلے نفی ہو یا اس کے بعد نفی ہو۔

﴿تشریح﴾:

1: یعنی یہ تینوں یہ بتلانے کے لئے آتے ہیں کہ معطوف اور معطوف علیہ میں غیر متعین طور پر کسی ایک کے لئے حکم ثابت ہے۔

جیسے مَرَرْتُ بِحِمَارٍ اَوْ بَقَرٍ۔

2: اَمْ مُتَّصِلَہ: وہ اَمْ ہے جس کے ذریعے معطوف علیہ اور معطوف میں سے کسی ایک کی تعیین کے متعلق سوال کیا جائے، اس کے استعمال کی تین شرطیں ہیں۔

(۱) اس سے پہلے ہمزہ استفہام ہو۔ جیسے: اَحِمَارٌ عِنْدَكَ اَمْ بَقَرٌ؟

(۲) جن دو چیزوں میں سے کسی ایک کی تعیین مقصود ہے ان میں سے ایک ہمزہ کے ساتھ اور دوسری اَمْ کے ساتھ متصل ہو۔

(۳) جن دو چیزوں میں سے کسی ایک کی تعیین مقصود ہے ان میں سے ایک متکلم کے نزدیک واقع میں ثابت ہو۔

3: کیونکہ یہاں دوسری شرط (جن دو چیزوں میں سے کسی ایک کی تعیین مقصود ہے ان میں سے ایک ہمزہ کے ساتھ اور دوسری اَمْ کے ساتھ متصل ہو) نہیں پائی جارہی۔

4: چونکہ اَمْ کے ذریعے متکلم کے نزدیک واقع میں ثابت شدہ دو چیزوں میں سے کسی ایک کی تعیین مقصود ہوتی ہے۔ جیسے:

اَرَجُلٌ فِی الدَّارِ اَمْ اِمْرَأَۃٌ تواس کے جواب میں رَجُلٌ یااِمْرَاۃٌ کہاجائے گا،نَعَمْ یا لَا سے جواب نہیں دیا جائے گا۔

5: یعنی اگر اَوْ کے ذریعے کسی چیز کا کسی چیز پر عطف کرنا ہوتو وہاں معطوف علیہ سے پہلے اِمَّــــا کالانا جائز ہے ضروری نہیں۔

﴿عبارت﴾:

حُرُوْفُ التَّنْبِيْـهِ اَلَاوَاَمَـاوَهَـا حُـرُوْفُ النِّدَاءِ يَااَعَمُّهَاوَيَاوَهَيَالِلْبَعِيْدِ وَاَىْ وَالْهَمْزَةُ لِـلْـقَـرِيْـبِ حُـرُوْفُ الْاِيْـجَـابِ نَـعَـمْ وَبَـلٰـى وَاِىْ وَاَجَـلْ وَجَيْـرِوَاِنَّ فَنَعَمْ مُقَرِّرَةٌ لِـمَاسَبَقَهَاوَبَلٰى مُخْتَصَّةٌ بِاِيْجَابِ النَّفْيِ وَاِىْ لِلْاِ ثْبَاتِ بَعْدَ الْاِسْتِفْهَامِ وَيَلْزَمُهَاالْقَسَمُ وَاَجَـلْ وَجَيْرِ وَاِنَّ تَصْدِيْقٌ لِلْمُخْبِرِ حُرُوْفُ الزِّيَادَةِ اِنْ وَاَنْ وَمَاوَلَا وَمِنْ وَالْبَاءُ وَاللَّامُ فَاِنْ مَعَ مَا النَّافِيَةِ وَقَلَّتْ مَعَ مَاالْمَصْدَرِيَّةِ وَلَمَّاوَاَنْ مَعَ لَمَّاوَبَيْنَ لَوْوَالْقَسَمِ وَقَلَّتْ مَعَ الْـكَـافِ وَمَـامَـعَ اِذَاوَمَتٰـى وَاَىٌّ وَاَيْـنَ وَاِنْ شَـرْطًـاوَبَـعْضِ حُرُوْفِ الْجَرِّوَقَلَّتْ مَعَ الْـمُـضَـافِ وَلَامَـعَ الْـوَاوِبَـعْـدَالنَّفْيِ وَاَنِ الْمَصْدِرِيَّةِ وَقَلَّتْ قَبْلَ اُقْسِمُ وَشَذَّتْ مَعَ الْمُضَافِ وَمِنْ وَالْبَاءُ وَاللَّامُ تَقَدَّمَ ذِكْرُهَا

﴿ترجمہ﴾: حروفِ تنبیہ! اَلَا ،اَمَااور هَاء ہیں،اورحروفِ ندا میں سے یَاء ان میں سے عام ہےاَیَااور هَیَابعید کے لئے ہیں،اوراِیْ اور هَـمْـزَہ قریب کے لئے ہیں،اورحروفِ ایجاب نَـعَـمْ،بَـلٰـی،اِیْ،اَجَلْ،جَیْـرِ،اِنَّ ہیں پس نَـعَمْ اپنے کلام سابق کوثابت کرنے کے لئے ہوتاہےاوربَـلٰـی نفی کوثابت کرنے کےساتھ خاص ہے،اِیْ! استفہام کے بعداثبات کے لئے ہےاوراس کوقسم لازم ہوتی ہےاوراَجَـلْ،جَیْـرِاوراِنَّ خبر دینے والے کی تصدیق کرنے کے لئے آتے ہیں۔

اورحروفِ زیادت اِنْ،اَنْ،مَـا،لَا ،مِـنْ،اَلْبَـاءُ اور لَام ہیں،اِنْ اکثر وبیشتر مَـانافیہ کےساتھ زائد ہوتاہے،اورمَـا مصدریہ اور لَـمَّـا کےساتھ زائد ہوکرکم استعمال ہوتا ہے،اَنْ !لَـمَّـا کے ساتھ اور لَوْاورقسم کےدرمیان اکثر زائد ہوتا ہے ا اوروہ(اَنْ) کاف حرف جر کے بعد بھی زائد ہوتاہے،اورکلمہ مَـا اِذَا،مَتٰـی،اَیٌّ،اَیْنَ اوراِنْ کےساتھ زائد ہوتاہے جبکہ یہ کلمات شرط کے لئے ہوں اور مَا بعض حروف جارہ کیساتھ بھی زائد ہوتاہےاور مَاکی زیادتی مضاف کے ساتھ کم ہوتی ہے،اورکلمہ لَا اس واؤ کےساتھ زائد ہوتا ہے جونفی کے بعد ہو(جیسے مَـا جَاءَنِیْ زَیْدٌ وَلَاعَمْرٌو)اور اَنْ مصدریہ کے بعد بھی زائد ہوتا ہے۲اور کبھی کبھی قسم سے پہلے بھی زائد ہوتا ہے ۳اور لَا کی زیادتی مضاف کے ساتھ شاذ ہےاور مِنْ،بَا،اورلَام زائد ہوتے ہیں ان کاذکر پہلے ہو چکا ہے۔

﴿تشریح﴾:

1: جیسے: فَلَمَّااَنْ جَاءَ الْبَشِيْرُ، وَاللهِ اَنْ لَوْصُمْتَ صُمْتُ

2: جیسے: مَامَنَعَكَ اَنْ لَا تَسْجُدَ

3: جیسے فَلَاوَرَبِّكَ

﴿عبارت﴾:

حَرْفَا التَّفْسِيْرِ اَىْ وَاَنْ فَاَنْ مُخْتَصَّةٌ بِمَافِيْ مَعْنَى الْقَوْلِ، حُرُوْفُ الْمَصْدَرِ مَاوَاَنْ وَاَنَّ فَالْاَوَّلَانِ لِلْفِعْلِيَّةِ وَاَنَّ لِلْاِسْمِيَّةِ، حُرُوْفُ التَّحْضِيْضِ هَلَّا وَاَلَّا وَلَوْلَا وَلَوْمَا لَهَاصَدْرُ الْكَلَامِ وَيَلْزَمُهَا الْفِعْلُ لَفْظًا اَوْتَقْدِيْرًا، حَرْفُ التَّوَقُّعِ قَدْ وَهِيَ فِي الْمَاضِيْ لِلتَّقْرِيْبِ وَفِي الْمُضَارِعِ لِلتَّقْلِيْلِ، حَرْفَ الْاِسْتِفْهَامِ اَلْهَمْزَةُ وَهَلْ لَهُمَا صَدْرُ الْكَلَامِ تَقُوْلُ اَزَيْدٌ قَائِمٌ؟ وَاَقَامَ زَيْدٌ؟ وَكَذٰلِكَ هَلْ وَالْهَمْزَةُ اَعَمُّ تَصَرُّفًا تَقُوْلُ اَزَيْدًا ضَرَبْتَ؟ وَاَتَضْرِبُ زَيْدًا وَهُوَاَخُوْكَ وَاَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو اَثُمَّ اِذَامَاوَقَعَ وَاَفَمَنْ كَانَ وَاَوَمَنْ كَانَ

﴿ترجمہ﴾: حرف تفسیر۱ دو ہیں اَیْ، اور اَنْ، اَنْ خاص ہے اس فعل کے ساتھ جو قول کے معنیٰ میں ہیں۲، حروف مصدر۳ مَا، اَنْ اور اَنَّ ہیں پس پہلے دو جملہ فعلیہ کو مصدر کے معنیٰ میں کرتے ہیں اور اَنَّ جملہ اسمیہ کو مصدر کے معنیٰ میں کر دیتا ہے حروفِ تحضیض۴! هَلَّا، اَلَّا، لَوْلَا اور لَوْمَا ہیں، جو صدارت کلام کے مقتضی ہیں اور ان کو فعل لازم ہوتا ہے خواہ لفظاً ہو یا تقدیراً یعنی یہ فعل پر ہی داخل ہوتے ہیں اسم پر نہیں، حرف توقع۵ قَدْ ہے جو ماضی میں تقریب (ماضی کو حال کے قریب کرنے) کے لئے آتا ہے اور مضارع میں تقلیل کے لئے آتا ہے، حرف استفہام هَمْزَہ اور هَلْ ہیں ان دونوں کے لئے صدارتِ کلام ہوتی ہے آپ کہیں گے اَزَيْدٌ قَائِمٌ اور اَقَامَ زَيْدٌ اور اسی طرح هَلْ ہے اور ہمزہ عام ہے تصرف اور استعمال کے لحاظ سے۶ جیسے آپ کہیں اَزَيْدًا ضَرَبْتَ اور اَتَضْرِبُ زَيْدًا وَهُوَاَخُوْكَ اور اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو، اَثُمَّ اِذَامَاوَقَعَ اور اَفَمَنْ كَانَ اور اَوَمَنْ كَانَ

﴿تشریح﴾:

1: حروفِ تفسیر وہ حروفِ غیر عاملہ ہیں جو اپنے ماقبل کا خفاء دور کریں۔

2: یعنی اَنْ صرف ایسے فعل کے مفعول بہ کی تفسیر کرنے کے لئے آتا ہے جو قول کے معنیٰ میں ہو۔ جیسے: نَادَيْنَاهُ اَنْ يَا

اِبْرَاهِيْمُ

3: حروفِ مصدریہ وہ حروف ہیں جو جملے کو مصدر کے معنیٰ میں کر دیتے ہیں۔

4: حروفِ تحضیض وہ حروف ہیں جو مخاطب کو کسی کام پر ابھارنے کے لئے وضع کیئے گئے ہوں۔

5: حرفِ توقع وہ حرف ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو خبر دی جارہی ہے مخاطب کو اسی کا ہی انتظار تھا۔

6: یہاں سے مصنف علیہ الرحمۃ ہمزہ اور ھل میں فرق کررہے ہیں کہ ہمزہ عام ہے۔

جیسے اَزَیْدًا ضَرَبْتَ؟ کہنا درست ہے لیکن ھَلْ زَیْدًا ضَرَبْتَ؟ کہنا درست نہیں، کیونکہ ھَلْ فعلِ لفظی پر داخل ہوتا ہے فعل مقدر پر داخل نہیں ہوتا، اسی طرح اَتَضْرِبُ زَیْدًا وَھُوَ اَخُوْكَ کہنا درست ہے لیکن ھَلْ تَضْرِبُ زَیْدًا وَھُوَ اَخُوْكَ کہنا درست نہیں کیونکہ یہ کلام استفہامِ انکاری کے معنیٰ پر مشتمل ہے اور استفہامِ انکاری کے لئے ہمزہ ہوتا ہے ھَلْ نہیں ہوتا، اسی طرح ہمزہ استفہام! واو، فا اور ثم حروفِ عاطفہ پر داخل ہوسکتا ہے۔ جیسے: اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اور اَفَمَنْ کَانَ اور اَوَمَنْ کَانَ لیکن ان حروفِ عاطفہ پر ھَلْ استفہامیہ داخل نہیں ہوسکتا۔

﴿عبارت﴾:

حُرُوْفُ الشَّرْطِ اِنْ وَلَوْ وَاَمَّا لَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ فَاِنْ لِلْاِسْتِقْبَالِ وَاِنْ دَخَلَتْ عَلٰى الْمَاضِيْ وَلَوْ عَكْسُهٗ وَتَلْزَمَانِ الْفِعْلَ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا وَمِنْ ثَمَّ قِيْلَ لَوْ اَنَّكَ بِالْفَتْحِ لِاَنَّهٗ فَاعِلٌ وَانْطَلَقْتَ بِالْفِعْلِ مَوْضِعَ مُنْطَلِقٍ لِيَكُوْنَ كَالْعِوَضِ فَاِنْ كَانَ جَامِدًا اَجَازَ لِتَعَذُّرِهٖ وَاِذَا تَقَدَّمَ الْقَسَمُ الْاَوَّلَ الْكَلَامِ عَلَى الشَّرْطِ لَزِمَهُ الْمَاضِيْ لَفْظًا اَوْ مَعْنًى فَيُطَابِقُ وَكَانَ الْجَوَابُ لِلْقَسَمِ لَفْظًا مِثْلُ وَاللّٰهِ اِنْ اَتَيْتَنِيْ اَوْ لَمْ تَاْتِنِيْ لَاَكْرَمْتُكَ وَاِنْ تَوَسَّطَ بِتَقْدِيْمِ الشَّرْطِ اَوْ غَيْرِهٖ جَازَ اَنْ يُّعْتَبَرَ وَاَنْ يُّلْغٰى كَقَوْلِكَ اَنَا وَاللّٰهِ اِنْ تَاْتِنِيْ اٰتِكَ وَاِنْ اَتَيْتَنِيْ وَاللّٰهِ لَاٰتِيَنَّكَ وَتَقْدِيْرُ الْقَسَمِ كَاللَّفْظِ مِثْلُ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ وَاَمَّا لِلتَّفْصِيْلِ وَالْتُزِمَ حَذْفُ فِعْلِهَا وَعُوِّضَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ فَائِهَا جُزْءٌ مِّمَّا فِيْ حَيِّزِهَا مُطْلَقًا وَقِيْلَ هُوَ مَعْمُوْلُ الْمَحْذُوْفِ مُطْلَقًا مِثْلُ اَمَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ وَقِيْلَ اِنْ كَانَ جَائِزَ التَّقْدِيْمِ فَمِنَ الْاَوَّلِ وَاِلَّا فَمِنَ الثَّانِيْ

﴿ترجمہ﴾: حروفِ شرط اِنْ، لَوْ اور اَمَّا ہیں، ان کے لئے صدارتِ کلام ہے اِنْ استقبال کے لئے آتا ہے اگرچہ ماضی پر داخل ہو اور لَوْ اس کے برعکس ہے یہ دونوں (اِنْ، لَوْ) فعل کو لازم ہیں (یعنی ان دونوں کا فعل پر داخل ہونا ضروری ہے) فعل خواہ لفظاً ہو یا تقدیراً اور اسی وجہ سے کہا گیا لَوْ اَنَّكَ ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ کیونکہ یہ فاعل ہے

اور اِنۡطَلَقۡتَ فعل مُنۡطَلِقٌ کی جگہ تا کہ یہ فعل عوض کی طرح ہو جائے لیکن اگر خبر جامد ہو (تو اس جامد کا خبر واقع ہونا) جائز ہے اس (فعل کے خبر کی جگہ واقع ہونے) کے متعذر ہونے کی وجہ سے، جب قسم کلام کے شروع میں شرط پر مقدم ہو ۲؎ تو اس کے لئے فعل ماضی کو لفظاً یا معنیً لانا ضروری ہے پس شرط (جواب کے) مطابق ہو جائیگی، اور جواب لفظوں کے اعتبار سے قسم کے لئے ہوگا جیسے وَاللّٰہِ اِنۡ اَتَیۡتَنِیۡ (لفظاً ماضی) اَوۡلَمۡ تَاۡتِنِیۡ (تقدیراً ماضی) لَاُکۡرِمُتْكَ۔

اور اگر قسم درمیان میں واقع ہو شرط یا اس کے علاوہ کے اس پر مقدم ہونے کی وجہ سے تو جائز ہے کہ قسم کا اعتبار کیا جائے اور شرط کو لغو قرار دیا جائے ۳؎ جیسے تیرا قول اَنَا وَاللّٰہِ اِنۡ تَاۡتِنِیۡ اٰتِكَ وَاِنۡ اَتَیۡتَنِیۡ وَاللّٰہِ لَاٰتِیَنَّكَ اور قسم کا مقدر ہونا ملفوظ ہونے کی طرح ہے ۴؎ جیسے لَئِنۡ اُخۡرِجُوۡا لَایَخۡرُجُوۡنَ، وَاِنۡ اَطَعۡتُمُوۡهُمۡ اور اَمَّا تفصیل کے لئے آتا ہے اور اس کے فعل کا حذف لازم کر دیا گیا ہے اور اس فعل کے عوض لایا جائے گا اَمَّا اور اس کی فاء کے درمیان اس جملے کی جزء کو جو اس کے جواب کے حیز میں ہو ۵؎ مطلقاً بعض نے کہا کہ وہ جزء مطلقاً فعل محذوف کا معمول ہوگا جیسے ۶؎ اَمَّا یَوۡمَ الۡجُمُعَةِ فَزَیۡدٌ مُنۡطَلِقٌ اور بعض نے کہا کہ اگر اسے مقدم کرنا جائز ہو تو پہلی قسم سے ہوگا ورنہ وہ دوسری قسم سے ہوگا ۷؎۔

﴿تشریح﴾:

1: چونکہ اِنۡ اور لَوۡ کو فعل لازم ہے وہ خواہ لفظاً ہو یا تقدیراً پس لَوۡ اَنَّكَ جیسی ترکیب میں اَنَّ کو ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ پڑھا جائے گا نہ کہ کسرہ کے ساتھ کیونکہ اَنَّ اپنے اسم وخبر سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر فعل مقدر کا فاعل ہوگا (لَوۡ ثَبَتَ اَنَّكَ) اگر یہاں اَنَّ کی بجائے اِنَّ بکسر الہمزہ لایا جائے وہ فاعل نہیں بن سکتا کیونکہ وہ اسم وخبر سے مل کر جملہ ہوتا ہے جبکہ فاعل جملہ نہیں مفرد ہوتا ہے، اور پھر اسی وجہ سے جس جگہ لَوۡ کے بعد اَنَّ مفتوحہ آئے تو اَنَّ کی خبر بجائے اسم فاعل لانے کے فعل لاتے ہیں تا کہ یہ فعل مذکور اس فعل کا عوض بن جائے جو لَوۡ کے بعد مقدر ہے، پس لَوۡ اَنَّكَ اِنۡطَلَقۡتَ کہتے ہیں لَوۡ اَنَّكَ مُنۡطَلِقٌ نہیں کہتے۔

یہ حکم اس وقت ہے جب اَنَّ کی خبر ایسا اسم مشتق ہو جس کے مصدر سے فعل کو مشتق کرنا ممکن ہو لیکن اگر خبر جامد ہو تو وہاں اسم جامد کو ہی خبر بنائیں گے فعل نہیں لائیں کیونکہ وہاں فعل کو لانا متعذر ہے۔ جیسے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَلَوۡ اَنَّ مَافِی الۡاَرۡضِ مِنۡ شَجَرَةٍ اَقۡلَامٌ اس میں اَقۡلَامٌ خبر ہے اَنَّ کی جو کہ جامد ہے لہٰذا خبر کی جگہ فعل لانا متعذر ہے جو اس فعل کا عوض بنے جو لَوۡ کے بعد مقدر ہے۔

2: جب ابتدائے کلام میں قسم واقع ہو جو شرط سے مقدم ہو تو شرط کو ماضی لانا خواہ لفظاً یا تقدیراً ضروری ہے، کیونکہ حرفِ شرط نے جواب قسم میں عمل نہیں کیا لہٰذا شرط کو بھی فعل ماضی لائیں گے تا کہ اس میں بھی حرف شرط عمل نہ کرے، اور وہ جواب جو قسم اور شرط کے بعد واقع ہوا ہے وہ لفظاً قسم کا جواب ہے شرط اور قسم دونوں کا جواب نہیں ورنہ لازم آئیگا جواب شرط ہونے کے

اعتبار سے وہ مجزوم ہو اور جواب قسم ہونے کے اعتبار سے وہ غیر مجزوم ہو تو ایک ہی چیز کا مجزوم اور غیر مجزوم ہونا لازم آئیگا جو کہ باطل ہے۔

3: اگر قسم ابتدائے کلام میں واقع نہ ہو شرط یا غیر شرط کے اس پر مقدم ہونے کی وجہ سے تو اس وقت دونوں امر جائز ہیں کہ شرط کا اعتبار کر کے اور جواب کو جزا قرار دیا جائے، اور دوسرا یہ کہ شرط کو لغو قرار دے کر قسم کا اعتبار کیا جائے اور جواب کو جوابِ قسم مانا جائے۔

4: قسم مقدر کا حکم قسم ملفوظ کی طرح ہوگا جیسے لَئِنْ اُخْرِجُوْ لَایَخْرُجُوْنَ، یہاں وَاللّٰہِ قسم محذوف ہے لہٰذا اعتبار قسم کا ہو گا شرط کا نہیں ہوگا ورنہ جزا (لَایَخْرُجُوْنَ) پر جزم کا ہونا ضروری ہوتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ میں بھی قسم وَاللّٰہِ محذوف ہے، پس یہاں بھی شرط کا اعتبار نہیں بلکہ قسم کا اعتبار ہے ورنہ جزا (اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ) کے جملہ اسمیہ ہونے کی بناء پر فا کا دخول ضروری ہوتا جو کہ یہاں نہیں۔

5: اَمَّا کے فعل کو حذف کر کے اس کے عوض اَمَّا اور فاء جزائیہ کے درمیان جزاء کے معمول کو لاتے ہیں، تا کہ فعل شرط کے حذف ہو جانے کے بعد حرفِ شرط کا فاء جزائیہ پر داخل ہونا لازم نہ آئے۔ جیسے: اَمَّا یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَزَیْدٌ مُنْطَلِقٌ اس کی اصل مَهْمَا یَكُنْ مِنْ شَیْءٍ فَزَیْدٌ مُنْطَلِقٌ یَوْمَ الْجُمُعَةِ تھا یَكُنْ مِنْ شَیْءٍ یعنی فعل اور اس کے متعلق کو حذف کر دیا، اَمَّا کو مَهْمَا کی جگہ رکھ دیا اور جزا کے معمول کو یعنی یَوْمَ الْجُمُعَةِ کو اَمَّا اور فَاء کے درمیان محذوف کے عوض لائے تو اَمَّا یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَزَیْدٌ مُنْطَلِقٌ ہو گیا (یہ امام سیبویہ کا مذہب ہے)۔

6: بعض ائمہ کرام (امام مبرد اور ان کے متبعین) فرماتے ہیں کہ اَمَّا کا مابعد فعل محذوف کا مطلقاً معمول ہے خواہ اس لفظ کی فاء پر تقدیم درست ہو یا نہ ہو جیسے اَمَّا یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَزَیْدٌ مُنْطَلِقٌ اصل میں مَهْمَا یَكُنْ مِنْ شَیْءٍ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَزَیْدٌ مُنْطَلِقٌ ہے، یعنی یَوْمَ الْجُمُعَةِ فعل شرط کا معمول ہے لہٰذا شرط کے حذف ہونے اور اَمَّا کے قائمقام ہونے کے بعد اَمَّا یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَزَیْدٌ مُنْطَلِقٌ ہو گیا۔

7: بعض ائمہ کرام کہتے ہیں کہ اگر اَمَّا اور فَا کے درمیان واقع ہونے والا جزء فَاء پر مقدم ہو سکتا ہو تو وہ مذہب اول (سیبویہ) ہے اور اگر وہ فاء پر مقدم نہ ہو سکے تو وہ مذہبِ ثانی (مبرد) ہے۔

﴿عبارت﴾:

حَرْفُ الرَّدْعِ كَلَّا وَقَدْجَاءَ بِمَعْنٰى حَقًّا تَاءُ التَّانِيْثِ السَّاكِنَةِ تَلْحَقُ الْمَاضِيَ لِتَانِيْثِ الْمُسْنَدِ اِلَيْهِ فَاِنْ كَانَ ظَاهِرًا غَيْرَ حَقِيْقِيٍّ فَمُخَيَّرٌ وَاَمَّا اِلْحَاقُ عَلَامَةِ التَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعَيْنِ فَضَعِيْفٌ اَلتَّنْوِيْنُ نُوْنٌ سَاكِنَةٌ تَتْبَعُ حَرْكَةَ الْاٰخِرِ لَا لِتَاكِيْدِ الْفِعْلِ وَهُوَ لِلتَّمَكُّنِ

وَالتَّنْكِيْرِ وَالْعِوَضِ وَالْمُقَابَلَةِ وَالتَّرَنُّمِ وَيُحْذَفُ مِنَ الْعَلَمِ مَوْصُوْفًا بِاِبْنٍ مُضَافًا اِلٰى عَلَمٍ اٰخَرَ

﴿ترجمہ﴾: حرف ردع کَلَّا ہے اور کبھی یہ حقاً کے معنیٰ میں بھی آتا ہے، تائے تانیث ساکنہ ماضی کو لاحق ہوتی ہے مسندالیہ کی تانیث کے لئے (جیسے ضَرَبَتْ هِنْدٌ)، پس اگر مسندالیہ اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو تو تائے تانیث (کو لانے یا نہ) لانے کا اختیار ہے (جیسے طَلَعَ الشَّمْسُ یا طَلَعَتِ الشَّمْسُ) لیکن علامت تثنیہ اور جمع مذکر و مؤنث کی علامت کو لاحق کرنا ضعیف ہے[1] تنوین وہ نون ساکن ہے جو کلمہ کے آخری حرف کی حرکت کے تابع ہو فعل کی تاکید کے لئے نہ ہو (جیسے زَيْدٌ کے آخر کا نون) اس کی پانچ قسمیں ہیں، تمکن، تنکیر، عوض، مقابلہ اور ترنم[2]، اور تنوین کو اس علم سے حذف کر دیا جاتا ہے جب اس کی صفت لائی گئی ہو ابن کے ساتھ اور وہ ابن دوسرے علم کی طرف مضاف ہو[3]۔

﴿تشریح﴾:

1: یعنی فعل کے ساتھ تثنیہ اور جمع کی علامت لگانا مسندالیہ کی حالت کو بتلانے کے لئے جبکہ مسندالیہ اسم ظاہر ہو ضعیف ہے۔

جیسے ضَرَبَا الرَّجُلَانِ، ضَرَبُوا الرِّجَالُ، کیونکہ فعل کا فاعل جب اسم ظاہر ہو تو فعل کو مفرد لایا جاتا ہے۔

2: تنوین کی پانچ قسمیں ہیں۔

(۱) تنوین تمکن: وہ تنوین ہے جو اسم کے منصرف ہونے پر دلالت کرے۔ جیسے: جَاءَ زَيْدٌ۔

(۲) تنوین تنکیر: وہ تنوین ہے جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرے۔ جیسے صَهٍ

(۳) تنوین عوض: وہ تنوین جو مضاف الیہ کے بدلے میں لائی جائے۔ جیسے یَوْمَئِذٍ

(۴) تنوین مقابلہ: وہ تنوین جو جمع مؤنث سالم میں جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلے میں آئے۔ جیسے: مُسْلِمَاتٌ

(۵) تنوین ترنم: وہ تنوین جو خوبصورتی کے لئے اشعار کے آخر میں لائی جائے۔

جیسے اَقِلِّي اللَّوْمَ عَاذِلَ وَالْعِتَابَنْ وَقُوْلِيْ اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ اِعْتَابَنْ اور لَقَدْ اَصَابَنْ میں تنوین، تنوین ترنم ہے۔

3: اگر عَلَم کی اِبْن یا اِبْنَة کے ساتھ صفت لائی گئی ہو اور وہ اِبْن یا اِبْنَة دوسرے کسی عَلَم کی طرف مضاف ہوں تو وہاں اس عَلَم سے (جس کی اِبْن یا اِبْنَة کے ساتھ صفت لائی گئی ہے) تنوین کو حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے: جَاءَنِیْ خَالِدُ بْنُ بَكْرٍ

﴿عبارت﴾:

نُوْنُ التَّاكِيْدِ خَفِيْفَةٌ سَاكِنَةٌ وَمُشَدَّدَةٌ مَفْتُوْحَةٌ مَعَ غَيْرِ الْاَلِفِ تَخْتَصُّ بِالْفِعْلِ الْمُسْتَقْبِلِ فِي الْاَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالْاِسْتِفْهَامِ وَالتَّمَنِّيْ وَالْعَرْضِ وَالْقَسَمِ وَقَلَّتْ فِيْ لَنَفْيِ

وَلَزِمَتْ فِیْ مُثْبَتِ الْقَسَمِ وَكَثُرَتْ فِیْ مِثْلِ اِمَّاتَفْعَلَنَّ وَمَا قَبْلَهَامَعَ ضَمِيْرِ الْمُذَكَّرِيْنَ مَضْمُوْمٌ وَمَعَ الْمُخَاطَبَةِ مَكْسُوْرٌ وَفِيْمَاعَدَاذَالِكَ مَفْتُوْحٌ وَتَقُوْلُ فِی التَّثْنِيَةِ وَجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ فِیْ اِضْرِبَانِّ وَاِضْرِبْنَانِّ وَلَاتَدْخُلُهُمَاالْخَفِيْفَةُ خِلَافًالِيُوْنُسَ وَهُمَافِیْ غَيْرِهِمَامَعَ الضَّمِيْرِ الْبَارِزِ كَالْمُنْفَصِلِ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ فَكَالْمُتَّصِلِ وَمِنْ ثَمَّ قِيْلَ هَلْ تَرَيِنَّ وَتَرَوُنَّ وَتَرَيِنَّ وَاُغْزُوَنَّ وَاُغْزُنَّ وَاُغْزِنَّ وَالْمُخَفَّفَةُ تُحْذَفُ لِلسَّاكِنِ فِی الْوَقْفِ فَيُرَدُّ مَاحُذِفَ وَالْمَفْتُوْحُ مَاقَبْلَهَاتُقْلَبُ اَلِفًافَقَطْ :تَمَّتْ بِالْخَيْرِ

﴿ترجمہ﴾: نون تاکید خفیفہ: نون ساکن ہوتا ہے، اور نون مشددہ (ثقیلہ) مفتوح ہوتا ہے الف کے بغیر، اور نونِ تاکید خاص ہے اس فعل مستقبل کے ساتھ جو امر، نہی، استفہام، تمنی، عرض اور قسم میں واقع ہو۱، نون تاکید نفی میں کم پایا جاتا ہے، جوابِ قسم مثبت میں نون تاکید کو لانا لازمی ہے۲، اور اِمَّا تَفْعَلَنَّ جیسی مثالوں میں بھی نون تاکید کثرت سے آتا ہے۳، نون تاکید کا ماقبل جمع مذکر غائب وحاضر کی ضمیر (واؤ کو حذف کرنے) کے ساتھ مضموم ہوتا ہے (تاکہ ضمہ! واؤ کی حذفیت پر دلالت کرے) اور واحد مؤنث کی ضمیر (یاء حذف کرنے) کے ساتھ مکسور ہوتا ہے (تاکہ کسرہ! یاء کی حذفیت پر دلالت کرے) اور دیگر صیغوں میں مفتوح ہوتا ہے آپ کہیں گے تثنیہ اور جمع مؤنث کے صیغوں میں اِضْرِبَانِّ، اور اِضْرِبْنَانِّ، ان دونوں (تثنیہ، جمع مؤنث) پر نون خفیفہ داخل نہیں ہوتا برخلاف امام یونس کے۴، اور یہ دونوں (نون ثقلیہ وخفیفہ) دونوں (تثنیہ اور جمع مؤنث) کے علاوہ دیگر صیغوں میں ضمیر بارز کے ساتھ منفصل کی طرح ہوتے ہیں۵ اور اگر وہ ضمیر بارز نہ ہو تو متصل کی طرح ہوتے ہیں۶ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے هَلْ تَرَيِنَّ، تَرَوُنَّ، تَرَيِنَّ، اُغْزُوَنَّ، اُغْزُنَّ، اُغْزِنَّ اور نون خفیفہ ساکن حرف کے ملنے کے وقت، اور حالتِ وقف میں حذف کر دیا جاتا ہے، پس وقف کی صورت میں اس لفظ کو لوٹا دیا جائے گا جو نونِ خفیفہ کی وجہ سے حذف کیا گیا تھا اور وہ نون خفیفہ جس کا ماقبل مفتوح ہوا سے (وقف کرتے ہوئے، حذف نہیں کرتے بلکہ اسے) الف سے بدل دیا جاتا ہے۔

﴿تشریح﴾:

1: یہاں سے ان مقامات کا بیان کیا جا رہا ہے کہ جہاں نون تاکید آتا ہے وہ مذکورہ چھ مقامات ہیں، ان مقاماتِ ستہ میں نون تاکید لانے کی وجہ یہ ہے کہ ان مقامات میں طلب پائی جاتی ہے اور اور نون تاکید وہیں لایا جاتا ہے جہاں طلب کے معنی ہوں۔

2: اگر جوابِ قسم فعل مضارع مثبت ہو تو جواب قسم کے آخر میں نون تاکید کو لانا لازم ہے کیونکہ قسم اس چیز پر بولی جاتی

جو متکلم کو مطلوب ہو اور جہاں طلب کے معنی پائے جائیں وہاں نون تاکید آتا ہے پس اس لیے نون تاکید کو لانا ضروری ہوا۔

3: اگر حرفِ شرط کے بعد ما زائدہ ہو اور اس کے بعد فعل مضارع ہو تو ایسے فعل مضارع کے آخر میں نون تاکید کثرت کے ساتھ لایا جاتا ہے۔

4: امام یونس کہتے ہیں کہ تثنیہ اور جمع مؤنث کے صیغوں میں بھی نون خفیفہ آئیگا اور نون خفیفہ ساکن ہی رہیگا۔

5: یہاں سے مصنف علیہ الرحمۃ فعل معتل لام پر نون تاکید کے داخل ہونے کا حکم بیان کر رہے ہیں کہ فعل مضارع، امر اور نہی معتل اللام کے تثنیہ اور جمع مؤنث کے علاوہ جن صیغوں میں ضمیر بارز ہوتی ہے تو ان کا حکم منفصل کی طرح ہے یعنی جس طرح معتل کے آخر میں کلمہ منفصل لاحق کیا جاتا ہے تو وہاں دیکھا جاتا ہے واؤ اور یاء کے ماقبل کی حرکت ان کے موافق ہے یا کہ نہیں اگر ہو تو وہاں واؤ اور یاء کو حذف کر دیا جاتا ہے اور اگر ماقبل کی حرکت واؤ اور یاء کے مخالف وہاں واؤ اور یاء کو حذف نہیں کرتے بلکہ واؤ کو ضمہ اور یاء کو کسرہ دے دیتے ہیں پس اسی طرح اگر فعل مضارع امر، نہی معتل اللام کے جمع مذکر غائب وحاضر اور واحد مؤنث حاضر کے آخر میں نون تاکید ثقلیہ یا خفیہ آجائے تو وہاں بھی واؤ اور یاء کی حرکت موافق ہونے کی صورت میں واؤ اور یاء کو حذف کر دیتے ہیں جیسے اُغْزُنَّ، اُغْزِنَّ لَتَدْعُنَّ لَتَدْعِنَّ اور ماقبل کی حرکت مخالف ہونے کی صورت میں واؤ کو ضمہ اور یاء کو کسرہ دیتے ہیں۔ جیسے اِخْشَوُنَّ، اِخْشَيِنَّ، لَتُدْعَوُنَّ، لَتُدْعَيِنَّ، هَلْ تَرَوُنَّ، هَلْ تَرَيِنَّ ۔

6: فعل مضارع، امر اور نہی معتل اللام کے جن صیغوں میں ضمیر مستتر ہوتی ہے ان میں نون تاکید حذف شدہ حرف کو واپس لانے کے سلسلے میں کلمہ متصلہ (الف تثنیہ) کی طرح ہے یعنی جس طرح الف تثنیہ کے آنے کی صورت میں حذف شدہ حرف علت واپس آجاتا ہے۔ جیسے: اُغْزُوَا، اِرْمِيَا، اِخْشَيَا اسی طرح ضمیر مستتر والے صیغوں میں بھی نون تاکید کے آنے کی صورت میں حذف شدہ حرفِ علت واپس آجائے گا۔ جیسے: هَلْ تَرَيَنَّ، اُغْزُوَنَّ، اِرْمِيَنَّ، اِخْشَيَنَّ

7: دو مقام ہیں کہ جہاں نون خفیفہ کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

(۱) جب نونِ خفیفہ کے بعد کوئی ساکن حرف آجائے تو التقائے ساکنین کی وجہ سے نون خفیفہ گر جاتا ہے۔ جیسے: اِضْرِبَنْ کے بعد اَلْقَوْمَ آجائے تو اِضْرِبَ الْقَوْمَ پڑھا جائے گا۔

(۲) حالتِ وقف میں بھی نون خفیفہ گر جاتا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆......☆☆☆

تَمَّتْ بِالْخَيْرِ

ابو اویس **مفتی محمد یوسف القادری**

جوئیانوالہ موڑ شیخوپورہ

بروز اتوار: 13/11/2016 4:35pm